سائبان

﴿ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا۔ ﴾

(اے میرے ربّ! دونوں پر، میرے والد اور میری والدہ پر اس طرح رحم فرما جس طرح بچپن سے یہ میری تربیت کرتے چلے آئے ہیں)

رانا محمد حسن خاں

نام کتاب	سائبان
مصنّف	رانا محمد حسن خاں
ناشر	محمد ثاقب رشید (لندن)
معاونین	رانا عبد الصمد خاں، محمود الحسن خاں
سن اشاعت	نومبر ۲۰۱۳ء، ذی الحجہ ۱۴۳۴ہجری
قیمت	-----

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

ہمارے خاندان کے فخر حضرت بابا محمد احمد خاں صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام جنہیں درویش قادیان ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے اور دُعا گو شفیق والدین کے نام۔

مُصنّف

عاجز اُن تمام جلیل القدر مُصنّفین اور محققین کا دِل کی گہرائیوں سے غائبانہ طور پر شُکر گزار ہے جن کی پُر از علوم تصانیف سے چنے گئے موتیوں سے ''سائبان'' کو آراستہ کیا گیا ہے۔

فہرست مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

عاجز اپنے ربّ کا انتہائی شکرگزار ہے جس نے اپنے فضل و احسان سے سائبان لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ میرے اُن تمام کرم فرماؤں کو اجرِ عظیم عطا فرمائے جنہوں نے سائبان کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں بھرپور تعاون فرمایا۔ عاجز اُن مصنفین کا بھی غائبانہ طور پر شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے جن کی قیمتی کتب سے عاجز نے موتی چُنے اور پھر ان سے سائبان کو آراستہ کیا ہے۔ خاکسار کی رفیقہ حیات محترمہ شگفتہ حسن صاحبہ نے بھی قیمتی مشوروں سے نوازا اور پرسکون ماحول فراہم کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی دین و دُنیا کی حسنات سے نوازے۔ آمین۔

سائبان لکھنے کی وجہ وہ مسلمان ماں باپ اور ان کے بچے ہیں جن کی اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت نے انہیں درد و الم کی تصویر بنا دیا ہے۔ جب اس عاجز نے مغربی عیسائی معاشرہ کی طرف نظر دوڑائی تو دیکھا کہ لاکھوں ماں باپ اپنی اولاد کی بے حسی کے باعث کیئر ہومز میں اپنی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اور لاکھوں بچے اپنے ماں باپ کے مظالم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ تقریباً ڈیڑھ ارب افراد پر مشتمل چین کے لاکھوں دیہات میں بسنے والے بوڑھے اپنے اکلوتے بیٹوں کی راہ تکتے نا صرف بینائی کھو رہے ہیں بلکہ انتظار کا درد اُن کی جان لے رہا ہے۔ اور دیکھا کہ ہمارے مسلم معاشرہ میں بھی والدین کی حالت دگرگوں ہے۔ مسلم ممالک میں والدین کو نا صرف ذہنی، جسمانی اور جذباتی طور پر مظالم کا نشانہ بنایا جا رہا ہے بلکہ انتہائی بے دردی سے اُن کو قتل بھی کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح مسلم معاشرے میں پلنے والے بچے بھی اپنے نام نہاد مسلمان والدین، مُلّاؤں اور اساتذہ کے خُونی پنجوں میں سسک رہے ہیں، مر رہے ہیں۔ عورتوں کی حالت بھی زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی یاد دلاتی ہے، عورت ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے روپ میں شدید مظالم کا نشانہ بن رہی ہے۔ ان دردناک حالات نے اور محترم بھائی احسن صاحب کی خواہش نے مجبور کیا کہ اس اہم موضوع پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں میں زندگی بخش شعور پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ آیات قرآن کریم، احادیث مقدسہ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کے ارشادات اور خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطابات ،خطبات اور دیگر بزرگان دین کے اقوال و حکایات سے سائبان کو مزین کیا گیا ہے ۔مسلمانوں کی عصر حاضر میں منفی روش پر مختصر تجزیہ اور والدین ،عورتوں اور بچوں کے حقوق وفرائض کے متعلق صحیح اسلامی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا جائے گا۔ انشاءاللہ۔ **وماتوفیقی اِلَّابِاللّٰہِ العلیّ العظیم وھواللّٰہ المستعان۔**

گواس موضوع پر بہت سی کتابیں موجود ہیں مگر والدین کے حقوق وفرائض ،بچوں کے حقوق وفرائض اورعورتوں کے حقوق وفرائض جیسے اہم موضوعات کی افادیت ،اہمیت اورضرورت کے پیش نظر ان اہم موضوعات پر ہمیشہ لکھنے کی ضرورت باقی رہے گی ۔بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر اُن بد رحجانات کوسامنے لانا جوگناہ جیسے بدبودار ٹاٹ میں لپٹے ہوئے انسانیت کا گلا گھونٹ رہے ہوں اور پھر اُن کا علاج قرآن کریم اور سیرت حضرت محمدﷺ کی روشنی میں کرنے کی ضرورت ہمیشہ باقی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کوخاکسار کی نجات کا باعث بنائے اوراس کتاب کا مطالعہ کرنے والے احباب اپنے والدین کی خدمت اوراطاعت کا حق ادا کرنے والے بن جائیں تااللہ تعالیٰ انہیں تسکین قلب عطا فرمائے ۔اور ایسے والدین جو بچوں کی ابتدائی تربیت فرمارہے ہیں اسوہ رسول اللہﷺ پر عمل کرتے ہوئے رحم کے جذبے کے ساتھ ان کی تربیت کرنے والے بن جائیں جس کے نتیجے میں والدین اوران کے بچے جنّت کے وارث قرار پائیں ۔میاں بیوی کوبھی ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کوسمجھنے اورعمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین۔

طالب دُعا

رانا محمد حسن خاں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ابتدائیہ

معزز قارئین !ماں باپ اپنے بچوں کے لیے ایک ایسا مظبوط سائبان ہوتے ہیں جس کے نیچے بچے ہرقسم کا آرام پاتے ہیں ۔ماں باپ گرم سرد موسم کی صعوبتیں خود برداشت کرتے ہیں اور بچوں کوآسودگی کی نیند سلاتے ہیں ۔جس طرح اگر سائبان ٹوٹ جائیں یا توڑ دیے جائیں توان سے وہ فوائد حاصل نہیں کیے جاسکتے جوایک مظبوط سائبان سے حاصل ہوتے ہیں ۔اسی طرح والدین اگر کسی وجہ سے اپنے فرائض ادا نہ کریں تو بچے بے آرام ہوکر نہ صرف اپنا نقصان کرتے ہیں بلکہ معاشرے کوبھی لہولہان کردیتے ہیں ۔اگر بچے اپنے والدین کی قدر نہ کریں تو یہ کسی صورت نہیں ہوسکتا کہ والدین جیسے مظبوط سائبان کوتارتار کرکے بچے سُکھ چین کی زندگی گزارسکیں ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کواپنے والدین کی خدمت و اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اورعورتوں اور بچوں کے لئے باعث رحمت بنائے ۔آمین۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

’’تمام سعادت مندیوں کا مدار خداشناسی پر ہے اورنفسانی جذبات اور شیطانی محرکات سے روکنے والی صرف ایک ہی چیز ہے ۔جو خدا کی معرفت کاملہ کہلاتی ہے جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا ہے ۔وہ بڑا قادر ہے ۔وہ ذوالعذاب الشدید ہے ۔یہی ایک نسخہ ہے جوانسان کی متمردانہ زندگی پر ایک بھسم کرنے والی بجلی گراتا ہے ۔پس جب تک انسان **اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ** کی حدود سے نکل کر **عَرَفۡتُ اللّٰہَ** کی منزل میں قدم نہیں رکھتا ۔اس کا گناہوں سے بچنا محال ہے ۔‘‘ (بحوالہ خطبہ جمعہ ۱۴ مارچ ۲۰۱۴ء)

معزز قارئین !ماں باپ زمین پر خُدا کی خالقیت اور ربوبیت کے مظہر ہیں ۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِیَّاہُ وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا ۔

یعنی تیرے رب نے چاہا ہے کہ تو فقط اسی کی بندگی کر اور والدین سے احسان کر۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

"اس آیت میں بت پرستوں کو جو بت کی پوجا کرتے ہیں سمجھایا گیا ہے کہ بت کچھ نہیں ہیں اور بتوں کا تم پر کچھ احسان نہیں ہے انہوں نے تمہیں پیدا نہیں کیا اور تمہاری خوردہ سالی میں وہ تمہارے متکفل نہیں تھے اور اگر خدا جائز رکھتا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی پرستش کی جائے تو یہ حکم دیتا کہ تم والدین کی بھی پرستش کرو کیونکہ وہ بھی مجازی رب ہیں اور ہر ایک شخص طبعاً یہاں تک کہ درند چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردہ سالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ پس خدا کی ربوبیت کے بعد ان کی بھی ایک ربوبیت ہے اور وہ جوش ربوبیت کا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۴، ۲۰۵)

فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُف۔

کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں کہ "اس قدر ان کی مدارت رکھو کہ اُف کا لفظ بھی منہ سے نہ نکلے چہ جائیکہ ان کو جھڑکو۔" (ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء)

اسلام نے والدین کی خدمت کے لیے خاص ہدایات دی ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

من ادرك احدوالديه ثم لم يغفر له فا بعده الله عز وجل۔

"یعنی جس شخص کو اپنے والدین میں سے کسی کی خدمت کا موقع ملے اور پھر بھی اس کے گناہ نہ معاف کیے جائیں تو خدا اس پر لعنت کرے۔" (رواہ احمد ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۶۱)

اس حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"مطلب یہ کہ نیکی کا ایسا اعلیٰ موقع ملنے پر بھی اگر وہ خدا کا فضل حاصل نہیں کر سکا تو جنت تک پہنچنے کے لیے ایسے شخص کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔" (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۲۱)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا:

ثلاثةقد حرم الله عليهم الجنة :مد من الخمر والعاق والديوث الذى يقر فى اهله الخبث۔ (مسند احمد حدیث نمبر ۵۳۴۹)

"تین طرح کے آدمیوں پر اللہ تعالیٰ نے جنّت کو حرام کر دیا ہے ایک تو وہ شخص جو ہمیشہ شراب پیے اور دوسرا جو اپنے والدین کی نافرمانی کرے اور تیسرا دیوث کہ جو اپنے اہل وعیال میں ناپاکی پیدا کرے۔"

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ فقط اسی کی بندگی کی جائے اور والدین سے احسان کیا جائے اور یہ بھی فرماتا ہے کہ ان کو اُف بھی نہ کہو۔ اور اللہ کا رسول ﷺ فرماتا ہے کہ والدین کی نافرمانی کرنے والوں اور اہل وعیال میں ناپاکی پیدا کرنے والوں کے لیے جنّت کو حرام کر دیا گیا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ان احکامات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے نا صرف والدین سے حسن سلوک نہیں کیا جاتا، اطاعت و فرمانبرداری نہیں کی جاتی، احسان نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے برعکس ان کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح بعض والدین انتہائی بے ہودہ گوئی کرتے ہوئے بچوں میں ناپاک جراثیم داخل کرتے ہیں اور پھر اُن سے خیر کی توقع بھی رکھتے ہیں۔ ایسے بدبخت اور بے حیا والدین بھی نہ صرف غیر مسلموں میں بلکہ مسلمانوں میں بھی پائے جاتے ہیں جو اپنی اولاد سے ایسا سلوک کرتے ہیں درندے بھی جس کا تصور نہیں کر سکتے۔

یوں تو تمام اسلامی ممالک میں والدین اور بچے انسانیت سوز مظالم کا شکار ہیں مگر اسلامی جمہوریہ پاکستان اس لحاظ سے ممتاز ملک ہے جس کے مسلمان کہلانے والے باسیوں نے انتہائی تیز رفتاری سے اسلامی اخلاقیات وروایات کو خیر آباد کہہ کر شیطانی افعال کو دینی ودنیاوی ترقی کا زینہ سمجھ کر اپنی بربادی کا سامان خود اپنے ہاتھوں کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کی رضا کی راہوں پر چلنے والے بن جائیں۔

تلخ حقائق

معزز قارئین! کی خدمت میں چند تلخ حقائق پیش ہیں۔ ان دردناک حالات وواقعات کی بڑی وجوہات اللہ تعالیٰ سے دوری اور بے خوفی، رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے عدم واقفیت اور عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انکار اور دُشمنی ہیں۔ معزز قارئین! آیئے دیکھتے ہیں قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کے مقدس ارشادات کو پس پشت ڈالنے کے نتیجے میں کس طرح والدین، بچے اور میاں بیوی خودغرضی اور مفاد پرستی کا منحوس چولہ پہن کر وحشی درندوں کی طرح ایک دوسرے کے نا صرف حقوق غصب کرتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کا خون بہانے سے بھی نہیں چوکتے۔

دردناک رپورٹ:

معزز قارئین! ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی تازہ ترین سالانہ رپورٹ کے مطابق سال ۲۰۱۰ء کے دوران پاکستان میں ۵۸ ماؤں کو اور ۶۲ باپوں کو اُن کے حقیقی بیٹوں نے قتل کیا اور ۵۰ بیٹیوں کو اُن کے والد صاحبان نے قتل کیا۔ ۴۲۵ عورتیں اپنے شوہروں کے ہاتھوں ماری گئیں، ۲۲۵ کو ان کے بھائیوں نے قتل کیا، ۶۳ عورتوں کو اُن کے سُسرال والوں نے قتل کیا، ۲۲۸ عورتوں کو اُن کے قریبی عزیزوں نے قتل کیا، کم از کم ۱۸ عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا اور آٹھ کو قتل کرنے سے پہلے اجتماعی جنسی زیادتی کی گئی۔

ماں باپ کا اولاد کے ہاتھوں قتل:

معزز قارئین! چند ایسے واقعات پیشِ خدمت ہیں جن میں والدین اپنے بچوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ ذرا تصور تو کریں کیسا دردناک منظر ہو گا جب بیٹے اپنے والد کے خون سے ہاتھ رنگتے ہوں گے۔

گوجرانوالہ: جائیداد کے تنازعے پر بیٹے نے فائرنگ کر کے اپنے باپ کو ہلاک کر دیا۔

(جنگ سولہ مارچ ۲۰۱۰ء)

گوجرانوالہ: حدود تھانہ باغبان پورہ: سفاک بیٹے افضل نے اپنے ماں باپ اور چھ بہن بھائیوں کو نشہ ملا مشروب پلا کر فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ عدالت کے روبرو ملزم نے اقرارِ جُرم کر لیا۔ آلہ قتل برآمد۔ (روزنامہ ایکسپریس، سماء نیوز و دیگر اخبارات ۲۳ اکتوبر ۲۰۱۱ء)

اتوار اور پیر کی درمیانی شب تھانہ ڈاکس کی حدود محمدی کالونی میں فیصل چوک پر مسجد اقصیٰ کے قریب رہائش پذیر حمید گل نے جائیداد کے تنازعے پر جھگڑے کے دوران سر پر ڈنڈا مار کر اپنے والد ساٹھ سالہ محمد گل ولد عبدالولی کو ہلاک کر دیا۔ (جنگ لندن ۱۳ اگست ۲۰۱۰ء)

پڈعیدن کے قریب دریا خان مری تھانہ کی حدود میں بیٹے نے اپنے والد ۷۰ سالہ غلام قادر کو اندھا دھند فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔

گھریلو ناچاقی کی وجہ سے بیٹے نے اپنے والد ۶۵ سالہ اسلم کو قتل کر دیا۔ (جنگ لاہور ۱۱ مئی ۲۰۱۱ء)

بیٹے نے جائیداد کے تنازعے پر اپنے باپ کو قتل کر کے لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ ملزم اور اُس کے ساتھیوں کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ (رپورٹ سماء نیوز ۱۲ فروری ۲۰۱۳)

ملتان میں نشے کے عادی بیٹے نے کلہاڑی کے وار کر کے اس ماں کو قتل کر دیا جس نے کبھی اسے کانٹا نہ چبھنے دیا تھا۔

چیچہ وطنی بیٹے نے ایک مربع خاندانی زمین حاصل کرنے کے لئے اپنے گھر میں داخل ہو کر باپ اور دو چچاؤں کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ چچی شدید زخمی ہو گئی۔ (جنگ لندن ۲ جولائی ۲۰۱۳ء)

چنیوٹ: لالیاں کے نواحی گاؤں دربار میاں صدیقی میں ممتاز نامی شخص نے گھریلو جھگڑے پر فائرنگ کر کے ماں اور بہن کو قتل کر دیا۔ (جنگ لندن ۸ جولائی ۲۰۱۳ء)

چھوٹے بچے بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ بڑوں کی طرح ان میں بھی قوت برداشت نہ ہونے کے برابر ہے۔ تربیت کی کمی نے انہیں بھی دوسری ہر قسم کی بدتمیزیوں کے علاوہ والدین پر ہاتھ اُٹھانے کا حوصلہ اور جرآت پیدا کر دی ہے۔ درج ذیل خبر بہت سی ایسی خبروں کا نچوڑ ہے جن میں والدین اپنے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں پٹتے ہیں۔

گوجرانوالہ: عید کے روز شلوار قمیض کے ساتھ پینٹ شرٹ نہ لے کر دینے پر بیٹے نے باپ کا سر پھاڑ دیا۔ (جنگ لندن ۱۴ ستمبر ۲۰۱۰ء)

معزز قارئین! انتہائی مختصر طور پر چند ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں جس میں بچوں کے ہاتھوں والدین کا خُون بہا۔ شاید ان بچوں کے علم میں رسول اللہ ﷺ کا درج ذیل ارشاد نہ ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ان اشد الناس عذابا یوم القیامة من قتل نبیااو قتله نبی او قتل احد و الدیه والمصورون و عالم لم ینتفع بعلمه۔

قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس شخص پر ہو گا جو نبی کو قتل کرے یا جہاد میں اس کو نبی قتل کرے یا جو والدین میں سے کسی ایک کو قتل کرے اور جو شخص تصویر بنائے، یا جو عالم اپنے علم سے فائدہ نہ

اُٹھائے۔ (درمنثور جلد ۴ صفحہ ۱۷۴)

اولاد کا ماں باپ کے ہاتھوں قتل:

اب کچھ ایسے واقعات پیش خدمت ہیں جن میں والدین کی سفاکی نمایاں ہے۔

لاہور: بشیر کالونی شاہدرہ میں باپ نے اپنے بائیس سالہ بیٹے کو تھپڑ مارنے اور نافرمانی پر چُھریوں کے وار کر کے قتل کر دیا۔ (جنگ ۱۰ جون ۲۰۱۱ء)

قصور: کنگن پور میں باپ نے اڑھائی ماہ کا بیٹا زمین پر پٹخ کر مار دیا۔

کراچی: لانڈھی مجید کالونی میں فیکٹری ملازم آصف نے مہنگائی اور غربت سے تنگ آ کر اپنے تین بچوں ۵ سالہ وقاص، ۳ سالہ محسن، ڈیڑھ سالہ یاسین اور اہلیہ ۲۵ سالہ تاج بی بی کو گلا دبا کر ہلاک کر دیا اور خود پھندا ڈال کر خودکشی کر لی۔ (روزنامہ اُمّت ۸ ستمبر ۲۰۱۰ء)

کراچی: ملیر زکریا گوٹھ میں ظالم شخص نے اپنی بیوی کبریٰ، سات سالہ بیٹی رمشہ اور اڑھائی سالہ عبداللہ کو ذبح کر دیا۔ اور سترہ سالہ بیٹی مدیحہ کو شدید زخمی کر دیا۔ پولیس نے ملزم اور اسکے بھائی کو گرفتار کر لیا۔ (جنگ لندن ۱۳ اکتوبر ۲۰۱۰ء)

کراچی: خیر پور کے محلّہ وانڈو میں بچوں کی لڑائی پر دو چچاؤں نے اپنے بھتیجے چار سالہ مزمّل حسین کو جھاڑو سے آگ لگا دی جس سے بچے کا ستّر فیصد بدن جل گیا۔ صدر پاکستان زرداری نے نوٹس لے لیا۔ (اُمّت ۲۴ اکتوبر ۲۰۱۰ء و جنگ لندن)

بھاٹی گیٹ لاہور میں بدچلنی کے شبے میں افتخار عرف پپو نے اپنی بیوی اور دو جوان بیٹیوں سمیت ایک شخص ارشد کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ (جنگ ۱۳ مارچ ۲۰۱۰ء)

پچیس سالہ باپ شکیل احمد نے اپنے چھ ہفتے کے بیٹے کو ہلاک کر دیا۔

(جنگ لندن ۸ جنوری ۲۰۱۳ء)

کھاریاں بیروزگار باپ نے چھری کے وار کر کے دو بچوں تین سالہ محمد ناجیل اور چار سالہ قاسم کو قتل اور سات ماہ کے محمد ضیا کو زخمی کر دیا۔ بعد میں اپنے گلے پر بھی چھری پھیر کر خودکشی کر لی۔

(جنگ لندن ۱۹ جون ۲۰۱۳ء)

قصور: سنگدل باپ نے دو کمسن بیٹیوں کو زہر دے دیا۔ ایک ہلاک دوسری کی حالت نہایت تشویشناک۔ (جنگ لندن ۲۸ جون ۲۰۱۳ء)

ایبٹ آباد میں میاں بیوی میں جھگڑے کے بعد بیوی نے اپنے تین بچوں اڑھائی سالہ بیٹی شمائل ۵ سالہ سمیر اور ۷ سالہ ہاشم کو زہر کھلا دیا جس سے تینوں بچے ہلاک ہو گئے۔

(جنگ لندن ۶ جولائی ۲۰۱۳ء)

قصور: امجد عرف لکی نے غربت اور گھریلو جھگڑوں سے تنگ آ کر بیوی اور تین بیٹیوں کو چھریاں مار کر قتل کر دیا اور بعد میں خود کو گولی مار کر ہلاک کر لیا۔ (جنگ لندن ۱۱ جولائی ۲۰۱۳ء)

لاہور: بیوی سے جھگڑے کے بعد طاہر میو نامی شخص نے اپنے تین بچوں ۴ سالہ عمران، ۵ سالہ علشباہ اور چھ سالہ عدنان کو بی آر بی نہر میں پھینک کر خود بھی نہر میں چھلانگ لگا دی۔ چاروں کی لاشیں نہر سے نکال لی گئیں۔ (جنگ لندن ۱۷ جولائی ۲۰۱۳ء)

اوکاڑہ: دیپالپور میں ایک شخص شوکت نے ۵ سال پہلے پسند کی شادی کرنے پر اپنی بیٹی، داماد اور دو بچوں عدنان اور رامش اور داماد کے دو بھائیوں کو بھی قتل کر دیا۔ (۲۳ جولائی ۲۰۱۳ء جنگ لندن)

اسلامی معاشرے کی یہ بھی بدقسمتی ہے کہ بچوں کو دین سیکھنے کے لیے بھی والدین اور اساتذہ کی طرف سے ظالمانہ تشدد کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کے نتیجے میں بچوں کے دلوں میں نا صرف والدین اور اساتذہ کا احترام نہیں رہتا بلکہ ان کا انداز باغیانہ ہو جاتا ہے اور وہ مذہب اسلام جو سراسر امن دینے والا مذہب ہے بچے اُسے اپنی پُرتشدد اور خودغرضانہ کاروائیوں کے لیے دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

سرگودھا میں مدرسے کے استاد کا ۱۲ سالہ شاگرد پر لوہے کی راڈ سے شدید تشدد۔ استاد دوسرے بچوں پر بھی سبق یاد نہ کرنے پر شدید تشدد کرتا تھا۔ (جنگ لندن ۲ جولائی ۲۰۱۳ء)

سنگدل ماں:

سارہ نامی ایک ماں نے اپنے سات سالہ بیٹے کو قرآن حفظ نہ کرنے پر چھڑی سے اس قدر پیٹا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ سارہ تین ماہ تک بے دردی سے یٰسین پر شدید تشدد کرتی رہی۔ سارہ نے اپنے

بیان میں کہا ہے کہ اس نے اپنے بیٹے کو تین ماہ میں قرآن کے ۳۵ صفحات حفظ کرنے کا ہدف دیا تھا۔ اس نے یٰسین کو وقوعہ کی رات قرآن حفظ نہ کرنے پر بہت مارا جس کے بعد یٰسین فرش پر گر گیا اور نیم بے ہوشی میں بھی قرآنی آیات پڑھ رہا تھا۔ سارہ نے کہا کہ یٰسین مار کھانے کے بعد اس طرح سانس لے رہا تھا جیسے سو رہا ہو وہ غنودگی میں بھی قرآنی آیات پڑھ رہا تھا میں سمجھی یٰسین بہت تھک گیا ہے، وہ کمرے سے باہر چلی گئی، دس منٹ بعد واپس آئی تو یٰسین فرش پر گرا ہوا کانپ رہا تھا، چند لمحوں کے بعد وہ انتقال کر گیا۔ یٰسین کے مَر جانے کے بعد سارہ نے اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لیے باربی کیو جل سے اسے جلانے کی کوشش کی۔ عدالت نے سارہ کو عمر قید کی سزا سنائی ہے، اسے سترہ سال جیل میں رہنا ہوگا۔

(جنگ لندن ۸ جنوری ۲۰۱۳ء)

خبیث باپ:

زخمی دل کے ساتھ چند ایسے واقعات پیش ہیں جن میں حقیقی بدقسمت و بدفطرت باپوں نے اپنی حقیقی بیٹیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔

لاہور وفاقی شریعت کورٹ کے بنچ نے قاری عطاءاللہ کی ایڈیشنل سیشن جج لاہور کے فیصلے کے خلاف اپیل مسترد کر دی ہے انہیں سیشن جج لاہور نے ۲۵ سال قید بامشقت اور ۳۰ کوڑوں کی سزا دی تھی۔ فاضل ایڈیشنل جج نے اپنے حکم میں یہ بھی لکھا تھا کہ ملزم کو یہ کوڑے فضل الٰہی پارک مغلپورہ لاہور میں لگائے جائیں ملزم قاری عطاءاللہ پر یہ الزام ہے کہ اس نے قرآن مجید کا حافظ، قاری اور امام مسجد ہونے کے باوجود اپنی پندرہ سالہ حقیقی بیٹی کو ہوس کا نشانہ بنایا۔ اور وہ امید سے ہوگئی۔ فل بنچ مسٹر جسٹس آفتاب حسین اور مسٹر جسٹس مولانا غلام علی پر مشتمل تھی۔ (نوائے وقت لاہور ۲۹ مارچ ۱۹۸۳ء)

جہانیاں کے نواحی گاؤں علی شیرواں میں باپ منیر احمد نے اپنی تین حقیقی بیٹیوں اٹھارہ سالہ عظمیٰ بی بی، حمیرا اور صبا سے زیادتی کی۔ پولیس کو خبر ملنے پر منیر احمد اپنی چھوٹی بیٹی کے ساتھ بھاگ گیا۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ کئی دفعہ اسقاط حمل بھی کرایا گیا۔

(روزنامہ کاوش ۲۸ جون ۲۰۱۱ء، رپورٹ اے آر وائی جُرم بولتا ہے)

کراچی گڈاپ ٹاؤن کاٹھور: بیٹی کا مقدس رشتہ چھ ماہ تک پامال کرنے والا باپ گرفتار۔

(روزنامہ اُمّت، سماء نیوز و دیگر اخبارات ۲۰ مئی ۲۰۱۲ء)

عن ابی امامةؓ ان رجلاً قال: یارسول اللّٰہ !ما حق الوالدین علی ولدھما؟ قال: ھما جنتك او نارك۔ (ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالدین)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! والدین کا اولاد کے ذمے کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ تیری جنّت یا دوزخ ہیں۔

جن والدین اور اولادوں کی خباثتوں کا ذکر گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے گو ایسے والدین اور بچوں کی تعداد مغربی ممالک میں زیادہ ہے مگر بدکردار اور جاہل مسلمان بھی ایسی خبیث حرکات کا مرتکب ہو کر خدا کے غضب کا نشانہ بنتے ہیں۔ مذہبی راہنماؤں اور سیاستدانوں کے غلط اور غیر اسلامی رویے نے بھی ایسے بھیانک واقعات کو بڑھاوا دیا ہے۔ ناانصافی، غربت اور تعلیم کی کمی بھی ایسے غیر انسانی افعال کی وجوہات میں شامل ہیں۔

بیویوں کا قتل:

بیویوں کو قتل کرنا بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عام سی بات ہوگئی ہے۔ تیزاب سے جلانا اور ناک اور جسم کے دوسرے اعضاء کاٹ کر خاوند اپنے اندر کے شیطان کو خوش کرتے ہیں۔ بھائیوں کے ہاتھوں بہنیں بھی موت کی آغوش میں جا رہی ہیں۔ خواتین کا جینا مشکل کر دیا گیا ہے۔ خواتین ہر روپ میں مظالم کا شکار ہیں۔ خواتین بھی اپنی برادری کی دُشمن ہیں۔ ساسیں اپنی بہوؤں کو جلا رہی ہیں اور بہوئیں اپنی ساسوں کو اُن کے اپنے گھروں سے نکال کر تماشہ بنا رہی ہیں۔ نتیجے کے طور پر اولادیں بگڑ کر معاشرے کو کینسر زدہ کر رہی ہیں۔ مندرجہ ذیل چند واقعات کو مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے ورنہ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جب کوئی بیوی اپنے خاوند کے ہاتھوں قتل نہ ہوتی ہو۔

گھریلو تنازعے پر شوہر نے اپنی دو بیویوں کو قتل کر دیا۔ (جنگ ۱۳ مارچ ۲۰۱۰ء)

بھاٹی گیٹ لاہور میں بدچلنی کے شبے میں افتخار عرف پپو نے اپنی بیوی اور دو جوان بیٹیوں

سمیت ایک شخص ارشد کو فائرنگ کر کے ہلاک کر دیا۔ (جنگ ۱۳ مارچ ۲۰۱۰ء)

کوئٹہ: ڈاکٹر ابوبکر نے اپنی بیوی ڈاکٹر طیبہ کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔

(سماء ۴ نومبر ۲۰۱۲ء)

پولیس اہلکار نے بیوی کو آگ لگادی۔ توقیر خاتون کا نوے فیصد بدن جل گیا۔

(روزنامہ اُمّت ۴ نومبر ۲۰۱۲ء)

گوجرانوالہ: نشے کے عادی شوہر نے بیوی اور بچے پر تیزاب پھینک دیا۔

سیالکوٹ: شوہر نے اپنی بیوی اور تین جوان بچوں ۲۶ سالہ کاشف، ۲۳ سالہ صبا اور ۲۲ سالہ صدف کو نشہ آور دوا کھلانے کے بعد فائرنگ کر کے قتل کر دیا۔ ملزم نے خود بھی خودکشی کر لی۔

(جنگ لندن ۶ جون ۲۰۱۳ء)

کراچی: سرجانی روڑ میں شوہر نے اپنی بیوی شہزادی کو تیزاب سے جلا کر ہلاک کر دیا۔

(جنگ لندن ۱۱ جون ۲۰۱۳ء)

فیصل آباد: طلاق لے کر دوسری شادی کرنے پر سابق شوہر نے خاتون کی ٹانگ کاٹ دی۔

بورے والا: شوہر نے بیوی اور اپنے چار بچوں ۱۶ سالہ طیبہ، ۱۲ سالہ علی، دس سالہ حمزہ، اور آٹھ سالہ آمنہ کو تیز دھار آلے سے قتل کر دیا۔ قتل کے بعد خاوند نے خودکشی کر لی۔ (جنگ لندن ۱۴، ۱۵ جون ۲۰۱۳ء)

فیصل آباد میں شوہر نے گھریلو جھگڑے پر بیوی اور بیٹی کو قتل کر دیا۔ اکرم کی بیٹی سسرال والوں سے جھگڑ کر میکے آگئی تھی۔ باپ بیٹی کو سسرال جانے کے لئے کہتا تھا۔

سرگودھا میں بدچلنی کا الزام لگا کر شوہر نے بیوی کی ٹانگ کاٹ دی۔ (جنگ یکم جولائی ۲۰۱۳ء)

لاہور کے علاقے غازی آباد میں ندیم نے اپنی بیوی کو شدید تشدد کا نشانہ بنایا جس سے وہ ہلاک ہوگئی۔ ایک دوسری خبر ہے کہ مانسہرہ میں شوہر نے بیوی پر تیزاب پھینک دیا جس سے وہ شدید زخمی ہوگئی۔ (جنگ لندن ۲۱ جولائی ۲۰۱۳ء)

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ اگر میاں بیوی ایک دوسرے کا نا صرف لباس تار تار کریں بلکہ ایک دوسرے کے بدن بھی کاٹ دیں تو معاشرہ خون ہی تھوکے گا۔

خاوندوں کا بیویوں کے ہاتھوں قتل:

کراچی بلدیہ ٹاؤن کالا خان چوک کے قریب رہائش پذیر گل رحیم کو اس کی اہلیہ، بھائی اور بھاوج نے بغدے کے وار کر کے ہلاک کر دیا۔ ملزمان نے مقتول کی لاش پانی کے ڈرم میں ڈال کر ڈرم میر عالم روڈ پر ایک ویران جگہ پھینک دیا تھا۔ ملزم اپنے بھائی کے خُون آلود کپڑے پھینک رہا تھا کہ پولیس نے اسے اسے گرفتار کر کے اسکی نشاندہی پر لاش برآمد کر لی۔ (جنگ لندن ۱۶ اگست ۲۰۱۰ء)

کاہنہ: بیوی نے گھریلو جھگڑے پر شوہر پر تیل ڈال کر آگ لگادی۔ (جنگ لندن ۸ جون ۲۰۱۳ء)

معاشی ناانصافی، عدل کی عدم دستیابی، گھریلو جھگڑوں، امتحانات میں فیل ہونے اور نام نہاد محبت میں ناکامی کی وجہ سے خودکشی کرنے والی عورتوں کی تعداد میں بھی خاطر خواہ اضافہ ہو چکا ہے۔

متفرقات:

حیدرآباد: دیورانی سیما نے اپنی جیٹھانی نگہت کو مٹی کا تیل ڈال کر جلا دیا۔ جس سے جیٹھانی ہلاک ہوگئی۔ (جنگ سولہ مارچ ۲۰۱۰ء)

مصری شاہ لاہور کے علاقے عثمان گنج میں بھانجے نے فائرنگ کر کے ماموں کو قتل اور ممانی کو زخمی کر دیا۔ (جنگ لندن ۱۶ ستمبر ۲۰۱۰ء)

سیالکوٹ: گھریلو تنازعہ پر حقیقی ماموں افتخار نے گھر کے دروازے پر کھیلتی ہوئی ڈیڑھ سالہ بھانجی زینب کو اغواء کیا اور قتل کرنے کے بعد لاش کو نہر میں بہا دیا۔ (اردو ڈیلی نیوز انٹرنیشنل ۲۲ دسمبر ۲۰۱۰ء)

کوٹ رادھا کشن چک ۵۹ کے رہائشی اسلم نے اپنی شادی شدہ بہن کوثر بی بی، بھانجی نسرین اور بھتیجی شمائلہ کو کردار پر شک کی وجہ سے ہلاک کر دیا۔ (جنگ لندن ۳ جولائی ۲۰۱۰ء)

کراچی: عدالت نے ایک ایسے شخص کو سزائے موت سنا دی جس نے اپنی والدہ کو بری طرح زودکوب کیا جس سے وہ شدید زخمی ہوگئی۔ بہن نے ماں کو بچانے کی کوشش کی تو مجرم نے اسے قتل کر دیا تھا۔ (جنگ لندن ۱۰ جون ۲۰۱۳ء)

ملتان: رشتے کے تنازعے پر دیور نے بھابھی پر تیزاب پھینک دیا۔ تیزاب سے متاثرہ

خاتون شمیم کا چہرہ مکمل طور پر جھلس گیا اور دونوں آنکھیں بھی ضائع ہوگئیں۔ (جنگ لندن ۲۴ جون ۲۰۱۳ء)

گوجرانوالہ: لمباں والی میں جائیداد کے تنازعہ پر بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی پر پٹرول چھڑکا اور اسے زندہ جلا دیا۔ (جنگ لندن ۲۱ جولائی ۲۰۱۳ء)

کراچی: دہلی کالونی میں بھتیجے نے چچی پر تیزاب پھینک دیا۔ (جنگ لندن ۱۵ جولائی ۲۰۱۳ء)

نا بالغ بچوں سے درندگی:

مشہور کالم نگار منو بھائی لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ انسانیت سوز جرائم چھوٹے نابالغ بچوں کے ساتھ جنسی جرائم ہیں جن کو عام طور پر درندگی کی وارداتیں کہا جاتا ہے جبکہ درندے اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرتے۔ کبھی کسی درندے نے نابالغ درندے کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرنے کی ''درندگی'' کا مظاہرہ نہیں کیا۔ درندے اپنی تمام تر درندگی کے باوجود قدرت کے خلاف نہیں جاتے۔ اسی لیے جائزوں میں ایسی درندگی کے واقعات کو شامل نہیں کیا جاتا۔

(جنگ لاہور جمعرات ۱۲ مئی ۲۰۱۱ء مضمون از منو بھائی صفحہ ۳)

معزز قارئین! نابالغ بچوں سے درندگی کرنے والوں میں عام طور پر مسجدوں میں قرآن پڑھانے والے معلم، استاد، رشتہ دار اور ہمسائے ملوث ہوتے ہیں۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں بچوں سے ہونے والی درندگی کے مقدمات جو رجسٹر ہوتے ہیں اُن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہوتی ہے۔

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج شرقی منور سلطانہ نے دس سالہ لڑکی سے زیادتی کے ملزم سجاد کو چار سال قید اور دس ہزار روپے جُرمانہ کر دیا۔ (جنگ لندن ۱۱۹ کتوبر ۲۰۰۹ء) (جنگ لندن ۱۲۲ کتوبر ۲۰۰۹ء)

تین سالہ بچی سے زیادتی کے ملزم کو جیل بھیج دیا گیا۔ (جنگ سولہ مارچ ۲۰۱۰ء)

سرگودھا: جہانیاں شاہ کے نواحی کھیتوں میں نصب ٹیوب ویل پر نہانے والے کمسن بچے کو دو اوباش افراد سبطین اور حسنین نے زیادتی کا نشانہ بنا کر زخمی کر دیا۔ (جنگ لندن ۱۴ ستمبر ۲۰۱۰ء)

ڈگری: درندہ صفت شخص نے ۱۰ سالہ لڑکی کو اغواء کے بعد زیادتی کرنے کی کوشش کی، مزاحمت کرنے پر بچی کو ذبح کر کے لاش کھیتوں میں پھینک دی۔ گوٹھ نُور محمد ہالے پوٹہ میں شریف بھیل

نے اپنی ۱۸ سالہ بھتیجی کو کاروکاری کے الزام میں قتل کر دیا بعد ازاں لاش کو جلا دیا۔ (جنگ لندن ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۰ء)

گوجرانوالہ: تین روز قبل اغواء کی گئی تین سالہ اسماویہ کی لاش کوڑے کے ڈھیر پر پڑی ہوئی مل گئی۔ اسے زیادتی کے بعد قتل کیا گیا تھا۔ (جنگ لندن ۱۱ دسمبر ۲۰۱۰ء)

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جعلی پیر نے ایک لڑکی کو تین روز تک زیادتی کا نشانہ بنایا۔ محلّہ داروں نے جعلی پیر کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ (جنگ لندن ۷ جولائی ۲۰۱۳ء)

درندہ صفت شاہد نے تین سالہ بچی کو زیادتی کا نشانہ بنانے کے بعد گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا اور لاش گلی میں پھینک دی۔ مجرم مقتولہ کا محلّہ دار تھا۔ (جنگ لندن ۸ جولائی ۲۰۱۳ء)

بھوکی ماں:

معزز قارئین! چین جس میں ڈیڑھ ارب افراد بستے ہیں۔ تاؤ ازم، بدھ ازم، اسلام اور عیسائیت کے علاوہ اور بھی بہت سے مذاہب کو ماننے والے افراد اس ملک میں آباد ہیں۔ اس ملک میں بھی والدین نہایت کسمپرسی کی زندگی گزارتے ہیں۔ کسی زمانے میں یہاں بسنے والے لوگ والدین سے بیحد محبت کرتے تھے۔ تقریباً چھ سو برس قبل GUO GO JING گوجو جنگ (چینی شیخ سعدی) نے مختصر داستانوں کی شکل میں والدین کی اولاد کے لیے اور اولاد کی والدین کے لیے قربانیوں اور محبت کا ذکر کیا ہے۔ اپنی کہانیوں میں انہوں نے بتایا ہے کہ کس طرح ایک بیٹی نے اپنی بھوکی ماں کو اپنا کلیجہ نکال کر کھلایا۔ اسی طرح ایک کہانی میں اُس نے بتایا کہ ایک نوخیز جوان بیٹا مچھروں کا شکار بن جاتا ہے۔ وہ اپنے والدین کو زہریلے مچھروں سے بچانے کے لیے ننگے بدن ساری رات جاگتا رہا۔

۷۰ کے عشرے کے آس پاس چینی کیمونسٹ حکومت کا یہ فیصلہ کہ شادی شدہ جوڑا صرف ایک بچہ پیدا کر سکتا ہے کے منفی اثرات قوم کے لیے ایک گھمبیر مسئلہ بن چکے ہیں۔ اب بچے تلاش معاش میں گھروں سے نکلتے ہیں اور گھروں کو واپسی کا راستہ ہی بھول جاتے ہیں اور بے یارومددگار والدین نہ صرف تنہائی کا زہر پی رہے ہیں بلکہ اپنی اکلوتی اولاد کی راہ تکتے تکتے دُنیا سے رُخصت بھی ہو رہے ہیں۔ اولاد کی بوڑھے والدین سے دوری چینی حکومت کے لیے بھی دردِ سر بنتی جارہی ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ چین میں پچاس فیصد ایسے دیہات اور قصبات ہیں جہاں صرف بوڑھے اور ضعیف (اور منتظر بھی) والدین زندگی گزار رہے ہیں۔ تنہائی اور ناپُرسانی کے عناصر ان کی زندگیاں تیزی سے چاٹ رہے ہیں۔

والدین کی عظمت کو بحال کرنے کے لئے چینی حکومت نے ۲۰۱۳ء میں ایک نیا قانون پاس کیا ہے جس کے مطابق والدین اپنے نافرمان اور انہیں وقت نہ دینے والے بچوں کے خلاف مقدمہ درج کرا سکتے ہیں۔ جرم ثابت ہونے کی صورت میں ملزم کو جیل بھی ہوسکتی ہے۔ ایک بچے والا قانون بھی ختم کر دیا گیا ہے، نئے قانون کے مطابق والدین دو بچوں کی پلاننگ کر سکتے ہیں۔

کئیر ہومز:

مغربی عیسائی ممالک جو ترقی یافتہ کہلاتے ہیں وہاں بوڑھے والدین اولادوں کے لیے اس قدر ناقابل برداشت وجود بن چکے ہیں کہ انہیں گھروں سے نکال باہر کیا جا رہا ہے۔ ایسے بوڑھے سرکاری کئیر ہومز میں زندگی کے دن پچھتاوے اور حسرت کی آگ میں جلتے ہوئے ہوئے گزارتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ انگلینڈ میں تقریباً پندرہ لاکھ بوڑھے کئیر ہومز میں زندگی گزارتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آئندہ چند برس میں ایسے بے گھر بوڑھوں کی تعداد یورپ میں کروڑوں میں ہوجائے گی۔ اس دردناک صورت حال کی وجوہات میں والدین کا جوانی میں اپنی عیاشیوں میں مگن ہونا اور بچوں کی تعلیم و تربیت سے غفلت برتنا ہے۔ مغربی ممالک میں بعض والدین اپنی اولاد کو بھی جنسی تشدد کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کرتے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ بعض والدین بچوں کی زندگی کے اٹھارہ سال پورے ہونے کا انتظار کرتے ہیں۔ جب وہ اٹھارہ سال کے ہو جاتے ہیں تو انہیں گھروں سے نکال دیا جاتا ہے یا وہ خود ہی والدین سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ پھر جب اولادیں با اختیار ہو جاتی ہیں اور والدین بوڑھے ہو جاتے ہیں تو بچے اپنے والدین کو بھی اپنی زندگیوں سے باہر نکال دیتے ہیں ان سے رہ جانے والا موہوم سا تعلق بھی توڑ لیتے ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ ان کئیر ہومز میں رہائش پذیر بعض بوڑھے مرد و خواتین اپنی بے ہودہ

عادات کو چھوڑ نہیں پاتے۔ اس سلسلے میں چند روز پہلے ہی انکشاف ہوا ہے کہ بعض کئیر ہومز میں رہائش پذیر افراد کو جنسی خواہشات کو پوری کرنے کے لیے کرایے پر خواتین اور مرد حضرات کو لانے کی اجازت ہے۔ اس مقصد کے لیے کئیر ہوم میں ایک کمرہ بھی مختص کیا گیا ہے۔ کئیر ہوم کے مالک نے کہا ہے کہ کئیر ہوم کا عملہ اس طرح کے فعل نہیں کرتا بلکہ باہر سے کرایے پر لوگ بلائے جاتے ہیں۔

جس طرح نام نہاد مسلمان مذہب سے دور ہونے کی وجہ سے اخلاقی، سماجی اور روحانی بیماریوں کا شکار ہو چکے ہیں اسی طرح عیسائی بھی خباثتوں کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکے ہیں۔

والدین اور بیوی بچوں کے متعلق عیسائی تعلیم:

والدین اور بیوی بچوں کے متعلق عیسائی تعلیم درج ذیل ہے۔

تُو اپنے باپ کی اور ماں کی عزت کرنا کہ تیری اس ملک میں جو خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے دراز ہو۔ (خروج باب۲۰ آیت۱۲۔ استثنا باب۵ آیت۱۶)

کیونکہ موسیٰ نے فرمایا کہ اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت کر اور جو کوئی ماں باپ کو بُرا کہے وہ ضرور جان سے مارا جائے گا۔ (مرقس باب۷ آیت۱۰)

اگر کوئی اپنے باپ یا ماں پر لعنت کرے وہ ضرور جان سے مار ڈالا جائے۔ (احبار باب۲۰ آیت۱۳)

اگر کسی کا ضدیّ اور سرکش بیٹا ہو جو اپنے والدین کی فرمانبرداری نہیں کرتا اور جب وہ اُسے تنبیہ کرتے ہیں تو اُن کی نہیں سُنتا تو اُس کے والدین اُسے پکڑ کر شہر کے پھاٹک پر بزرگوں کے پاس لے جائیں اور بزرگوں سے کہیں کہ ہمارا یہ بیٹا ضدیّ اور سرکش ہے۔ وہ ہماری کوئی بات نہیں مانتا۔ وہ عیاّش اور شرابی ہے۔ تب اُس کے شہر کے سب لوگ اُسے سنگسار کر کے مار ڈالیں۔ تم ایسی بُرائی کو اپنے سے دور کر دینا۔ (استثنا باب۲۱ آیات ۱۸ تا ۲۱)

لعنت اُس آدمی پر جو اپنے باپ یا ماں کو بے عزّت کرے۔ اور سب لوگ آمین کہیں!

(استثنا باب۲۷ آیت۱۶)

اپنے باپ اور ماں کی عزت کرتا کہ تیرا بھلا ہو اور تیری عمر زمین پر دراز ہو۔ (افسیوں باب۶ آیت۳)

اپنے والدین کے فرمانبردار رہو کیونکہ یہ مناسب ہے۔اپنے والدین کی عزت کر۔

اولاد والو!تم اپنے بچوں کو غصہ نہ دلاؤ بلکہ انہیں ایسی تربیت اور نصیحت دے کران کی پرورش کرو جو خداوند کو پسند ہو۔ (افسیوں۶:۸ باب۶ آیات۲،۴)

بیویو!مناسب ہے کہ تم اپنے شوہروں کی تابع رہو۔

شوہرو!اپنی بیویوں سے محبت رکھواوران پر سختی نہ کرو۔

بچو!تمہارا فرض ہے کہ ہر بات میں والدین کے فرمانبردار رہو کیونکہ خداوند کو یہ پسند ہے۔

اولاد والو!اپنے بچوں پر اتنی بھی سختی نہ کرو کہ وہ بے دل ہو جائیں۔(کلسیوں۴:۱۸باب۳آیات۱۸تا۲۱)

دو بوڑھے میاں بیوی:

ایک سچا واقعہ پیش خدمت ہے جو چند ماہ قبل انگلینڈ کی اخباروں میں چھپا تھا۔

ایک گھر میں دو بوڑھے میاں بیوی رہائش پذیر تھے۔ان کے تمام بچے ان کا ساتھ چھوڑ چکے تھے۔بوڑھے میاں وہیل چیئر استعمال کرتے تھے۔مدد کے بغیر اُن کے لیے چلنا پھرنا،اُٹھنا بیٹھنا،کھانا پینا ناممکن تھا۔بیوی صحت مند تھی اس لیے بوڑھے میاں کے لیے پریشانی کی بات نہیں تھی ہر قسم کی مدد کے لیے وہ تیار رہتی تھی۔ایک سردرات کو جب بوڑھے میاں سونے کے لیے پلنگ پر لیٹ چکے تھے۔اچانک اُن کی بیگم کا ہارٹ فیل ہو گیا اور وہ وفات پا گئی۔اب بوڑھے میاں تو اُٹھ کر بیٹھ بھی نہیں سکتے تھے۔اس لیے پلنگ پر تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ایک ہفتے بعد جب ہمسائے نے ان کے گھر سے بُو آنے پر پولیس کو بلایا تو پتہ چلا کہ بوڑھی بی فرش پر مردہ حالت میں پڑی تھی اور بوڑھے میاں پلنگ پر مردہ حالت میں پڑے تھے۔

معزز قارئین!اس طرح کے واقعات مغربی دُنیا میں معمول کی بات بن چکے ہیں۔ والدین کا یہ انجام جو بچوں کو پیدا کرتے ہیں اُن کی پرورش کرتے ہوئے ہر قسم کے مسائل کا سامنا خندہ پیشانی سے کرتے ہیں روح کو تڑپا دینے والا ہے۔یہ بالکل درست بات ہے کہ اچھی تربیت بہترین نتائج کا باعث بنتی ہے۔یقیناً اچھے ماں باپ وہ ہیں جو بچپن میں اپنے بچوں کی بہترین پرورش کرتے ہیں اور

بہترین اولاد وہ ہے جو بڑھاپے اور کمزوری کی حالت میں اپنے والدین کی شاندار طریقے سے خدمت کا حق ادا کر کے دائمی خوشی حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔اور یہ دائمی خوشی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔

مسائل کا حل:

معزز قارئین!ان تمام متذکرہ مسائل کا حل اسلام جو سراسر سلامتی دینے والا مذہب ہے پیش کرتا ہے۔اس لیے تمام دُنیا کے افراد کو سمجھ لینا چاہیے کہ اب انسانیت کی بقا صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔قرآن کریم مکمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت جو کہ دراصل قرآن کی تفسیر ہے تمام دُنیا کے لیے مشعل راہ ہے۔اگر والدین اور بچے راحت اور آرام چاہتے ہیں تو انہیں اسلامی تعلیمات کو نا صرف سمجھنا ہوگا بلکہ اپنی زندگیوں پر اسلام کو نافذ کرنا ہوگا۔اس وقت کوئی مذہب بھی موجودہ دردناک صورت حال سے نکلنے کا راستہ بتانے سے قاصر ہے۔بہت سے نظام انسان آزما چکا ہے۔یہ تمام نظام ریت کی دیوار ثابت ہوئے ہیں۔یقیناً دُنیا کے تمام مسائل کا حل اسلامی نظام تعلیم،اسلامی نظام معیشت،اسلامی نظام حکومت،اسلامی نظام عدل میں موجود ہے۔اس وقت مسلمانوں کی اکثریت بھی ایسے حقیقی اسلامی نظاموں سے نابلد ہے کیونکہ نام نہاد علماء اور نام نہاد شیخ الاسلاموں نے خودغرضی،خود پرستی اور مفاد پرستی کو اسلام کی اساس قرار دیتے ہوئے وہ اودھم مچایا ہے کہ الامان الحفیظ۔بیک وقت سبھی مسلمان کہلانے والے کافر بھی ہیں اور مسلمان بھی۔یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہر لحاظ سے دنیا میں ہر بُرائی کے ذمہ دار سمجھے جاتے ہیں۔مسلمانوں کی یہ حالت قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ احکامات کی نافرمانی کی وجہ سے ہے۔محسن انسانیت ﷺ سے محبت کا دم بھرنے والے اور پھر انسانیت پر ظلم کرنے والے کبھی یہ نہیں سوچتے کہ تاریک راہوں پر چلنے سے نہ اللہ خوش ہوتا ہے اور نہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور شفاعت نصیب ہوتی ہے۔ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تو مسلمانوں کو محبت اور اتحاد کا سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"المومن للمومن کا لبنیان یشد بعضہ بعضاً"۔و شبك بين اصابعه۔

ایک مومن دوسرے مومن کیلیے ایک ایسی عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ

کومظبوط کرتا ہے اور (یہ کہہ کر وضاحت کے لیے) آپؐ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالا۔ (بروایت حضرت ابوموسیٰؓ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۴۴۶)

اور مسلمانوں نے اتحاد و یگانت کی عمارت تو کیا تعمیر کرنی ہے جو ایک دوسرے کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ نہ صرف مسلمان کہلانے والی عوام باہم دست وگریبان ہے بلکہ مسلمان ممالک کے حکمران بھی ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے سے باز نہیں آتے۔ مسلمانوں کے حکمران بھی عجیب وغریب مخلوق ہیں۔ ایک مسلمان بھائی غیروں کے ہاتھوں اپنی قوم سمیت موت کے منہ میں جارہا ہوتا ہے تو دوسرے بھائی خوشی کے شادیانے بجارہے ہوتے ہیں۔ بہت سے اسلامی ممالک میں خانہ جنگی کا ماحول ہے۔ بھائی بھائی کو، بیٹے ماں باپ کو، باپ بیٹے اور بیٹیوں کو، بھائی بہنوں کو، ماموں بھانجوں کو، بھانجے ماموں کو، چچا بھتیجے کو، بھتیجے چچا کو، بیوی خاوندوں کو اور خاوند بیویوں کو قتل کررہے ہیں۔

اس وقت دُنیا میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی عین پیشگوئیوں کے عین مطابق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسیح موعود و مہدی معہود کا دعویٰ فرما کر اسلام کی حقیقی شکل وصورت کو دُنیا کے سامنے پیش فرما چکے ہیں۔ اُن گم گشتہ راستوں کو جن کو گزشتہ چودہ صدیوں کی گرد نے ڈھانپ لیا تھا صاف وشفاف کرکے دُنیا کے تمام مسافروں کے سفر کو آسان بنادیا ہے۔ سعید فطرت لوگ ان راہوں کو اپنا کر خُدا تک آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔ ہاں اُسی خُداوند قدوس تک پہنچ سکتے ہیں جس نے فرمایا ہے کہ میری بندگی کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر مسلمان بلکہ کوئی انسان بھی اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے حقیقی محبت کرنا چاہتا ہے اور عزت و وقار سے جینا چاہتا ہے تو اسے حقیقی اسلام یعنی احمدیت کے پرچم تلے آنا ہی ہوگا۔ یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان اپنی منزل تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی طرح احمدی احباب وخواتین کو موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے دُعاؤں پر زور دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اپنے گھروں کو جنّت نظیر بنا سکیں اور دائمی جنّتوں کے وارث قرار پائیں۔ آمین۔

معزز قارئین! ہم سب کو مسلسل دُعاؤں سے نا صرف اپنی زندگیوں کو سنوارنے کی کوشش کرنی چاہیے بلکہ تمام دُنیا کے لیے دُعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عقل سلیم عطا کرے۔ آمین۔ ان تلخ

حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے درد دل سے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھے تاکہ ہم اور ہمارے بچے جنّت کے وارث قرار پائیں۔

آیات قرانیہ اور والدین کے حقوق

معزز قارئین! قرآن مجید فرقان حمید وہ عظیم الشان کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل فرمایا۔ اس کتاب کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے رحیم ورحمان خدا تعالیٰ نے وہ تمام راستے بتادیے ہیں جن پر چل کر انسان اپنی زندگیوں کو سنوار سکتا ہے۔ اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو قرآن کریم کی عملی تصویر ہیں اور تفسیر ہیں نے ہمیں وہ تمام عمل کرکے دکھادیے ہیں جن کو اپنا کر زندگیوں کو گل وگلزار کیا جاسکتا ہے۔ والدین سے نیک سلوک نہ کرنے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے:

وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ (سورۃ الاسراء یا سورۃ بنی اسرائیل آیات ۲۴،۲۵)

اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کردیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو انہیں اُف تک نہ کہہ، اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزّت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لیے رحم سے عجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

بچپن کا زمانہ یاد رکھیں:

مندرجہ بالا آیات کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ

العزیز فرماتے ہیں:۔

’’ان آیات میں سب سے پہلے یہ بات بیان فرمائی کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور وہ خُدا جس نے تمہیں اس دُنیا میں بھیجا اور تمہیں بھیجنے سے پہلے قسما قسم کی تمہاری ضروریات کا خیال رکھا اور اس کا انتظام بھی کر دیا۔اور پھر والدین دیے جنہوں نے تمہاری پرورش کی،بچپن میں تمہاری بے انتہا خدمت کی،راتوں کو جاگ جاگ کر تمہیں اپنے سینے سے لگایا۔تمہاری بیماری اور بے چینی میں تمہاری ماں نے بے چینی اور کرب کی راتیں گزاریں،اپنی نیندوں کو قربان کیا،تمہاری گندگیوں کو صاف کیا۔غرض کہ کون سی خدمت اور قربانی ہے جو ماں نے تمہارے لیے نہیں کی۔اس لیے آج جب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تم منہ پرے کر کے گزر نہ جاؤ،اپنی دُنیا الگ نہ بساؤ اور یہ نہ ہو کہ تم ان کی فکر تک نہ کرو۔اور اگر وہ اپنی ضرورت کے لیے تمہیں کہیں تو تم انہیں جھڑکنے لگ جاؤ۔فرمایا:نہیں، بلکہ وہ وقت یاد کرو جب تمہاری ماں نے تکالیف اُٹھا کر تمہاری پیدائش کے تمام مراحل طے کیے۔پھر جب تم کسی قسم کی کوئی طاقت نہ رکھتے تھے،تمہیں پالا پوسا،تمہاری جائز و ناجائز ضرورت کو پورا کیا۔اور آج اگر وہ ایسی عمر کو پہنچ گئے ہیں جہاں انہیں تمہاری مدد کی ضرورت ہے جو ایک لحاظ سے ان کی اب بچپن کی عمر ہے،کیونکہ بڑھاپے کی عمر بھی بچپن سے مشابہ ہی ہے۔ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ،یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اُٹھا لیتے ہیں۔مَیں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے،بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں،ہر بات مانیں،ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں۔لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے،عزت سے،احترام سے پیش آنا ہے۔اور نا صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی ہے۔اور اتنی پیار،محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہو۔اور سب سے زیادہ خدمت کی مثال اگر دُنیا میں موجود ہے تو وہ

ماں کی بچے کے لیے خدمت ہی ہے۔اب یہاں رہنے والے،مغرب کی سوچ رکھنے والے، بلکہ ہمارے ملکوں میں بھی،برصغیر میں بھی،بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ماں باپ کی خدمت نہیں کر سکتے،ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ جماعت ایسے **بوڑھوں کے مراکز** کھولے جہاں یہ بوڑھے داخل کروا دیے جائیں کیونکہ ہم تو کام کرتے ہیں،بیوی بھی کام کرتی ہے،بچے اسکول چلے جاتے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو بوڑھے والدین کی وجہ سے ڈسٹرب (Disturb) ہوتے ہیں،اس لیے سنبھالنا مشکل ہے۔کچھ خوف خُدا کرنا چاہیے۔قرآن تو کہتا ہے کہ ان کی عزت کرو،ان کا احترام کرو اور اس عمر میں اُن پر رحم کے پَر جُھکا دو۔جس طرح بچپن میں انہوں نے ہر مصیبت جھیل کر تمہیں اپنے پَروں میں لپیٹے رکھا۔تمہیں اگر کسی نے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو مائیں شیرنی کی طرح جھپٹ پڑتی تھیں۔اب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو کہتے ہو کہ ان کو جماعت سنبھالے۔جماعت اللہ کے فضل سے سنبھالتی ہے لیکن ایسے بوڑھوں کو جن کی اولاد نہ ہو یا جن کے کوئی اور عزیز رشتے دار نہ ہوں۔لیکن جن کے اپنے بچے سنبھالنے والے موجود ہوں تو بچوں کا فرض ہے کہ والدین کو سنبھالیں۔تو ایسی سوچ رکھنے والوں کو اپنی طبیعتوں کو،اپنی سوچوں کو تبدیل کرنا چاہیے۔یہ نہیں کہ جب تک والدین سے فائدہ اُٹھاتے رہے، اُٹھا لیا،مکان اور جائیدادیں اپنے نام کروالیں،اب انہیں پرے پھینک دو۔کسی احمدی کی یہ سوچ نہیں ہونی چاہیے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تو اسلام کی بھلائی ہوئی تعلیم کو دوبارہ دُنیا میں رائج کرنے کے لیے تشریف لائے تھے،اس کے حُسن کی چمک دُنیا کو دکھانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے نہ کہ اس کے خلاف عمل کروانے کے لیے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جنوری ۲۰۰۴ء)

احسان حقیقی اور احسان ظلّی:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَاناً کا حکم دے کر والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم بیان کیا ہے۔کیونکہ والدین کا احسان خُدا تعالیٰ کے احسان کا ظل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا احسان حقیقی ہوتا ہے اور باقی سب احسان ظلی ہوتے ہیں۔اور چونکہ والدین بھی اپنی اولاد کے لیے خُدا تعالیٰ کی صفات کے

ایک رنگ میں مظہر ہوتے ہیں۔اس لیے توحید کے ذکر کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً سے یہ دھوکہ نہیں کھانا چاہیے کہ والدین سے سلوک بھی احسان کے معروف معنوں میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں احسان کا لفظ عام معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ ایک اور معنی میں استعمال ہوا ہے۔عربی زبان کا محاورہ ہے کہ کسی امر کے بدلہ کے لیے بھی وہی لفظ استعمال کر دیا جاتا ہے۔جیسے ظلم کے بدلہ کا نام بھی ظلم رکھ دیا جاتا ہے۔اور اس سے مراد ظلم نہیں ہوتا۔بلکہ اس کے معنی صرف ظلم کا بدلہ لینے کے ہوتے ہیں۔'' (تفسیر کبیر جلد ۲)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''توحید پر یقین رکھنے کا حکم دینے کے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔کیونکہ وہ بھی خُدا تعالیٰ کی طرف ہی توجہ دلاتے ہیں۔وہ طبعی قانون کا ایک ایسا ظہور ہیں جو قانون شریعت کی طرف لے جاتا ہے کیونکہ وہ مبدی (پیدا کرنے والی ذات) پر دلالت کرتے ہیں۔والدین کے ذریعہ سے پیدائش بتاتی ہے کہ انسان اتفاقی طور پر پیدا نہیں ہو گیا۔اس سے پہلے کوئی اور تھا اور اس سے پہلے کوئی اور۔غرض ایک لمبا سلسلہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ کے وجود پر شہادت ملتی ہے۔

بغیر تناسل کے اصول کے انسان کا ذہن مبدا کی طرف جا ہی نہیں سکتا تھا۔اگر یہ نظام نہ ہوتا تو انسان کو اس لمبی کڑی کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں ہوتی۔لیکن اس کے ساتھ ہی سلسلہ تناسل یہ بھی بتاتا ہے کہ انسانی پیدائش کی غرض اور اس کا مقصد بہت بڑا ہے پس توحید کے حکم کے بعد والدین کے متعلق احسان کا حکم دیا کیونکہ ایک احسان کی قدر دوسرے احسان کی قدر کی طرف توجہ کو پھراتی ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً اس کا عطف ان پر ہے پورا جملہ یہ ہے کہ **ان احسنوا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً** یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک تو یہ حکم دیا ہے کہ خُدا کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ اور ایک یہ کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔اس جملہ میں کیا لطیف رنگ اختیار کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کے احسانات کا انسان بدلہ نہیں دے سکتا۔اس لیے خُدا تعالیٰ کے ذکر میں یہ بیان کیا کہ احسان تو تم کر نہیں سکتے پس ظلم سے تو بچو۔لیکن والدین کے احسان کا بدلہ دیا جا سکتا ہے۔اس لیے ان کے بارہ میں

مثبت حکم دیا۔'' (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۲۱)

امام جعفر صادقؒ اس آیت میں لفظ احسان کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ احسان یہ ہے کہ تم اُن کے ساتھ حسن سلوک کرو اور اپنی ضرورت کی چیز حاصل کرنے کے لیے انہیں سوال کرنے کی زحمت نہ دو اگرچہ وہ غنی ہی کیوں نہ ہوں۔۔۔ (اصول کافی جز ۵ باب الوالدین)

والدین کو اُفّ نہ کہو:

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

'' **فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُف**۔یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کرو جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت ﷺ ہیں لیکن دراصل مرجع کلام اُمت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والد اور والدہ آپؐ کی خوردہ سالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جب کہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا خیال رکھ تو دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہیے۔اور اسی کی طرف یہ دوسری آیت اشارہ کرتی ہے۔**وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً**۔

یعنی تیرے رب نے چاہا ہے کہ تو فقط اسی کی بندگی کر اور والدین سے احسان کر۔

اس آیت میں بت پرستوں کو جو بت کی پوجا کرتے ہیں سمجھایا گیا ہے کہ بت کچھ نہیں ہیں اور بتوں کا تم پر کچھ احسان نہیں ہے انہوں نے تمہیں پیدا نہیں کیا اور تمہاری خوردہ سالی میں وہ تمہارے متکفل نہیں تھے اور اگر خدا جائز رکھتا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی پرستش کی جائے تو یہ حکم دیتا کہ تم والدین کی بھی پرستش کرو کیونکہ وہ بھی مجازی رب ہیں اور ہر ایک شخص طبعاً یہاں تک کہ درند چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردہ سالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔پس خدا کی ربوبیت کے بعد ان کی بھی ایک ربوبیت ہے اور وہ جوش ربوبیت کا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۴،۲۰۵)

فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُف۔کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

"اس قدر ان کی مدارت رکھو کہ اُف کا لفظ بھی منہ سے نہ نکلے چہ جائیکہ ان کو جھڑکو۔"

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء)

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ:۔

" **عِندَكَ** کے لفظ میں یہ بتایا ہے کہ اگر وہ تمہاری کفالت میں بھی ہوں تو بھی کچھ نہ کہنا۔ کجا یہ کہ وہ الگ رہتے ہوں اور پھر بھی تمہارے ہاتھوں تکلیف پائیں۔

کفالت کی خصوصیت اس لیے فرمائی کہ ہر وقت کا پاس رہنے سے اختلاف زیادہ رونما ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی قاعدہ ہے کہ انسان جس پر خرچ کرتا ہے اس پر اپنا حق بھی سمجھنے لگتا ہے۔

اف کلمہ ضجر ہے یعنی ناپسندیدگی کا کلام یعنی یہ کہنا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں اور پھر ناپسندیدگی کو عملی جامہ پہنانے کو کہتے ہیں یعنی نہ منہ سے نہ عمل سے ان کو دکھ دو۔"

قُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ کا خوبصورت ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درج ذیل بیان فرمایا ہے۔

"ان سے ایسی باتیں کہو جن میں ان کی بزرگی اور عظمت پائی جائے۔"

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات صفحہ ۴)

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ ۔

امام جعفر صادقؒ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

اگر وہ تجھ پر سختی کریں تو انہیں اُف تک نہ کہو اور انہیں سختی سے نہ جھڑکو۔ (اصول کافی جز ۵، ۱:۲)

وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔ کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ تجھے ماریں تو ان سے فقط یہ کہو اللہ آپ کو معاف کرے۔۔۔ (اصول کافی جز ۵ البر بالوالدین)

حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ اگر والدین کی بے ادبی میں "اُف" سے کم درجہ ہوتا تو اللہ اسے بھی حرام فرما دیتا۔ (الدر المنثور جلد ۵ صفحہ)

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ۔

یعنی ان کی طرف آنکھ بھر کے یعنی گھور کے نہ دیکھو مگر رحمت اور رقت کے ساتھ، ان کی آواز پر

اپنی آواز اور ان کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ کو بلند نہ کرو اور اپنا قدم ان کے قدم سے آگے نہ بڑھنے دو۔

وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاء رَحْمَةٍ مِّن رَّبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُل لَّهُمْ قَوْلاً مَّيْسُوراً۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۹)

اور اگر تجھے ان سے اعراض کرنا ہی پڑے تو اپنے ربّ کی رحمت کے حصول کی خاطر، جس کی تُو اُمید رکھتا ہے، اُن سے نرم بات کہہ۔

الهامی دُعا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُل رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔ اور ان دونوں کے لیے رحم سے عجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"اس آیت میں یہ بھی اشارہ کر دیا کہ انسان بالعموم والدین کی ویسی خدمت نہیں کر سکتا جیسی کہ ماں باپ نے اس کے بچپن میں کی تھی اس لیے فرمایا کہ ہمیشہ دعا کرتے رہنا کہ اے خدا تو ان پر رحم کرتا کہ جو کسر عمل میں رہ جائے دعا سے پوری ہو جائے "ك" کے معنی تشبیہ کے بھی ہوتے ہیں ان معنوں کی رو سے یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ بڑھاپے میں ماں باپ کی ویسی ہی خدمت کی ضرورت ہوتی ہے جیسے کہ بچے کو بچپن میں۔

والدین کے لیے یہ دعا اس لیے بھی سکھائی گئی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا اسے خود بھی اپنا فرض ادا کرنے کا خیال رہے گا۔" (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۲۲)

اس دُعا کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"یہ وہ دُعا ہے جو الہامی دُعا ہے ان معنوں میں کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کی امت کو سکھائی۔ دعا تو یہ ہے۔ **ربِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔** اے میرے ربّ! دونوں پر، میرے والد اور میری والدہ پر اس طرح رحم فرما جس طرح بچپن سے یہ میری

تربیت کرتے چلے آئے ہیں۔

لیکن اس دُعا کی گہرائی کو سمجھنے کے لیے اس کا وہ پس منظر جاننا ضروری ہے جو یہی آیت کریمہ ہمارے سامنے کھول کر رکھ رہی ہے۔ پس پوری آیت کو پڑھنے کے بعد اس دُعا کی اہمیت بھی سمجھ آتی ہے اور کن کن باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ دُعا کرنی چاہیے، یہ مضمون بھی ہم پر روشن ہو جاتا ہے۔ آیت یہ ہے **وَقَضٰى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مقدر فرما دیا ہے، یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بجائے **رَبُّكَ** لفظ ہے یعنی اے محمد ﷺ! تیرے رب نے یہ فیصلہ صادر فرما دیا ہے۔ **أَلَّا تَعْبُدُوْا إِلَّا إِيَّاهُ** ۔ کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ **وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا** ۔ اور والدین کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ والدین کے ساتھ نیکی کے برتاؤ کی اتنی بڑی اہمیت ہے کہ توحید کی تعلیم کے بعد دوسرے درجے پر خدا نے جس بات کا فیصلہ فرمایا وہ یہ تھا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ احسان کا لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے اس کے متعلق میں پھر دوبارہ آپ سے بات کروں گا۔

اگر ان میں سے کوئی تیرے ہوتے ہوئے تیری زندگی میں بڑھاپے تک پہنچ جائے، ان میں سے خواہ ایک پہنچے یا دونوں پہنچیں **فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ** ۔ ان کو اف تک نہیں کہنی۔

اُف نہ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے بڑھاپے میں ایسی حرکتیں ہو سکتی ہیں جو ان کے بچپن کے سلوک سے مختلف ہوں۔ بچپن میں تو وہ بڑی رحمت کے ساتھ تمہاری تربیت کرتے رہے لیکن بڑھاپے کی عمر میں پہنچ کر انسان کو اپنے جذبات پر اختیار نہیں رہتا، زیادہ زود رنج ہو جاتا ہے اور بہت سی صحت کی کمزوریاں اس کے مزاج میں چڑچڑا پن پیدا کر دیتی ہیں۔ پھر کئی قسم کے احساسات محرومی ہیں۔ اولاد بڑی ہو گئی۔ اپنے گھروں میں آباد ہو گئی اور جس طرح والدین توقع رکھتے ہیں کہ یہ اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ ساتھ ہم سے بھی ویسا ہی معاملہ کرے گا، اس میں کوئی کوتاہی رہ جاتی ہے یا والدین کو وہم گزرتا ہے کہ ہم سے ویسا پیار نہیں جیسا اپنی بیوی اور اولاد سے ہے۔ تو ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم نے بڑی حکمت کے ساتھ فرمایا **فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ** ۔ ایسی باتیں ہوں گی جن کے نتیجے میں ہو سکتا ہے تمہیں جائز یا ناجائز شکایت پیدا ہو اور والدین تم سے بظاہر سختی

کا سلوک کرنا شروع کر دیں تو تم جو بچپن کی نرمی کے عادی ہو اس سلوک سے گھبرا کر اُف نہ کہہ بیٹھنا۔ اُف کا لفظ کوئی گالی نہیں ہے۔ کوئی سخت کلامی نہیں ہے۔ ایک اظہار افسوس ہے۔ فرمایا کہ اظہار افسوس تک نہیں کرنا۔

وَلَا تَنْهَرْهُمَا ۔ اور جھڑکنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اپنے والدین کے ساتھ ہرگز سخت کلامی نہیں کرنی۔ **قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا** ۔ اور ان کے ساتھ عزت کا کلام کرو۔ ہمیشہ احترام کے ساتھ ان سے مخاطب ہوا کرو۔ **وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ** ۔ اور اپنی نرمی کے پَر ان کے اوپر پھیلا دو۔ **مِنَ الرَّحْمَةِ** ۔ رحمت کے اور نرمی کے یا رحمت کے نتیجے میں جو نرمی پیدا ہوتی ہے اس کے پَر ان پر پھیلا دو اور پھر یہ دُعا کرو کہ اے میرے ربّ! ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں بڑے رحم کے ساتھ میری تربیت فرمائی ہے۔

یہ بہت ہی پیاری اور کامل دُعا ہے اور بہت سی ذمہ داریوں کی طرف جو اولاد کے ذمہ اپنے والدین کے لیے ہیں، ہمیں توجہ دلاتی ہے لیکن اس دُعا میں اور بھی بہت سی حکمتیں پنہاں ہیں۔ اب میں تفصیل سے اس آیت کے بعض مضامین کھول کر آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ احسان کا حکم دیا گیا ہے، ادائیگی فرض کا نہیں، اور احسان بظاہر ضروری نہیں ہوا کرتا۔ احسان تو ایسا معاملہ نہیں ہے کہ ہر انسان پر فرض ہو۔ کیا یا نہ کیا کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یعنی اگر فرق پڑتا بھی ہے تو احسان ایک ایسی بات نہیں جو اگر انسان نہ کرے تو خدا کے نزدیک معتوب ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ نے ذمہ داریاں ادا کرنے کا حکم کیوں نہ دیا اور احسان کا حکم کیوں دیا؟ اس میں اور بھی حکمتیں پوشیدہ ہوں گی لیکن دو حکمتیں ایسی ہیں جن کو میں آپ کے سامنے کھولنا چاہتا ہوں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ فرض کی ادائیگی پہلے ہوا کرتی ہے اور احسان بعد میں آتا ہے۔ اگر فرض ادا نہ ہو تو احسان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے قرآن مجید جو بڑی فصیح و بلیغ کتاب ہے، خدا کا کلام ہے اس نے ایک لفظ میں اس سے پہلے ہونے والی ذمہ داریوں کا بھی ذکر فرما دیا اور مومن سے گویا یہ توقع رکھی کہ جہاں تک اس کی روزمرہ کی ذمہ داریوں کا تعلق ہے، فرائض کا تعلق ہے وہ تو لازماً وہ پورے کر رہا ہے۔ ان کو نہ پورے کرنے کا تو سوال ہی نہیں۔ لیکن جہاں تک والدین کا تعلق ہے محض ذمہ

داریاں پوری کرنا کافی نہیں ہے۔ان کے ساتھ احسان کا سلوک ہونا ضروری ہے۔ایک یہ حکمت ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ یہاں لفظ احسان کو سمجھنے کے لیے ہمیں قرآن کریم کی ایک اور آیت کا سہارا لینا ہو گا جو اس مضمون کے لیے کنجی کی حیثیت رکھتی ہے۔ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ ۔(سورۃ الرحمان آیت ۶۱)

کہ احسان کی جزا احسان کے سوا کیا ہو سکتی ہے۔پس یہ احسان ان کے اوپر ان معنوں میں احسان نہیں ہے جن معنوں میں ہم ایک دوسرے پر احسان کرتے ہیں۔یہ احسان والدین کے اوپر اولاد کی طرف سے کوئی یک طرفہ نعمت نہیں ہے جو ان کو ادا کی جارہی ہے بلکہ خدا تعالیٰ یہ بیان فرمارہا ہے کہ والدین نے تم سے احسان کا معاملہ کیا تھا۔اس لیے صرف فرض کی ادائیگی کافی نہیں ہوگی جب تک تم ان سے احسان کا معاملہ نہیں کرو گے تم اپنی ذمہ داری کو ادا کرنے والے نہیں بنو گے چنانچہ فرمایا: **هَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانُ** ۔ کہ احسان کی جزا تو احسان کے سوا ہے ہی کوئی نہیں۔کوئی شخص تم پر احسان کرتا چلا جارہا ہو اور تم اپنی روزمرہ کی ذمہ داریاں ادا کررہے ہو تو یہ کافی نہیں ہے۔چنانچہ اس مضمون کو آیت کے آخری حصے میں کھول دیا جہاں یہ دعا سکھائی گئی:۔

ربِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيۡ صَغِيۡرًا۔ اے اللہ! ان سے اسی طرح رحم کا سلوک فرما جس طرح یہ بچپن میں مجھ سے رحم کا سلوک فرماتے تھے صرف اپنے حقوق ادا نہیں کرتے تھے۔

محض مجھے زندہ رکھنے کے لیے اور روزمرہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے محنت نہیں اٹھاتے تھے بلکہ اس سے بہت بڑھ کر مجھ سے شفقت اور رحمت کا سلوک فرمایا کرتے تھے۔میری معمولی سی تکلیف پر یہ بے چین ہو جایا کرتے تھے۔میری ادنیٰ سی بیماری پر ان کی نیندیں حرام ہو جایا کرتی تھیں ۔اور انہوں جو مجھ سے سلوک فرمایا وہ رحمت کا سلوک ہے۔پس مجھے جو احسان کا حکم ہے کہ میں بھی احسان کا سلوک کروں تو اے خدا! میں احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتا اس لیے میں دعا کے ذریعے تجھ سے مدد چاہتا ہوں اور جب تک تو اس بارہ میں میری مدد نہ فرمائے، حقیقت میں میرے والدین کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ میں جو بھی کوشش کروں اس کے باوجود ان احسانات کو چکا نہیں سکتا پس تو میری مدد فرما اور **ربِّ ارۡحَمۡهُمَا** ۔اے خدا! تو ان کے اوپر رحم فرما اور میرے سلوک میں جو کمیاں رہ جائیں گی وہ تو

اپنے رحم سے پوری فرمادے۔ **كَمَا رَبَّيَانِيۡ صَغِيۡرًا**۔جس طرح بچپن میں یہ میری تربیت کرتے رہے تو ان کے ساتھ وہ سلوک فرما۔

اس دُعا نے ایک اور حیرت انگیز مضمون کو ہمارے سامنے کھول دیا کہ والدین بھی جہاں تک خدا کا تعلق ہے اس کی تربیت کے محتاج ہیں اور **لهُما أُف**۔کہنے کے ساتھ ان کی بشری کمزوریوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے تو وہاں بھی خدا تعالیٰ کی ربوبیت کی بہت ضرورت ہے۔انسان تو مرتے دم تک خدا کی ربوبیت کا محتاج رہتا ہے اس لیے یہ دعا بہت ہی کامل دعا ہے اور اس کے معنی یہ بنیں گے کہ اے خدا! اگرچہ بظاہر ان کے اعضاء مضمحل ہو چکے ہیں۔یہ کمزوری کی طرف رہے ہیں طاقت کے بعد ضعف ہو چکا ہے لیکن ضعف کے وقت زیادہ رحم کے ساتھ تربیت کی ضرورت پیش آتی ہے۔جب میں بچہ تھا تو میرے والدین نے مجھ سے میرے ضعف کی وجہ سے رحم کا سلوک کیا اور **صَغِيۡرًا**۔ کے لفظ نے بتا دیا کہ بڑے ہو کر رحم کا معاملہ اتنا نہیں رہا کرتا جتنا بچپن میں ہوتا ہے۔بچپن کی کمزوری ہے جو رحم کا تقاضہ کرتی ہے۔بچے کو آپ ایک بات سکھاتے ہیں۔چلانا سکھائیں تو بار بار وہ گرتا ہے۔بولنا سکھائیں تو بار بار غلطیاں کرتا ہے۔تتلاتا ہے۔سبق پڑھائیں تو اس کو پڑھا ہوا سبق بار بار بھولتا چلا جاتا ہے۔لفظ آپ رٹا بھی دیں تو پھر اگلی دفعہ سنتے ہیں تو اس لفظ میں پھر وہی غلطیاں کرنے لگ جاتا ہے۔بعض دفعہ بچے کو پڑھانا اعصاب شکن ہوتا ہے اور حقیقت میں جب تک رحم کا معاملہ نہ کیا جائے اس وقت تک بچے کی صحیح تعلیم نہیں ہو سکتی۔چنانچہ بعض والدین جو جہالت سے حوصلہ کھو بیٹھتے ہیں وہ بچے سے بجائے رحم کے سختی کا معاملہ شروع کر دیتے ہیں اور سختی کے ساتھ بچے کی تربیت ہو نہیں سکتی۔اس میں بغاوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس میں سخت ردعمل پیدا ہوتے ہیں اور بجائے اس کے کہ اس کی تربیت ہو اس کے اندر بچپن سے نقائص بیٹھ جاتے ہیں۔پس اس آیت کریمہ نے اس حکمت کو بھی ہمارے سامنے روزن کر دیا کہ وہ والدین جو اچھی تربیت کرنے والے ہوں وہ بچپن میں رحم کے ساتھ تربیت کیا کرتے ہیں اور وہ لوگ جن کو یہ دعا سکھائی گئی ہے وہ کیونکہ دراصل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے ساتھی ہیں، آپ کے غلام ہیں اس لیے ان کے والدین سے بہترین توقعات بھی پیش فرمائی گئیں اور یہ بیان کیا گیا کہ جس طرح ہمارے والدین بچپن میں ہماری کمزوریوں کے پیش نظر ہم سے سختی کرنے کی بجائے رحمت کا معاملہ کیا کرتے تھے

اور تربیت میں بار بار بخشش کا سلوک فرماتے تھے اسی طرح اے خدا! اب میرے والدین کمزور ہو چکے ہیں تو ان کی غفلتوں اور کمزوریوں سے درگزر فرما اور ان کے ساتھ بخشش اور رحمت کا سلوک فرما۔

اس ضمن میں ایک یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ " **کَمَا** " کے لفظ نے ہمیں ہماری بہت سی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلا دی جو صرف والدین کی طرف سے نہیں بلکہ اپنی اولاد اور آئندہ نسلوں کی طرف سے ہمیں پیش آتی ہیں اور ہمیں انہیں کس طرح ادا کرنا چاہیے اور اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ فرمایا: **رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔**

" **کَمَا** " کے لفظ نے یہ بتایا کہ اگر والدین بچوں کی تربیت رحمت کے ساتھ نہیں کرتے تو یہ دعا ان کے حق میں نہیں سنی جائے گی کیونکہ ''**کَمَا**'' کا مطلب ہے جیسے انہوں نے بچپن میں رحمت کے ساتھ میری تربیت کی یہ وہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کو بھلا کر یورپ اپنے معاشرے میں کئی قسم کے عذاب پیدا کر چکا ہے۔ اولاد کے ساتھ حسن سلوک اور رحم کے ساتھ تربیت کرنا اس لیے بھی نہایت ضروری ہے تاکہ بعد میں بڑے ہو کر اس اولاد کا اپنے والدین سے اسی طرح رحمت اور نرمی اور مغفرت کا تعلق ہو۔ اگر بچپن ہی سے والدین اپنی زندگی کی لذتوں میں منہمک پڑے ہوں اور اولاد کو سکولوں کے سپرد کر دیں اور ان کی تربیت میں جو ذاتی تعلق پیدا کرنا چاہیے وہ تعلق پیدا نہ کریں (تو یہ دُعا اُن کے حق میں نہیں سنی جائے گی) یاد رکھیں یہاں بچوں کے ساتھ پیار کا ذکر نہیں ہے۔ بچوں کے ساتھ پیار تو ہر معاشرے میں والدین کو ہوتا ہی ہے۔ فرمایا ایسا پیار ہو جو تربیت میں استعمال ہوا ہو اور ایسا پیار نہ ہو جو تربیت خراب کرنے والا ہو۔ پس پیار کے متوازن ہونے کا بھی اس آیت میں ذکر فرما دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ پیار ہی کام کا پیار ہے جس کے نتیجے میں اولاد اعلیٰ تربیت پائے۔ پس وہ والدین جو اس بات سے غافل رہتے ہیں ان کی سوسائٹیوں میں کئی قسم کی خرابیاں جگہ پکڑ جاتی ہیں اور ان کی اولادیں جب بڑی ہوتی ہیں تو وہ اپنے والدین کے لیے نہ خدا تعالیٰ سے احسان کی دعائیں مانگتی ہیں نہ خود احسان کا سلوک کرتی ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ بوڑھے آدمیوں کے گھر ایسے والدین سے بھر جاتے ہیں۔ جن کی اولادیں ان سے غافل ہو چکی ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ حسن سلوک تو درکنار ان کی معمولی سی غفلت پر ان کو ڈانٹتے ہیں، ان سے قطع تعلقی کرتے ہیں، ان کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور جن جن معاشروں میں یہ مرض بڑھتا چلا

جاتا ہے وہاں حکومت کے اخراجات **بوڑھے لوگوں کے گھر**وں پر زیادہ سے زیادہ بڑھنے لگتے ہیں یہاں تک کہ بعض امیر ممالک بھی عاجز آ جاتے ہیں اور ان کے پاس اتنا روپیہ مہیا نہیں ہوتا کہ وہ اپنی سوسائٹی کے سب بوڑھوں کی ضرورتوں کو پورا کر سکیں جو ضرورتیں دراصل ان کی اولاد کو پوری کرنی چاہیے تھیں۔ لیکن جیسا کہ غالباً مولانا روم کا شعر ہے

از مکافات عمل غافل مشو   گندم از گندم بروید جو ز جو

کہ اعمال کے جو اثرات مترتب ہوتے ہیں ان سے غافل نہ رہنا گندم از گندم بروید جو ز جو گندم کا بیج ڈالو گے تو گندم ہی اُگے گی اور جَو بوؤ گے تو جَو ہی اُگیں گے۔

اس لیے پہلی نسلوں کے ساتھ آنے والی نسلوں کا تعلق دراصل اس تعلق کا آئینہ دار ہے جو پہلی نسلوں نے اپنی چھوٹی نسلوں سے رکھا تھا۔ اگر اس میں شفقت تھی اور اس میں صرف شفقت ہی نہیں تھی بلکہ تربیت کے لیے استعمال ہونے والی شفقت تھی، اگر رحمت کا سلوک تھا اور اس رحمت کے نتیجے میں اولاد کے ساتھ بہت ہی حکمت کے ساتھ برتاؤ کیا گیا تاکہ ان کے اخلاق بگڑیں نہیں بلکہ سنورتے چلے جائیں اور اس رنگ کی تربیت کی گئی اور رحم کے نتیجے میں تربیت کی طرف زیادہ توجہ دی گئی تو ایسے لوگوں کی اولادیں پھر اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ اس احسان کو یاد رکھتے ہوئے فطری طور پر اپنے والدین کے لیے آخر وقت تک نرم رہتی ہیں اور ان کے ساتھ ان کے تعلق کٹ نہیں سکتے اسی سوسائٹی میں کوئی Generation Gap پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ Generation Gap ایک بہت ہی خطرناک اصطلاح ہے اور آج کی ترقی یافتہ دنیا کی ایجاد ہے ورنہ قدیم سوسائٹیوں میں آج تک Generation Gap کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا یہ اعلیٰ تعلیم اور ترقی کی نشانی ہے بلکہ قرآن کریم نے جو حکمت بیان فرمائی ہے اس کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں یہ بیماری پیدا ہوتی ہے۔ کہ ایک Generation اپنی چھوٹی Generation کے ساتھ محبت کا تعلق چھوڑ دیتی ہے اور تربیت سے غافل ہو جاتی ہے تو وہ نسل جب بڑی ہوتی ہے اپنی پہلی نسل سے بہت دور ہٹ چکی ہوتی ہے۔ ان کے درمیاں فاصلے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ فاصلے نسلاً بعد نسل بڑھتے چلے جاتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ کم ہونے لگیں اس لیے یہ دعا جو سکھائی گئی اس کا پس منظر بھی خوب کھول کر بیان فرما دیا گیا اور اس کا جو

بیچ کا حصہ ہے وہ ہے **وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ**۔ کہ اے بچو! تم اپنے والدین کے لیے اس طرح نرمی کے پَر پھیلا دو جیسے پرندے اپنے چوزوں کو اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو اپنے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں یہاں پَر کا استعمال اس لیے کیا گیا تا کہ پرندوں کا اپنے بچوں کے ساتھ سلوک ایک تصویر کی صورت میں ہماری نظروں کے سامنے اُبھر آئے اور فرمایا کہ اس طرح اپنے والدین کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک کرو جس طرح پرندے اپنے بچوں کو پالتے ہیں، ان کی نگہداشت کرتے ہیں جو کلیۃ ان کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہاں دراصل انسانوں سے ہٹ کر پرندوں کی مثال دی گئی ہے۔ جناح کا لفظ محاورہ ہے ضروری نہیں کہ پَر کے لیے استعمال ہو۔ ایک صفت کے بیان کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کیوں استعمال ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پرندوں کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے کیونکہ پرندوں کے پَر ہوتے ہیں۔ اور پرندے اپنے بچوں کی بعض دفعہ اس طرح لمبے عرصے تک تربیت کرتے ہیں کہ نہ وہ بچے دیکھ سکتے ہیں، نہ سن سکتے ہیں، نہ کھا سکتے ہیں۔ ان کی چونچوں کو ٹھونگے مار مار کے وہ خوراک کے لیے کھلواتے ہیں، اور جب تک وہ اس لائق نہیں ہو جاتے کہ خود آزاد زندگی بسر کر سکیں۔ اس وقت تک پرندوں کے والدین مسلسل محنت کرتے چلے جاتے ہیں۔

پھر اس میں ایک اور بھی حکمت ہے کہ دونوں پرندے اپنے بچوں کے لیے محنت کرتے ہیں اور صرف ماں پر نہیں چھوڑا جاتا۔ اور قرآن مجید نے جو ہمیں دعا سکھائی اس میں بھی اس مضمون کو کھول دیا گیا ہے آج کل کے جدید معاشروں میں ایک یہ بھی خرابی ہے اور ہمارے قدیم معاشروں میں بھی یہ خرابی ہے بلکہ بعض صورتوں میں تیسری دنیا کے ممالک میں یہ خرابی ترقی یافتہ ممالک سے بہت زیادہ پائی جاتی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ماں کا کام ہے تربیت کرے اور والد اس میں دخل نہیں دیتے۔ والد ساتھ مل کر محنت نہیں کرتے اور ماں پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جس طرح چاہے ان کو پالے، ان کا خیال رکھے نہ رکھے۔ والد تو صرف کمانے میں مصروف رہتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ قرآن کریم نے جو دعا سکھائی اس میں یہ بتایا۔ **رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا**۔ کہ اے میرے اللہ! ان دونوں پر اس طرح رحم فرما جس طرح ان دونوں نے رحم کے ساتھ میری تربیت کی۔ یعنی ماں اور باپ دونوں اولاد کے لیے محنت کرنے میں برابر کے شریک ہونے چاہئیں مگر ذمہ داریاں سمجھتے ہوئے نہیں

بلکہ رحم کے نتیجے اور شفقت کے نتیجے میں۔ پس اس دعا کو اب دوبارہ **وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ**۔ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ وہاں پرندوں ہی کی مثال دی گئی ہے کیونکہ جانوروں کی دُنیا میں سب سے زیادہ مل کر اولاد کی خدمت کرنے والے پرندے ہیں، انکے مقابل پر کسی اور جانور کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔ جس طرح پرندے دونوں مسلسل محنت کرتے ہیں اپنی اولاد کے لیے، اس طرح دوسرے جانوروں میں اتنی مکمل مشترکہ محنت کی مثال نہیں ملتی۔ گھونسلہ بنانے میں بھی وہ اسی طرح محنت کر رہے ہوتے ہیں۔ خوراک مہیا کرنے میں بھی اسی طرح محنت کر رہے ہوتے ہیں، بلکہ بسا اوقات (انڈوں پر) آدھا وقت Male یعنی نَر پرندہ بیٹھتا ہے اور پھر جہاں تک خوراک مہیا کرنے کا تعلق ہے اس میں بھی دونوں محنت کرتے ہیں مگر نَر پرندے کو بعض دفعہ زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے خوراک مہیا کرنے میں تو فرمایا یہ بھی اس دعا سے حکمت سمجھ آ گئی کہ صحیح تربیت کرنے میں ماں کے علاوہ باپ کو برابر کا شریک رہنا چاہیے۔ اور جہاں ماں اور باپ مل کر اولاد سے حسن سلوک کر رہے ہوں وہاں طلاقیں شاذ کے طور پر واقع ہوں گی۔ وہ گھر نہیں ٹوٹا کرتے۔ اکثر وہی گھر ٹوٹتے ہیں جہاں اولاد کی تربیت میں دونوں میں سے کسی ایک کا زیادہ دخل ہوتا ہے اور آپس کے تعلقات اس حد تک خراب ہوتے ہیں کہ دونوں بیک وقت اپنی اولاد کی ذمہ داریاں ادا نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے ایسی اولادیں پھر بڑی ہو کر خراب ہو جایا کرتی ہیں۔ بعض دفعہ وہ ماں کی سائیڈ لیتی ہیں کیونکہ ماں نے تربیت اور پیار میں زیادہ حصہ لیا۔ بعض دفعہ باپ کے ساتھ تعلق قائم رکھتی ہیں اور ماں کے خلاف ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ جانتی ہیں کہ ماں نے تو ہماری ذمہ داریاں ادا نہیں کیں باپ قربانی کرتا رہا ہے تو اس طرح گھروں کے ٹوٹنے کے احتمالات بھی بڑھ جاتے ہیں۔

یہ صورت حال پھر بعض دفعہ ایسے خطرناک نتائج پر منتج ہو جاتی ہے جس کے آثار اس وقت ترقی یافتہ ممالک میں ہر جگہ دکھائی دے رہے ہیں۔ کہ اولاد کو اپنے والدین سے خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یورپ کے بعض علاقوں میں پولیس کی تحقیق کے مطابق تیس فیصد گھر ایسے ہیں جہاں بچے اپنے ماں باپ سے محفوظ نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ جنسی بے راہروی کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔ پس جہاں یہ صورت حال ہو وہاں یہ دعا کیسے کام کر سکتی ہے کہ **رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىۡ صَغِيۡرًا**۔ یہ ایک ایسے صالح

معاشرے کی دُعا ہے جہاں والدین نے اپنی اولاد سے محض عام سلوک نہیں کیا۔ ذمہ داریاں ہی ادا نہیں کیں بلکہ بے حد رحمت کا سلوک کیا اور ان کی تربیت شفقت سے کی، کسی غصے کے ساتھ نہیں کی۔ اور تربیت کے لیے رحمت ضروری ہے۔ یاد رکھیں جہاں جلد بازی میں انسان غصے میں مبتلا ہوجاتا ہے، اولاد کو مارنے لگ جاتا ہے اس کو گالیاں دینے لگ جاتا ہے وہاں تربیت کا مضمون غائب ہو چکا ہوتا ہے۔ اور نفسانی جوش سے تربیت نہیں ہوا کرتی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اسی لیے ایک (رفیق) پر بہت ہی خفگی کا اظہار فرمایا، جن کے متعلق اطلاع ملی تھی کہ وہ اپنی اولاد سے سختی کرتے ہیں اور مار کے ان کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں۔ اتنی سختی کا اظہار فرمایا کہ بہت کم میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے رفقاء پر اس طرح ناراض ہوتے دیکھا ہے اور بار بار اس طرف توجہ دلائی کہ تم دُعا کیوں نہیں کرتے۔ اس سے پتہ چلا کہ خدا کے پاک بندے جو سچا ایمان رکھتے ہیں وہ تمام کوششوں میں سب سے زیادہ اہمیت دُعا کو دیتے ہیں۔

پس **ربِّ ارْحَمْهُمَا** ۔ میں ایک یہ پہلو بھی ہمارے سامنے آگیا کہ وہ رستہ جس پر خدا کے انعام یافتہ لوگ چلا کرتے تھے وہ اپنی اولاد کے لیے صرف رحمت کا سلوک نہیں کیا کرتے تھے۔ ان کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے اور ان کی دعائیں ان کے رحم کے نتیجہ میں ہوتی تھیں۔ کیونکہ رحم کے نتیجے میں وہ خود بعض سختیاں اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ بعض جگہ وہ تجاوز نہیں کر سکتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے کہ میں یہاں زبردستی اس کو ٹھیک کردوں۔ اس کے نتیجہ میں ان کے دل میں درد پیدا ہوتا تھا اور دعاؤں کی طرف توجہ پیدا ہوتی تھی۔ پس وہ لوگ جو **منعم علیهم** ہیں جن کو خدا نے اس رستہ پر کامیابی سے چلنے کی توفیق بخشی جو انعام یافتہ لوگوں کا رستہ تھا۔ انہوں نے اپنی اولادوں کے لیے دعائیں بھی بہت کیں۔ پس اس کے نتیجہ میں خدا نے بھی جواباً حسن سلوک سکھایا تو اس مضمون کو دُعا پر ختم کیا۔ فرمایا وہ تمہارے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اس میں دُعائیں بھی شامل تھیں۔ "**کَمَا**" کے لفظ نے بتا دیا کہ دُعائیں ضرور شامل تھیں اگر دُعائیں شامل نہ ہوتیں تو خدا دُعا سکھاتا کیوں؟ پس اس مضمون کو دعا پر ختم کرنا اس آیت کو بہت ہی زیادہ دلکشی عطا کرتا ہے۔ بہت ہی حسین بنا دیتا ہے۔ کیسا کامل کلام ہے۔ تربیت کے سارے امور بھی اس میں بیان ہو گئے دونوں نسلوں کے تعلقات اس میں بیان ہو گئے وہ

خطرات بیان ہو گئے جو ہمیں درپیش آسکتے ہیں جن سے ہمیں متنبہ کیا گیا اور پھر یہ بتایا گیا کہ تربیت کا بہترین طریق دُعا ہی ہے پس جس طرح تمہارے والدین بچپن میں دُعاؤں کے ذریعہ تم سے اپنی رحمت کا ظہار کرتے تھے تم بھی آخر پر خدا سے یہ دُعا کیا کرنا اور اس دُعا کو حسن سلوک کے بعد رکھا ہے۔ دیکھیں! **وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ**۔ ان پر اپنی رحمت کے پَر پھیلا دو، ان کو اپنے پَروں کے نیچے لے لو۔ ساری بات بظاہر مکمل ہو گئی۔ پھر فرمایا نہیں مکمل ہوئی جب تک یہ دُعا ساتھ نہیں کرو گے۔ اس وقت تک تم حقیقت میں احسان کا بدلہ احسان کے ذریعہ نہیں دے سکو گے۔ پس اس دُعا نے اس مضمون کو مکمل کیا اس دعا کے وقت ان سب باتوں کو اگر ہم پیش نظر رکھیں تو اس دُعا میں بہت گہرائی پیدا ہوجاتی ہے اور بہت عظمت پیدا ہو جاتی ہے اور یہ دُعا اگلوں کے لیے بھی مفید ہے اور گزرے ہوؤں کے لیے بھی مفید ہے اور ہر طرف برابر اثر دکھاتی ہے۔

توحید باری تعالیٰ کے ساتھ اس مضمون کا بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ سوسائٹی میں وحدت توحید کے اعلیٰ قیام کے لیے ضروری ہے۔ اور سوسائٹی میں وحدت تبھی ممکن ہے اگر والدین کو اولاد کے ساتھ اور اولاد کا والدین کے ساتھ گہرا اٹوٹ تعلق قائم ہو چکا ہو اسی کے نتیجہ میں خاندان استوار ہوتے ہیں اسی کے نتیجہ میں سوسائٹی میں یک جہتی پیدا ہوتی ہے۔ جہاں خاندانی رشتے ٹوٹ جائیں وہاں والدین اپنی اولاد سے الگ ہونے شروع ہو جائیں وہاں سوسائٹی پارہ پارہ ہو کر بکھر جاتی ہے اور ایک بکھری ہوئی منتشر سوسائٹی توحید پر قائم نہیں ہوا کرتی پس وحدت کے ساتھ اس مضمون ایک اور بھی گہرا تعلق ہے یعنی ایک تعلق تو یہ ہے کہ خدا کو اپنی توحید کے بعد سب سے زیادہ یہ چیز پیاری ہے کہ مومن احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دینے والا ہو اور دوسرا تعلق یہ ہے جو میں نے بیان کیا۔''

(ذوق عبادت صفحہ ۲۵۷،تا ۲۶۹ نظارت اشاعت ربوہ)

عظیم ماں، بیٹا:

معزز قارئین! **ربِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيْراً**۔ کے ضمن میں حضرت ابو ہریرہؓ کا دلکش نمونہ پیش خدمت ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ ایک زمانہ میں جب ذی الحلیفہ (مکہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے) میں رہتے تھے تو وہ ایک گھر میں مقیم تھے اوران کی والدہ قریب ہی ایک دوسرے مکان میں رہتی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ جب بھی باہر نکلتے تو والدہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر انہیں سلام کرتے۔ جب وہ جواب دیتیں تو حضرت ابو ہریرہؓ اُن کے لیے یہ دُعا کرتے **رحمك الله كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْراً**۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے جس طرح آپ نے میرے بچپن میں رحمت کے ساتھ میری پرورش کی تھی۔ اس پر والدہ یہ دُعا کرتیں **رحمك الله كما بر رتني كبيراً**۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے جس طرح تم بڑی عمر میں میرے ساتھ حسن سلوک کرتے ہو۔ جب حضرت ابو ہریرہؓ باہر سے واپس آتے تو یہی عمل دہراتے۔ (الادب المفرد صفحہ ۵ امام بخاری باب جزاء الوالدین مطبع التازیۃ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں والدین اور خصوصی طور پر والدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَاناً حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهاً وَوَضَعَتْهُ كُرْهاً وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْراً حَتَّى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ (سورۃ الاحقاف آیت ۱۶)

اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اُٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا۔ اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اُس نے کہا اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ مَیں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کرسکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجا لاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لیے میری ذرّیت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً مَیں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ مَیں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اس آیت میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتے ہوئے والدہ کے حقوق کا الگ اور

خصوصی ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہی مضمون دیگر آیات اور احادیث میں بھی ملتا ہے۔

دو بڑے بدقسمت :

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے حضورؑ کی خدمت میں اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اوران کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:۔

’’والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بد قسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہمّ و غم والدین اُٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے۔ تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطہ بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔

ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا۔ ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کرسکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ:۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيْتَاءِ ذِيْ الْقُرْبَى۔

(سورۃ النحل آیت ۹۱)

ادنیٰ درجہ عدل کا ہوتا ہے۔ جتنا لے اتنا دے۔ اس سے ترقی کرے تو احسان کا درجہ ہے جتنا لے وہ بھی دے اور اس سے بڑھ کر بھی دے۔ پھر اس سے بڑھ کر ایتاء ذی القربیٰ کا درجہ ہے یعنی دُوسروں کے ساتھ اس طرح نیکی کرے جس طرح ماں بچّہ کے ساتھ بغیر نیّت کسی معاوضہ کے طبعی طور پر محبت کرتی ہے۔ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل اللہ ترقی کر کے ایسی محبت کو حاصل کر سکتے ہیں۔ انسان کا ظرف چھوٹا نہیں۔ خُدا کے فضل سے یہ باتیں حاصل ہو جاتی ہیں۔ بلکہ یہ وسعتِ اخلاق کے

لوازمات میں سے ہے۔مَیں تو قائل ہوں کہ اہل اللہ یہانتک ترقی کرتے ہیں کہ مادری محبّت کے اندازہ
سے بھی بڑھ کر انسان کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔

ایک بڑھیا کا ذکر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے روز بغیر اسکے کہ اس کو کسی نے
خبر دی ہو خود بخود کہنے لگی کہ آج ابوبکرؓ مر گیا ہے۔لوگوں نے پوچھا کہ تجھ کو کس طرح سے معلوم ہوا۔اس
نے کہا کہ ہر روز مجھ کو آپ حلوہ کھلایا کرتے تھے اور وہ وعدہ میں تخلّف کرنے والے ہرگز نہ تھے چونکہ آج
وہ حلوہ کھلانے نہیں آئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوت ہوگئے ہیں؛ ورنہ وہ ضرور مجھے حلوہ کھلانے آج
بھی آتے۔دیکھو۔اخلاقی حالت کہاں تک وسعت کر سکتی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے۔ان اخلاق پر
دوسرے لوگ قادر نہیں ہو سکتے۔'' (ملفوظات جلد۴ صفحہ ۲۸۹،۲۹۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اس مضمون کے تعلق میں فرماتے ہیں:۔

''پہلے ماں باپ ہر دو کی طرف توجہ دلا کر پھر ساتھ ہی ماں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر شروع
کر دیا کیونکہ عموماً لوگ باپ کی عزت تو کرتے ہیں مگر ماں کی خدمت کا حق ادا نہیں کرتے۔''

(حقائق الفرقان جلد۳ صفحہ ۳۶۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس آیت کا ترجمہ اور وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''ہم نے الانسان یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کو انسان کامل کو یہ نصیحت فرمائی کہ اپنے والدین
سے احسان کا سلوک کرو۔یہاں یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے تو اپنے والدین کا منہ نہیں
دیکھا۔والدہ کو دیکھا لیکن تھوڑے عرصے کے لیے اور والد تو بعض روایات کے مطابق آپؐ کے پیدا
ہونے سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔پس **بِوَالِدَیْہِ اِحْسَاناً** کا کیا مطلب ہے؟ یہاں دراصل
آنحضرت ﷺ کو جو نصیحت ہے وہ تمام بنی نوع انسان کو نصیحت ہے کیونکہ انسان کامل کو جو نصیحت کی
جائے اس میں تمام ادنیٰ انسان شامل ہو جاتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مزید کسی تمہید باندھنے کی ضرورت
نہیں پڑی۔فرمایا: ہم نے انسان کامل سے یہ کہا تھا کہ یاد رکھو کہ اپنے والدین سے ہمیشہ احسان کا سلوک
کرنا **حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھاً وَّوَضَعَتْہُ کُرْھاً** ۔یہ مضمون بھی دیکھ لیجئے عام ہے۔تمام بنی نوع
انسان پر یہ مضمون مشتمل ہے۔آگے جا کر یہ مضمون اور رنگ اختیار کر جائے گا۔تم دیکھو تمہاری ماؤں کا تم

پر کتنا احسان ہے یا اگر لفظی ترجمہ کریں تو غائب میں مضمون بیان ہو رہا ہے تو ترجمہ ہوگا ہر انسان کی ماں
اسے بہت تکلیف سے اسے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے۔اور بہت تکلیف کے ساتھ جنم دیتی ہے۔نو
مہینے تک اپنے پیٹ میں پالتی ہے۔ایسی حالت میں کہ وہ بہت ہی ادنیٰ حالت سے ترقی کرتے کرتے
انسان کی حالت تک پہنچتا ہے۔اب آپ دیکھیں جس نے **ربنا اللّٰہ**۔کا دعویٰ کیا تھا اسی کی مزید
صفت بیان ہوئی ہے۔

ربّ کا مطلب ہی یہ ہے ادنیٰ سے ترقی دے کر اعلیٰ حالت تک پہنچانے والا۔

انسانی رشتوں میں اس کی بہترین مثال ماں بنتی ہے فرمایا: اپنی ماں کی طرف دیکھو کہ ہر
انسان کی ماں نے اسے بڑی مصیبتوں سے پیٹ میں پالا اور پھر بڑے خطرات کے ساتھ اس کو جنم دیا۔
اور یہ عرصہ پیٹ میں اٹھائے پھرنے کا اور پھر وضع حمل کا اور پھر دودھ پلانا یہ تیس مہینوں تک پھیلا ہوا
ہے۔یہاں تک کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ گیا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا۔تو اس نے دعا کی جو میں
بیان کروں گا۔یہاں میں نے کہا تھا کہ آگے جا کر مضمون بدل جائے گا۔ایک مضمون ہے عام جو سارے
بنی نوع انسان میں مشترک ہے۔ہر ایک کی ماں اسی طرح اسے جنم دیتی ہے لیکن ہر شخص احسان مند نہیں
ہوا کرتا۔اب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف مضمون گیا ہے۔ایک عام واقع بیان کر کے جو سب بنی
نوع انسان میں مشترک ہے پھر الانسان بمعنی محمد رسول اللہ ﷺ اس مضمون کو دوبارہ اٹھا لیا گیا اور یہ کہا
گیا کہ جب وہ بلوغت کو پہنچا اور چالیس کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر آپ کی نبوت کی عمر تھی اس لیے
چالیس کا لفظ استعمال ہوا ہے ورنہ ہر انسان تو چالیس سال کی عمر کو پہنچنے پر یہ بات نہیں کہا کرتا۔پس یقیناً
قطعی طور پر یہاں حضرت اقدس رسول اللہ ﷺ مراد ہیں اور آپ کا نقشہ بیان فرمایا ہے کہ آپ نبوت
پانے کے بعد کیا دُعائیں کیا کرتے تھے۔فرمایا: **رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ
اَنْعَمْتَ عَلَی**۔اے میرے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر کی
اور اس نعمت کو تمام کر دیا (تمام کا مضمون لفظاً ظاہر نہیں لیکن نبوت میں تمام کا لفظ شامل ہوتا ہے اس لیے
تمام کا لفظ شامل کیا) آیت کریمہ فرماتی ہے: **رَبِّ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ
عَلَی**۔اے میرے رب! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اس نعمت کا شکریہ ادا کرتا رہوں۔شکریہ ادا کر سکوں

اس کی توفیق پاؤں جوتُو نے مجھ پر فرمائی۔**وَعَلَى وَالِدَيَّ** ۔اور میرے والدین پرتُو نے جو نعمت کی ہے اس کا بھی میں شکرادا کروں۔

اب دیکھیں یہاں والدین سے آنحضرت ﷺ کے احسان کا یہاں ذکر نہیں فرمایا اس لیے کہ آپ کے والدین پہلے گزر چکے تھے۔ یہ مضمون لگتا ہے دودھاگوں سے بنا ہوا ہے کبھی عام ہو جاتا ہے کبھی خاص ہو جاتا ہے۔عام ہو جاتا ہے تو تمام بنی نوع انسان پر پھیل جاتا ہے جب سمٹتا ہے تو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں سمٹ آتا ہے۔آپؐ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے خدا! مجھ پرتُو نے جو اتنا بڑا احسان فرمایا یہ توفیق عطا فرما کہ اس پر شکر کا حق ادا کرسکوں صرف اسی کا نہیں بلکہ اپنے والدین کی طرف سے بھی تیرا شکرادا کروں۔صاف ظاہر ہے کہ والدین گزر چکے ہیں اور ان کو پتہ نہیں کہ کیا نعمت ان کو ملی ہے اور واقعتہً آنحضرت ﷺ کے والدین گزر چکے تھے ان کو کیا پتہ تھا کہ ان کی صلب سے دنیا کا سب سے بڑا انسان پیدا ہونے والا ہے اور وہ ایسے اعلیٰ مدارج تک پہنچے گا کہ کبھی کسی انسان کے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ کوئی شخص خدا کے اتنا قریب ہو جائے اور چونکہ والدین ایسی حالت میں گزرے تھے کہ ابھی وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے اور نہ مسلمان ہو سکتے تھے اور انبیاء کو حکم نہیں ہے کہ وہ اپنے ان والدین کے لیے دعا کریں جن کے متعلق احتمال ہو کہ وہ مشرک ہیں۔اس لیے آنحضرت ﷺ نے دعا نہیں کی بلکہ یہ عرض کیا ہے کہ اے خدا! ان پر بھی تُو نے بہت بڑا انعام کیا ہے۔اتنا بڑا انعام کہ مجھے ان کے گھر پیدا کردیا اور وہ شکرادا نہیں کرسکتے۔ان کو علم نہیں ہے کہ کیا احسان تُو نے ان پر کیا ہے۔مجھے توفیق عطا فرما کہ میں ان کی طرف سے تیرا شکرادا کروں۔میں سمجھتا ہوں کہ ان کی مغفرت کی دعا کرنے کا اس سے اعلیٰ طریق اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور ان معنوں میں احسان کا بدلہ بھی اتار گئے۔مضمون دیکھیں کس طرح اٹھایا گیا ہے کہ والدین کے احسان کو یاد کرو۔والدین کے احسان کو یاد کرکے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اے خدا! ان کی طرف سے مجھے شکر کی توفیق عطا فرما۔پس جن کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ شکر یہ ادا کررہے ہوں کیسے ممکن ہے میں تو یقین نہیں کرسکتا کہ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک نہ فرمائے۔

رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ أَنْعَمْتَ عَلَى وَعَلَى وَالِدَيَّ ۔اور شکر کی تعریف فرما دی۔ہم جو زبانی شکر کرتے ہیں یہ تو کوئی شکر نہیں۔فرمایا: شکر کس طرح ادا کروں

فرمایا۔**وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ**۔میں ہمیشہ ایسا عمل کروں کہ جن کے نتیجہ میں تُو راضی ہوتا رہے۔اس میں شکر کا فلسفہ بھی بیان ہوگیا۔ایک انسان شکر اس لیے کرتا ہے کہ کوئی شخص اس پر احسان کرتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ اس احسان کا بدلہ چکا سکے۔خدا کو آپ احسان کا بدلہ نہیں دے سکتے لیکن احسان کا بدلہ چکانے کی روح یہ ہے کہ جب آپ احسان اتارتے ہیں تو اگلا راضی ہوتا ہے۔جب آپ کو کوئی تحفہ دے اور آپ اس کو اس سے بڑھ کر تحفہ دیں تو تحفے تو عارضی چیزیں ہیں بعض دفعہ خود استعمال بھی نہیں کرتا کسی اور کو دے دیتا ہے یا پھینک دیتا ہے یا اس کے کام کی چیز نہیں ہوتی لیکن وہ راضی ہو جاتا ہے اگر محبت سے ایک ذرہ بھی کسی کو تحفہ دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتا ہے۔تو کیسا عمدہ گہرا نفسیاتی نکتہ بیان فرمایا۔فرمایا کہ میں تو تجھ پر احسان کر نہیں سکتا لیکن تجھے راضی تو کرسکتا ہوں اور احسان کا بدلہ تو اسی لیے چکایا جاتا ہے کہ کوئی راضی ہو جائے بس اب تُو ایسا فیصلہ فرما کہ ایسے عمل کی تو مجھے خود توفیق عطا فرما۔مجھے معلوم نہیں تُو کس عمل سے راضی ہوگا۔جس عمل سے بھی تُو راضی ہوتا ہے وہی عمل میں کرتا چلا جاؤں اور میں ساری زندگی تیری رضا حاصل کرتا رہوں۔تجھے خوش کرتا رہوں۔**وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ**۔اور یہی نہیں میری ذریت کو بھی صالح بنادے اور اس ذریت میں آپ سب شامل ہیں۔صرف آنحضرت ﷺ کی جسمانی اولاد ہی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان جنہوں نے آپ سے تعلق جوڑنا تھا یا آئندہ جوڑیں گے وہ سارے اس دعا میں شامل ہو جاتے ہیں۔‘‘ (ذوق عبادت صفحہ ۴۰۸ تا ۴۱۱)

أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ (سورۃ لقمان آیت ۱۵)

والدین کے متعلق امام رضا فرماتے ہیں کہ ’’اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے اور والدین کا شکرادا کرنے کا حکم دیا ہے اور جس نے والدین کا شُکر ادا نہیں کیا گویا اس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔‘‘ (مجمع البحار)

مندرجہ ذیل آیات میں جہاں والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ شرک کی طرف بلائیں تو ان کی قطعاً اطاعت نہیں کرنی۔ہر مومن کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ خدا کی ذات کو مقدم رکھے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْناً عَلَى وَهْنٍ وَفِصَالُهُ فِيْ عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيْرَ۔ (سورۃ لقمان آیت ۱۵)

اورہم نے انسان کواس کے والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی ۔اُس کی ماں نے اُسے کمزوری پرکمزوری میں اُٹھائے رکھا۔اوراُس کا دودھ چُھڑانا دوسال میں (مکمل) ہوا۔(اُسے ہم نے یہ تاکیدی نصیحت کی) کہ میرا شُکر ادا کرواوراپنے والدین کا بھی۔میری ہی طرف لوٹ کرآنا ہے۔

رحیمیت اور رحمانیت کا جلوہ:

حضرت مرزا ناصراحمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ سورۃ لقمان کی آیت ۱۵ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میری مخلوق میری صفات کے جلوؤں کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے اوراس طرح آپس میں حقوق اور ذمہ داریاں پیدا ہوگئی ہیں اوراس نے انسان کو کہا (اور بچے کے ذہن میں یہ بات آنی چاہیے اور بچہ شاید اس عمر میں زیادہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے) کہ اگر میری رحمانیت کے جلوے نہ ہوتے تو تمہارا زندہ رہنا اور تمہارا پرورش پانا ممکن نہ ہوتا۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اس کے کس حق کے نتیجہ میں جواس نے اپنے زور سے پیدا کیا ہواس کی ماں کی چھاتیوں میں اس کے لئے دودھ اُترا۔ ماں اُسے گود میں اُٹھائے پھرتی ہے میں نے دیکھا کہ ہمارے گھر میں بھی ایک بچہ ایسا پیدا ہوا کہ پیدائش کے وقت اسے کچھ زخم آگئے تھے ڈاکٹر (جو ہمارے ماموں ہی تھے) نے کہا کہ اس بچہ کو پانچ یا سات دن (مجھے صحیح طور پر یاد نہیں) چارپائی پر نہ لٹانا ورنہ اس کی ہلاکت کسی بڑی سخت بیماری (مثلاً چاہے وہ زندہ رہے لیکن مفلوج ہوجانے) کا خطرہ ہے۔ چنانچہ سال سے اس کے عزیزوں نے ،اس سے محبت اور تعلق رکھنے والوں نے کئی دن تک دن اور رات اسے اپنے ہاتھوں پر رکھا۔اب بتائیں اس بچہ نے کونسی کمائی کی تھی جس کی اجرت اسے مل رہی تھی؟ کمائی کا تو ابھی اس پر وقت بھی نہیں آیا تھا اسے تو ہوش ہی نہیں تھی۔ رحمانیت کے یہ جلوے احسان کی شکل میں خداتعالیٰ کے حکم کے ماتحت ایک بچے کے لئے سب سے زیادہ اس کے ماں باپ میں ہمیں نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں سورۃ لقمان میں جو تعلیم دی ہے اور بچوں کو یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیے کہ دیکھو پیدائش کے دن تم نے رحیمیت کا جلوہ نہیں دیکھا تھا۔تم نے رحمانیت کا جلوہ دیکھا تھا اور

رحمانیت کا جلوہ احسان کی شکل میں تمہارے ماں باپ نے دکھایا۔ ہرقسم کا احسان رحمانیت کا جلوہ ہے حق سے زائد دینا یا حق نہ ہو اور اسے دینا دونوں رحمانیت کے جلوے ہیں بہرحال یہ فرمایا کہ جہاں بھی تمہیں اپنے اوپر احسان نظر آئے تمہارے لئے توحید کی وجہ سے دو باتوں کا سمجھنا ضروری ہے کہ احسان مخلوق کی طرف سے مجھ پر ہو نہیں سکتا تھا جب تک کہ خدائے واحد و یگانہ مجھ پر احسان نہ کرنا چاہتا۔اس واسطے شکر کا پہلا حق دار اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے بعد شکر کے حقدار وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کے اظہار کے لئے اپنا آلہ کار بنایا اور چونکہ احسان کا یہ پہلا جلوہ ہمیں ماں باپ کے طرزِ عمل اور ان کی خدمت میں نظر آتا ہے اس لئے فرمایا: **وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً**۔(سورۃ البقرہ آیت ۸۴) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کوئی اور محسن ہو تو تم نے اس کے احسان کا بدلہ **هَلْ جَزَاء الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَان**۔ (سورۃ الرحمان آیت ۶۱) کے ماتحت نہیں دینا بلکہ یہ اس لئے کہا کہ جب تم اس دنیا میں پیدا ہوئے تو تم نے خدائے واحد و یگانہ کی رحمانیت کے احسان کا ایک جلو دیکھا تھا اور وہ جلوہ تمہیں اپنے والدین کی وساطت سے نظر آیا تھا اس اس پہلے جلوہ کی وجہ سے ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنے والدین کے لئے شکر کے جذبات پیدا کرو کیونکہ اگر تم نے رحمانیت کے اس احسان کے پہلے جلوے کا شکر نہ کیا تو تمہیں گندی عادت پڑ جائے گی اور تم دوسرے احسانوں اور رحیمیت کے جلووں کا بھی شکر ادا نہیں کروگے پس تم پہلے جلوہ احسان اور جلوۂ رحمانیت سے شکر بجالانا شروع کرو اور موت تک اپنا یہ وطیرہ اختیار کرو تم یہ عادت ڈالو کہ جب بھی تمہیں کسی طرف سے خدائے رحمان کا کوئی جلوہ نظر آئے گا تو تم اس شخص کے ممنون ہوجاؤ گے جو اس احسان اور رحمانیت کے جلوہ کا آلہ کار بنا۔۔۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات کے آخر میں بڑے لطیف رنگ میں ہمیں ایک نصیحت کی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے بچو! (وہاں گو حضرت لقمان علیہ السلام کا واسطہ ہے لیکن مخاطب تو خدا کے سارے ہی بچے ہیں) میں نے تمہارے اور ایک گدھے میں ایک فرق قائم کیا ہے۔ **گدھا گدھا ہے** اور تم انسان کے بچے ہو اس فرق کو بھولنا نہیں اور تم انسان کے بچے اس صورت میں رہ سکتے ہو جب کہ تم اپنے نفس کو نفس کی بدخواہشات سے محفوظ کرلو اور نفس کو نیکی کی باتوں اور فضائل نفس سے آراستہ کرلو اور انوار نفس سے منور کرلو۔ اگر تم یہ کرلو گے تو تمہاری آواز میں انسانی دبدبہ اور اثر ہوگا اور اگر تم ایسا

نہیں کرو گے تو چاہے تم چیختے رہو اور چیخ چیخ کے لوگوں کے کان پھاڑنے کی کوشش کرو تمہاری آواز اور گدھے کی آواز میں کوئی فرق انسانی فطرت محسوس نہیں کرے گی پس اگر تم نے انسان بن کر اسی دنیا میں زندگی گزارنی ہے اگر تم نے انسان کی خصلتوں کو حاصل کر کے گدھے سے اپنے آپ کو ممیّز اور ممتاز کر لینا ہے تو تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے نفس کی آفات کو پہچانتے ہوئے ان سے بچنے کی کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ نے نفس انسان کے لئے جو فضائل کے حصول کے مواقع رکھے ہیں ان سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اللہ کی نگاہ میں خوبصورت بنو اور اللہ کی نگاہ میں محسن بنو۔ وہ حسن جو اللہ کی نگاہ انسان کے اندر دیکھتی ہے اور دیکھنا چاہتی ہے اور وہ احسان جو اللہ کی نگاہ انسان کے اندر دیکھتی ہے اور دیکھنا چاہتی ہے اگر تم نے اس حسن اور اس احسان کا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیا تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں گدھا سمجھ کر ذلیل نہیں کرے گی، تمہیں گدھا سمجھ کر حقیر قرار نہیں دے گی، تمہیں گدھا سمجھ کر غیر انسانی سلوک تم سے نہیں کرے گی۔ خدا کرے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں انسان بن جائیں اور خدا کرے کہ ہم اس کے فضل سے یہ توفیق پائیں کہ اپنی آئندہ نسل کو بھی انسان کے اس نور سے منور کرنے کی توفیق پائیں کہ جو انسان کو دوسری مخلوق سے ممیّز کر دیتا ہے۔

ویسے تو جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہر مخلوق میں خدا کی صفات کے جلوے ہیں اور ایک رنگ کی روشنی جو صفات الٰہی سے الگ نہیں کی جاسکتی وہ ان میں پائی جاتی ہے لیکن جو نور خدا انسان کو عطا کرنا چاہتا ہے وہ نور اس نے غیر مخلوق کو نہیں دیا اور نہ وہ دینا چاہتا ہے نہ یہ ممکن ہے کہ غیر انسان کو وہ نور مل جائے پس جس نور کے حصول کے لئے اس نے انسان کو پیدا کیا خدا کرے کہ ہمیں بھی اور ہماری آنے والی نسلوں کو بھی وہ نور خدا کے فضل اور رحم سے مل جائے۔ اللھم آمین۔''

(خطبات ناصر ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵ خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸ اگست ۱۹۶۹ء)

مندرجہ بالا اقتباس میں سورۃ لقمان کی جس آیت کا ذکر ہے وہ درج ذیل ہے۔

(و اقصد فی مشیك واغضض من صوتك ۔ان انكر الاصوات لصوت الحمیر) ترجمہ: اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز کو دھیما رکھ۔ یقیناً سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ (سورۃ لقمان آیت ۲۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سورۃ لقمان کی آیت ۱۵ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''اس ضمن میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: خاک آلود ہو اس کی ناک، خاک آلود ہو اس کی ناک، خاک آلود ہو اس کی ناک (تین دفعہ یہ الفاظ دہرائے) یہ عربی محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسوا ہو گیا وہ ذلیل ہو گیا جس نے ایسی بات کی، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون ہے وہ شخص؟ کس کی بات فرما رہے ہیں۔ جس کی آپ مذمت کر رہے ہیں؟ فرمایا بہت ہی قابل مذمت اور بد قسمت ہے جس نے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور پھر ان کی خدمت کر کے جنّت میں داخل نہ ہو سکا۔'' (صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ روایت نمبر ۶۵۱۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

''یہ بات بظاہر چھوٹی سی ہے لیکن آج اگر آپ انسانی معاشرہ پر نظر ڈال کر دیکھیں مغرب میں بھی اور مشرق میں بھی بچے اپنے والدین کے حقوق ادا کرنے سے دن بدن غافل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ بات مغرب میں زیادہ ہے اور مشرق میں نسبتاً کم۔ مگر مشرق میں بھی پھیلتی چلی جا رہی ہے اور اس کے نتیجہ میں بہت ہی خوفناک دکھ معاشرے میں پھیل گئے ہیں لیکن آنحضرت ﷺ نے قرآنی تعلیم کے مطابق بار بار اپنے صحابہؓ کو ماں باپ کے حقوق کی طرف متوجہ فرمایا، ان کے حقوق کو واضح کیا اور ایسا احترام دلوں میں پیدا کر دیا جس کے نتیجہ میں ایک نہایت ہی حسین معاشرہ دُنیا کے سامنے اُبھرا۔''

(عدل، احسان اور ایتاءِ ذی القربیٰ۔ حصہ چہارم صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸)

پھر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَاعۡبُدُواۡ اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُواۡ بِهٖ شَيۡـئًا وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ وَمَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرًا۔ (سورۃ النساء آیت ۳۷)

اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسائیوں سے بھی اور

غیر رشتہ دار ہمسائیوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

ایک دوسری آیت میں والدین کے ضمن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْناً وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۔

(سورۃ العنکبوت آیت ۹)

اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے حُسنِ سلوک کرے اور (کہا کہ) اگر وہ تجھ سے جھگڑیں کہ تُو میرا شریک ٹھہرائے، جس کا تجھے کوئی علم نہیں، تو پھر ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ میری ہی طرف میرا لوٹ کر آنا ہے پس میں تمہیں ان باتوں سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے تھے۔

پھر سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَى أَن تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفاً وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ (سورۃ لقمان آیت ۱۶)

اور اگر وہ دونوں (بھی) تجھ سے جھگڑا کریں کہ تُو میرا شریک ٹھہرا جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ اور اُن دونوں کے ساتھ دُنیا میں دستور کے مطابق رفاقت جاری رکھ اور اس کے رستے کی اتّباع کر جو میری طرف جھکا، پھر میری طرف ہی تمہارا لوٹ کر آنا ہے پھر مَیں تمہیں اُس سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے رہے ہو۔

سورۃ لقمان کی آیت ۱۶ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

’’ماں باپ جن کی اطاعت اور فرمانبرداری کی خدا نے سخت تاکید فرمائی ہے۔ خدا کے مقابلہ میں اگر وہ کچھ کہیں تو ہرگز نہ مانو۔ فرمانبرداری کا پتہ مقابلہ کے وقت لگتا ہے۔ کہ آیا فرمانبردار اللہ کا ہے یا کہ مخلوق کا۔ ماں باپ کی فرمانبرداری کا خدا نے اعلیٰ مقام رکھا ہے اور بڑے بڑے تاکیدی الفاظ میں یہ حکم دیا ہے۔ ان کے کفر و اسلام اور فسق و فجور یا دشمن اسلام وغیرہ ہونے کی کوئی قید نہیں لگائی اور ہر

حالت میں ان کی فرمانبرداری کا تاکیدی حکم دیا ہے مگر مقابلہ کے وقت ان کے لیے بھی فرما دیا کہ۔ **وَإِن جَاهَدَاكَ عَلَى أَن تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا** ۔ اگر خدا کے مقابلہ میں آجاویں تو خدا کو مقدم کرو ان کو ہرگز نہ مانو۔ غرض نفس ہو یا دوست ہوں۔ رسم ہو یا رواج ہوں۔ قوم ہو یا ملک ہو۔ ماں باپ ہوں یا حاکم ہوں۔ جب وہ خدا کے مقابلہ میں آجاویں یعنی خدا ایک طرف بلاتا ہے اور یہ سب ایک طرف تو خدا کو مقدم رکھو۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد ۳ صفحہ ۲۳۱)

معزز قارئین! حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔ پہلی دو یہ ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اگرچہ تمہیں جان سے مار ڈالا جائے اور جلا دیا جائے۔ ۲۔ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اپنے اہل اور مال چھوڑنے کا حکم دیں۔

(مسند احمد، مشکوٰۃ جلد ۱ حدیث ۵۴)

معزز قارئین! ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ ابا جان کیا آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضرت حسنؓ نے سوال کیا۔ کیا آپ کو خدا سے محبت ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت حسنؓ نے کہا کہ پھر تو آپ مُشرک ہیں آپ مجھ سے بھی محبت کرتے ہیں اور خدا سے بھی محبت کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ٹھیک ہے کہ مَیں تم سے بھی محبت کرتا ہوں اور خدا سے بھی محبت کرتا ہوں مگر تمہاری محبت اگر خدا کی محبت سے ٹکرا جائے تو مَیں اس کو مسل ڈالوں گا۔

معزز قارئین! ربّ العالمین سے محبت بنیادی بات ہے سب مخلوقات سے محبت اس لئے رکھنی چاہیے کہ ہمارا ربّ خوش ہو۔ اگر صورت حال اس کے برعکس ہو تو فوری طور پر ایسی پُر فریب محبت کو مَسل دینا چاہیے۔ کسی صورت میں بھی شیطان کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دینا چاہیے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’خدا فرماتا ہے ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق بڑی تاکید کی ہے کہ ان سے نیک سلوک کیا جائے۔ ہاں اگر وہ تم سے اس بات کے لیے جھگڑیں کہ تم کسی کو میرا شریک قرار دے دو۔ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں۔ تو پھر ان کی بات نہ مانو۔ یعنی مومن کو جب اس کے ماں باپ سے اچھا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ مومن خدا تعالیٰ سے جو ماں باپ سے بھی زیادہ محسن

اچھا معاملہ نہ کرے۔ اور جب ماں باپ خدا تعالیٰ کے خلاف کوئی بات کہیں تو ان کی بات کو رد نہ کرے۔ بہر حال اس استثناء کے سوا ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۵۹۲)

صحابہ کا دُشمنِ ایمان والدین سے سلوک:

معزز قارئین! چند ایسے صحابہ کرامؓ کے چند ایسے واقعات پیش خدمت ہیں جن میں ان صحابہؓ نے خدا تعالیٰ کی محبت اور رسول اللہ ﷺ سے اپنی محبت کو ثابت کیا ہے۔ والدین اور عزیز رشتہ داروں سے شدید محبت اور اطاعت گزاری کے باوجود جب والدین کی طرف سے یا رشتہ داروں کی طرف سے اُنہیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ سے تعلق قطع کرنے کے لئے کہا گیا تو اُنہوں نے نا صرف انکار کر دیا بلکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی محبت پر تمام رشتوں کو قربان کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے۔

پہلا واقعہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے متعلق ہے ان کے بارے میں حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سعد بن مالکؓ (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ) کے سوا کسی اور کے لئے اپنے ماں باپ کو کبھی اکٹھا نہیں کیا۔ اُحد کے دن آپؐ، سعدؓ سے فرمانے لگے تیر چلاؤ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (اس پر آپؓ نے ایک مشرک کو ایک ایسے تیر سے مار ڈالا جس میں پھل نہیں تھا۔ حضرت سعد بن ابی قاصؓ بیان کرتے ہیں کہ اس پر نبی کریم ﷺ خوشی سے کھلکھلا کر ہنس پڑے) قارئین یہ خوشی اللہ کے اس احسان پر تھی کہ اس نے ایک خطرناک دشمن کو ایک ایسے تیر سے راستہ سے ہٹایا جس کا پھل بھی نہیں تھا) (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب فضائل)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ:

حضرت سعد بن ابی قاصؓ اپنی والدہ کے بے حد فرمانبردار اور خدمت گزار تھے۔ انیس سال کا سن تھا کہ آپ کو آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ ماں کو علم ہوا تو اسے سخت رنج ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک سعد نئے دین کو نہ چھوڑیں گے میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی اور

نہ ان سے بات چیت کروں گی چنانچہ اس قسم کو پورا کیا حتیٰ کہ تیسرے دن بے ہوش ہوگئی اور نقاہت کی وجہ سے اسے غش پر غش آنے لگے۔ اسے اپنے سعادت مند فرزند سے یہ امید تھی کہ اسے مسلسل فاقہ اور تکلیف کی حالت میں دیکھ کر اس کا کہا ضرور مان لے گا اور دین حق سے برگشتہ ہو جائے گا اور ایمان کو اس کی خوشنودی پر قربان کر دے گا لیکن ایمان کا نشہ وہ نہ تھا جو ایسی ترشیوں سے اتر جاتا گو ان پر سخت ابتلاء تھا۔ ایک طرف ماں کی جان کا خیال تھا اور دوسری طرف ایمان کے ضائع ہونے کا۔ ان حالات میں دنیادار لوگ اپنی ماں کو کسی عقیدہ پر قربان کرنے کے لیے بہت کم تیار ہو سکتے ہیں۔ لیکن حضرت سعد ایمان کو ماں کی جان سے بہت زیادہ قیمتی سمجھتے تھے چنانچہ ماں کی اس دھمکی کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا اور اسے صاف کہہ دیا کہ اگر تمہارے قالب میں سو جانیں بھی ہوں اور ایک ایک کر کے ہر ایک جان نکل جائے تو بھی میں اپنے دین کو نہ چھوڑوں گا۔ (اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ ابن اثیر جزری۔ مکتبہ اسلامیہ تہران)

جامع ترمذی میں لکھا ہے کہ:۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے قسم کھائی تھی کہ مَیں اس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گی نہ پیوں گی جب تک مَر نہ جاؤں یا پھر تم دوبارہ کُفر نہ کرو۔ فرماتے ہیں کہ جب انہیں کچھ کھلانا ہوتا تو منہ کھول کر کھلایا کرتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْناً وَإِن جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۔** (سورۃ العنکبوت آیت ۹)

اور ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے حُسنِ سلوک کرے اور (کہا کہ) اگر وہ تجھ سے جھگڑیں کہ تُو میرا شریک ٹھہرائے، جس کا تجھے کوئی علم نہیں، تو پھر ان دونوں کی اطاعت نہ کر۔ میری ہی طرف میرا لوٹ کر آنا ہے پس میں تمہیں ان باتوں سے آگاہ کروں گا جو تم کرتے تھے۔

(جامع ترمذی جلد ۲)

الدرالمنثور میں ہے کہ:۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی والدہ نے ایک دن رات نہ کچھ کھایا نہ پیا اور سخت تکلیف اُٹھائی اس پر سعد نے ان سے کہا'' کہ اے میری پیاری ماں اللہ کی قسم اگر تیری ایک سو جانیں بھی ہوں اور ایک

ایک کر کے میرے سامنے نکلیں تو بھی میں اپنے دین کو ترک نہیں کروں گا۔ان کا یہ عزم دیکھ کر ماں نے پھر کھانا پینا شروع کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ :

جنگ بدر کے وقت تک حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے عبدالرحمان مسلمان نہ ہوئے تھے اور بدر کی لڑائی میں کافروں کی طرف سے لڑے تھے۔ جب وہ مسلمان ہو گئے تو ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہنے لگے کہ غزوہ بدر میں ایک دفعہ میں آپ کو مار سکتا تھا مگر مَیں نے باپ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا تم میری تلوار کے نیچے ہوتے تو کبھی بچ کر نہ جاتے۔

حضرت ابو عبیدہؓ :

جنگ بدر میں حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کا والد اپنے بیٹے حضرت ابوعبیدہؓ کی گھات میں لگا رہا مگر ہر دفعہ حضرت ابوعبیدہؓ ہٹ جاتے اور محفوظ رہتے لیکن جب ان کا والد بار بار ان کے سامنے آیا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے اسے قتل کر دیا۔ (مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابہ باب حلیۃ ابی عبیدہ)

حضرت عبداللہ ذوا لبجادینؓ :

حضرت عبداللہ ذوالبجادین ایک یتیم تھے اور اپنے چچا کے ہاں قیام کرتے تھے۔ چچا نے انہیں بہت سا مال ومتاع دے رکھا تھا لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو چچا نے ان سے سارا مال چھین لیا یہاں تک کہ ان کے کپڑے بھی اُتروا لئے وہ اپنی ماں کے پاس گئے جس نے انہیں ایک چادر دے دی انہوں نے چادر کے دو ٹکڑے کر کے ایک تہبند بنا لیا اور ایک قمیض کے طور پر اوڑھ لی اور اسی حالت میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے حضورؐ نے ان دو چادروں کی وجہ سے ذوالبجادین کا لقب دیا۔

(اسدالغابہ جلد۳ صفحہ ۱۲۲ ابن اثیر ناشر مکتبہ اسلامیہ)

حضرت خالدؓ بن سعیدؓ :

ایک خواب کی بناء پر اسلام لائے۔ان کے والد کو معلوم ہوا تو خالد کو پکڑنے کے لیے کئی آدمی

بھیجے۔ جب وہ انہیں لے آئے تو والد نے انہیں شدید زدوکوب کیا اور انہیں ایک کوڑے سے مارا یہاں تک کہ ان کے سَر پر مارتے مارتے وہ کوڑا ٹوٹ گیا۔

ان کے والد نے سمجھا کہ اب شاید ان کے خیالات بدل گئے ہوں گے اور پوچھا کہ کیا تم اب بھی محمدؐ کی اتباع کرو گے۔ خالد نے جواب دیا خدا کی قسم! یہ سچا دین ہے میں اسی پر قائم رہوں گا۔اس پر والد نے بہت گالیاں دیں اور انہیں قید کر دیا۔ بھوکا اور پیاسا رکھا۔ یہاں تک کہ تین دن اسی حال میں گزر گئے۔ آخر ایک دن موقع پا کر فرار ہو گئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

(طبقات ابن سعد جلد۴ صفحہ ۹۴۔ بیروت ۱۹۵۷ء)

حضرت ابو جندلؓ:

قریش کے ایک لیڈر سہیل بن عمرو کے بیٹے ابوجندلؓ نے مکّہ میں اسلام قبول کیا۔آپؓ کے والد نے قید میں ڈال دیا بیڑیاں پہنا دیں اور کئی برس تک قید میں رکھا۔اور سخت عذابوں میں مبتلا کیا گیا۔ ۶ ہجری میں جب حدیبیہ کا معاہدہ طے پا رہا تھا تو اس وقت حضرت ابوجندلؓ پاؤں میں بیڑیاں پہنے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے مگر آنحضور ﷺ نے ایفائے عہد کا نمونہ پیش کرتے ہوئے انہیں واپس لوٹا دیا۔ (اسدالغابہ جلد ۱۱ صفحہ ۵۹ ترجمہ پروفیسر غلام ربانی عزیز مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور)

حضرت عیاش بن ربیعہؓ:

حضرت عیاش بن ربیعہؓ ابوجہل کے ماں کی طرف سے بھائی تھے۔اسلام لانے کے بعد حبشہ پھر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ابوجہل مدینہ آیا اور حضرت عیاشؓ کو کہا کہ تمہاری والدہ تمہاری جدائی سے سخت بے قرار ہے اور اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک وہ تمہیں دوبارہ نہ دیکھ لے سر میں تیل نہ ڈالے گی نہ سایے میں بیٹھے گی اس پر حضرت عیاشؓ مکّہ آ گئے لیکن ابوجہل نے آپ کو قید میں ڈالا اور آپ کو ہر قسم کی تکالیف پہنچانا شروع کر دیں۔ (طبقات ابن سعد جلد۴ صفحہ ۱۲۹ بیروت ۱۹۸۵)

حضرت ولید بن ولیدؓ:

حضرت ولید بن ولیدؓ جنگ بدر کے بعد مسلمان ہوئے تو ان کے بھائیوں نے انہیں قید کر کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ (طبقات ابن سعد جلد۴ صفحہ۱۲۹ بیروت ۱۹۸۵)

حضرت اُمّ سلمہؓ:

حضرت ابوسلمہؓ مسلمان ہوئے تو قریش نے آپؓ پر بہت مظالم کئے یہاں تک کہ آپؓ نے مدینہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا چنانچہ اپنی بیوی حضرت اُمّ سلمہؓ کے قبیلہ بنی مغیرہ کو علم ہوا تو انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کو یہ کہہ کر زبردستی روک لیا ہم اپنے قبیلہ کی عورت کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے۔

چنانچہ حضرت ابوسلمہؓ کیلے مدینہ روانہ ہوئے جب حضرت ابوسلمہؓ کے قبیلہ بنو اسد کو خبر پہنچی تو انہوں نے اُمّ سلمہؓ سے ان کا شیر خوار بیٹا سلمہؓ یہ کہہ کر چھین لیا کہ یہ ہمارے قبیلہ کا فرد ہے اسے ہم تمہارے پاس نہیں رہنے دیں گے اس طرح بیوی کو خاوند سے اور بیٹے کو ماں سے جدا کر دیا گیا۔

حضرت اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں کہ:۔

روزانہ صبح باہر نکل جاتی اور ویرانوں میں بیٹھ کر آنسو بہاتی رہتی اس طرح پورا ایک سال گزر گیا یہاں تک کہ بنو مغیرہ کے ایک آدمی کو رحم آ گیا اور ان کو بچہ واپس کر دیا گیا اور آپؓ اپنا بچہ لے کر مدینہ روانہ ہو گئیں۔ (اسد الغابہ جلد۵ صفحہ۱۵۸۸ ابن اثیر ناشر مکتبہ اسلامیہ)

حضرت محیصہؓ بن مسعود:

رسول اللہ ﷺ کے حکم پر حضرت محیصہؓ نے ایک یہودی ابن سنینہ کو اچانک حملہ کر کے قتل کر دیا۔ حویصہ بن مسعود (بھائی) حضرت محیصہؓ سے عمر میں بڑا تھا اور اب تک اسلام نہیں لایا تھا اپنے بھائی کو مارنے لگا اور کہا تو نے اسے قتل کر دیا حالانکہ تو نے اس کی بہت سی چربی کھائی ہے۔ حضرت محیصہؓ نے کہا بخدا جس نے مجھے اس کے قتل کا حکم دیا ہے اگر وہ مجھے تمہارے قتل کا حکم دیں تو میں ابھی تمہاری گردن ماردوں۔ حویصہ نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ واقعی اگر محمد ﷺ تم کو میرے قتل کا حکم دیں تو تم مجھ کو قتل کر

دو گے انہوں نے کہا بے شک اگر وہ مجھے تمہارے قتل کا حکم دیں تو میں تمہاری گردن ماردوں گا حویصہ نے کہا بخدا جس دین نے تم میں یہ انقلاب کر دیا ہو وہ بڑا عجیب ہوگا۔ اور پھر وہ اسلام لے آیا۔

(تاریخ طبری حصہ اول صفحہ ۲۱۵)

بہادر لڑکی:

حضرت جلیبیبؓ اچھی شکل وصورت کے مالک نہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے انصار کے ایک معزز گھرانے کی لڑکی کے ساتھ ان کا رشتہ تجویز کیا۔ مگر لڑکی کے ماں باپ کو اس پر اعتراض تھا۔ لڑکی کو اس کا علم ہوا تو قرآن کریم کی درج ذیل آیت پڑھی۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيناً۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۷)

یعنی کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کے لیے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو اپنے معاملہ میں ان کو فیصلہ کا اختیار باقی رہے۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ بہت کھلی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔

پھر کہا اس صریح حکم خداوندی کے ہوتے ہوئے میں حیران ہوں کہ آپ اس تجویز کے کیوں مخالف ہیں۔ میں اس رشتہ پر رضامند ہوں۔ جو مرضی رسول کریم ﷺ کی ہے وہ ہی میری ہے۔ رسول کریم ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپؐ بہت مسرور ہوئے اور اس لڑکی کی دینی ودُنیاوی فلاح کے لیے دُعا کی۔ (الاستیعاب برحاشیہ اصابہ جلد اول صفحہ ۲۵۹ از ابن عبدالبر۔ مطبع مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۳۹ء)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ نئی تخلیق میں جب ابنِ آدم اپنے جلالی تخت پر بیٹھے گا تو تم بھی جو میرے پیچھے چلے آئے ہو بارہ تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کرو گے اور جس کسی نے گھروں، بھائی بہنوں، ماں باپ، بچوں یا کھیتوں کو میری خاطر چھوڑ دیا ہے وہ سو گنا پائے گا اور ہمیشہ کی

زندگی کا وارث ہوگا۔لیکن بہت سے جو اوّل ہیں آخر ہو جائیں گے اور جو آخر ہیں، اوّل۔''

(متی باب۴ آیت ۲۹،۳۰)

مزید حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اگر کوئی میرے پاس آتا ہے لیکن اس محبت کو جو وہ اپنے والدین، بیوی بچوں اور بھائی بہنوں اور اپنی جان سے رکھتا ہے، قربان نہیں کرسکتا تو وہ میرا شاگرد نہیں ہوسکتا۔'' (لوقا۲۰:۱۴)

صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ کا دشمن ایمان والدین سے سلوک

معزز قارئین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہؓ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شاندار نمونے قائم کیے ہیں۔ چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب قادیانی:

حضرت بھائی عبدالرحمانؓ گھر والوں کے علم میں لائے بغیر قادیان پہنچے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی اور وہیں کے ہو رہے۔ گھر سے آئے کافی دن ہو گئے تھے اس لیے والدین اور بھائی بہنوں کو تشویش ہوئی ڈھونڈتے ڈھونڈتے والد صاحب قادیان پہنچ گئے۔ والد صاحب نے بڑی مصلحت سے اور بڑی منت وسماجت اور لجاہت سے کہا کہ تمہاری ماں کی بینائی زائل ہو رہی ہے سب ترس گئے ہیں ایک دفعہ ہو آؤ تمہیں میں دو ہفتہ میں پھر چھوڑ جاؤں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پہلے تو والد صاحب کے ساتھ بھیجنے سے انکار فرمایا پھر کسی القاء یا اشارہ کے سبب فرمایا کہ باپ کے ساتھ چلے جاؤ بشرطیکہ وہ واپس آنے کی تحریری ضمانت دیں۔

یہ فیصلہ سن کر بھائی عبدالرحمان پر اپنے محبوب سے جدائی کا تصور جان لیوا ہونے لگا۔ پرانے واقعات تازہ ہونے لگے۔ جدائی کے عظیم صدمہ کے علاوہ گھر پہنچتے ہی شدید اذیتوں کا سامنا واضح تھا۔ فوراً خلوت میں گئے اور چند منٹوں کے لیے خدائے حی وقیوم کے آستانہ پر جھکے روئے اور گڑگڑائے کہ مولیٰ اپنے فضل سے بہتری فرما۔ میں تو ہر صورت میں تیرے مسیح کی اطاعت کروں گا۔ دعا سے آپ کو

ایک سکینت ملی۔ حضرت حکیم نور دین صاحب نے تجویز دی کہ بھائی عبدالرحیم صاحب کو ساتھ بھیج دیا جائے۔ تو حضرت اقدس نے فرمایا اور اس وقت حضور کا چہرہ مبارک سرخ تھا اور آواز میں ایک جلال شوکت اور رعب تھا۔

''نہیں مولوی صاحب! ہمیں نام کے (احمدیوں کی) ضرورت نہیں ہمارا ہے تو آ جائے گا ورنہ کوڑا کرکٹ جمع کرنے سے کیا حاصل؟''

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رومیوں کے خلاف لڑنے کے لئے تبوک کی جانب سفر کر رہے تھے۔ اثنائے راہ میں سے جب کوئی آپؐ کے ساتھ سے پیچھے رہ جاتا اور صحابہؓ اس کی اطلاع آپؐ کو دیتے تو آپؐ فرماتے ''جانے دو اگر ان کی شرکت ہمارے لئے سودمند ہے تو اللہ بہت جلد اسے تم سے ملا دے گا اور اگر اس کے خلاف ہے تو اس کا ساتھ نہ آنا اچھا ہی ہوا کہ اس کی طرف سے اللہ نے تم کو مطمئن کر دیا)

(تاریخ طبری حصہ اول صفحہ ۴۴۰)

قادیان دارالامان سے نکل کر ہر لمحہ اذیت ناک تھا۔ دوران سفر تو والد صاحب کا رویہ نرم رہا اور چوری چھپے نماز پڑھ لینے کی اجازت دیئے رکھی مگر اپنے علاقہ میں پہنچتے ہی فضا یکسر بدل گئی۔ بھائی عبدالرحمان صاحب چاروں طرف سے مصائب میں گھر گئے۔ ماں اور باپ آپ کی زندگی کو ایک لعنت قرار دیتے ہوئے موت کی تمنا کرتے۔ بہن بھائی سب خون کے پیاسے ہو گئے۔ سب عزیز واقرارب زبانی سختی اور طعن وتشنیع تک محدود نہ رہے بلکہ ہاتھوں اور لاتوں سے گزر کر چھڑیوں اور لاٹھیوں کے استعمال تک بات جا پہنچی۔ چھریوں اور کلہاڑیوں تک سے آپ پر حملے ہوئے۔ آپ کو گرا کر کئی رشتہ دار اکٹھے چھاتی پر بیٹھ بیٹھ کر اذیت پہنچاتے۔ اسی طرح کی شدید تکالیف کے سبب آپ یہاں آٹھ نو ماہ کے عرصہ قیام کو ہمیشہ نہایت درجہ درد وغم اور رنج وستم کا زمانہ قرار دیتے تھے۔ کیونکہ ظلم وتشدد کا کوئی طریق نہ تھا جو آپ کے بزرگوں اور عزیزوں نے آزمانے کی کوشش نہ کی ہو۔

اس کرب ناک صورت احوال اور درد انگیز کیفیت قلب وروح کے ساتھ آپ کو قادیان کی یاد ستاتی۔ ان دنوں صبر وتحمل کے ساتھ ساتھ شب وروز دعائیں کرتے اور فرماتے کہ ہر طرح کے ان مظالم میں میرے لیے دو باتیں ڈھارس تھیں پہلی یہ کہ حضرت مسیح موعود بہت دفعہ آیت قرآنی **احسب**

الناس ان یترکوا.... پڑھتے اوراس کا مضمون بیان فرماتے جس سے زندگی کی جھلک اورامید کی لہر دوڑنے لگتی ،مشکلات اورابتلاؤں پرفتح پانے اور غالب آنے کی قوت وعزم میسر آ جاتا اور دل کو غیر معمولی سکون ویقین ملتا۔دوسری بات حضرت مسیح موعود کا مشہور مقولہ ’’خداداری چہ غم داری‘‘ سچا حوصلہ عطا کرنے کا ذریعہ تھی۔

جسمانی تشدد ،ذہنی اذیت اور معاشرتی دباؤ ایک طرف دوسری طرف ترغیب وتحریص اور سمجھانے بجھانے کا سلسلہ رات کو جاری رہتا والدہ ،ہمشیرہ اور دونوں بھائی اپنی جدائی ،محبت اور مذہبی تعصب کے حوالے سے زور دیتے رہے کہ احمدیت کو ترک کردو۔

یہ سب کچھ تو والدین کے پاس پہنچ کر دیکھنا پڑا ادھر قادیان میں دو ہفتے کا کہہ کرآئے تھے اس لیے مہینوں کے گزرنے پر وہاں تشویش بڑھنے لگی۔حضرت مولوی خدا بخش صاحب جالندھری نے آپ کے حالات معلوم کرنے کا مصمم ارادہ کیا اور پرمشقت مسافت طے کرکے آپ کے پاس پہنچے اور چوری چھپے آپ کے حالات معلوم کرکے واپس چلے گئے۔

ایک لمبا عرصہ گزرنے کے ساتھ ساتھ والد صاحب نے آپ کو بھی اپنے ساتھ کام پر لگا لیا تھا اورارادہ کیا کہ ان کو الگ حلقہ لے دیں کہ انہی دنوں محکمانہ تبادلہ ہوا اور جلدی جلدی سب کو نئے ہیڈ کوارٹر لدھڑ نزد بہلول پور آنا پڑا۔اس دوران زیادہ مدد اور نگرانی والد صاحب کے بھتیجے راج کرن نے کی جو کہ نہایت متعصب ہندو تھا۔کئی دفعہ حضرت بھائی جی سے ہاتھا پائی اور لاٹھی سوٹا ہوا۔وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ ایک دن کسی ضرورت کے لیے خاندان کی ایک بوڑھی خاتون کو گاؤں سے لانے کے لیے آپ کی ڈیوٹی لگی جو اس اذیت ناک فضا سے نجات کی بنیاد بنی۔سفر کے لیے آپ کو سانگلہ ہل سے ٹرین پر سوار ہونا تھا ۔ایک مددگار ساتھ کر دیا گیا جسے سٹیشن کے قریب پہنچ کر آپ نے واپس کر دیا اور خود ٹکٹ لے کر عازم سیالکوٹ ہوئے وہاں احباب سے مل کر قادیان کی طرف روانہ ہو گئے۔اس طرح قریباً نو ماہ کی تلخ جدائی کے بعد آپ کو پھر سے قادیان میں امان ملی۔خدا کے مسیح نے فرمایا تھا **’’ہمارا ہے تو آجائے گا‘‘** چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حضرت اقدس مسیح موعود از حد مسرور اور شادماں ہوئے اور فرمایا:

’’آپ آ گئے بہت اچھا ہوا۔آپ کے والد صاحب نے وعدہ کا پاس نہ کیا اور آپ کو روک کر تکلیف میں ڈالا۔ہمیں بہت فکر تھی مگر شکر ہے کہ آپ کو اللہ نے ثابت قدم رکھا اور کامیاب فرمایا۔مومن قول کا پکا اور وفادار ہوتا ہے۔‘‘

قادیان دارالامان پہنچ کر آپ ماں باپ اور بہن بھائیوں کی محبتوں سے کہیں بڑھ کر زیادہ سچی اور وسیع محبت میں بسنے لگے۔دوسری طرف جاننے والے ہندوؤں کے سینوں پر سانپ لوٹ گئے۔ آپ کو اغوا کرنے کی چار پانچ بار کوشش ہوئی۔مگر خدا نے ہر طرح آپ کو ثابت قدم رکھا۔

حضرت بھائی عبدالرحمان صاحب نے والد صاحب اور دیگر عزیزوں کی ساری کوششیں دیکھتے ہوئے آخرکار ایک فیصلہ کیا اور اپنی والدہ محترمہ کے نام ایک مفصل خط لکھا کہ بالفرض آپ لوگ مجھے پکڑ لے جانے میں کامیاب بھی ہو جائیں اور میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کا قیمہ بھی بنا دیں تب بھی میرے ہر ذرہ سے صدائے حق ہی بلند ہوگی۔یہ خط نتیجہ خیز ثابت ہوا اور گھر سے مخالفانہ پر تشدد کوششوں کا سلسلہ بکلی ختم ہو گیا۔

۱۹۰ء کے دوران گھر کی طرف سے اطمینان ہوا مگر تپ دق کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ہر طرح کا علاج بے اثر معلوم ہونے لگا۔علم ہونے پر حضرت مسیح موعود نے دعا شروع کی اور دوائی بھی بتائی جس سے دیکھتے ہی دیکھتے گویا مردہ زندہ ہونے لگا۔ایک دن حضرت اقدس کی زیارت ہوئی۔حضور نے احوال پوچھے تو کہنے لگے۔’’حضور موت کے بعد ایک نئی زندگی معلوم ہوتی ہے‘‘۔

اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ٹھیک ہے کفر کا گوشت پوست تھا وہ جاتا رہا اب سب خیر ہے۔اسی دوران علالت کی خبریں سن کر والدہ قادیان آگئیں اس طرح حضرت بھائی جی کے سکون و اطمینان کے علاوہ مناسب خوراک اور دیکھ بھال کا انتظام ہو گیا۔والدہ صاحبہ حضرت اقدس کے گھر کی خواتین اور عام احباب کے غیر معمولی حسن سلوک سے از حد متاثر ہوئیں۔

آخر حضرت اقدس کی اجازت سے والدہ اپنے بیٹے کو ساتھ گھر لے گئیں اور بڑی ہمت و جرآت سے اپنے پاس رکھا اور کسی کے اعتراض کی پرواہ نہ کی بلکہ نمازیں وغیرہ پڑھنے کی کھلی اجازت دی۔حضرت بھائی جی قریباً ڈیڑھ ماہ کا عرصہ گھر رہ کر والدہ صاحبہ کی اجازت سے پھر قادیان واپس آ گئے

اور ساری زندگی وہیں گزاری۔

(خلاصہ از الحکم مئی۔جون ۱۹۳۸ء کے متعدد پرچے۔بحوالہ جنت کا دروازہ۔شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

حضرت شیخ عبدالرحیم صاحب شرماؓ:

(سابق کشن لعل) ہندوؤں سے احمدی ہوئے۔آغاز میں انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ مگر ایک دن والدہ نے نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔جب وہ برہم ہوئیں تو شیخ صاحب نے فرمایا:''میں (احمدیت) کو سچا مذہب سمجھتا ہوں۔میں نے اس کو آزمایا ہے میں اس کو کسی طرح چھوڑ نہیں سکتا محض آپ کی خاطر اپنے ایمان کو چھپایا ہوا تھا اگر آپ ناراض ہوں گی اور مخالفت کریں گی تو میں اعلانیہ طور پر (احمدی) ہو جاؤں گا اور گھر چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا۔

آخر والدہ اس بات پر رضامند ہو گئیں کہ شیخ صاحب چھپ کر نماز پڑھ لیں مگر اپنے دین کی تبدیلی کا اعلان نہ کریں۔کچھ عرصہ بعد شیخ صاحب نے اپنے احمدی ہونے کا عام اعلان کر دیا۔برادری کے زور دینے پر والدہ نے ان کے ساتھ قطع تعلقی کر دی۔فرماتے ہیں:۔

برادری کے ڈر سے نہ میں ہی والدہ سے مل سکتا تھا اور نہ میری والدہ مجھ سے مل سکتی تھیں۔ میری والدہ صاحبہ کو مجھ سے بے حد محبت تھی۔وہ میری جدائی کو برداشت نہ کر سکتی تھیں۔اور روتی رہتی تھیں۔شام کو دفتر بند کر کے جب میں احمدیہ بیت الذکر کو جاتا اور اپنے محلّہ کے پاس سے گزرتا۔تو میری والدہ مجھ کو دیکھنے کے لیے بازار کے ایک طرف کھڑی ہو جاتیں۔یہ نظارہ بہت تکلیف دہ ہوتا۔جب میں ادھر سے گذرتا تو اپنی والدہ کو روتے ہوئے پاتا۔اکثر تو روتے روتے ان کی گھگھی بندھ جاتی۔اور دور تک ان کے رونے کی آواز سنائی دیتی۔مجھ کو بہت تکلیف ہوتی۔مگر برادری کے ڈر سے ہم نہ مل سکتے تھے۔شیخ صاحب قادیان ہجرت کر گئے۔بالآخر ان کی والدہ بھی قادیان آ گئیں اور بیعت کر لی۔

(رفقاء احمد جلد ۱۰ صفحہ ۴۱ تا ۶۷)

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ:

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری نے بیعت کی تو مخالفت پورے زور سے جاری ہو

گئی۔اس میں عوام کے علاوہ آپ کے والدین اور چھوٹا بھائی بھی شامل تھے۔مگر آپ استقامت سے ایمان پر قائم رہے اور تبلیغ کرتے رہے۔ایک سال کے اندر اندر آپ کے والد صاحب، چھوٹا بھائی اور دونوں بھاوجوں نے بیعت کر لی۔آپ کے بڑے بھائی نے خلافت اولیٰ میں بیعت کی۔

(رفقاء احمد جلد ۱۰ صفحہ ۲۱۵)

چوہدری بشیر احمد صاحب وڑائچ:

رجوعہ ضلع گجرات نے ۱۹۵۷ء میں احمدیت قبول کی۔والد نے آپ کی شدید مخالفت کی اور جائیداد سے عاق کر دیا تو آپ اپنے ماموں کے پاس چلے گئے۔ان کے والد نے ان کو سمجھانے کے لیے چھوٹے بیٹے کو بھیجا مگر وہ بھی احمدی ہو گئے۔اور دونوں بھائی واپس آ گئے مگر پھر سخت مخالفت کی وجہ سے سندھ چلے گئے اور اپنے ایمان پر قائم رہے یہاں تک کہ والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی بناء پر انہوں نے خود کہا کہ تم جس مذہب پر چاہو قائم رہو ہم تمہیں کچھ نہیں کہیں گے تب وہ چار سال کے بعد گھر واپس آ گئے۔ (روزنامہ الفضل ۹ مارچ ۲۰۰۱ء)

مندرجہ ذیل حکم قرآن کی اطاعت کے مندرجہ بالا شاندار نمونے ہیں:

لَا تَجِدُ قَوْماً يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوبِهِمُ الْإِيْمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

تُو کوئی ایسے لوگ نہیں پائے گا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے ایسے لوگوں سے دوستی کریں جو اللہ اور اس کے رسول سے دُشمنی کرتے ہوں،خواہ وہ اُن کے باپ دادا ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے ہم قبیلہ لوگ ہوں۔یہ وہ (باغیرت) لوگ ہیں جن کے دل میں اللہ نے ایمان لکھ رکھا ہے اور ان کی وہ اپنے امر سے تائید کرتا ہے اور وہ انہیں ایسی جنّتوں میں داخل کرے گا

جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ اُن میں ہمیشہ رہتے چلے جائیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہی اللہ کا گروہ ہیں۔ خبردار! اللہ ہی کا گروہ ہے جو کامیاب ہونے والے لوگ ہیں۔ (سورۃ المجادلہ آیت ۲۳)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ مندرجہ بالا آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ میں **هُم** کی ضمیر صحابہؓ کی طرف جاتی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ صحابہؓ پر روح القدس اُترتا تھا۔ اس پہلو سے عیسائیوں کے لیے اس فخر کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کہ حضرت مسیحؑ پر روح القدس اُترتا تھا۔ وہ تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلاموں پر بھی اُترتا تھا اور ان کا مددگار رہتا تھا۔

چند مزید آیات قرآنیہ:

معزز قارئین! آیئے چند مزید آیات قرآنیہ پر غور کرتے ہیں جن میں والدین کے حقوق کے متعلق ذکر ہے۔

قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَلَا تَقْتُلُواْ أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُواْ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔ (سورۃ الانعام آیت ۱۵۲)

تُو کہہ دے آؤ میں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے ربّ نے تمہارے لیے حرام کر دیا ہے (یعنی) یہ کہ کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور (لازم کر دیا ہے کہ) والدین کے ساتھ احسان سے پیش آؤ اور رزق کی تنگی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم ہی تمہیں رزق دیتے ہیں اور اُن کو بھی۔ اور تم بے حیائیوں کو جو اُن میں ظاہر ہوں اور جو اندر چھپی ہوئی ہوں (دونوں کے) قریب نہ پھٹکو۔ اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ نے حرمت بخشی ہو قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہی ہے جس کی وہ تمہیں سخت تاکید کرتا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔

قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئاً

وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً۔ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''اس آیت کو بعینہ ظاہری لفظوں میں دیکھا جائے تو یہ مطلب بنے گا تم پر حرام کر دیا ہے اللہ نے کہ خُدا کا شریک ٹھہراؤ یا دنیاوی تعلقات میں والدین کا شریک ٹھہراؤ کیوں کرو ایسا **إِحْسَاناً**۔ احسان کے پیشِ نظر کیونکہ اللہ کا بھی ایک ایسا احسان ہے تم پر جس میں کوئی کائنات میں اور شریک نہیں ہے بلکہ ساری کائنات اس کے احسان کا ایک مظہر ہے۔ تم پر احسان کیا تو کائنات وجود میں آئی تم پر احسان کرنا مقصود تھا تو کائنات کو پیدا کیا گیا تو اتنے بڑے احسان کے بدلے اگر تم اس کے شریک ٹھہرانے لگو تو اس سے زیادہ بے حیائی اور ناشکری ممکن ہی نہیں ہے۔ اور تمہیں وجود کی خلعت بخشی ماں باپ نے، ماں باپ نہ ہوں تو تمہاری دنیاوی وجود میں نہ آئے۔ تو یہ دونوں اقدار مشترک ہیں۔ مشترکہ اقدار ہیں۔ خُدا تعالیٰ کی تخلیق میں اور ماں باپ کے اپنے بچوں کو پیدا کرنے میں یہ دونوں قدر مشترک ہیں اور جو احسان فراموش ہیں وہ تو یہ بھی کہہ دیتے ہیں ہم نے کب خُدا سے کہا تھا کہ ہمیں پیدا کرو۔ اگر اپنی خاطر پیدا کیا تھا جو کچھ بھی کیا تو اس لوتھڑے کو سینے سے لگائے کیوں پھرے۔ کیوں اس کی تکلیفیں برداشت کیں۔ کیوں اس کو پال پوس کر پیار سے جو چیزیں اپنے اوپر خرچ کر سکتے تھے اپنی ذات کی قربانی کی ان پر خرچ کیے بچپن سے کتنے نخرے برداشت کیے۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ اپنی خاطر نہیں کی۔ تمہاری خاطر ہی کیا ہے۔ اور احسان جو ہے وہ ان دونوں صورتوں میں بے مثال ہیں کسی اور رشتے میں وہ احسان دکھائی نہیں دیتا جو خُدا کے احسان سے مشابہ ہو جو ماں باپ اور بچے کے رشتے میں دکھائی دیتا ہے پس یہ وہ مضمون ہے اگر آپ غور کریں اس پر تو بڑے عظیم مطالب اس سے نکلتے ہیں۔ بنیادی طور پر احسان فراموشی کو سب سے بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ بنیادی طور پر احسان نا فراموشی کی تاکید فرمائی گئی یا احسان فراموشی کو حرام کر دیا۔'' (خطبہ جمعہ ۲۴ جنوری ۱۹۹۷ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ عدل اور احسان کے مضمون کا فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنی عبادت اور توحید کی تعلیم دی وہاں فوری توجہ دلائی کہ میرے حق تو

ادا کرو۔ضرور کرنے ہیں تم نے اس کے بغیر تو تمہارا چارہ کچھ نہیں مگر یاد رکھنا والدین کے ساتھ بھی احسان کا سلوک کرنا۔اور پھر فرمایا کہ اگر وہ تم پر زیادتی بھی کریں تو اُف تک نہیں کہنی۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں یہ رجحان ہے کہ ماں باپ کے باقی سب احسان بھلا کر کہیں زیادتی ہو تو اُف کہہ بیٹھتے ہیں اور بعض ایسے بھی بدنصیب ہیں کہ صرف اس جھگڑے میں کہ فلاں بیٹے کو تم نے زیادہ دے دیا یا فلاں بیٹی کو زیادہ دے دیا ہے۔ماں باپ سے باقاعدہ لڑائی مول لے بیٹھتے ہیں قضاؤں میں پہنچ جاتے ہیں وہ جھگڑے پیچھا ہی نہیں چھوڑتے پھر کوئی اس بات کی حیا نہیں کرتے کہ احسان کا ذکر خدا نے فرمایا ہے تم پر ماں باپ نے رحم کیا تھا تم پر احسان کیا تھا۔تم بھی اس رحم کے مقابل پر احسان کا سلوک کیا کرو۔عدل کا نہیں فرمایا اور اس میں بڑی حکمت ہے عدل کا ذکر نہ کرنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان سے ناانصافی سے پیش آؤ۔مطلب یہ ہے کہ تم نے جب ماں باپ کے معاملے میں کوئی زیادتی دیکھی ہے تو عدل کے جھگڑے میں نہ پڑ جانا۔یہ سوچنا کہ اللہ نے تمہیں احسان کی تعلیم دی ہے اور احسان عدل سے بالا ہے احسان میں عدل کے بکھیڑوں میں نہیں انسان پڑتا بلکہ احسان کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے اگر کوئی زیادتی بھی کر دی ہے تو تم وسیع حوصلگی دکھاؤ اس سے چشم پوشی کرو۔" (خطبہ جمعہ ۲۹ ستمبر ۱۹۹۵ء)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِناً وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا تَبَاراً۔ (سورۃ نوح آیت ۲۹)

اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور اسے بھی جو بحیثیت مومن میرے گھر میں داخل ہوا اور سب مومن مردوں اور سب مومن عورتوں کو۔اور تُو ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا۔(اللہ سے علم پا کر بددُعا کی گئی تھی)

اس دُعا کو کثرت سے پڑھنا چاہیے۔اگر والدین میں کچھ کمزوریاں ہوں تو بھی دُعا ہی کریں والدین سے بدتمیزی ہرگز نہ کریں۔مندرجہ ذیل آیت میں دیکھیے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے والد کو جو مُشرک تھا کس طرح دینِ حق کی طرف بُلاتے ہیں۔اُس کے انکار پر بھی یہی فرماتے ہیں کہ میں تیرے لئے اپنے ربّ سے مغفرت طلب کروں گا۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيْهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنكَ شَيْئاً۔يَا أَبَتِ إِنِّيْ قَدْ جَاءنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْ أَهْدِكَ صِرَاطاً سَوِيّاً۔يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيّاً۔يَا أَبَتِ إِنِّيْ أَخَافُ أَن يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيّاً۔قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ آلِهَتِيْ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيّاً۔قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ إِنَّهُ كَانَ بِيْ حَفِيّاً۔وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّيْ عَسَى أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّيْ شَقِيّاً۔ (سورۃ مریم آیات ۴۳ تا ۴۹)

جب اُس نے اپنے باپ سے کہا اے میرے باپ! تُو کیوں اُس کی عبادت کرتا ہے جو نہ سُنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے اور تیرے کسی کام نہیں آتا۔اے میرے باپ! یقیناً میرے پاس وہ علم آ چکا ہے جو تیرے پاس نہیں آیا۔پس میری پیروی کر۔مَیں ٹھیک راستے کی طرف تیری رہنمائی کروں گا۔اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر۔شیطان یقیناً رحمان کا نافرمان ہے۔اے میرے باپ! یقیناً مَیں ڈرتا ہوں کہ رحمان کی طرف سے تجھے کوئی عذاب پہنچے۔پس تُو (اُس وقت) شیطان کا دوست نکلے۔ اُس نے کہا کیا تُو میرے معبودوں سے انحراف کر رہا ہے۔اے ابراہیم! اگر تُو باز نہ آیا تو یقیناً مَیں تجھے سنگسار کر دوں گا اور تُو مجھے لمبے عرصے تک تنہا چھوڑ دے۔اُس نے (ابراہیم نے) کہا تجھ پر سلام۔مَیں ضرور اپنے ربّ سے تیرے لیے مغفرت طلب کروں گا۔یقیناً وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔اور مَیں تمہیں چھوڑ کر چلا جاؤں گا اور اُن کو بھی جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔اور مَیں اپنے ربّ سے دُعا کروں گا۔ عین ممکن ہے کہ مَیں اپنے ربّ سے دُعا کرتے ہوئے بدنصیب نہ رہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً۔

(بنی اسرائیل آیت ۲۷)

اور قرابت داروں کو اس کا حق دے اور مسکین کو بھی اور مسافر کو بھی مگر فضول خرچی نہ

کر۔(حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ مسکین سے مراد والدین بھی ہیں)

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۱۶)

یعنی وہ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔تُو کہہ دے کہ تم (اپنے) مال میں سے جو کچھ بھی خرچ کرنا چاہو تو والدین کی خاطر کرو اور اقرباء کی خاطر اور یتیموں کی خاطر اور مسکینوں کی خاطر اور مسافروں کی خاطر۔اور جو نیکی بھی تم کرو تو اللہ یقیناً اس کا خوب علم رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی چند صفات بیان کر کے اُن کی جزاء کا ذکر کرتے ہوئے قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے:۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيْناً وَيَتِيْماً وَأَسِيْراً۔إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَاء وَلَا شُكُوراً۔ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْماً عَبُوساً قَمْطَرِيْراً۔ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُوراً ۔وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيْراً ۔ مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْساً وَلَا زَمْهَرِيْراً۔ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيْلاً ۔وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۔قَوَارِيْرَ مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيْراً۔وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَأْساً كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيْلاً۔عَيْناً فِيْهَا تُسَمَّى سَلْسَبِيْلاً۔وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤاً مَّنثُوراً۔وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيْماً وَمُلْكاً كَبِيْراً۔عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَاباً طَهُوراً۔ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاء وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُوراً۔ (سورۃ الدھر آیات ۹،۲۳)

''اور وہ کھانے کو،اس کی چاہت کے ہوتے ہوئے ،مسکینوں اور یتیموں اور اسیروں کو کھلاتے ہیں۔ہم تمہیں محض اللہ کی رضا کی خاطر کھلا رہے ہیں،ہم ہرگز نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کوئی شکریہ۔یقیناً ہم اپنے ربّ کی طرف سے (آنے والے) ایک تیوری چڑھائے ہوئے ،نہایت سخت دن کا خوف رکھتے ہیں۔پس اللہ نے انہیں اس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور لطف عطا کیے۔اور اس نے اُن کو بسبب اس کے کہ انہوں نے صبر کیا ایک جنّت اور ایک قسم کے ریشم کی جزا دی۔اور اُس کے سائے اُن پر جھکے ہوئے ہوں گے اور اس کے میوے پوری طرح جھکا دیے جائیں گے۔اور ان پر چاندی کے برتنوں کا دور چلایا جائے گا اور ایسے کٹوروں کا جو شیشے کے ہوں گے۔ایسے شیشے جو چاندی سے بنے ہوں گے اور انہوں نے ان کو بڑی مہارت سے ترتیب دیا ہوگا۔اور وہ اُس میں ایک ایسے پیالے سے پلائے جائیں گے جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔ایک ایسا عجیب چشمہ اس میں ہوگا جو سلسبیل کہلائے گا۔اور ان (کی خدمت) پر ہمیشگی عطا کیے ہوئے بچے گھومیں گے۔جب تُو انہیں دیکھے گا تو انہیں بکھیرے ہوئے موتی گمان کرے گا۔اور جب تُو نظر دوڑائے گا تو وہاں ایک بڑی نعمت اور ایک بہت بڑا ملک دیکھے گا۔ان پر باریک ریشم کے سبز لباس ہوں گے اور موٹے ریشم کے بھی اور وہ چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور انہیں اُن کا ربّ شرابِ طہور پلائے گا۔یقیناً یہ ہے جو تمہارے لیے بدلہ کے طور پر ہوگا اور تمہاری سعی مشکور ہوگی۔''

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام **وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِيْناً وَيَتِيْماً وَأَسِيْراً** کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اس آیت میں **مسکین سے مراد والدین** بھی ہیں کیونکہ وہ بوڑھے اور ضعیف ہو کر بے دست و پا ہو جاتے ہیں اور محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالنے کے قابل نہیں رہتے۔اس وقت ان کی خدمت ایک مسکین کی خدمت کے رنگ میں ہوتی ہے۔اسی طرح اولاد جو کمزور ہوتی ہے اور کچھ نہیں کر سکتی اگر یہ اس کی تربیت اور پرورش کے سامان نہ کرتے تو وہ گویا یتیم ہی ہے۔پس ان کی خبر گیری اور پرورش کا تہیہ اس اصول پر کرے تو ثواب ہوگا۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۵۹۹)

اس ضمن میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''یہ ایک بہت ہی عارفانہ نکتہ ہے جو پہلے کسی عالم کو نہیں سوجھا کہ اس (آیت) میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں۔ جو اپنی دلی مسکینی اور عاجزی کی وجہ سے بچوں سے کچھ مطالبہ نہیں کرتے، کچھ نہیں کہتے کہ ان کو کیا ضرورت ہے۔ تو ایسے بچوں کو چاہیے کہ خود اپنے والدین کی احتیاجوں اور ضرورتوں پر نگاہ رکھیں اور ان کی ہر ضرورت کو ان کے مانگنے سے پہلے دے دیا کریں۔ کیونکہ مسکین وہ ہے جو مانگتا نہیں، غربت اور بدحالی کے باوجود مانگتا نہیں۔ اور ان کے اس تعفف کی وجہ سے بعض لوگ ان کو اغنیاء سمجھ لیتے ہیں۔ تو سب سے پہلے تو ماں باپ کی ضرورتوں پر دھیان ہونا چاہیے۔ ان کو موقع ہی نہیں دینا چاہیے کہ ان کو مانگنے کی ضرورت پڑے اور مسکین سمجھتے ہوئے ان کی ضرورت کو مانگنے سے پہلے ہی پورا کر دینا چاہیے۔''

(الفضل ۴ مئی ۲۰۰۰)

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اسی آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

''اس بات سے کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صدقہ کے طور پر ماں باپ کی خدمت کرنی ہے بلکہ بڑھاپے کی حالت میں وہ مسکینی کے زمرے میں آتے ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے۔ لیکن تمہارے فرائض میں داخل ہے کہ ان کی خدمت کرو۔ کیونکہ تمہاری جو حالت بچپن میں تھی وہ یتیمی کی حالت تھی۔ والدین نے تمہیں یتیم سمجھ کے تو نہیں پالا پوسا بلکہ ایک محبت کے جذبے کے ساتھ تمہاری خدمت کی ہے۔ آج وقت ہے کہ اسی محبت اور جذبے سے تم بھی والدین کی خدمت کرو۔ پھر والدین کے حق میں دُعائیں بھی کرنی چاہئیں۔ جس طرح باپ کی دُعا بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے اور جس طرح ہر قدم پر ماں باپ کی دُعائیں بچوں کے کام آ رہی ہوتی ہیں۔ اسی طرح بچوں کی دُعائیں بھی ماں باپ کے حق میں قبولیت کا درجہ پاتی ہیں۔ ملفوظات میں ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ظہر کے وقت ایک نو وارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید سے فرمایا کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دُعا کیا کریں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دُعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دُعا کے لیے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ ''توجہ سے دُعا کرو باپ کی دُعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دُعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے اگر آپ بھی توجہ سے دُعا کریں تو اس وقت ہماری دُعا کا بھی اثر ہوگا۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵۰۲) (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جنوری ۲۰۰۴ء)

انبیاء کرام اور والدین

معزز قارئین! انبیاء کا وجود اللہ تعالیٰ کی محبت میں سرشار ہوتا ہے۔ اور یہ پیارے وجود اسی مقصد کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں کہ وہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی محبت کا شیریں جام پلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی مختلف دُعاؤں کو قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ ان دُعاؤں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مومنین اور والدین سے بے حد محبت رکھتے اور درد دل سے دُعائیں کرنے والے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے کہ:

فَلَمَّا دَخَلُواْ عَلَى يُوسُفَ آوَى إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُواْ مِصْرَ إِن شَاء اللّهُ آمِنِيْنَ۔وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّواْ لَهُ سُجَّداً۔

(سورۃ یوسف آیات ۱۰۰، ۱۰۱)

پس جب حضرت یوسفؑ کے والدین اور بھائی یوسف کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے اپنے والدین کو اپنے قریب جگہ دی اور کہا کہ اگر چاہو تو مصر میں امن کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اور اس نے اپنے والدین کو عزت کے ساتھ تخت پر بٹھایا اور وہ سب اس کی خاطر سجدہ ریز ہو گئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

ادْخُلُواْ مِصْرَ سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت یوسفؑ اپنے باپ کے استقبال کے لئے آگے آئے تھے جس سے ثابت ہوا کہ ایک نبی بھی اپنے والدین کے استقبال کے لئے باہر جاتا ہے۔ تو استقبال نا صرف جائز بلکہ پسندیدہ امر ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۰)

حضرت یحییٰ علیہ السلام:

حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَبَرّاً بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُن جَبَّاراً عَصِيّاً۔ (سورۃ مریم آیت ۱۵)

اور اپنے والدین سے حسن سلوک کرنے والا تھا اور ہرگز سخت گیر اور نافرمان نہیں تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وَبَرّاً بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ يَجْعَلْنِیْ جَبَّاراً شَقِيّا۔ (سورۃ مریم آیت ۳۳)

اور اپنی ماں سے حُسنِ سلوک کرنے (والا) اور مجھے سخت گیر اور سخت دل نہیں بنایا۔

چند انبیاء کی والدین کے متعلق دُعائیں پیش خدمت ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام یہ دُعا کیا کرتے تھے:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِیَ مُؤْمِناً وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ إِلَّا تَبَاراً۔ (سورۃ نوح آیت ۲۹)

اے میرے ربّ! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور اسے بھی جو بحیثیت مومن میرے گھر میں داخل ہوا اور سب مومن مردوں اور سب مومن عورتوں کو۔ اور تُو ظالموں کو ہلاکت کے سوا کسی چیز میں نہ بڑھانا۔

حضرت ابراهیم علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے درج ذیل دُعائیں کی تھیں۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيْلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّیْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاءِ۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِيْمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۔

(سورۃ ابراہیم آیات ۴۰ تا ۴۲)

سب حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے مجھے بڑھاپے کے باوجود اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔ یقیناً میرا ربّ دُعا کو بہت سُننے والا ہے۔ اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔ اے ہمارے ربّ! اور میری دُعا قبول کر۔ اے ہمارے ربّ مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہوگا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام:

حضرت سلیمان علیہ السلام جو حضرت داوٗد علیہ السلام کے بیٹے تھے نے اللہ تعالیٰ سے درج ذیل الفاظ میں دُعا کی:

رَبِّ أَوْزِعْنِیْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ أَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصَّالِحِيْنَ

(۲۷ سورۃ النمل آیت ۲۰)

اے میرے ربّ! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کروں جو تُو نے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں۔ اور تُو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر۔

مندرجہ بالا دُعا کا مطلب بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''صاف معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء عارف تھے۔ خدا کی حکمت کے راز سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ اگر خدا نے توفیق نہ دی تو ہم شکر کا حق بھی ادا نہیں کر سکیں گے پس حضرت سلیمانؑ کے منہ سے یہ دعا بہت زیب دیتی ہے کیونکہ آپ پر خدا کے بے انتہا احسانات تھے پس نہایت عاجزی کے ساتھ جھکتے ہوئے خدا کا خوف کھاتے ہوئے انہوں نے عرض کیا۔۔۔ اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما۔۔۔ کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کر سکوں۔۔۔ اس نعمت کا جو تُو نے مجھ پر کی اور صرف اسی کا نہیں۔۔۔ اور اس نعمت کا بھی مجھ پر شکر یہ واجب ہے جو تُو نے میرے والدین پر کی۔ اب یاد رکھیں اس دعا نے ہمیں ایک اور بہت گہرا حکمت کا موتی پکڑا دیا۔ بچوں پر فرض ہے کہ اپنے والدین کا شکریہ بھی ادا کریں اور والدین

پر جو نعمتیں عطا کیں ۔والدین کی زندگی تھوڑی ہوئی ۔اور وہ ان سب نعمتوں کا شکریہ ادا نہ کر سکے تو یہ اولاد کا فرض ہو گیا اور وہ والدین بھی جو خدا کے نیک بندے تھے اور انہوں نے خدا کا شکر کرتے ہوئے زندگی گزاری ان کی اولاد کو بھی یہ احساس ہونا چاہیے کہ ہم پر ہمارے ماں باپ کا احسان ہے۔ہم اس احسان کا صرف اس رنگ میں بدلہ اتار سکتے ہیں کہ جو نیک کام وہ کیا کرتے تھے ان نیک کاموں کو ہم بھی کریں۔جو خدا نے ان پر احسان کیے تھے ان احسانات کا شکریہ ہم ان کی طرف سے خدا تعالیٰ کے حضور پیش کریں تو کتنا عظیم الشان نبی تھا حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ۔کتنی گہری معرفت اور حکمت کی باتیں کرنے والے تھے ۔آپ کی دعائیں بھی گہری حکمت پر مبنی تھیں ۔پس شکریہ اپنا ہی نہیں بلکہ اپنے والدین کا بھی ادا کرنے کا خیال آیا اور کہا **وَعَلٰی وَالِدَیَّ** اور اپنے والدین کا بھی شکریہ ادا کروں اور کس طرح شکریہ ادا کروں؟ زبان سے نہیں عرض کرتے ہیں ۔۔۔۔ایک ہی طریق ہے تیرا شکریہ ادا کرنے کا نیک اعمال بجالاؤں ۔ایسے اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند آجائیں ۔''

(ذوق عبادت صفحہ ۳۵۶، ۳۵۷)

رسول اللہ محمد ﷺ اور والدین:

معزز قارئین! ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا بابرکت وجود تمام انسانوں کے لئے رحمت ہے۔جس طرح آپؐ تمام مخلوقات کے حقوق کے ضامن ہیں اسی طرح والدین کے حقوق کا احترام کرنے کی طرف جتنی توجہ آپؐ نے فرمائی تاریخ عالم میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔یقیناً والدین کی خدمت کو کمال تک پہنچانے والا بابرکت وجود صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کا تھا۔آپ ﷺ کے والد محترم تو آپؐ کی پیدائش سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے۔اور آپؐ چھ سال کے تھے کہ آپؐ کی والدہ محترمہ بھی رحلت فرما گئیں۔اس طرح حضور ﷺ کو تقدیر الٰہی کے ماتحت والدین کی براہ راست خدمت کا موقع تو نہیں ملا مگر ان کے لیے آپؐ کے دل میں محبت کے بے پناہ جذبات تھے جن کے ماتحت آپؐ مسلسل درد سے ان کے لیے دعائیں کرتے رہے۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''ماں کی عزت تو الگ بات ہے اپنی رضائی والدہ کے لیے آنحضرت ﷺ اس قدر اپنے دل میں احترام رکھتے تھے، اپنی چادر ان کے لیے بچھا دی۔اگر ماں زندہ ہوتی تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیا سلوک فرماتے۔جو اپنی رضائی والدہ کے لیے ایسا نرم گوشہ رکھتا ہے وہ اپنی حقیقی والدہ کے لیے تو بلاشبہ مثالی بیٹا ثابت ہوتا مگر یہ مقدر نہیں تھا اللہ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے۔''

(الفضل ۲ مئی ۲۰۰۰ء)

ایک روایت میں ہے کہ ایک خاتون نے جنہوں نے حضور ﷺ کو دودھ پلایا تھا حضور ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی جب وہ حضور ﷺ کے پاس آئیں تو حضور ﷺ نے امی امی کہتے ہوئے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی جس پر وہ بیٹھ گئیں۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

حضرت حلیمہ سعدیہ سے بھی پہلے حضور ﷺ کو ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا تھا۔حضور ﷺ اور حضرت خدیجہؓ ان کا مکہ میں بہت خیال رکھتے تھے۔حضرت خدیجہؓ نے تو ابولہب سے ان کو خرید کر آزاد کرنا چاہا مگر ابولہب نے انکار کر دیا۔جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔حضور ﷺ ہجرت کے بعد بھی اس کے حالات سے خبر رکھتے اور کپڑوں وغیرہ سے مدد فرماتے رہتے تھے۔ (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۰۹)

اُمّ ایمنؓ:

آنحضور ﷺ کی کنیز اُمّ ایمنؓ نے آپؐ کی بہت خدمت کی۔آپؐ جب انہیں دیکھتے تو امّی کہہ کر پکارتے اور فرماتے یہ میرے گھرانے کا بقیہ ہیں۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کے بعد اُمّ ایمنؓ ہی میری والدہ ہیں۔

ایک بار حضرت اُمّ ایمنؓ نے حضور کو دیکھا کہ آپ ﷺ پانی پی رہے ہیں۔انھوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ مجھے بھی پانی پلائیے۔حضرت عائشہؓ بولیں: کیا تم حضور کو ایسا کہتی ہو؟ حضرت اُمّ ایمنؓ نے کہا: تم نے مجھ سے بڑھ کر حضور کی خدمت نہیں کی۔حضور ﷺ نے فرمایا: یہ سچ کہتی ہیں۔آپؐ پانی لائے اور اُمّ ایمنؓ کو پلایا۔ (البدایۃ والنہایۃ جلد ۵ صفحہ ۵۵۷ اردو مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ سے کہا کہ چلو۔ اُمّ ایمنؓ کی زیارت کو۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ بھی اس کے ہاں جایا کرتے تھے۔ جب ہم اس کے ہاں پہنچے تو وہ رو پڑی۔ پوچھا۔ کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ رسول کریم ﷺ کے لیے اس سے بہتر ہے؟ اس نے کہا مَیں اس لیے نہیں روتی کہ مَیں یہ بات نہیں جانتی بلکہ اس لیے روتی ہوں کہ وحی آسمان سے آنا منقطع ہوگئی۔ یہ سُن کر ابوبکرؓ و عمرؓ کو بھی رونا آ گیا۔ اور دونوں رونے لگے۔ (مسلم کتاب فضائل الصحابہؓ باب فضائل اُمّ ایمنؓ)

رضائی والدہ اور رضائی والد :

ایک روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رضائی والدہ حلیمہ مکہ آئیں اور حضور سے مل کر قحط اور مویشیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے مشورہ کیا اور رضائی ماں کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ مال سے لدا ہوا دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۱۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۰ء)

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’ اب خدمت صرف حقیقی والدین کی نہیں ہے بلکہ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کا اسوہ حسنہ تو یہ ہے کہ اپنی رضاعی والدہ کی بھی ضرورت کے وقت زیادہ سے زیادہ خدمت کرنی ہے۔ اور اس کوشش میں لگے رہنا ہے کہ کسی طرح مَیں حق ادا کروں۔ اور یہاں اس روایت میں ہے کہ مال چونکہ حضرت خدیجہؓ کا تھا، وہ بڑی امیر عورت تھیں اور گو کہ آپؓ نے اپنا تمام مال آنحضرت ﷺ کے حوالے کر دیا تھا، آپؐ کے تصرف میں دے دیا تھا، آپؐ کو اجازت تھی کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں لیکن پھر بھی حضرت خدیجہؓ سے مشورہ کیا اور ہمیں ایک اور سبق بھی دے دیا۔ بعض لوگ اپنی بیویوں کا مال ویسے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو ان کے تصرف میں نہیں بھی ہوتا ان کے لیے بھی سبق ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جنوری ۲۰۰۴ء)

حضرت ابوطفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ کو مقام جعرانہ میں دیکھا۔ آپؐ گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس دوران ایک عورت آئی تو حضورؐ نے اس کے لیے چادر بچھا دی اور وہ

عورت اس پر بیٹھ گئی۔ مَیں نے لوگوں سے پوچھا یہ خاتون کون ہے جس کی حضور اس قدر عزت افزائی فرما رہے ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آنحضورؐ کی رضائی والدہ ہیں۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی برالوالدین)

ایک بار حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ آپؐ کے رضائی والد آئے۔ حضورؐ نے ان کے لیے چادر کا ایک پلّو بچھا دیا۔ پھر آپؐ کی رضائی ماں آئیں تو آپؐ نے دوسرا پلّو بچھا دیا۔ پھر آپؐ کے رضائی بھائی آئے تو آپؐ اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا لیا۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب برالوالدین)

حضرت محمد ﷺ نے حضرت حلیمہ سعدیہ کے اُن رشتہ داروں کو بھی رہا کر دیا جو جنگ حنین میں قید ہوئے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے:۔

جنگ حنین میں بنو ہوازن کے قریباً چھ ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ ان میں حضرت حلیمہ کے قبیلہ والے اور ان کے رشتہ دار بھی تھے۔ جو وفد کی شکل میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کی رضاعت کا حوالہ دے کر آزادی کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے انصار اور مہاجرین سے مشورہ کے بعد سب کو رہا کر دیا۔ (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۱۱۴، بیروت ۱۹۶۰ء)

احادیث مبارکہ اور والدین

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

مَن اَدرَكَ اَحَد والدَ يهِ ثُم لَم يُغفَر لَه ٗفا بَعده الله عزّ و جلّ۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۴۴ مطبوعہ مصر)

یعنی جس شخص کو اپنے والدین میں سے کسی کی خدمت کا موقع ملے پھر اس کے گناہ معاف نہ کیے جائیں تو خُدا اس پر لعنت کرے۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ثلاثة قد حرم الله عليهم الجنة :مد من الخمر والعاق والديوث الذى يقر فى اهله الخبث۔ (رواہ احمد والنسائی، مشکوٰۃ جلد ۳ حدیث ۸۰۰)

تین طرح کے آدمیوں پر اللہ نے جنّت کو حرام کر دیا ہے ایک تو وہ شخص جو ہمیشہ شراب پیے اور

دوسرا جو اپنے والدین کی نافرمانی کرے اور تیسرا دیوث کہ جو اپنے اہل وعیال میں ناپاکی پیدا کرے۔

عن ابن عباسؓ قال:قال رسول الله ﷺ :من اصبح مطيعا للّٰه فی والديه اصبح له بابان مفتوحان من الجنّة و ان کان و حدا فواحدا ومن اصبح عا صيا للّٰه فی والديه اصبح له بابان مفتوحان من النّار وان کان وحدا فواحدا .قال رجل:وان ظلماه؟قال:وان ظلماه،وان ظلماه،وان ظلماه۔

(بیہقی۔مشکوٰۃ جلد۲ حدیث نمبر۴۷۲۴۔باب شفقت ورحمت کا بیان)

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:۔

جس نے اپنے ماں اور باپ دونوں کی اطاعت کرتے ہوئے دن کا آغاز کیا اس کے لیے جنّت کے دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔اگر ایک کی اطاعت کی ہو تو ایک دروازہ کھولا جاتا ہے۔ اور جس نے ماں باپ دونوں کی نافرمانی کرتے ہوئے صبح کی اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھل چکے ہوتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کی ہو تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔

کسی نے پوچھا اگر ماں باپ ظالم ہوں تو کیا پھر بھی ایسا ہوگا؟ فرمایا:۔

اگرچہ وہ ظالم ہوں اگرچہ وہ ظالم ہوں اگرچہ وہ ظالم ہوں۔

(بیہقی۔مشکوٰۃ جلد۲ حدیث نمبر۴۷۲۴۔باب شفقت ورحمت کا بیان)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

تین آدمیوں کی طرف قیامت کے روز اللہ نہیں دیکھے گا ایک وہ جو والدین کی نافرمانی کرے دوسری وہ عورت جو مردوں کا بھیس بنائے۔تیسرے دیوث۔اور تین آدمی جنت میں نہ جائیں گے ایک ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اور دوسرے ہمیشہ شراب پینے والا اور تیسرا احسان کر کے جتانے والا۔

(سنن نسائی باب صدقہ دے کر جتانے والا۔حدیث نمبر۲۵۶۶)

حضرت ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

کل الذنوب يغفر اللّٰه تعالیٰ منها ماشاءَ الا عقوق الوالدين فانه يعجل لصاحبه فی الحياة قبل الممات۔

اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف کر دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے۔وہ اس فعل کے مرتکب کو مرنے سے پہلے زندگی میں ہی سزا دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الادب حدیث نمبر۴۷۲۶)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

"ملعون من عق والديه ، ملعون من عق والديه ، ملعون من عق والديه۔ (الطبرانی والحاکم)

ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے،ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے،ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے۔"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

مامن ولد بار ينظر الیٰ والديه نظر رحمة الا کتب اللّٰه له بکل نظرة حجّة مبرورة .قالوا:وان نظر کل يوم مائة مرة؟ قال :نعم!اللّٰه اکبر وا طيّب۔

(سنن بیہقی۔مشکوٰۃ کتاب الادب حدیث نمبر۴۷۲۵)

رسول اللہﷺ نے فرمایا: فرمانبردار اولاد اپنے والدین کی طرف شفقت اور محبت کی نظر سے دیکھے تو ہر مرتبہ دیکھنے پر ایک حج مقبول کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے۔عرض کیا گیا: خواہ سو مرتبہ دیکھے؟ فرمایا: ہاں!اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور طیّب ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

ان اطيّب مااکلتم من کسبکم وان اولاد کم من کسبکم۔

جو کچھ تم کھاتے ہو اس میں سب سے بہتر چیز وہ ہے جو تمہیں کمائی سے حاصل ہوئی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی ہے۔

(موسوعۃ الحافظ ابن حجر العسقلانی الحدیثیۃ کتاب البیوع۔صفحہ۵۳۰۔حدیث نمبر۴۲۲ ترمذی،ابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

رغم انف ثم رغم انف ثم رغم انف قيل من يا رسول اللّٰه: قال من ادرک ابويه عند الکبر احدهما او کليهما فلم يدخل الجنة۔

ناک خاک آلود ہوئی پھر ناک خاک آلود ہوئی پھر ناک خاک آلود ہوئی۔عرض کیا گیا کس کی یا رسولؐ اللہ؟ فرمایا جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔ (روایت حضرت ابو ہریرہؓ مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۱۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا کہ عنداللہ سب سے زیادہ محبوب ترین عمل کونسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

پنجگانہ فرض نمازوں کو اپنے وقت پر اہتمام کے ساتھ ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا پھر؟ تو فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی اور حسنِ سلوک کرنا۔ مَیں نے تیسری مرتبہ سوال کیا کہ اس کے بعد کونسا عمل مقبول ترین ہے تو ارشاد فرمایا: **جهاد فی سبیل الله ۔** (صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں وہ دوسرے آدمی کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ اور وہ اس کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان۔مشکوٰۃ حدیث ۴۶۹۶۔باب صلہ رحمی کا بیان)

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’(کوئی شخص دوسرے کو گالی نہ دے) کیونکہ وہ بھی جواب میں گالی دے گا۔ تو اس سے ایک سبق تو یہ ملا کہ گالی نہیں دینی اور دوسرے یہ کہ اپنے ماں باپ کو دُعائیں دلوانی ہیں تو اپنے اعلیٰ اخلاق کے نمونے دکھلاؤ‘‘ تمہارے سے واسطہ رکھنے والے یہ کہیں کہ اللہ اس کے والدین کو جزاء دے جنہوں نے اپنے بچوں کی ایسی اعلیٰ تربیت کی ہے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جنوری ۲۰۰۴ء)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ہجرت کی بیعت کرنے کے لیے آیا ہوں اور والدین کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں کہ وہ رو رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:۔

ارجع الیھما فا ضحکھما کما ابکیتھما۔

لوٹ جاؤ اور ان کو جا کر ہنسا جیسا کہ انہیں رُلایا ہے۔

(سنن نسائی کتاب البیعت حدیث ۴۱۶۸)

حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

تقدیرِ الٰہی کو دُعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدلتی اور عمر کو دراز کرنے والی کوئی چیز نہیں علاوہ والدین اور قرابت داروں کے ساتھ حُسنِ سلوک کے، اور یاد رکھو کہ جس سبب سے روزی سے محروم کیا جاتا ہے وہ صرف گناہ ہے جس کا وہ مرتکب ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ، مشکوٰۃ حدیث ۴۷۰۶)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا۔ کیا میں جہاد کروں؟ آپؐ نے فرمایا:۔

احی والداك؟ کیا تمہارے والدین ہیں؟ اُس نے جواب دیا ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: **ففیهما فجاهد**۔ تُو ان دونوں میں جہاد کر (خدمت کر)

(صحیح بخاری جلد ۵ حدیث نمبر ۳۰۰۴ باب الجہاد والسیر)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ:۔

اقبل رجل الی نبی الله ﷺ فقال ابایعك علی الهجرة و الجهاد ابتغی الاجر من الله قال فهل من والديك احد حيى قال نعم بل كلاهما قال فتبتغى الاجر من الله قال نعم قال فارجع الى والديك فاحسن صحبتهما ۔

’’نبی ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ میں ہجرت اور جہاد پر آپؐ کی بیعت کرتا ہوں اس کا اجر اللہ سے چاہتے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں بلکہ دونوں آپؐ نے فرمایا تم اللہ سے اجر چاہتے ہو؟ اس نے عرض کیا جی ہاں آپؐ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان دونوں کے ساتھ حسن معاشرت کرو۔‘‘

(مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۶۴۱۰۔ نور فاؤنڈیشن۔ مشکوٰۃ حدیث نمبر ۳۶۴۰)

ابن عمرؓ نے ایک روایت میں نو گناہ کبیرہ بیان فرمائے ہیں۔ ان کبیرہ گناہوں میں ایک بڑا گناہ والدین کا بیٹے کی نافرمانی کی وجہ سے رو پڑنا بھی بتایا ہے۔ ابن عمرؓ نے ایک صحابی سے پوچھا: ’’تم

جہنم سے ڈرتے ہو اور چاہتے ہو کہ جنت میں جاؤ؟'' کہا: ''خدا کی قسم یہی چاہتا ہوں ۔کہا: ''تمہارے والدین زندہ ہیں؟'' کہا: ''والدہ ہیں۔'' کہا: ''خدا کی قسم! اگر تم اس سے نرمی سے باتیں کرو اور اس کو کھلاؤ تو جنت میں ضرور جاؤ گے۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہ سے اجتناب کرو۔'' (الادب المفرد۔کتاب زندگی۔صفحہ ۵۶)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے مسلمانو! اپنے والدین کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کیا کرو تا کہ تمہاری اولاد بھی تمہارے ساتھ نیکی سے پیش آئے یعنی آگے کی بجائے پیچھے دیکھو۔ (الادب المفرد)

حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

رغم انف رجل دخل علیه رمضان فانسلخ قبل ان یغفر له ورغم انف رجل ادرك عنده ابواه الكبر فلم يد خلا ه الجنة ۔

وہ آدمی بڑا بدقسمت ہے جس کی زندگی میں رمضان آیا اور گزر گیا قبل اس کے کہ اس کے گناہ بخشے جائیں۔اور وہ آدمی بھی بڑا بدقسمت ہے جس نے اپنے والدین کو اپنے پاس بڑھاپے کی حالت میں پایا اور انہوں نے (اس کی خدمت کی وجہ سے) اسے جنّت میں داخل نہ کرایا۔

(مسند احمد حدیث نمبر ۷۱۳۹ ،بحوالہ جنت کا دروازہ)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ رمضان شریف میں دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں جو نہ خُدا کو پا سکیں نہ ماں باپ کا کچھ کر سکیں رمضان گذر جائے اور ان دو پہلوؤں سے ان کے گناہ نہ بخشے گئے ہوں تو یہ دو الگ الگ چیزیں نہیں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط چیزیں ہیں۔وجہ یہ ہے کہ اللہ کا سب سے بڑا احسان ہے اور اس کے احسان میں اور کوئی شریک نہیں ہے۔یعنی اس نے آپ کو پیدا کیا اس نے سب کچھ بنایا اور ماں باپ بھی اس میں شریک ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ماں باپ کو بھی اسی نے بنایا اور ماں باپ کو جو توفیق بخشی آپ کو پیدا کرنے کی وہ اسی نے پیدا کی۔اپنے طور پر تو کوئی کسی کو پیدا کر ہی نہیں سکتا اپنے زور سے ایک معمولی سا خون کا لوتھڑا بھی انسان پیدا نہیں کر سکتا اگر خُدا تعالیٰ نے اس کو ذرائع نہ بخشے ہوں۔

تو پہلا مضمون یہ ہے کہ اللہ خالق ہے اس لیے اس کا شریک ٹھہرانے کا کسی کو کوئی حق نہیں ہے۔اور سب سے بڑا ظلم ہے کہ خُدا جس نے سب کچھ بنایا ہو اس کو نظر انداز کر کے نعمتوں کے شکر یے دوسروں کی طرف منسوب کر دیے جائیں۔پھر اس تخلیق کا اعادہ ماں باپ کے ذریعے ہوتا ہے اور پھر ماں باپ کے ساتھ آپ کا وجود بنتا ہے۔اگر ایک تخلیق کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ احسان کا سلوک کریں گے تو جو عظیم خالق ہے لازماً اس کے لیے بھی دل میں امتنان اور احسان کے جذبات زیادہ زور کے ساتھ پیدا ہوں گے اور پرورش پائیں گے پس یہ دو مضمون جڑے ہوئے ہیں۔

جو ماں باپ کے احسان کا خیال نہیں کرتا اور جواباً ان سے احسان کا سلوک نہیں کرتا اس سے یہ توقع کر لینا کہ وہ اللہ کے احسانات کا خیال کرے گا۔یہ بالکل دور کی کوڑی ہے۔پس ماں باپ کا ایک تخلیقی تعلق ہے جسے مضمون میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔اور رمضان مبارک میں اللہ تعالیٰ نے رمضان کا مقصد خُدا تعالیٰ کو پانا قرار دے دیا ہے اور خُدا تعالیٰ کو حاصل کرنا بنیادی مقصد بیان فرمایا ہے۔پس اس تعلق سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ قرآن کا عرفان پلائے گئے آپؐ نے یہ مضمون اکٹھا پیش کیا کہ رمضان کی برکتوں سے فائدہ اُٹھاتے وقت ہر قسم کے محسنوں کا احسان اتارنے کی کوشش کرو۔ ماں باپ کا احسان تو تم اتار سکتے ہو ان معنوں میں کہ تم مسلسل ان سے احسان کا سلوک کرتے رہو۔عمر بھر کرتے رہو۔اگر احسان نہ بھی اترے تو کم سے کم تم ظالم اور بے حیا نہیں کہلاؤ گے۔تمہارے اندر کچھ نہ کچھ یہ طمانیت پیدا ہوگی کہ ہم نے اتنے بڑے محسن اور محسنہ کی کچھ خدمت کر کے تو اپنی طرف سے کوشش کر لی ہے کہ جس حد تک ممکن تھا ہم احسان کا بدلہ اتار دیں۔اللہ تعالیٰ کے احسان کا بدلہ نہیں اتارا جا سکتا اور ایک ہی طریق ہے کہ ہر چیز میں اپنی عبادت کو اس کے لیے خالص کر لو اس کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ۔''

(خطبہ جمعہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۷ء)

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **ایک حکایت** بیان فرمائی۔فرمایا:۔

تین شخص سفر پر گئے۔رات کو ایک غار میں پناہ لی۔ایک پتھر کے لڑھکنے سے غار کا دہانہ بند ہو گیا۔تب مسافروں نے اپنے نیک ترین عمل کے واسطہ سے خُدا کے حضور التجا کی۔ان میں سے ایک نے کہا۔اے خُدا! میرے والدین بوڑھے تھے۔مَیں ان سے پہلے نہ اپنے بیوی بچوں کو اور نہ لونڈی

غلاموں کو خوراک دیتا تھا۔ ایک دن مجھے کسی سبب سے گھر آنے میں دیر ہوگئی۔ واپس آیا تو دیکھا کہ ماں باپ سو چکے ہیں۔ مَیں نے دودھ دوھا۔ مجھے گوارا نہ ہوا کہ ان سے پہلے مَیں بیوی بچوں، لونڈی اور غلاموں کو کھلاؤں۔ مَیں دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لے کر اُن کے سرہانے کھڑا ہوگیا کہ وہ جاگیں تو پئیں۔ اسی انتظار میں رات گزر گئی۔ صبح ہوئی تو ان کی آنکھ کھلی اور انہوں نے دودھ پیا۔ اے اللہ! اگر یہ کام مَیں نے تیری رضا کے لیے کیا تھا تو تُو اس پتھر کی مصیبت کو دور کردے۔ اس پر پتھر کچھ سرک گیا۔ (اس کے بعد باقی دو شخصوں نے بھی اپنے نیک ترین عمل کے ذریعہ خُدا سے التجا کی اور دُعاؤں سے پتھر ہٹ گیا) (بخاری جلد۳ صفحہ ۳۹۸ کتاب باب الادب)

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکرؓ اپنے والد حضرت ابوبکرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الا انبئكم باكبرالكبائر ثلاثا. قالو ا بلٰى يا رسول الله! قال الا شراك بالله و عقوق الوالدين و كان متكا فجلس فقال الا و قول ا لزور قال فمازال يكررها حتّٰى قلنا ليته سكت.

(بخاری جلد۳ صفحہ ۴۰۰ کتاب الادب حدیث ۹۱۶ مسلم جلد ا حدیث نمبر ۱۱۸)

یعنی حضور نے تین بار فرمایا کہ میں تمہیں بڑے بڑے گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتائیں۔ آپؐ نے فرمایا اللہ کا شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا پھر آپؐ جوش میں آ کر بیٹھ گئے اور فرمایا سنو خبردار جھوٹ نہ بولنا۔ آپؐ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ ہم نے چاہا کہ کاش حضورؐ خاموش ہو جائیں۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یہ لطیف حدیث تین ایسی ہدایتوں پر مشتمل ہے جو بچوں کی تربیت میں عظیم الشان اثر رکھتی ہیں۔ برتنا بھی اس کے مفہوم میں شامل ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اس جگہ ماں باپ کا لفظ بھی دراصل مثال کے طور پر رکھا گیا ہے ورنہ جیسا کہ دوسری حدیثوں میں صراحت کی گئی ہے مراد یہ ہے کہ علٰی قدرِ مراتب سب بزرگوں کا ادب اور احترام ملحوظ رکھنا چاہیے رکھنا چاہیے جن میں یقیناً والدین کو خاص مقام حاصل

ہے۔ پس نیک ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بچپن سے ہی نہ صرف ماں باپ کا بلکہ سارے بزرگوں کا ادب کرنا سکھائیں۔ دادا دادی، چچا چچی، پھوپھا پھوپھی، خالہ خالو، نانا نانی، ماموں ممانی، بڑا بھائی بڑی بہن، ہمسایہ کے بزرگ، قوم کے بزرگ، ملک کے بزرگ، ہر ایک کا ادب لحوظ رکھنا اور اُن سب سے عزت کے ساتھ پیش آنا اسلامی اخلاق کی جان ہے۔ اور احمدی ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں میں اِس خُلق کو راسخ کرنے کی کوشش کریں۔ یہ مقولہ کتنی گہری صداقت پر مبنی ہے کہ **الطريقة كلّها ادب**۔ یعنی دین کا رستہ سب کا سب ادب کے میدان میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ ادب اصلاحِ نفس کا بھی بھاری ذریعہ ہے کیونکہ جو بچے بزرگوں کا ادب کرتے ہیں وہی ان کی نصیحتوں کو سُنتے اور اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ پس خوش قسمت ہیں وہ مائیں جو اپنے بچوں کے اندر ادب کا سلیقہ قائم کرنے میں کامیاب ہوں کیونکہ اِس قدم سے ہی ان کے تربیتی سفر کٹ جاتا ہے۔

جھوٹ بولنا: تیسری بات اس حدیث میں جھوٹ بولنا بیان کی گئی ہے جسے اسلام نے گویا تیسرے نمبر کا گناہ شمار کیا ہے۔ ہمارے آقا آنحضرت ﷺ کو جھوٹ سے اس قدر نفرت تھی اور آپؐ کے دل میں مسلمانوں کے اندر صداقت اور راست گفتاری کی عادت پیدا کرنے کا اتنا جوش تھا جیسا کہ اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے آپؐ جھوٹ کے خلاف نصیحت فرماتے ہوئے جوش کے ساتھ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور بار بار یہ الفاظ دہرائے کہ **الا و قول الزور ۔الا وقول الزور** یعنی کان کھول کر سُن لو۔ ہاں پھر کان کھول کر سُن لو کہ اسلام میں شرک اور عقوق الوالدین سے اُتر کر سب سے بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔

دراصل جھوٹ صرف اپنی ذات میں ہی ایک نہایت ذلیل قسم کا گناہ نہیں ہے بلکہ دوسرے گناہوں کے پیدا کرنے اور ان پر پردہ ڈالنے کی ایک گندی مشینری بھی ہے۔ جو لوگ جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں وہ فوراً جھوٹ بول کر اپنے گناہوں کو چُھپا جاتے ہیں اور اس طرح انہیں آئندہ گناہ کرنے کے لئے مزید دلیری پیدا ہوتی ہے اور گناہ کا ایک ایسا ناپاک چکر قائم ہو جاتا ہے کہ اس میں پھنس کر کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا۔ اسی لئے ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ جب ایک دفعہ رسولِ خدا ﷺ سے کسی شخص نے پوچھا کہ یا رسولؐ اللہ میں کمزور ہوں اور یکلخت سارے گناہوں پر غلبہ پانے کی

طاقت نہیں رکھتا آپ مجھے فی الحال کوئی ایک گناہ ایسا بتا دیں جسے میں فوراً چھوڑ دوں ۔آپؐ نے بے ساختہ فرمایا: ''جھوٹ چھوڑ دو''اور چونکہ اس کے بعد وہ اپنے گناہوں پر پردہ نہیں ڈال سکتا تھا اس لئے اس زرّیں ارشاد کی برکت سے وہ شخص گویا ایک ہی قدم میں سارے گناہوں پر غلبہ پا گیا۔پس احمدی ماؤں کا یہ ایک مقدس فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں میں جھوٹ سے ایسی نفرت پیدا کریں کہ خواہ کتنا ہی نقصان ہو یا کتنا ہی لالچ دیا جائے ان کے سامنے بچے ایک مضبوط چٹان کی طرح سچ پر قائم رہیں ۔یہ ایک ایسا بنیادی خُلق ہے جو بچے کے کریکٹر کو چار چاند لگا دیتا ہے اور سچ بولنے والے بچے کا سر کبھی نیچا نہیں ہوتا بلکہ ہر موقع پر اور ہر مجلس میں بلند رہتا ہے۔حق یہ ہے کہ احمدیت اور سچ بولنا ہم معنی الفاظ ہونے چاہئیں اور ایک شخص کا احمدی ہونا اس بات کی ضمانت سمجھی جانی چاہیے کہ وہ خود مٹ جائے گا مگر جھوٹ کا کلمہ کبھی زبان پر نہیں لائے ۔کاش ایسا ہی ہو اور کاش احمدیت اور صداقت ہماری لغت میں مترادف الفاظ بن جائیں۔''

(اچھی مائیں صفحات ۱۹ تا ۲۳ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

اس ضمن میں حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

''جھوٹ سب گناہوں کی جڑ ہے ۔شرک بھی جھوٹ ہی کا نام ہے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا بھی ایک جھوٹ ہے۔۔۔یہ ایک ایسی بیماری ہے جو ہر شرک کی جڑ اپنے اندر رکھتی ہے ہر ناشکری کی جڑ اپنے اندر رکھتی ہے پس توحید کے منافی ایک ایسا گناہ ہے جو توحید کے ہر پہلو سے اس کی حقیقت کو چاٹ جاتا ہے کچھ بھی باقی نہیں رہتا اور احسان مندی، احسان کے خیال یا شکر گزاری کے جذبات کو کلیۃً چٹ کر جاتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ ۲۴ مئی ۱۹۹۶ء بحوالہ جنت کا دروازہ۔شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

(**ظاھری اور باطنی شرک**)'' پہلی بات شرک ہے یعنی خدا کی ذات یا صفات میں اس کا کوئی شریک یا برابر ٹھہرانا۔خوش قسمتی سے اِس زمانہ میں بُتوں اور دیوتاؤں کے سامنے سر جھکانے والا شرک تو اسلامی توحید کے اثر کے ماتحت دُنیا سے آہستہ آہستہ مٹ رہا ہے لیکن بدقسمتی سے شرک کی ایک مخفی قِسم ایسی ہے جس میں بہت سے مسلمان بھی مبتلا ہیں ۔مخفی شرک سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کی ایسی عزت کی جائے جو صرف خدا کی کرنی چاہیے یا کسی چیز کے ساتھ ایسی محبت رکھی جائے جو

صرف خدا کے ساتھ رکھنی چاہیے۔یا کسی چیز پر ایسا بھروسہ کیا جائے جو صرف خدا پر ہونا چاہیے۔اسلام دین و دُنیا کے مختلف کاموں کے لئے ظاہری تدبیروں کے اختیار کرنے سے ہرگز نہیں روکتا بلکہ ان کی ہدایت فرماتا ہے مگر ان پر بھروسہ کرنے اور انہیں ہی کامیابی کا آخری سہارا سمجھنے سے ضرور روکتا ہے اور بڑی سختی سے روکتا ہے۔پس احمدی ماؤں کا ہاں نیک اور دیندار ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کے دلوں سے اس مخفی شرک کو جو اس زمانہ میں لاتعداد رُوحوں کو تباہ کر رہا ہے بیخ و بُن سے نکال کر پھینک دیں اور انہیں ہر حال میں مادی تدبیریں اختیار کرنے کے باوجود خدا کی طرف دیکھنے اور خدا پر بھروسہ کرنے کی تعلیم دیں۔خاکسار راقم الحروف نے ایسی نیک مائیں دیکھی ہیں (اور کاش کہ سب مائیں ایسی ہی ہوں) کہ وہ ایک طرف اپنے بیمار بچے کو دوا دے رہی ہوتی ہیں اور دوسری طرف اسے تھپک تھپک کر سمجھاتی جاتی ہیں کہ بچے یہ دوائی پی لو۔خدا کا حکم ہے اس لئے پی لو۔مگر شفا دینے والا صرف خدا ہے اس لئے دوائی بھی پیو اور خدا سے دُعا بھی مانگو کہ وہ تمہیں اچھا کر دے۔ان کے بچے کا امتحان سر پر ہوتا ہے وہ اسے محبت کے ساتھ سمجھاتی ہیں کہ برخوردار وقت ضائع نہ کرو اور کتابیں پڑھو مگر ساتھ ہی یہ الفاظ بھی کہتی جاتی ہیں کہ دیکھو نا! پاس تو تم نے صرف خدا کے فضل سے ہی ہونا ہے مگر یہ اسباب کا سلسلہ بھی تو خدا کا ہی پیدا کیا ہوا ہے اس لئے پڑھائی بھی کرو اور خدا کا فضل بھی مانگو۔یہ وہ نونہال ہیں جن کے دلوں میں بچپن سے ہی توحید کی بُنیاد قائم ہوتی ہے اور بعد کا کوئی طوفان اسے مٹا نہیں سکتا۔''

(**والدین کی خدمت سے کوتاھی کرنا**) ''دوسری طرف ہدایت اس حدیث میں ماں باپ کی خدمت سے غفلت برتنے کے متعلق ہے جسے اسلام میں گویا شرک کے بعد دوسرے نمبر کا گناہ قرار دیا گیا ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ عقوق الوالدین سے ماں باپ کی نافرمانی ہی مراد نہیں بلکہ ان کا واجبی ادب نہ کرنا اور ان کی خدمت کی طرف سے غفلت کر جانا ہے۔جھوٹے لوگ نہ اپنے ماں باپ کے ہوتے ہیں نہ خُدا کے ہوتے ہیں۔

ماں باپ کا ذکر خُدا کے بعد اس تعلق میں بیان فرمایا گیا ہے اس نسبت سے بیان فرمایا گیا ہے کہ سب سے بڑا رشتہ تخلیق کا رشتہ ہے۔خُدا چونکہ خالق ہے اس لیے سب سے زیادہ اس کا حق ہے اور خُدا کے بعد چونکہ ماں باپ تخلیق کے عمل میں بنی نوع انسان میں سب سے زیادہ حصہ لیتے ہیں تمام

رشتوں میں سب سے زیادہ تخلیقی عمل میں حصہ لینے والے ماں باپ ہوتے ہیں اس لیے خُدا کے بعد اگر کسی کا حق ہے تو ماں باپ کا ہے اور جھوٹ ان دونوں کو تلف کر دیتا ہے۔" (خطبہ جمعہ ۲۴ مئی ۱۹۹۶ء)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

جس شخص کی خواہش ہو کہ اُس کی عمر لمبی ہو اور اُس کا رزق بڑھا دیا جائے تو اُس کو چاہیے کہ اپنے والدین سے حُسنِ سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔ (مسند احمد جلد ۳ صفحہ ۲۶۶ مطبوعہ بیروت)

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"تو یہاں عمر بڑھانے کا اور رزق میں برکت کا ایک اصول بتا دیا گیا ہے کہ اگر کشائش چاہتے ہو، اپنے بچوں کی دور دور کی خوشیاں دیکھنا چاہتے ہو تو والدین سے حُسنِ سلوک کرو۔ ان کے تم پر جو احسانات ہیں انہیں یاد رکھو۔ یاد رکھو کہ بچپن میں تمہیں انہوں نے بڑی تکلیف سے پالا ہے۔ اگر تمہاری طرف توجہ نہ دیتے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تمہاری تو یتیمی کی حالت تھی، کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ تمہیں کسی نے پوچھنا بھی نہیں تھا۔ وہ ماں باپ ہی ہیں جو بچے کو اس طرح پوچھتے ہیں، درد سے پوچھتے ہیں۔ تو جب تم بڑے ہوتے ہو تو تمہاری لکھائی پڑھائی کی کوشش کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ اپنے پر ہر تکلیف وارد کرتے ہیں اور تمہیں پڑھاتے ہیں۔ کئی والدین ایسے ہیں جو فاقے کرتے ہیں اور اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ ہمارے بچے پڑھ جائیں تا کہ بڑے ہو کر وہ معاشرے میں عزت و احترام سے رہ سکیں، ہمارے والا ان کا حال نہ ہو۔ لیکن بعض ایسے ناخلف اور بدقسمت بچے ہوتے ہیں کہ جب وہ سب کچھ ماں باپ سے حاصل کر لیتے ہیں، تعلیم حاصل کر کے بڑے افسر بن جاتے ہیں تو اپنی الگ دُنیا بسا لیتے ہیں اور پھر ماں باپ کی کوئی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی مثال دی ہے کہ کسی ہندو نے بڑی تکلیف برداشت کر کے اپنے لڑکے کو بی اے یا ایم اے کرایا اور اس ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ ڈپٹی ہو گیا۔ آج کل ڈپٹی ہونا کوئی بڑا اعزاز نہیں سمجھا جاتا لیکن پہلے وقتوں میں ڈپٹی ہونا بھی بڑی بات تھی۔ اُس کے باپ کو خیال آیا کہ میرا لڑکا ڈپٹی ہو گیا ہے میں بھی اُس سے مل آؤں۔ چنانچہ جس وقت وہ ہندو اپنے بیٹے

کو ملنے کے لیے مجلس میں پہنچا تو اس وقت اس کے پاس وکیل اور بیرسٹر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ بھی غلیظ دھوتی کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گیا۔ باتیں ہوتی رہیں کسی شخص کو اس غلیظ آدمی کا بیٹھنا بُرا محسوس ہوا اور اُس نے پوچھا کہ ہماری مجلس میں یہ کون آ بیٹھا ہے۔ ڈپٹی صاحب اس کی یہ بات سُن کر کچھ جھینپ سے گئے اور شرمندگی سے بچنے کے لیے کہنے لگے یہ ہمارے ٹہلیا ہیں۔ باپ اپنے بیٹے کی یہ بات سُن کر غصے کے ساتھ جل گیا اور اپنی چادر سنبھالتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا جناب میں ان کا ٹہلیا نہیں ان کی ماں کا ٹہلیا ہوں۔ (حضرت مصلح موعودؓ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ساتھ والوں کو جب معلوم ہوا کہ یہ ڈپٹی صاحب کے والد ہیں تو انہوں نے اس کی بہت لعن طعن کی اور کہا کہ اگر آپ ہمیں بتاتے تو ہم اُن کی مناسب تعظیم اور تکریم کرتے اور ادب کے ساتھ اُن کو بٹھاتے) بہر حال اس قسم کے نظارے روزانہ دیکھنے میں آتے ہیں کہ لوگ رشتہ داروں کے ساتھ ملنے سے جی چُراتے ہیں تا کہ اُن کی اعلیٰ پوزیشن میں کوئی کمی واقع نہ ہو جائے گویا ماں باپ کا نام روشن کرنا تو الگ رہا اُن کے نام کو بٹہ لگانے والے بن جاتے ہیں اور سوائے اُن لوگوں کو جو اس نقطۂ نگاہ سے والدین کی عزت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حُکم ہے کہ والدین کی عزت کرو۔ دُنیاداروں میں سے بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو والدین کی پورے طور پر عزت کرتے ہیں اور زمینداروں اور تعلیم یافتہ طبقہ دونوں میں یہی حالات نظر آتے ہیں۔ اسی طرح بعض نوجوان اپنی ماؤں کی خبر گیری ترک کر دیتے ہیں اور جب پوچھا جاتا ہے تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اماں جی کی طبیعت تیز ہے اور میری بیوی سے اُن کی نہیں بنتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ کوئی بات نہیں ہے کیونکہ ماں کا بھی بہر حال ایک مقام ہے۔ پس اس خطرناک نقص کو دور کرو اور اپنے والدین کی خدمت بجا لاؤ۔ ورنہ تم اس جنّت سے محروم ہو جاؤ گے جو تمہارے ماں باپ کے قدموں کے نیچے رکھی گئی ہے۔" (تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ ۵۹۳) (خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جنوری ۲۰۰۴ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ارشادات مقدسہ کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماں :

معزز قارئین! سراپا ایثار و محبت ماں کا وجود ہے۔ ماں سے متعلق چند احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں۔

حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اِنَّ حَرَّمَ عَلَیکُمُ عُقُوقُ الْاُمَّھَاتِ۔ (بخاری کتاب الادب جلد۳ حدیث ۹۱۵)

اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی (ان کو ستانا) حرام کیا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ نے ایک بار ایک یمنی کو دیکھا کہ اپنی پیٹھ پر اپنی ماں کو لیے ہوئے طواف کعبہ کر رہا ہے اور یہ شعر پڑھتا جاتا ہے

ترجمہ: مَیں اس کے لیے سواری کا ایک اونٹ ہوں

جب سواروں کو ڈرایا جائے مَیں ڈرتا نہیں

پھر اس نے کہا: اے ابن عمرؓ! کیا مَیں نے ماں کا بدلہ دے دیا؟ ابن عمرؓ نے کہا: ''نہیں، اس کی ایک آہ کا بدلہ بھی نہ ہوا۔'' پھر ابن عمرؓ نے طواف کیا، مقام ابراہیم پر دو رکعتیں پڑھیں اور کہا ہر دو رکعتیں اس سے قبل کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔ (الادب المفرد۔ کتاب زندگی۔ ترجمہ۔ صفحہ ۵۶، ۵۷)

نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا۔ اُس نے کہا کہ: اے اللہ کے رسولؐ! مَیں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر حج کرایا ہے، اسے اپنی پیٹھ پر لیے ہوئے طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اسے لیے ہوئے عرفات گیا، پھر اسی حالت میں اسے لیے ہوئے مزدلفہ آیا اور منیٰ میں کنکریاں ماریں۔ وہ نہایت بوڑھی ہے ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتی۔ مَیں نے یہ سارے کام اُسے اپنی پیٹھ پر اُٹھائے ہوئے انجام دیے ہیں تو کیا مَیں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں، اس کا حق ادا نہیں ہوا''۔ اُس آدمی نے پوچھا: ''کیوں''۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس لیے کہ اُس نے تمہارے بچپن میں تمہارے لیے ساری مصیبتیں اس تمنا کے ساتھ جھیلی ہیں کہ تم زندہ رہو مگر تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا وہ اس حال میں کیا کہ تم اس کے مرنے کی تمنا رکھتے ہو۔ تمہیں پتہ ہے کہ وہ چند دن کی مہمان

ہے''۔ (ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک رات کو جب تم اُٹھے اور تمہاری والدہ نے تھپتھپا کر سُلایا تھا، ابھی تو اس ایک رات کا بھی فرض ادا نہیں ہوا)

(الوعی، العدد ۵۸، السنۃ الخامسۃ بحوالہ خطبات مسرور۔ خطبہ جمعہ ۱۶ جنوری ۲۰۰۴ء)

حضرت معاویہ بن جاہمہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت جاہمہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں اور اس وقت اسی سلسلے میں آپؐ سے مشورہ کرنے حاضر ہوا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: تم پھر انہی کی خدمت کو ضروری سمجھو کیونکہ **"الجنة تحت اقدام الامهات۔" ماں کے قدموں تلے جنّت** ہے۔

(الجامع الصغیر ۱۴۴۔ از علامہ سیوطی المکتبہ الاسلامیہ سمندری پاکستان۔ بحوالہ جنّت کا دروازہ۔ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

''یہ حدیث کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے یہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر ماں اچھی تربیت کرے تو اچھی نسل پیدا ہوگی اور جو انعامات باپ حاصل کرے گا وہ دائمی ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ماں اچھی تربیت نہیں کرے گی تو باپ کے کمالات باپ تک ختم ہو جائیں گے اور دنیا کو جناتِ عدن حاصل نہیں ہوگی۔ یہی مفہوم اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو معاویہ بن جاہمہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے کہ میں فلاں جہاد میں شامل ہو جاؤں آپ نے فرمایا: کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں حضور زندہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: **فالزمها فان الجنة تحت رجليها۔** (سنن نسائی جلد۲ کتاب الجہاد۔ حدیث نمبر ۳۱۰۹) جا اسی کے پاس رہ کیونکہ اس کے قدموں میں جنّت ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس میں بعض ایسے نقائص تھے جن کے متعلق رسول کریم ﷺ سمجھتے تھے کہ اگر وہ ماں کی صحبت میں رہا تو اس کی عمدہ تربیت سے وہ دور ہو جائیں گے۔ ممکن ہے اس میں تیزی اور جوش کا مادہ زیادہ ہو اور اور رسول کریم ﷺ نے یہ سمجھا ہو کہ اگر یہ جہاد پر چلا گیا تو اس کی طبیعت میں جوش کا مادہ ہے وہ اور بھی بڑھ جائے گا لیکن اگر والدہ کے پاس رہا اور اس کی اطاعت کرتے ہوئے اسے اپنے جوشوں کو دبانا پڑا تو اس کی

اصلاح ہو جائے گی۔ بہرحال کوئی ایسی ہی کمزوری تھی جس کی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے اس کے لیے ماں کی تربیت جہاد کے میدان سے زیادہ بہتر سمجھی اور اسے اپنی والدہ کی خدمت میں رہنے کا ارشاد فرمایا۔ یہ حدیث بھی ظاہر کرتی ہے کہ جنّت عورت کے تعاون کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ غرض عورت کا جنّت میں ہونا ضروری ہے نہ صرف اگلی جنّت میں بلکہ دنیوی جنّت میں بھی۔ کیونکہ اس کے بغیر کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکتی۔'' (خلافت راشدہ صفحہ ۱۱۸۔ بحوالہ جنت کا دروازہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس حدیث کے معارف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یہ ایک چھوٹی سی ہدایت ہے لیکن اس کے اندر مثبت رنگ کے بھی اور منفی رنگ کے بھی بہت گہرے مضامین ہیں۔ یہ محض ایک خوشخبری ہی نہیں بلکہ اِنذار کا پہلو بھی رکھتی ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا عورتوں کے متعلق مردوں کو یہ نصیحت کرنا یا تمام قوم کو یہ نصیحت کرنا کہ تمہاری جنّت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے ایک بہت ہی معارف کا سمندر ہے جو ایک چھوٹے سے فقرے کے کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔ عورت کے اختیار میں ہے کہ قوم کا مستقبل بنائے۔ جس جنت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ صرف آخرت کی جنت نہیں بلکہ اس دنیا کی بھی جنت ہے۔ کوئی قوم جسے اس دنیا کی جنت نصیب نہ ہو اسے آخرت کی جنت کی موہوم امیدوں میں نہیں رہنا چاہیے وہ محض ایک دیوانے کا خواب ہے کیونکہ جس کے دل کو اس دنیا میں سکینت نصیب نہیں ہوتی اسے آخرت میں بھی سکینت نصیب نہیں ہو سکتی۔ جو اس دنیا میں اندھے ہیں وہ اُس دنیا میں میں بھی اندھے ہی اٹھائے جائیں گے۔ پس اس پہلو سے مسلمان عورت کی کچھ ذمہ داریاں ہیں جو اس دنیا کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہیں اور اُس دنیا کے ساتھ بھی تعلق رکھتی ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ دکھنا ہوگا کہ ہر خاتون جو گھر کی ملکہ ہے کیا اس کے گھر میں جنت بن گئی ہے یا نہیں بنی؟ کیا اس کی اولاد میں جنتیوں والی علامتیں پائی جاتی ہیں کہ نہیں؟ اسے دیکھ کر ہر عورت خود اپنے نفس کا جائزہ لے سکتی ہے اور اس بات کو پرکھ سکتی ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیش کردہ کسوٹی کے مطابق میں وہ عورت ہوں کہ نہیں جس کا ذکر میرے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اتنے پیار اور اتنے ناز اور اتنے اعتماد کے ساتھ کیا ہے مجھے مخاطب کیا میرا ذکر فرمایا اور کہا کہ اے مسلمان عورت! جو میرے حلقہ ارادت میں داخل ہوئی تجھ سے مجھے یہ توقع ہے کہ تیرے پاؤں کے نیچے

جنت ہے۔ پس یہ محض مردوں کے لیے ہی پیغام نہیں بچوں ہی کے لیے پیغام نہیں کہ تم اپنی جنت اپنی ماں کے پاؤں تلے ڈھونڈو اور بالعموم یہی معنی ہیں جو سمجھے جاتے ہیں اور بیان کیے جاتے ہیں کہ عورت کا ادب کرو۔ عورت کی دعائیں لو حالانکہ اس سے بہت زیادہ وسیع تر معنی عورت کے کردار کے تعلق میں بیان ہوئے ہیں۔ اگر ہمارا معاشرہ ہر گھر کو جنت بنا دیتا تو اس حدیث کی روح سے وہ معاشرہ (دینی) نہیں ہے۔ اگر جنت کے جہنم بنانے میں مردوں کا قصور ہے تو تو یہ قصور محض اس وقت کے دائرے میں محدود نہیں جس میں اس کی شادی ہوئی اور ایک عورت کے ساتھ اس نے ازدواجی زندگی بسر کرنی شروع کی بلکہ اس کا تعلق ایک گزرے ہوئے زمانے سے بھی ہے۔ اس نے ایسی بدنصیب ماں بھی پائی کہ جس کے قدموں تلے اسے جنت کی بجائے جہنم ملی پس جنت کی خوشخبری سے یہ مراد نہیں کہ لازماً ہر ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔ مراد یہ ہے کہ خدا توقع رکھتا ہے کہ اے مسلمان عورتو! تمہارے پاؤں تلے سے جنت پھوٹا کرے اور جہاں تمہارے قدم پڑیں وہ برکت کے قدم پڑیں اور تمہاری اولادیں اور تم سے تربیت پانے والے ایک جنت نشان معاشرے کی تعمیر کریں۔ پس اس نقطہ نگاہ سے احمدی خواتین کو بہت کچھ سوچنے کی ضرورت ہے۔ بہت کچھ فکر کی ضرورت ہے۔ اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اور جنتی (دینی) تعلیمات بعض عیوب سے تعلق رکھتی ہیں یعنی عورت کو بعض باتیں کرنے سے روکتی ہیں اور بعض ادائیں اختیار کرنے سے منع فرماتی ہیں ان کا اس حدیث کے مضمون سے بلاشبہ ایک گہرا تعلق ہے۔ وہ سب باتیں وہ ہیں جو جنت کو جہنم میں تبدیل کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔''

(خطاب جلسہ سالانہ قادیان ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء)

عن ابی هريرة قال جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال من احق الناس بحسن صحابتى قال امك قال ثم من قال ثم امك قال ثم من قال ثم امك قال ثم من قال ثم ابوك ۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حسن معاشرت کا کون سب سے زیادہ حقدار ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تیری ماں'' پھر اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔ اس نے پوچھا پھر

کون؟ آپؐ نے فرمایا: ''تیری ماں''۔اس نے پھر کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: '' تیرا باپ۔

(بخاری کتاب الادب۔مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب۔حدیث نمبر ۴۶۰۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

انسان کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ (یہ بھی مَیں نے اپنے ملک کی زبان کے مطابق کہہ دیا۔ورنہ باپ کا حق اول ہے اس لیے باپ ماں کہنا چاہیے) سے بہت ہی نیک سلوک کرے۔تم میں سے جس کے ماں باپ زندہ ہیں۔وہ ان کی خدمت کرے۔اور جس کا ایک یا دونوں وفات پا گئے ہیں۔وہ ان کے لیے دعا کرے۔صدقہ دے خیرات دے۔ (حقائق الفرقان جلد ۳۔صفحہ ۵۷۸)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''یہاں جو ماں پر زور دیا گیا ہے، مختلف احادیث میں کہیں ماں باپ کا اکٹھا ذکر آیا ہے کہیں الگ الگ آیا ہے تو اس میں اور امکانات ہیں۔یا تو وہ شخص ماں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا اس لیے تکرار کے ساتھ بار بار اس کو نصیحت کی گئی کہ تیری ماں۔دوسرے یہ امر واقع ہے کہ ماں سے زیادہ بچے سے کوئی پیار نہیں کرسکتا۔ماں سے زیادہ بچے کے لیے کوئی دکھ نہیں اٹھا سکتا۔یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کو حقیقت میں کبھی بھلایا جا ہی نہیں سکتا اگر کسی انسان کے دل میں شرافت ہو۔تو ماں اس کو پالتی ہے، ماں اس کے لیے ہر قسم کے دکھ برداشت کرتی ہے، ہر قسم کی گندگی صاف کرتی ہے اور جس طرح وہ پیار کرتی ہے ویسے کوئی اور رشتہ دار پیار نہیں کرسکتا۔بیوی بھی پیار نہیں کرسکتی۔

ایک فرضی حکایت ہے مگر ہے بہت سبق آموز۔کہتے ہیں کہ ایک لڑکے کو اپنی بیوی سے جاہلانہ حد تک عشق تھا اور ایسا جاہلانہ کہ اس کو خوش کرنے کے لیے ہر بیہودہ حرکت کرنے پر بھی تیار تھا۔وہ اپنی ساس سے بہت جلتی تھی۔اور اپنی ساس کو جب اپنے بچے سے پیار کرتے ہوئے دیکھتی تھی تو اس سے اس کے دل میں حسد بھڑک اٹھتا تھا۔تو ایک روز اس کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر تم مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو اپنی ماں کا سَر طشتری میں سجا کر لاؤ ورنہ میرا خیال چھوڑ دو۔اس بیوقوف بیٹے نے یہ کام کیا کہ طشتری میں اپنی ماں کا سر سجایا جبکہ وہ اپنی بیوی کی طرف آرہا تھا تو رستے میں ٹھوکر لگی اور اس کہاوت میں یہ ہے کہ اس کا سَر زمین پر گر پڑا تو اس سَر سے آواز آئی میرے بچے! تجھے چوٹ تو

نہیں لگی۔پس ماؤں کے دل ایسے ہوا کرتے ہیں۔اگرچہ یہ کہاوت فرضی ہے مگر ان کے دل ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

پس ماؤں سے جو غیر معمولی حسن سلوک کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بالکل صحیح ہے۔ایسا ہی ہونا چاہیے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ساری جماعت میں ماؤں کی عزت کی جائے گی۔''

(الفضل ۲ مئی ۲۰۰۰ء)

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

پنگھوڑھے میں صرف تین نے کلام کیا حضرت عیسیٰؑ ابن مریم نے اور جریج والے نے اور جریج عبادت کرنے والا آدمی تھا اور وہ ایک راہب خانہ میں رہتا تھا وہ اس میں تھا کہ اس کی ماں اس کے پاس آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔اور اس نے کہا اے جریج! تب اس نے کہا: یا ربّ! **امی و صلاتی**۔اے اللہ! ایک طرف میری ماں ہے دوسری طرف نماز۔وہ اپنی نماز کی طرف متوجہ رہا۔اس پر وہ چلی گئی پھر جب اگلا روز ہوا تو وہ اس کے پاس آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اس نے کہا اے جریج! اس پر اس نے کہا: اے میرے ربّ! (ایک طرف) میری ماں ہے (تو دوسری طرف میری نماز۔اور وہ اپنی نماز کی طرف ہی متوجہ رہا اس پر (اس کی) ماں نے کہا: اے اللہ! اس کو موت نہ دینا یہاں تک کہ یہ بدکار عورتوں کے منہ نہ دیکھ لے۔(بخاری ہی کی ایک دوسری روایت میں راوی کہتے ہیں کہ اگر وہ اس کے لیے بددعا کرتی کہ وہ کسی فتنہ میں ڈالا جائے تو وہ ضرور ڈالا جاتا) (ایک اور روایت میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر جریج عالم ہوتا تو جانتا کہ ماں کی بات کا جواب دینا عبادت سے زیادہ ضروری تھا)

پھر بنی اسرائیل جریج اور اور اس کی عبادت کا تذکرہ کرنے لگے۔اور ایک بدکار عورت تھی جس کی خوبصورتی کی مثال دی جاتی تھی اس نے کہا کہ اگر تم لوگ چاہو تو میں ضرور تمہارے لیے اسے آزمائش میں ڈال دوں۔وہ بیان کرتے ہیں کہ پھر اس نے جریج کو اپنا آپ پیش کیا۔لیکن اس نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔پھر وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو اس کے راہب خانہ میں ٹھہرا کرتا تھا۔اس عورت نے اسے اپنے پر اختیار دیا۔اس چرواہے نے اس سے صحبت کی اور وہ حاملہ ہوگئی۔جب اس نے بچہ کو جنم دیا تو کہنے لگی یہ جریج کا بچہ ہے۔اس پر لوگ اس کے پاس آئے اور اسے نیچے آنے کے لیے کہا

اوراس کے راہب خانہ کومنہدم کر دیا اوراسے مارنے لگے اس نے کہا تمہیں ہوا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ تم نے اس بدکار سے بدکاری کی ہے۔ چنانچہ اس نے تجھ سے ایک بچہ کوجنم دیا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ بچہ کہاں ہے وہ اسے لے آئے اس نے کہا کہ مجھے ذرا نماز پڑھ لینے دو اس نے نماز پڑھی۔ جب وہ فارغ ہوا تو بچہ کے پاس آیا اوراس کے پیٹ میں انگلی چبھوئی اور کہا اے لڑکے! تیرا باپ کون ہے؟ اس نے کہا فلاں چرواہا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ پھر وہ لوگ جریج کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے چومنے اور برکت حاصل کرنے لگے اور کہا کہ ہم تیرے لیے سونے کا راہب خانہ بنا دیتے ہیں۔ اس نے کہا نہیں اسے اسی طرح مٹی کا بنا دو جیسا پہلے تھا چنانچہ انہوں نے بنا دیا۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۱۲۔ بخاری جلد ۲ حدیث ۱۲۰۶ کتاب العمل فی الصلوٰۃ)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

مَیں جنّت میں گیا تو مَیں نے وہاں قرآن پڑھنے کی آواز سُنی مَیں نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے تو فرشتوں نے بتایا کہ یہ حارثہ بن نعمانؓ ہیں۔ صحابہؓ نے یہ بات سُنی تو ان کے دِل میں یہ جاننے کی خواہش پیدا ہوئی کہ حارثہؓ نے اپنے کس عمل کے سبب یہ فضیلت حاصل کی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حارثہؓ کی اس فضیلت کا سبب ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا کہ یہی وہ فضیلت ہے جو والدین کے ساتھ نیکی پر حاصل ہوتی ہے اور حارثہ بن نعمانؓ اپنی ماں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ جلد ۳۔ حدیث نمبر ۴۷۰۷۔ باب صلہ رحمی کا بیان)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ فضل (بن عباسؓ) رسول اللہ ﷺ کے پیچھے (اونٹ پر) سوار تھے اتنے میں قبیلہ خشعم کی ایک عورت آئی تو فضلؓ اسے دیکھنے لگے اور وہ عورت فضلؓ کو دیکھنے لگی اور نبی ﷺ نے فضلؓ کا منہ دوسری طرف پھیر دیا اس عورت نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! فریضہ حج اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں پر ایسے وقت میں مقرر ہوا ہے کہ جب میرا باپ بہت بوڑھا ہے اونٹنی پر جم کر بیٹھ نہیں سکتا کیا مَیں اس کی طرف سے حج کرلوں؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! (تم اس کی طرف سے حج کرلو۔) یہ واقعہ حجۃ الوداع میں ہوا۔ (صحیح بخاری جلد ۳ کتاب الحج حدیث نمبر ۱۵۱۳)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ میری والدہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں میرے

آئیں اور وہ ابھی مشرکہ ہی تھیں۔ مَیں نے نبی کریم ﷺ سے فتویٰ پوچھا۔ مَیں نے کہا: میری والدہ شوق سے میرے پاس آئی ہیں۔ کیا مَیں ان سے نیک سلوک کروں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہاں اپنی والدہ سے نیک سلوک کرو'' (بخاری۔ کتاب الھبۃ۔ باب الھدیۃ للمشرکین حدیث نمبر ۲۶۲۰)

سوتیلی ماں:

عام طور پر ہمارے معاشرے میں سوتیلی ماؤں سے اچھا سلوک نہیں کیا جاتا اور اُن کے حقوق کو پامال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ سوتیلی مائیں بھی مائیں ہی ہوتی ہیں۔ ان کے بھی وہی حقوق ہیں جو حقیقی ماؤں کے ہیں۔

اس ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''باوجودیکہ حضرت یوسفؑ کی حقیقی والدہ فوت ہو چکی تھیں۔ اور موجودہ والدہ اُن کی سوتیلی والدہ تھیں۔ مگر وہ اُن کا پورا ادب اور لحاظ واحترام کرتے تھے۔ اس میں یہ نصیحت ہے کہ اولاد کو یہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ سوتیلی مائیں بھی مائیں ہی ہوتی ہیں۔ ان کے ساتھ سلوک کرنے میں اور ان کے احترام میں اسلام کوئی فرق نہیں کرتا۔ پس اولاد کو چاہیے کہ وہ اُن کا بھی ویسا ہی لحاظ کریں جیسا کہ حقیقی ماؤں کا کرنا چاہیے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۰)

والد صاحبان کے متعلق چند احادیث:

چند احادیث مبارکہ والد صاحبان کے متعلق پیش خدمت ہیں۔

عن ابی الدرداءؓ ان رجلا اتاہ....فقال ابو درداء: سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: الوالد اوسط ابواب الجنّۃ فان شئت فاضع ذلک الباب او احفضہ ۔ (رواہ الترمذی)

حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے، انہوں نے ایک شخص سے فرمایا کہ مَیں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ والد جنّت میں داخلے کا بہترین دروازہ ہے اب تُو چاہے تو اس دروازہ کو اکھاڑ دے یا اسے محفوظ رکھ۔ (سنن ترمذی کتاب البر والصلہ حدیث ۱۸۲۲)

آنحضرتﷺ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو حکم دیا تھا کہ:۔

"اطع اباك ما دام حيا ولا تعصه ۔"

جب تک تمہارا باپ زندہ ہے اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرنا۔

(مسند احمد بن حنبل۔حدیث نمبر ۶۵۳۸)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ مسلمانوں کے باہمی اختلافات میں شرکت پسند نہیں کرتے تھے مگر اپنے والد کے اصرار پر اطاعت کے خیال سے جنگ صفین میں شریک ہوئے کیونکہ ایک موقع پر حضورﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ نماز پڑھو۔روزہ رکھو اور والد کی اطاعت کرو۔

مگر جنگ میں شرکت کے باوجود حضرت عبداللہؓ نے نہ تلوار اٹھائی اور نہ نیزہ مارا اور نہ تیر چلایا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۵ از ابن اثیر۔بحوالہ جنت کا دروازہ صفحہ ۴۱، ۴۲)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

طاعته اللّٰه طاعته الو الد و معصيةاللّٰه معصية الوالد.

(الطبرانی۔مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۱۳۶)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی تکمیل والد کی اطاعت میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والد کی نافرمانی ہے۔

عن عبداللّٰه بن عمروؓ قال رسول اللّٰه ﷺ :رضى الربّ فى رضى الوالد ،وسخط الربّ فى سخط الوالد ۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

(ترمذی، الادب المفرد للبخاری۔باب قولہ تعالیٰ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا)

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بھی تھا، نبی کریمﷺ نے پوچھا کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ یہ میرا باپ ہے، آپﷺ نے فرمایا:**"فلا تمش امامه ،ولا تجلس**

قبله،ولا تدعه باسمه ،ولا تستسب له"یعنی ان کے آگے مت چلنا، مجلس میں ان سے پہلے نہ بیٹھنا، ان کا نام لے کر نہ پکارنا، ان کو گالی مت دینا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی۔جلد ۴۔حدیث نمبر ۴۱۵۹۔صفحہ ۲۶۸)

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضورﷺ کی خدمت میں ایک بیٹا حاضر ہوا اور اس نے اپنے باپ کے خلاف باتیں کیں اور کہا کہ میرا باپ ایسا ویسا ہے اور میری ساری جائیداد کو اپنے تصرف میں لا رہا ہے۔باپ بھی وہیں موجود تھا۔بیٹے نے کہا یا رسول اللہ! اس کو منع فرمائیں میرے معاملات میں دخل نہ دیا کرے۔باپ خاموش رہا۔ایک لفظ نہیں بولا۔آنحضورﷺ نے اس کی آنکھوں میں غم دیکھا اور اس سے پوچھا کہ بات کرو، اپنے دل کی بات تو بتاؤ کہ کیا کہتے ہو۔اس نے عربی کے کچھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ یا رسول اللہ! جب یہ بچہ تھا اور اس کی ٹانگوں میں طاقت نہیں تھی کہ یہ چل سکے میں نے اس کو گودیوں میں اُٹھایا اور گودیوں میں اُٹھا جگہ جگہ پھرا۔یہ جب چھوٹا تھا اور اس کو بھوک لگتی تھی اس میں میں اتنی بھی طاقت نہیں تھی کہ پاس پڑے ہوئے دودھ کو اُٹھا کر پی سکتا میں اسے دودھ پلایا کرتا تھا۔یا رسول اللہ! اس کی کلائیاں نازک تھیں ان میں اپنے دفاع کی کوئی طاقت نہیں تھی یہ میری کلائیاں تھیں جنہوں نے اس کا دفاع کیا اور پھر میں نے اس کو تیراندازی سکھائی اور میرے آقا! اب جبکہ یہ تیراندازی سیکھ چکا ہے میرے پر ہی تیر چلا رہا ہے۔آنحضرتﷺ یہ بات سن کر شدت جذبات سے مغلوب ہو گئے اور اس بیٹے کو گریبان سے پکڑا اور فرمایا: جا تُو اور جو کچھ تیرا ہے تیرے باپ کا ہے۔

(بحوالہ عدل، احسان اور ایتاءِ ذی القربیٰ از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب صفحہ ۲۳۹)

ایک صحابی آنحضرتﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس دولت ہے اور میرا باپ محتاج ہے۔کیا میں اسے (دولت) دے دوں؟ آپﷺ نے فرمایا: تم اور تمہاری دولت دونوں تمہارے باپ کے لیے ہو۔

(سنن ابوداؤد کتاب المناقب۔بحوالہ مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے شائع کردہ خدام الاحمدیہ کراچی)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

'ماں باپ سے احسان کرنا چاہیے۔بڑے ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ اس دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔باپ کی رضامندی کو میں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور

اس سے زیادہ کوئی نہیں۔افلاطون نے غلطی کھائی ہے وہ کہتا ہے ’’ہماری روح جو اوپر اور منزّہ تھی ہمارے باپ اسے گرا کر نیچے لے آئے۔‘‘ وہ جھوٹ بولتا ہے۔وہ کیا سمجھتا ہے کہ روح کیا ہے۔نبیوں نے بتلایا ہے کہ یہاں ہی باپ نطفہ تیار کرتا ہے پھر ماں اس نطفہ کو لیتی ہے۔اور بڑی مصیبتوں سے اسے پالتی ہے۔نو مہینے پیٹ میں رکھتی ہے۔بڑی مشقت سے **حَمَلَتۡهُ أُمُّهُ كُرۡهاً وَوَضَعَتۡهُ كُرۡهاً وَحَمۡلُهُ وَفِصَالُهُ** ۔(سورۃ الاحقاف آیت ۱۶) اسے مشقت سے اُٹھائے رکھتی ہے اور مشقت سے جنتی ہے۔اس کے بعد وہ دو سال یا کم از کم پونے دو سال اسے بڑی تکلیف سے رکھتی ہے اور اسے پالتی ہے۔رات کو اگر وہ پیشاب کر دے تو بستر کی گیلی طرف اپنے نیچے کر دیتی ہے اور خشک طرف بچے کو کر دیتی ہے۔انسان کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ (یہ بھی میں نے اپنے ملک کی زبان کے مطابق کہہ دیا ورنہ باپ کا حق اول ہے اس لیے **باپ ماں** کہنا چاہیے) سے بہت ہی نیک سلوک کرے۔تم میں سے جس کے ماں باپ زندہ ہیں وہ ان کی خدمت کرے جس کا ایک یا دونوں وفات پا گئے ہیں۔وہ ان کے لیے دُعا کرے،صدقہ دے اور خیرات کرے۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۱۸۳،۱۸۴۔مصنف حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدینؓ خلیفۃ المسیح الاول)

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:۔

تم اپنے باپوں کو گالیاں نہ دو۔صحابہؓ نے عرض کیا کوئی اپنے باپ کو بھی گالی دیتا ہے (اب تو بیٹے باپ کو مارتے بھی ہیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا جب تم نے کسی کے باپ کو گالی دی تو گویا اپنے باپ کو دی کیونکہ وہ تمہارے باپ کو گالی دے گا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے یہ بھی ہے کہ تم ان کے سامنے کپڑے بھی مت جھاڑو،کہیں کپڑوں کا غبار اور دھول ان کو لگ نہ جائے۔

متکبر اور بے ادب:

حضرت مصلح موعودؓ ایک پُر معارف نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’بچہ کو حق نہیں ہے کہ ماں باپ کو کہے۔تم نے میری فلاں بات نہ مانی۔اس لیے نتیجہ اچھا نہ نکلا۔مگر ماں باپ کو حق ہے کہ وہ ایسا کہیں۔ماں باپ کے ایسا کہنے پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔بچہ ایسی جگہ کھیلتا ہو جہاں اسے نہیں کھیلنا چاہیے اور جہاں سے ماں باپ نے اسے روکا ہو۔پھر اگر اسے تکلیف پہنچے تو ماں باپ کہتے ہیں۔ہم نے تمہیں پہلے نہیں کہا تھا کہ وہاں نہ کھیلو۔یہ ایک اخلق کی بات ہے۔اور درست ہے ماں باپ کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان کو یہ نہیں کہنا چاہیے۔لیکن اگر برابر کا یا چھوٹا بڑے کو یہی بات کہے تو اس کو متکبر اور بے ادب کہا جائے گا۔کیونکہ اس کو شرعاً۔عرفاً۔اخلاقاً۔قانوناً حق نہیں کہ ایسا کہے جس کو حق حاصل ہوتا ہے۔وہ کہتا ہے کہ مَیں نے تمہیں پہلے نہیں کہہ دیا تھا کہ تمہیں ایسا کہنے سے نقصان ہوگا۔‘‘ (الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۲۴ء خطبات محمود)

صحابہؓ اور والدین:

حضرت اویس قرنیؓ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

انی لا جد نفس الرحمان من هاهنا واشار الی الیمن۔

یمن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس طرف سے رحمان خدا کی خوشبو آتی ہے۔ (رواہ احمد والطبرانی۔کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۵۰ حدیث ۳۳۹۵۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

اور اویس قرنی کو بھی الہام ہوتا تھا اس نے ایسی مسکینی اختیار کی کہ آفتاب نبوت اور امامت کے سامنے آنا بھی سوء ادب خیال کیا۔سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بارہا یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ ’’**اجد ریح الرحمٰن من قبل الیمن**‘‘ یعنی مجھے یمن کی طرف سے خدا کی طرف سے خوشبو آتی ہے۔یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اویس میں خدا کا نور اترا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۷۷۔نام کتاب ضرورۃ الامام)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی یہ ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔اویس قرنی کے لیے بسا اوقات رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے **خُدا کی خُوشبو** آتی ہے۔آپ ﷺ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آ سکتا۔

بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خُدا ﷺ موجود ہیں مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔

مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ رسول خُدا نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی یا اویس کو یا مسیح کو۔یہ عجیب بات ہے جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے کو گئے تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں۔ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی۔ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لیے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چوڑھے چمار بھی کم لیتے ہوں گے۔ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے۔اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونوں سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے۔میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور فرمانبرداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔بہتری اسی میں ہے ورنہ اختیار ہے۔ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے۔" (ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۹۵)

جب حضرت عمرؓ کی اویس قرنیؒ سے ملے تو انہیں بتایا کہ "حضور ﷺ نے ایک بار اس کے متعلق فرمایا تھا اس کی ماں ہے وہ اس سے نیک سلوک کرنے والا ہے وہ ایسا نیک بخت ہے کہ اگر اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اس کی قسم سچی کر دے۔"

(مسلم کتاب الفضائل۔فضائل اویس قرنیؒ۔جلد ۱۳ حدیث نمبر ۴۵۹۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ جیسے مقرب صحابی کو فرمایا کہ بہترین تابعی اویس ہے اس کی والدہ ہے جس کا وہ بہت فرمانبردار ہے اس سے ملو تو استغفار کی درخواست کرنا۔چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایسا ہی کیا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب فضائل اویس حدیث ۴۶۱۳)

حضرت ابو ھریرۃؓ:

حضرت ابوھریرہؓ کی والدہ جب تک وہ زندہ رہیں آپؓ نے حج نہیں کیا۔مبادا ان کی غیر حاضری میں انہیں کوئی تکلیف پہنچے۔ (مسلم کتاب النذر)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میری والدہ مشرکہ تھیں میں انہیں اسلام کی تبلیغ کیا کرتا تھا ایک دن جو میں نے انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو انہوں آنحضور ﷺ کی شان میں نازیبا الفاظ استعمال کیے۔(آج کا مولوی ہوتا تو نہ جانے کیا کر گزرتا) میں روتا روتا خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ سنایا آنحضرت ﷺ نے سنا تو زبان مبارک سے یہ فقرہ جاری ہوا۔**"اللّٰھم اھدام ابی ھریرہ"** اے اللہ! ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت دے دے۔حضرت ابو ہریرہؓ گھر آئے تو دیکھا کہ گھر کا دروازہ بند تھا اور پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔والدہ غسل سے فارغ ہوئیں تو یوں گویا ہوئیں۔

اشھدان لا الہ الا اللّٰہ و اشھدان محمد رسول اللّٰہ

وہ کہتے ہیں کہ میں واپس رسول اللہ ﷺ کے پاس گیا اور میں آپؐ کے پاس آیا تو میں خوشی سے رو رہا تھا۔وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو خوشخبری ہو، اللہ نے آپ کی دعا سن لی۔اور ابو ہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے دی ہے۔آپؐ نے اللہ کی حمد و ثناء کی اور آپؐ نے بہت اچھی اچھی باتیں فرمائیں۔وہ کہتے ہیں میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! اب دعا کیجیے کہ "اللہ تعالیٰ میری اور میری والدہ کی محبت مومنوں کے دلوں میں پیدا کر دے اور ہمارے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے"

"حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں چنانچہ آپؐ نے دعا کی۔"اے اللہ! اپنے اس پیارے بندہ۔۔یعنی ابو ہریرہؓ اور اس کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دلوں میں ڈال دے۔" پس کوئی مومن پیدا نہیں کیا گیا جو

میرے بارے میں سنے اور مجھے نہ دیکھا ہو مگر وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔

(صحیح مسلم جلد۱۳ حدیث نمبر ۴۵۳۲۔ الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۱۲۰۴ از ابن حجر عسقلانی مطبع مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۳۹ء)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص:

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص مسلمانوں کی خانہ جنگی کے زمانہ میں حضرت علیؓ کے خلاف کوئی حصہ نہ لینا چاہتے تھے۔ تاہم جب ان کے والد نے اصرار کیا تو بادل نخواستہ شریک ہو گئے۔ مگر جنگ میں شرکت کے باوجود حضرت عبداللہؓ نے نہ تلوار اٹھائی اور نہ نیزہ مارا اور نہ تیر چلایا۔

(اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۲۴۵)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ مسلمانوں کے باہمی اختلاف میں شرکت پسند نہیں کرتے تھے مگر اپنے والد کے اصرار پر اطاعت کے خیال سے جنگ صفین میں شریک ہوئے کیونکہ ایک موقع پر حضورﷺ نے انہیں فرمایا تھا کہ نماز پڑھو روزہ رکھو اور والد کی اطاعت کرو۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ:

حضرت عبداللہ بن ابی بکرؓ کو اپنی بیوی سے حد درجہ محبت تھی۔ اس محبت نے ایک دفعہ انہیں جہاد میں شامل نہ ہونے دیا۔ حضرت ابی بکرؓ نے یہ دیکھ کر بیوی دین کے رستہ میں ایک رکاوٹ ثابت ہوئی ہے انہیں حکم دیا کہ اسے طلاق دے دیں۔ اس حکم کی تعمیل ان پر سخت گراں تھی۔ تاہم باپ کے حکم کا وہ انکار نہ کر سکے اور طلاق دے دی۔ لیکن نہایت دردانگیز اشعار کہے جن کا حضرت ابی بکرؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ انہوں نے رجوع کی اجازت دے دی۔ (اسد الغابہ ذکر عاتکہ بن زید۔ بحوالہ مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے۔ از رحمت اللہ خان شاکر)

حضرت سعد بن عبادہؓ:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ (عمرہ بنت مسعودؓ) وفات پا گئیں، وہ اس وقت موجود نہ تھے۔ جب وہ آئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! میری والدہ گزر گئیں میں مرتے وقت موجود نہ تھا۔ اگر مَیں ان کی طرف سے کچھ خیرات کروں تو ان کو ثواب پہنچے گا؟ آپؐ نے

فرمایا: 'ہاں'۔ سعیدؓ نے کہا مَیں آپ کو گواہ کرتا ہوں میرا باغ مخراف نامی ان کی طرف سے صدقہ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الوصایا حدیث نمبر ۲۷۵۶)

حضرت اسامہ بن زیدؓ:

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں کھجور کی قیمت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔۔ اس وجہ سے کھجور کا درخت بھی بہت قیمت پانے لگا تھا۔ لیکن ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے کھجور کے ایک درخت میں شگاف کیا اور اس میں سے جمار نکالا۔ چونکہ اس درخت کے ضائع ہونے کا احتمال تھا۔ کسی نے کہا کہ جب کھجور کے درخت کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ آپ اسے اس طرح کیوں ضائع کرتے ہیں۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میری ماں کی یہ خواہش تھی اور مَیں حتی الوسیع اس کی فرمائش کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد ذکر اسامہ بن زید۔ بحوالہ مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ:

حضرت عبداللہ بن دینار حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین آدمی مکہ کے رستہ میں انہیں ملا تو حضرت عبداللہؓ نے اسے سلام کہا اور اسے اس گدھے پر سوار کر لیا جس پر وہ خود سوار ہوا کرتے تھے اور اسے وہ عمامہ بھی دیا جو ان کے سر پر تھا۔ ابن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ بادیہ نشین لوگ ہیں اور تھوڑے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ اس کا باپ، حضرت عمر بن خطابؓ کو پیارا تھا اور میں نے رسول اللہﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً بیٹے کا اپنے باپ کے پیاروں سے حسن سلوک کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ (مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۱۵)

متفرقات:

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے پیدل خانہ کعبہ تک آنے اور حج کرنے کی نذر مانی تھی مگر بڑھاپے کی وجہ سے وہ بغیر سہارے کے ایسا کرنے سے قاصر تھے۔ ان کے دونوں بیٹے

ان کوسہارا دے کر حج کرانے کے لیے لائے۔حضورﷺ نے دیکھا تو ان صحابی سے فرمایا سوار ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اپنے نفسوں کو عذاب دینے سے غنی ہے۔ (مسلم جلد ۸ کتاب النذر حدیث ۳۰۸۷)

ایک صحابی نے اپنی والدہ کو لونڈی ہبہ کر دی۔ (سنن ابی داؤد کتاب الوصایا حدیث ۲۴۹۲)

ایک صحابی نے کھجوروں کا باغ اپنی والدہ کو تحفے کے طور پر دیا اور والدہ کی وفات کے بعد ان کے نام پر صدقہ کر دیا۔ (سنن ابی داؤد حدیث ۳۰۸۷)

عن عائشة ان رجلا اتى النبى ﷺ فقال يا رسول الله! ان امى افتلتت نفسها ولم توص واظنها لو تكلمت تصدقت افلها اجر ان تصدقت عنها .قال: نعم. (صحیح مسلم کتاب الوصیت جلد ۸ حدیث نمبر ۳۰۶۹)

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہا ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ! میری ماں اچانک فوت ہوگئی ہے اور وہ وصیت نہیں کر سکی اور میرا اس کے متعلق خیال ہے کہ اگر وہ بول سکتی تو صدقہ کرتی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اسے اجر ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔



حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور والدین:

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے آقا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہ صرف لوگوں کو اپنے والدین کی خدمت اور اطاعت کا سبق دیا بلکہ اپنے والدین کی بے انتہا عزت اور اطاعت کا دلکش نمونہ پیش کیا۔آپ نے اپنی طبیعت اور فطرت کے خلاف اپنے والد صاحب کی خواہش کے پیش نظر چند برس سیالکوٹ میں ملازمت بھی اختیار کی اور ایک لمبا عرصہ تک مقدمات کی پیروی میں بھی مشغول رہے۔آپؑ نے یہ سب کام اپنے والد صاحب کی اطاعت اور خدمت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کئے نہ کہ دُنیا کے لئے۔آپؑ اپنی والدہ کا بھی بے حد احترام کرتے اور محبت سے پیش آتے تھے۔حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کی والدین سے محبت اور عقیدت کے متعلق چند واقعات پیش خدمت ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب والد صاحب کی خدمت میں جاتے تو نظر نیچے ڈال کر چٹائی پر بیٹھ جاتے تھے آپ کے سامنے کرسی پر نہیں بیٹھتے تھے۔ (حیاتِ احمد صفحہ ۳۴۵)

حضرت یعقوب علی عرفانی بیان کرتے ہیں:۔

بارہا دیکھا گیا کہ جب کبھی آپؑ والدہ صاحبہ کا ذکر کرتے تو آپؑ کی آنکھیں ڈبڈبا آتی تھیں اور آپؑ ایک قادرانہ ضبط سے اس اثر کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے۔ (حیاتِ احمد صفحہ ۳۴۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنی والدہ سے بے پناہ محبت تھی۔جب کبھی ان کا ذکر فرماتے آپؑ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ کا چشم دید بیان ہے کہ حضورؑ ایک مرتبہ سیر کی غرض سے اپنے پرانے قبرستان کی طرف نکل گئے۔راستہ سے ہٹ کر آپؑ ایک جوش کے ساتھ اپنی والدہ صاحبہ کے مزار پر آئے اور اپنے خدام سمیت ایک لمبی دعا کی۔حضور جب کبھی حضرت والدہ صاحبہ کا ذکر کرتے تو آپ چشم پر آب ہو جاتے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ ۱۲۵ از مولانا دوست محمد صاحب شاہد)

حضور فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب اپنے آباء واجداد کے دیہات کو دوبارہ لینے کے لیے انگریزی عدالتوں مقدمات کر رہے تھے۔انہوں نے انہی مقدمات میں مجھے بھی لگایا اور ایک زمانہ دراز تک مَیں ان کاموں میں مشغول رہا۔

مجھے افسوس ہے کہ بہت سا وقت عزیز میرا ان بیہودہ جھگڑوں میں ضائع ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی والد صاحب موصوف نے زمینداری امور کی نگرانی میں مجھے لگا دیا۔مَیں اس طبیعت اور فطرت کا آدمی نہیں تھا مگر تاہم مَیں خیال کرتا ہوں کہ مَیں نے نیک نیتی سے، نہ دُنیا کے لیے بلکہ محض ثواب اطاعت حاصل کرنے کے لیے اپنے والد صاحب کی خدمت میں اپنے تئیں محو کر دیا تھا اور ان کے لیے دُعا میں بھی مشغول رہتا تھا اور وہ مجھے دِلی یقین سے بر بالوالدین جانتے تھے۔ (کتاب البریہ)

تفسیر القرآن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی بعض ایسے مشکلات آ گئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ

سے ان کی ان کے والدین سے نزاع ہوگئی تھی۔ بہرحال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبر گیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو، جب کوئی موقع ملے اسے ہاتھ سے نہ دو۔ تمہاری نیّت کا ثواب تم کو مل رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدنظر رکھو اور نیّت کی صحت کا لحاظ رکھو اور ان کے حق میں دُعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا، حضرت ابراہیمؑ کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا۔ بہرحال خُدا کا حق مقدم ہے۔ پس خُدا کو مقدم کرو اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور اُن کے حق میں دُعا کرتے رہو اور صحت نیّت کا خیال رکھو۔''

(الحکم جلد ۲ نمبر ۱۲ مورخہ ۲ مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۴ بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ ۶۰، ۶۱)

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں:۔

''آپؑ اپنے والدین کے نہایت فرمانبردار تھے اس لئے والد صاحب کا حکم نہ ٹالتے تھے اپنے والد صاحب کے حکم کے ماتحت ان کی زمینداری مقدمات کی پیروی میں لگ گئے لیکن آپؑ کا دل اس کام میں نہ لگتا تھا بعض اوقات کسی مقدمہ میں ہار کر آتے تو آپؑ کے چہرے سے بشاشت کے آثار ہوتے اور لوگ سمجھتے کہ شاید فتح ہوگئی ہے پوچھنے پر معلوم ہوتا کہ ہار گئے ہیں وجہ دریافت کرنے پر فرماتے منشائے الٰہی یہی تھا اور اس مقدمہ کے ختم ہونے سے فراغت تو ہوگئی یادِ الٰہی میں مصروف رہنے کا موقع ملے گا والد صاحب چاہتے تھے کہ آپؑ یا تو زمینداری کے کام میں مصروف ہوں یا کوئی ملازمت اختیار کریں آپؑ ان دونوں باتوں سے متنفر تھے لیکن آپؑ اپنے والد کے حکم کے ماتحت اور اُن کے آخری ایام کو جہاں تک ہو سکے با آرام کرنے کے لئے اس کام میں لگے ضرور رہتے تھے گو فتح و شکست سے آپ کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔''

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مصلح موعودؓ)

ایک دفعہ نانی اماں جو حضرت اماں جان (حرم بانی سلسلہ احمدیہ) کی والدہ تھیں۔ حضرت صاحب کے گھر تشریف لائیں تو گھر کی ملازمہ نے ان سے گستاخی کی۔ آپ ناراض ہو کر نچلے دالان میں چلی گئیں اور اوپر گھر میں جانے سے انکار کر دیا۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ کو جب اس کا علم ہوا تو آپ اپنی بیگم صاحبہ (حضرت اماں جان) کا ہاتھ پکڑ کر ان کو نیچے لے گئے۔ نانی اماں بستر پر لیٹی ہوئی تھیں۔

حضرت صاحب نے چارپائی کی پائنتی کی طرف ان کو کھڑا کر کے اپنے ہاتھ سے ان کا سَر نیچا کیا اور والدہ کے پاؤں میں ان کا سَر رکھ کر بوسہ دینے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد آپ اوپر تشریف لے گئے۔ ماں نے بیٹی سے ناراضگی دور کی اور خوشی خوشی اوپر تشریف لے گئیں۔ (روزنامہ الفضل ۲۸ فروری ۱۹۹۵ء)

حضرت اللہ دتہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''میں نے حضرت اقدس سے دعا کی درخواست کی کہ میرا والد سلسلہ کا سخت مخالف ہے۔ حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ اس کا کیا نام ہے میں نے اس کا نام جمال الدین بتایا اور پھر میرا نام دریافت کیا تو اللہ دتہ بتایا حضرت اقدس نے فرمایا کہ تم دعاؤں میں لگے رہو اور ہم بھی دعا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور پھر رخصت ہوتے ہوئے بھی حضرت صاحب نے یہی کلمات فرمائے اور اندر چلے گئے۔ اور والد صاحب نے بعد ازاں سخت مخالفت کی سولہ سال متواتر مخالفت پر اڑے رہے مگر میں متواتر دعا کرتا رہا۔

ایک دفعہ جلسہ پر جانے کے لیے میں نے تحریک کی کہ آپ کم از کم قادیان جلسہ دیکھ آؤ کیونکہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ چنانچہ جلسہ پر آنے سے پہلے والد صاحب نے کہا کہ مجھ سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تک حق اور جھوٹ نہ دیکھوں مجھے موت نہیں آئے گی تمہارے کہنے پر نہیں جاؤں گا چنانچہ والد صاحب اپنی مرضی سے جلسہ پر آ گئے اور جلسے کے دوران میں بیعت کر لی اور بعد ازاں ایک سال تک زندہ رہے اور مارچ ۱۹۲۴ء میں فوت ہو گئے۔'' (الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۹۸ء)

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے) ایک شخص نے سوال کیا کہ یا حضرت والدین کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر فرض کی ہے مگر میرے والدین حضور کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کی وجہ سے مجھ سے سخت بیزار ہیں اور میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ جب میں حضور کی بیعت کے واسطے آنے کو تھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہم سے خط و کتابت بھی نہیں کرنا اور اب ہم تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اب میں اس فرض الٰہی کی تعمیل سے کس طرح سبکدوش ہو سکتا ہوں۔

فرمایا:

''قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا حکم دیتا ہے وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ **رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوسِكُمْ إِن تَكُونُواْ صَالِحِيْنَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلأَوَّابِيْنَ غَفُوراً۔** (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۶) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم صالح ہو تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے۔ صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کو بھی ایسے مشکلات پیش آ گئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی ان کے والدین سے نزاع ہو گئی تھی بہرحال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبر گیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو۔ جب کوئی موقع ملے اسے ہاتھ سے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل کے رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدنظر رکھو اور نیت کی صحت کا لحاظ رکھو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا پیش نہیں آیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی ایسا واقع پیش آیا تھا۔ بہر حال خدا کا حق مقدم ہے۔ پس خدا تعالیٰ کو مقدم کرو اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۵۰)

شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی کے والد سخت مخالف تھے ملفوظات میں درج ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ:

''ان کے حق میں دعا کیا کرو ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دل جوئی کرنی چاہیے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر (دین) کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے۔ (سچے دین) کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک ممیّز شخص ہوتا ہے شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں (دین) کی محبت ڈال دے۔ (دین) والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور جس سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی ہر طرح سے پوری فرمانبرداری کرنی چاہیے دل و جان سے ان کی خدمت بجالاؤ۔'' (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۴۹۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں ایک ضعیف العمر شخص غالباً وہ بیعت میں داخل تھا اور اس کا بیٹا نائب تحصیل دار تھا۔ جو اس کے ساتھ حاضر ہوا۔ باپ نے شکایت کی کہ یہ میرا بیٹا میری یا اپنی ماں کی خبر گیری نہیں کرتا۔ اور ہم تکلیف سے گزارہ کرتے ہیں۔

حضور نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ** (سورۃ الدھر آیت ۹) اور اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ماں باپ اور اولاد اور بیوی کی خبر نہ لے۔ تو وہ بھی اس حکم کے نیچے مساکین (ماں باپ) یتامی (بچے) اسیر (بیوی) میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تم خدا تعالیٰ کا یہ حکم مان کر ہی آئندہ خدمت کرو۔ تمہیں ثواب بھی ہوگا اور ان کی خبر گیری بھی ہو جائے گی۔ اس نے عہد کیا کہ آج سے میں اپنی کل تنخواہ ان کو بھیج دیا کروں گا خود مجھے میرا خرچ جو چاہیں بھیج دیا کریں۔ پھر معلوم ہوا وہ ایسا ہی کرتا رہا۔

(رفقائے احمد جلد ۴ صفحہ ۱۰۱ ملک صلاح الدین ایم۔اے قادیان)

صحابہؓ حضرت مسیح موعودؑ اور والدین:

صحابہؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رفقاء نے بھی عظیم نمونے دکھائے۔ چند واقعات پیش ہیں۔

قاضی ضیاء الدین صاحب:

حضرت مولوی شیر علی صاحب فرماتے ہیں:۔

میں جب ۱۸۹۷ء میں قادیان آیا تو جامع بیت اقصیٰ کی دیوار پر ایک تحریر قاضی ضیاء الدین صاحب سکنہ قاضی کوٹ ضلع گوجرانوالہ کی دیکھی اور اس کا مضمون یہ تھا کہ اگر وطن میں میری والدہ جو بوڑھی اور ضعیف ہیں نہ ہوتیں تو میں حضرت مرزا صاحب کی معیت سے جدا نہ ہوتا۔ (رفقاء احمد جلد ۶ صفحہ ۹)

حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ:

حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

ماں باپ ایک تربیت کے متعلق ہی جس قدر تکلیف اُٹھاتے ہیں اگر اس پر غور کیا جائے تو بچے پیر دھو دھو کر پئیں۔

میں نے چودہ بچوں کا بلاواسطہ باپ بن کر دیکھا ہے کہ بچوں کو ذرا سی تکلیف سے والدین کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ان کے احسانات کے شکریہ میں ان کے حق میں دُعا کرو۔میں اپنے والدین کے لیے دُعا کرنے سے کبھی نہیں تھکا۔کوئی ایسا جنازہ نہیں پڑھا ہوگا جس میں ان کے لیے دُعا نہ کی ہو۔جس قدر بچہ نیک بنے ماں باپ کو راحت پہنچتی ہے اور وہ اسی دُنیا میں بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء)

میری والدہ کی وفات کی تار جب مجھے ملی تو اس وقت میں بخاری پڑھ رہا تھا۔وہ بخاری بڑی اعلیٰ درجہ کی تھی۔میں نے اس وقت کہا اے اللہ! میرا باغ تو یہی ہے تو پھر میں نے وہ بخاری وقف کر دی۔فیروزپور میں فرزند علی کے پاس ہے۔

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ ۱۸۳،۱۸۴۔مصنف حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدینؓ خلیفۃ المسیح الاول)

حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ:

حضرت چوہدری ظفر اللہ خانؓ کا والدہ سے قابل رشک محبت اور اطاعت نمونہ کا ذکر کرتے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر عبدالاسلام فرماتے ہیں:۔

انہیں اپنی والدہ صاحبہ سے جو مدت ہوئی فوت ہو چکی ہیں جس قدر محبت تھی اس کا اور جو سبق انہوں نے اپنی والدہ سے سیکھے ان کا وہ ہمارے سامنے اکثر تذکرہ کیا کرتے تھے۔وہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۹۷ پر اپنی والدہ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں کہ ”جس آدمی کو ہم پسند کرتے ہیں اس سے مہربانی کرنا کوئی نیکی نہیں ہے۔نیکی یہ ہے کہ ہم ان لوگوں سے مہربانی کا سلوک کریں جن کو ہم ناپسند کرتے ہیں۔“ اسی طرح وہ فرمایا کرتی تھیں۔”دوستی وہ ہے جو ہمیشہ قائم رہے۔وقتی دوستی دوستی نہیں ہوتی۔“

(خالد دسمبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۵۹)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کبھی بھی اپنے والدین کے حکم سے سرتابی نہیں کی۔ایک دن والد صاحب نے مجھے ڈانٹا کہ تم سکول کیوں نہیں گئے اور حکم دیا کہ ابھی بستہ اٹھاؤ اور اسکول جاؤ۔میں فوراً تعمیل حکم میں اسکول چل دیا حالانکہ اسکول بند تھا۔

سکول سے واپس آیا تو والد صاحب کے دریافت کرنے پر میں نے عرض کیا کہ آج سکول میں تعطیل ہے۔ (خالد دسمبر ۱۹۸۵ء صفحہ ۸۶)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلامؒ:

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کی ایک بہن بیان کرتی ہیں کہ ابا جان کے ساتھ کہیں جانا ہوتا تھا تو ہمیشہ ابا جان کو اپنے سے پہلے رکھا،لوگ دیکھ کر رشک کرتے تھے۔والدہ صاحبہ مرحومہ بتایا کرتی تھیں کہ جب بھائی جان انہیں لندن کے سفر پر لے جاتے اور لے آتے تھے تو راستہ میں ان کے ساتھ ایسا حال ہوتا تھا جیسے کہ ایک ماں اپنے معصوم بچے سے کرتی ہے، ہر لمحے ان کے آرام کا دھیان۔ایئر ہوسٹس بیٹے کے اس سلوک پر اماں جی کو کہا کرتی تھیں آپ نے اپنے بیٹے کو کیسے پالا تھا۔اماں جی مسکرا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی تھیں۔

جناب بشیر احمد رفیق صاحب مربی سلسلہ انگلستان لکھتے ہیں جب کبھی آپ نے کسی کو مدعو کیا خواہ وہ دنیوی لحاظ سے کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو ان کے والد ضرور اس میں شامل ہوتے۔یہاں تک کہ ایک مرتبہ ڈیوک آف ایڈنبرا اور شاہی افراد سے ملاقات تھی تو اپنے والد مرحوم کو بھی ساتھ لے گئے۔

(بحوالہ خالد نومبر ۱۹۷۹ء)

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب نے اپنی وصیت میں یہ الفاظ بھی لکھے تھے کہ ”اگر کسی وجہ سے مجھے ربوہ نہ لے جایا جا سکے تو میرے کتبہ پر یہ عبارت کندہ ہو“ اس کی خواہش تھی کہ وہ ماں کے قدموں میں دفن ہو“ (الفضل ربوہ ۳ جنوری ۲۰۰۱ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ:

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اپنی مرحومہ ماں کے وہ الفاظ مجھے بار بار آ آ کر دُکھ دیتے تھے جو ایک دفعہ تکلیف کی شدّت میں موت کو سرہانے کھڑے دیکھ کر مجھ سے کہے تھے۔

”طاری! مجھے یہ بہت احساس ہے کہ مَیں تمہارا خیال نہیں رکھ سکی اور جیسا کہ حق تھا تم سے پیار نہیں کیا بلکہ ہمیشہ سختی کی۔ یہ صرف تمہاری تربیت کی خاطر تھا لیکن اس کی بھی مجھے تکلیف ہے۔ تم دُعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس بیماری سے شفا دے دے مَیں وعدہ کرتی ہوں کہ اب تمہارا بہت خیال رکھوں گی اور گزشتہ ہر کمی کو پورا کروں گی۔“ اور جب یہ الفاظ مجھے یاد آتے تھے تو دل بے قابو ہو جاتا تھا کہ ”پیار کی خاطر نہیں سختی ہی کی خاطر آئیں لیکن ایک بار واپس آ جائیں۔ (تابعین اصحاب احمد جلد ۳ سیرۃ اُمّ طاہر صفحہ ۲۴۵)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

ماں باپ کے متعلق جو حسن سلوک کی تعلیم ہے کوئی ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا دونوں پہنچ جائیں اس سلسلہ میں لوگوں میں کچھ حکائتیں بھی مشہور ہیں اور کچھ حکائتیں ایسی بھی ہیں جو واقعات پر مبنی ہیں۔ ان لوگوں کے نام لیے بغیر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ اپنے بوڑھے باپ سے ایسا سلوک بھی کرتے ہیں کہ اس کو نوکروں کے کوارٹروں میں جگہ دیتے ہیں۔ اس کے لیے اپنے **پھٹے پرانے کپڑے** رکھتے ہیں تاکہ وہ کسی غریب کو صدقہ دینے کی بجائے اپنے باپ کو دے دیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ یہ مشہور ہے کہ ایک باپ کو اپنا بچہ بہت پیارا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اس کے کمرے کی تلاشی لی، دیکھا کہ کیا جمع کرتا ہے۔ اس میں بہت پھٹے پرانے بڑے سائز کے کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ تو باپ نے حیرت سے پوچھا: بیٹا! تم نے اپنے کمرے میں یہ کیا گند جمع کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا یہ آپ کے لیے ہے۔ جس طرح آپ نے میرے دادا کے لیے گندے کپڑے رکھے ہوئے تھے تو میں نے کہا وہی سلوک آپ سے ہونا چاہیے۔ جب آپ بڑی عمر کو پہنچیں گے تو آپ کو میں یہی کپڑے پہناؤں گا جو آپ میرے دادا کو پہنایا کرتے تھے۔ تو یہ ایک سبق آموز بات ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے واقعۃً لوگ اپنے باپ سے اور بعض دفعہ اپنی ماؤں سے ایسا سلوک کرتے ہیں جو نہایت ناقابل برداشت ہے۔

تو حضرت اقدس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی یہ نصیحت میں ان کو پہنچا دیتا ہوں کہ اگر تم نے ماں باپ یا دونوں کے قدموں سے جنّت نہ لی تو ساری عمر ضائع کر دی اور اس کے متعلق ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر رمضان گزر جائے اور کوئی شخص جنّت نہ کما سکے اس پر بھی تف ہے۔ پس ابھی رمضان بھی گزر رہا ہے اس کے پس منظر میں یہ بھی یاد رکھیں کہ ماں باپ کی خدمت کی جتنی توفیق مل سکے، ضرور کریں۔ باپ کے متعلق تو کہہ سکتے ہیں کہ بعض دفعہ وہ اولاد پر سختی بھی کرتا ہے، مائیں بھی کرتی ہیں مگر جیسا دل ماں کا نرم ہے ایسا بچے کے لیے اور کسی کا دل نرم نہیں ہوتا۔“ (الفضل ربوہ ۲ مئی ۲۰۰۰ء)

بزرگان سلف اور والدین

حضرت امام باقرؒ:

امام باقر فرماتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے کسی کو رخصت نہیں دی ہر نیک و بد کو امانت کا واپس کرنا، ہر صالح و فاجر کے عہد کو پورا کرنا، اور والدین سے حُسنِ سلوک کرنا ہے وہ نیک ہوں یا بُرے۔۔۔ (مجمع البحار)

حضرت امام رضاؒ:

امام رضا فرماتے ہیں کہ والدین کے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے اگرچہ وہ مُشرک ہوں البتہ خالق کی معصیت میں ان کی اطاعت واجب نہیں ہے۔۔۔ (مجمع البحار) مزید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی نافرمانی کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے اطاعت خُداوندی اور احترام والدین کی توفیق انسان سے سلب ہو جاتی ہے۔ انسان شکر کو باطل کر دیتا ہے اور کفرانِ نعمت کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے اور نسل کے کوتاہ یا اس کے سلسلہ کے منقطع ہو جانے کے خطرہ سے دوچار ہو جاتا ہے کیونکہ نافرمانی کے نتیجے میں والدین کا احترام اور ان کے حق کی معرفت کم ہو جاتی ہے اور صلہ رحمی کا سلسلہ بھی منقطع ہو جاتا ہے والدین کو اولاد سے نفرت ہو جاتی ہے اور اولاد کے عدم حُسنِ سلوک کی وجہ سے والدین بھی تربیت کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔ (مجمع البحار)

حضرت امام زین العابدینؒ :

حضرت امام زین العابدین اپنے رسالہ حقوق میں فرماتے ہیں:۔

بہرحال تیرے باپ کا حق یہ ہے کہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیری اصل وہی ہے اگر وہ نہ ہوتا تو تیرا وجود نہ ہوتا۔ جب بھی تجھے کوئی چیز بھی معلوم ہو، تو یہ بات یاد رہے کہ اس نعمت میں بھی اصل تیرا باپ ہے، پس اللہ کی حمد وثناء کر اور اس کے سوا کوئی طاقت نہیں ہے۔۔۔البحار اور ماں کے حق کے متعلق فرماتے ہیں کہ اور تیری ماں کا حق یہ ہے کہ تجھے کبھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس نے تجھے اس وقت اُٹھایا ہے جب کوئی کسی کو نہیں اُٹھاتا اور اس نے اپنے دِل کا ایسا پھل کھلایا جو کوئی نہیں کھلاتا اور اس نے سارے اعضاء کے ساتھ تیری حفاظت کی وہ خود بھوکی رہی لیکن تجھے کھلایا، خود پیاسی رہی لیکن تجھے پلایا، خود عریاں رہی لیکن تجھے پہنایا خود دھوپ میں رہی لیکن تجھے سائے میں بٹھایا، تیرے آرام کی خاطر اپنی پسند کی پرواہ کیے بغیر اس نے تجھے سردی اور گرمی سے بچایا، سب کس لیے کیا تا کہ تُو اُس کا بن جائے۔ پس تُو اللہ کی مدد اور توفیق کے بغیر اس کا شُکر بھی ادا نہیں کرسکتا۔۔۔البحار نیز باپ کے حق کے بارے میں فرمایا کہ یہ کہ اسے نام کے ساتھ نہ پکارے، اس سے آگے نہ چلے کسی بھی نشست میں اس پر سبقت نہ کرے اور اسے گالیاں دینے کا سبب نہ بنے۔۔۔ (اصول کافی البر الوالدین جز ۵)

حضرت امام ابو حنیفہؒ :

ابن ھبیرہ نے جب امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ) کو بلا کر میر منشی مقرر کرنا چاہا اور انکار کے جُرم پر درّے لگوائے۔ اس وقت امام صاحب کی والدہ زندہ تھیں۔ ان کو نہایت صدمہ ہوا۔ امام صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنی تکلیف کا چنداں خیال نہ تھا البتہ یہ رنج ہوتا تھا کہ میری تکلیف کی وجہ سے والدہ کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے۔ (سیرۃ آئمہ اربعہ صفحہ ۳۱۷ از رئیس احمد جعفری ناشر غلام علی اینڈ سنز)

حضرت ابوحازم مدنیؒ:

حضرت ابوحازم مدنیؒ کے متعلق ایک شیخ فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ میں ان کی خدمت میں

حاضر ہوا۔ اس وقت آپ سوئے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا۔ جب آپ بیدار ہوئے تو مجھے دیکھ کر فرمانے لگے کہ میں نے اس وقت پیغمبر ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے پیغام دے کر فرمایا ہے کہ ماں کے حق کی حفاظت کرنا حج ادا کرنے سے بہتر ہے۔ لوٹ جا۔ اور اس کی دلجوئی کر چنانچہ میں وہاں سے لوٹا اور حج کرنے کے لیے مکہ شریف نہ گیا۔ اس سے زیادہ میں نے کوئی بات آپ سے نہیں سُنی۔ (بیان المطلوب ترجمہ کشف المحجوب از حضرت علی ہجویری صفحہ ۱۴۸ ترجمہ مولوی فیروز الدین۔ فیروز سنز لاہور)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحبؒ :

خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف والوں نے بیان فرمایا کہ شیراز میں ایک بزرگ رہتے تھے جو شخص آپ کی خدمت میں جا کر حج پر جانے کا ارادہ ظاہر کرتا تھا۔ آپ اس سے پوچھتے تھے کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہے یا مردہ؟ جو شخص یہ کہتا تھا کہ زندہ ہے۔ آپ اسے حج پر جانے سے منع کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ تمہارا حج اس کی خدمت کرنا ہے۔ واپس جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔ (اشارات فریدی۔ مقابیس المجالس ملفوظات غلام فرید صاحب صفحہ ۳۰۷ ترتیب رکن الدین ترجمہ واحد بخش سیال اسلام بک فاؤنڈیشن لاہور)

علامہ شہاب الدین احمد قلیوبی شافعیؒ:

علامہ شہاب الدین احمد قلیوبی شافعیؒ (۱۰۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں:۔

''ایک بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھی عورت کو کندھے پر اُٹھائے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے بزرگ نے اس شخص سے عورت کے متعلق استفسار کیا تو اس نے بتایا کہ یہ میری ماں ہے اور مَیں سات برس سے اسی طرح اُٹھائے ہوئے ہوں۔ میرے آقا! یہ بتلایئے کہ کیا مَیں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے۔ وہ بزرگ بولے نہیں ہرگز نہیں اگر تمہاری عمر ہزار برس بھی ہو جائے اور تم اسے اسی طرح اُٹھائے رہو تو تمہارا یہ اُٹھانا ان راتوں میں سے ایک رات کے برابر بھی نہیں ہو سکتا جس میں تمہاری والدہ تمہیں گود میں لے کر کھڑی رہی تھی اور تمہیں اپنے پستانوں سے دودھ پلا رہی تھی۔''

(علمی، ادبی، تاریخی جواہر پارے از نعیم الدین ناشر مکتبۃ الخیر اردو بازار لاہور)

ایک حکایت:

ایک شخص نے اپنے بوڑھے والد کو غصہ میں آ کر گھر سے دور دریا کنارے پھینک دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب اس شخص کا بیٹا جوان ہوا تو وہ اپنے باپ کو اُٹھا کر دریا کے قریب پھینکنے کے لیے جا رہا تھا۔ جب کنارے پر پہنچا تو اس شخص نے کہا مجھے ذرا آگے کر کے پھینکنا کیونکہ اس جگہ تو میں نے اپنے باپ کو پھینکا تھا اور تمہارا بیٹا تمہیں اس سے آگے جا کر پھینکے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے دلخراش حالات سے محض اپنے فضل اور رحم سے محفوظ و مامون رکھے ۔آمین۔ ہمیں اپنے والدین سے ایسی محبت کرنے اور خدمت کرنے کی توفیق دے جسے دیکھ کر ہماری اولادیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے والی بن جائیں۔آمین

۱۲اہم نصائح:

۱۔ پرانے زمانے کے سمجھ کر حوصلہ شکنی نہ کریں۔انہیں یہ کبھی نہ کہیں کہ انہیں کچھ نہیں پتا کیونکہ یہ باعث شرم ہے کہ جنہوں نے اپنے بچوں کو پال پوس کر کسی قابل بنایا انہیں کہا جائے آپ کو کچھ علم نہیں۔

۲۔ وقت اور محبت ضرور دیں۔

۳۔انہیں کبھی بھی اکیلا نہ چھوڑیں، بھرپور زندگی گزارنے کے بعد تنہائی اور اداسی بہت اذیت ناک ہوتی ہے۔

۴۔ بزرگ جلد ہی نفسیاتی اور جذباتی دباؤ میں آ جاتے ہیں۔انہیں نفسیاتی اور جذباتی سہارا دیں تا کہ وہ خوش رہیں۔

۵۔گھریلو معاملات میں ان کے مشورے اور فیصلے کو مداخلت سمجھنے کے بجائے اپنے فیصلوں پر فوقیت دیں۔

۶۔غذا کے معاملے میں ان سے زبردستی نہ کریں، ان کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھیں۔جو غذا ان کی صحت کے لیے مناسب نہ ہو انہیں پیار اور محبت سے قائل کریں۔

۷۔ان کی نیند اور آرام کا خیال رکھیں بے جا شور وشرابا سے انہیں پریشان نہ کریں۔

۸۔صحت وصفائی کا حد درجہ خیال رکھیں۔کیونکہ صاف ستھرے انسان کا موڈ بھی خوشگوار رہتا ہے صحت بھی اچھی رہتی ہے۔

۹۔ بزرگوں کی معمولی معمولی تکالیف پر نظر رکھیں بعض اوقات معمولی تکلیف بڑے نقصان کا پیش خیمہ ہو سکتی ہے۔

۱۰۔ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزارنے کی کوشش کریں۔انہیں سیر تفریح کے لیے باہر لے کر جائیں اور مختلف کھیل بھی ان کے ساتھ کھیلیں۔

۱۱۔عام طور پر والدین بڑی عمر میں چڑچڑے ہو جاتے ہیں۔اس لیے اگر وہ کوئی تلخ بات کہہ دیں تو اس کا بُرا نہ منائیں۔درگذر کر دیں۔

۱۲۔کوشش کریں کہ بزرگوں کو مصروف رکھیں۔ان کے پسندیدہ مشاغل پر قدغن لگانے کی بجائے انہیں ان کے پسندیدہ مشاغل فراہم کریں۔

والدین کی وفات کے بعد

معزز قارئین! والدین وہ بابرکت وجود ہوتے ہیں جن کی بدولت نسلِ انسانی کا سلسلہ قائم و دائم ہے۔ ماں باپ بچوں کو اس دنیا میں نہ صرف لانے کا ذریعہ بنتے ہیں بلکہ ان کو پروان چڑھانے میں اپنی تمام توانائیاں خرچ کر دیتے ہیں۔والدین اپنی زندگی کا ایک قیمتی حصہ بچوں پر نچھاور کر دیتے ہیں۔بچوں کی یہ خدمت کسی معاوضہ کے حصول کے لئے نہیں کی جاتی۔ ہر قسم کے مصائب اور شدائد کا مقابلہ صرف اولاد کو سُکھ پہنچانے کی خاطر کرنا والدین کا ہی حوصلہ ہے۔جب والدین بوڑھے، بیمار اور کمزور ہو جائیں تو اولاد کا بھی فرض ہے کہ جس طرح والدین اُن کے درد والم میں بے قرار اور بے چین ہو کر اپنی دولت، رات کی نیند اور تمام سُکھ چین قربان کر کے اسے سکون پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں اسی طرح اولاد کو بھی چاہیے کہ وہ والدین کی کمزوری اور لاچاری کے زمانے میں دُعا اور خدمت کریں تا کہ اُن کی دُعاؤں کے نتیجے میں اولادیں جنّت کے مزے لوٹیں اور اور بچوں کی دُعاؤں کے نتیجے میں والدین کے دلوں کو تسکین حاصل ہو۔

جب والدین اس جہان فانی سے کوچ کر جائیں تو بچوں کا فرض ہے کہ وہ اُن کی مغفرت کے لئے دُعا کریں، اُن کے کئے گئے وعدوں کو پورا کریں، اُن کے دوست احباب کا اکرام کریں اور اُن کے نام نا صرف نیک تحاریک کے کھاتوں میں زندہ رکھیں بلکہ اُن کے نام سے ایسے منصوبے شروع کریں جن کا فائدہ خلق خدا کو ہو۔ اولاد کی ان کاوشوں کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ان کے والدین کے درجات میں اضافہ کرتا ہے۔ والدین کی بے مثال قربانیوں کو خراج تحسین پیش کرنے کا بہترین ذریعہ دُعا ہے۔ والدین کی محبتوں، چاہتوں اور کاوشوں کا شکریہ ادا کرنے کا بہترین ذریعہ صدقہ وخیرات ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من لا يشكر الناس لايشكر الله . (ترمذی)

جولوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر نہیں کرتا۔

معزز قارئین! چند ایسی احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں جن میں والدین کی وفات کے بعد کے حقوق کا ذکر ہے۔

عن ابی هريره ان رجلا قال للنبی ﷺ ان ابی مات و ترک مالا ولم يوص فهل يكفر عنه ان اتصدق عنه۔ قال: نعم۔

(مسلم جلد ۸ کتاب الوصیت حدیث نمبر ۳۰۶۷)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس نے مال چھوڑا ہے مگر وصیت نہیں کی۔ اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو یہ اس کا کفارہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلاثة الا من صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له .

''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے عمل اس سے منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین چیزوں کے۔ صدقہ جاریہ کے یا ایسے علم کے جس سے فائدہ اُٹھایا جائے یا نیک اولاد کے جو اس کے لئے

دُعا کرے۔'' (صحیح مسلم کتاب الوصیت جلد ۸ حدیث نمبر ۳۰۷۰، مشکوۃ جلد ۱)

مندرجہ بالا حدیث کی تشرح کرتے ہوئے حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''تو یہ ہے ماں باپ سے حسن سلوک کہ زندگی میں تو جو کچھ کرنا ہے وہ تو کرنا ہی ہے، مرنے کے بعد بھی ان کے لیے دُعائیں کرو، ان کے لیے مغفرت طلب کرو اور اس کے علاوہ ان کے وعدوں کو بھی پورا کرو، ان کے قرضوں کو بھی اتارو۔ بعض دفعہ موصی وفات پا جاتے ہیں۔ وہ تو بے چارے فوت ہو گئے انہوں نے اپنی جائداد کا ایک بٹہ دس حصہ وصیت کی ہوتی ہے، لیکن سالہا سال تک ان کے بچے، ان کے لواحقین ان کا حصہ وصیت ادا نہیں کرتے بلکہ بعض دفعہ انکار ہی کر دیتے ہیں، ہمیں اس کی توفیق نہیں۔ گویا ماں باپ کے وعدوں کا پاس نہیں کر رہے، ان کی کی ہوئی وصیت کا کوئی احترام نہیں کر رہے۔ والدین سے ملی ہوئی جائیدادوں سے فائدہ تو اُٹھا رہے ہیں لیکن ان کے جو وعدے ان ہی کی جائیدادوں سے ادا ہونے والے ہیں وہ ادا کرنے کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ جبکہ اس جائیداد کا جو دسواں حصہ ہے وہ تو بچوں کا ہے ہی نہیں۔ وہ تو اس کی پہلے ہی وصیت کر چکے ہیں۔ تو وہ جو ان کی اپنی چیز نہیں ہے وہ بھی نہیں دے رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بچوں کو عقل اور سمجھ دے کہ وہ اپنے والدین کے وعدوں کو پورا کرنے والے بنیں۔ یہاں تو یہ حکم ہے کہ صرف ان کے وعدوں کو ہی پورا نہیں کرنا کہ ان کے دوستوں کا بھی احترام کرنا ہے، ان کو بھی عزت دینی ہے اور ان کے ساتھ جو سلوک والدین کا تھا اس سلوک کو جاری رکھنا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶ جنوری ۲۰۰۴ء)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ چلا گیا ہو۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ حدیث ۴۶۳۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

جب کسی ایسے بندے کے ماں باپ مر جاتے ہیں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک مرتا ہے جو ان کی نافرمانی کیا کرتا تھا اور پھر ان کی موت کے بعد وہ ان کے لیے برابر دُعا و استغفار کرتا ہے تو اللہ

تعالیٰ اس کو نیکوکار لکھ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ جلد۲ حدیث ۸۷۳)

حضرت محمد بن نعمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

جو شخص ہر جمعہ کے روز یا ہفتہ میں کسی بھی دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کی قبر پر جائے اور وہاں ان کے لیے دُعائے مغفرت وایصالِ ثواب کرے تو اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور اسے نامہ اعمال میں اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

(شعب الایمان، مشکوٰۃ جلد۲ حدیث ۲۶۳)

حضرت ابواُسید السّاعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ کہ ہم لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ کا ایک شخص حاضر ہوا اور پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ ﷺ! والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو مَیں ان کے لیے کر سکوں؟ آنحضور ﷺ نے فرمایا:۔

ہاں کیوں نہیں۔تم ان کے لیے دُعائیں کرو۔ان کے لیے بخشش طلب کرو،انھوں نے جو وعدے کسی سے کر رکھے تھے انہیں پورا کرو۔ان کے عزیز واقارب سے اسی طرح صلہ رحمی اور حسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں ان کے ساتھ کیا کرتے تھے۔۔اور ان کے دوستوں کے ساتھ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آؤ۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب فی بر بالوالدین)

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''پس والدین کے حق میں جو دعائیں ہیں ان کے علاوہ یہ عملی تعلیم بھی ہے جس پر عمل بڑا ضروری ہے۔والدین جو نیکی کیا کرتے تھے اور بیچ میں عمر کٹ گئی یعنی عمر منقطع ہوگئی اس نیکی کو اگر جاری رکھا جاسکتا ہو تو وہ نیکی ایسی ہے جو والدین کے درجات کو بلند کرنے کا موجب بنے گی۔

اس ضمن میں چندہ جات ہیں۔بہت سے والدین با قاعدگی کے ساتھ چندہ دیتے ہیں اور وعدے کر دیتے ہیں بڑے چندوں کے۔مگر اس سے پہلے کہ وہ پورا کر سکیں ان کو موت آجاتی ہے۔تو ایسی صورت میں بچوں کا فرض ہے کہ اگر وہ حقیقت میں ماں باپ سے محبت کرتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد ان کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو خواہ باپ فوت ہو جائے اس خواہش کے ساتھ کہ میں یہ چندہ دوں گا یا ماں فوت ہو جائے دونوں کے لیے بچوں کو اس نیکی کو زندہ رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے

جماعت میں یہ نیکی پائی جاتی ہے۔میں جانتا ہوں کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد کثرت سے ان کے چندوں کو پورا کیا جاتا ہے۔بچے چین نہیں لیتے جب تک ان کی اس نیک خواہش کو پورا نہ کر لیں خواہ کتنا ہی بوجھ اٹھانا پڑے۔تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یہ نیکی بہت عام ہے۔

دوسرے اس میں فرمایا گیا ہے اس رشتہ داری کو ملانا جو اس کے ساتھ ہی ملائی جاسکتی ہے۔ یعنی ماں باپ کے وقت میں تو ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو دیکھ کر تم بھی ان رشتہ داروں سے حسن سلوک کر دیتے ہو۔وہ گھر میں آتے ہیں ہنس کر بات کرتے ہو،عزت سے سوال کرتے ہو،لیکن کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ماں باپ کے گزرنے کے بعد پھر ان کو بھول جاتے ہیں۔تو ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔اور ایسے جلسہ کے موقع پر بھی مہمان آتے ہیں جو کسی زمانے میں ماں باپ کو بہت پیارے تھے عزیز تھے۔ان کی رشتہ داری تھی یا نہیں تھی مگر ان سے بہت حسن سلوک کیا کرتے تھے تو ان کے مرنے کے بعد جو نیکیاں ان کو پہنچائی جاسکتی ہیں ان میں ان کے لیے عزت کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ بنانی اور اوران کے لیے ہر قسم کی آسائش کے سامان مہیا کرنا یہ بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ساتھ ہی فرمایا ان کے دوستوں کی بھی عزت کرنی چاہیے۔صرف رشتہ داروں کے لیے نہیں بلکہ دوستوں کے لیے بھی۔''

(الفضل ۲مئی ۲۰۰۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ایک دوسری جگہ اس حدیث کے متعلق بیان فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کی سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ اگر کوئی اپنی زندگی میں نیکیاں کرتا ہو ان کو اس کی موت کے بعد بھی جاری رکھنا جائز ہے اگر زندگی میں قرآن نہیں پڑھتا مرنے کے بعد اسے قرآن بخشوایا جائے تو یہ لغو بات ہے۔ایک شخص نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میری ماں صدقہ وخیرات بہت کیا کرتی تھی اور اس کی خواہش تھی کچھ دینے کے لیکن وہ اس سے پہلے فوت ہوگئی تو میرے لیے کیا حکم ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تم اس کی طرف سے صدقہ دو۔اس کا ثواب خدا تعالیٰ اس کو دے گا۔یعنی وہ نیکی کی نیت کرنے والی تھیں۔لیکن موت حائل ہو گئی۔اب اس کو جاری رکھنا منع نہیں۔اس لیے جماعت میں اپنے بزرگوں کی طرف سے چندے دینا جائز سمجھا جاتا ہے اور اس کو کثرت سے رواج دیا جاتا ہے۔چنانچہ ہم بھی اپنے ماں باپ کی طرف سے

چندے دیتے ہیں اس لیے کہ وہ دیتے تھے۔لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ نادہندہ کا چندہ میں دینا شروع کردوں اس کا اسے ثواب ملے گا تو یہ لغو بات ہے۔ایک آدمی خود تو ساری عمر چندہ نہ دیتا ہو اور اس کا بچہ مخلص بن جائے اور کہے میں اپنے باپ کے چندے پورے کروں گا تو وہ اسی بچہ کے نام لگیں گے اس کے نادہند بزرگ کے نام نہیں لگیں گے تو جواز اس بات کا ہے کہ کسی سے جو نیکی ثابت ہو خصوصاً جو منفعت بخش نیکی ہو اس کو آگے جاری رکھنا جائز ہے اور اس کا ثواب بھی مل جاتا ہے۔''

(مجالس عرفان ۱۳۸ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

اس حدیث کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مزید فرمایا:۔

''آپؐ نے فرمایا کہ ماں باپ کی تم جتنی چاہو خدمت کرلو احسان کا بدلہ تو نہیں اتار سکو گے، ان کا احسان تو پھر بھی قائم رہے گا۔اب دل کی اس خلش کو دور کرنے کے لئے کہ جب تک والدین زندہ رہے، ہم ان کی پوری خدمت نہیں کر سکے، اس سلسلہ میں آنحضورﷺ کی جن نصائح کا ذکر گزرا ہے، وہ اس مضمون کا پورا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔آنحضورﷺ نے قرآن کریم کی اس تعلیم کو واضح فرمایا کہ اولاد پر ماں باپ کا یہ حق ہے کہ اگر وہ دین دار رہ جائیں، کسی کے قرض دینے ہوں اور اس کے ادا کرنے سے پہلے فوت ہو جائیں تو اولاد کا فرض ہے کہ ان قرضوں کو اُتارنے کی کوشش کریں۔افسوس ہے کہ آج کل کے معاشرہ میں مرحوم باپ کے قابلِ ادا قرضوں کی بالعموم پرواہ نہیں کی جاتی۔بعض بچے تو قرض خواہ کے مطالبے کے جواب میں بدتمیزی اور تمسخر سے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ جاؤ اسی سے وصول کرو جس نے قرض دینا تھا ہم دین دار نہیں۔آنحضورؐ کی مذکورہ بالا تعلیم کے یہ سراسر منافی ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا کہ:۔

جنّت میں ایک شخص کے درجات بلند کیے جائیں گے تو وہ پوچھے گا کہ یہ درجات کس صلہ میں ہیں تو اسے کہا جائے گا کہ تمہارے بچے تمہاری وفات کے بعد تمہارے لئے استغفار کرتے تھے۔

(سنن ابن ماجہ ابواب الادب باب البر الوالدین روایت نمبر ۳۶۶۰)

بنوسلمہ میں سے ایک آدمی نے آنحضورﷺ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ مَیں کوئی سلوک کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا:۔

ہاں۔چار سلوک۔ان کے جنازے کی نماز، اُن کے لیے دُعا اور استغفار، اُن کے وعدوں کو پورا کرنا، اُن کے دوستوں کی عزّت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف اُن کی وجہ سے ہو۔یہ ہے وہ سلوک جو اُن کی موت کے بعد بھی تُو اُن کے ساتھ کر سکتا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی برالوالدین)

ایک صحابی رسول اللہﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ میری والدہ فوت ہوگئی ہے مگر اس پر ایک ماہ کے روزوں کی قضا ہے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں فرمایا: ہاں۔پھر اس نے پوچھا اس نے حج نہیں کیا۔کیا میں اس کی طرف سے حج کروں فرمایا: ہاں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الوصایا حدیث ۲۴۹۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ قبر پر کھڑے ہو کر کیا پڑھنا چاہیے؟ آپؑ نے فرمایا:

''میّت کے واسطے دُعا کرنی چاہیے کہ خدا تعالیٰ اس کے ان قصوروں اور گُناہوں کو بخشے جو اُس نے اس دُنیا میں کیے تھے اور اس کے پس ماندگان کے واسطے بھی دُعا کرنی چاہیے۔''

سوال کیا گیا دُعا میں کونسی آیت پڑھنی چاہیے؟

جواب: ''یہ تکلّفات ہیں۔تم اپنی ہی زبان جس کو بخوبی جانتے ہو اور جس میں تم کو جوش پیدا ہوتا ہے، میّت کے واسطے دُعا کرو۔''

سوال: کیا میّت کو صدقہ خیرات اور قرآن شریف کا پڑھنا پہنچ سکتا ہے؟

جواب: ''میّت کو صدقہ خیرات جو اس کی خاطر دیا جاوے پہنچ جاتا ہے۔لیکن قرآن شریف کا پڑھ کر پہنچانا حضرت رسُول کریمﷺ اور صحابہؓ سے ثابت نہیں ہے۔اس کی بجائے دُعا ہے جو میّت کے حق میں کرنی چاہیے۔میّت کے حق میں صدقہ خیرات اور دُعا کا کرنا ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی سُنّت سے ثابت ہے۔لیکن صدقہ بھی وہ بہتر ہے جو انسان اپنے ہاتھ سے دے جائے کیونکہ اس کے ذریعہ سے انسان اپنے ایمان پر مُہر لگاتا ہے۔'' (ملفوظات جلد۵ صفحہ۱)

ایک شخص کا خط حضرت کی خدمت میں پیش ہوا کہ انسان اپنی زندگی میں کس طرح کا صدقہ جاریہ چھوڑ جائے کہ مرنے کے بعد قیامت تک اس کا ثواب ملتا رہے۔

فرمایا کہ: ’’قیامت تک کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے۔ہاں ہر ایک عمل انسان کا جو اس کے مرنے کے بعد اس کے آثار دُنیا میں قائم رہیں وہ اس کے واسطے موجبِ ثواب ہوتا ہے۔مثلاً انسان کا بیٹا ہو اور وہ اسے دین سکھائے اور دین کا خادم بنائے تو یہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے جس کا ثواب اس کو ملتا رہے گا۔اعمال نیّت پر موقوف ہیں۔ہر ایک عمل جو نیک نیتی کے ساتھ ایسے طور سے کیا جائے کہ اس کے بعد قائم رہے وہ اس کے واسطے صدقہ جاریہ ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد۵ صفحہ۱۹۰)

خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

’’ہماری جماعت کے بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے۔وہ سمجھتے ہیں کہ مُردہ کو کوئی ثواب وغیرہ نہیں پہنچتا۔وہ جھوٹے ہیں ان کو غلطی لگی ہے۔میرے نزدیک دُعا، استغفار، صدقہ وخیرات بلکہ، حج، زکوٰۃ، روزے یہ سب کچھ پہنچتا ہے۔میرا یہی عقیدہ ہے اور بڑا مظبوط عقیدہ ہے۔

میری والدہ کی وفات کی تار جب مجھے ملی تو اس وقت میں بخاری پڑھ رہا تھا۔وہ بخاری بڑی اعلیٰ درجہ کی تھی۔میں نے اس وقت کہا اے اللہ! میرا باغ تو یہی ہے تو پھر میں نے وہ بخاری وقف کر دی۔ فیروز پور میں فرزند علی کے پاس ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ۱۸۳،۱۸۴۔مصنف حضرت حاجی الحرمین مولانا نورالدینؓ خلیفۃ المسیح الاول)

ایک نو احمدی نے حضرت مصلح موعود سے عرض کیا کہ میں اپنے ماں باپ کے لیے جو کفر کی حالت میں فوت ہوئے ہیں دعا کر سکتا ہوں یا نہیں؟ حضور نے فرمایا:

’’نام لیے بغیر اس طرح دعا کی جاسکتی ہے کہ اے خدا! میرے ماں باپ پر رحم فرما۔ممکن ہے کہ وہ بظاہر کفر کی حالت میں مرے ہوں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک ان پر اتمام حجت نہ ہوئی ہو اور وہ رحم کے مستحق سمجھے جائیں یا پھر دادا پردادا وغیرہ میں سے جو بھی رحم کے مستحق ہوں گے ان کے متعلق یہ دعا سنی جائے گی۔‘‘ (الفضل ۱۸ستمبر ۱۹۶۰ء)

والدین کے اقرباء اور صلہ رحمی:

والدین کے اقرباء سے بھی حُسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔حضور ﷺ نے والدین کے

اقارب سے محبت کرنے اور خدمت کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔

معزز قارئین! موجودہ دور میں جب ہم نظر اُٹھا کر دیکھتے ہیں تو ہمیں وفات یافتہ والدین کے رشتہ داروں اور دوست احباب سے صلہ رحمی تو کیا دکھائی دے گی۔والدین کی زندگی میں بھی والدین کے رشتہ داروں اور دوست احباب سے کوئی خاص اُلفت نہیں ہوتی۔ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں جس میں رشتہ دار ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں، ایک دوسرے کی عزت وغیرت کو پامال کر رہے ہیں اور ایک دوسرے کی لاشیں تک گرا رہے ہیں۔چچا بھتیجے کو، بھتیجا چچا کو، ماموں بھانجے کو، بھانجا ماموں کو، بھائی بہن کو اور بہنیں بھائیوں کو ذلیل ورسوا کر رہے ہیں اور قتل کر رہے ہیں۔دردناک صورت حال یہ ہے کہ بچے ماں باپ کو قتل کر رہے ہیں اور باپ اپنے بچوں اور بیویوں کو قتل کر رہے ہیں۔جائیداد کے جھگڑوں اور رسم ورواج کی نحوستوں نے بھی رشتہ داریوں کو شیطانی کھیل تماشہ بنا دیا ہے۔اس کی وجہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت کا نہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محسن انسانیت کے ذریعے ایسی تمام حرکات سے انسانیت کو نجات دلا دی تھی۔مگر شیطانی صفات رکھنے والوں نے اپنے دھندے کو جاری وساری رکھنے کے لئے عوام الناس کو اپنے خونی پنجوں میں دبوچ کر انہیں بھی خونی بنا دیا ہے۔شریکہ اور رسم ورواج جیسی زمانہ جاہلیت کی بدنما نشانیاں پھر سے انسانیت کا خون چوسنے کے لئے سرگرم ہو چکی ہیں۔انا اور تکبر کے ناگ رشتہ داریوں اور رحمی رشتوں کو کاٹ رہے ہیں، کھا رہے ہیں اور ایسا زہر اگل رہے ہیں جس سے نہایت پیارے رشتے گل سڑ رہے ہیں۔جہالت کی گود میں پلنے والے ناگوں کی حشر سامانیوں سے بچنے کا واحد ذریعہ وہ کامل تریاق ہے جسے عین وقت پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صورت میں مبعوث فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ جلد وہ وقت لائے جب ساری دنیا رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر امن وسکون کی جنّت نظیر وادی سے آشنا ہو کر ابدی جنّت کی وارث بن جائے۔آمین۔

معزز قارئین! آیئے یکھتے ہیں کہ والدین کے اقرباء اور صلہ رحمی کے متعلق اسلام ہماری کس طرح راہنمائی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ رحمی رشتوں کے متعلق فرماتا ہے:۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ۔أُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَى أَبْصَارَهُمْ ۔أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۔ (سورۃ محمد آیت ۲۳)

کیا تمہارے لئے ممکن ہے کہ اگر تم متولّی ہو جاؤ تو تم زمین میں فساد کرتے پھرو اور اپنے رحمی رشتوں کو کاٹ دو؟ (ہرگز نہیں)۔یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں بہرہ کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔پس کیا وہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے یا دلوں پر اُن کے تالے پڑے ہوئے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ھے:.او ۱۱ أ

قال اللّٰہ تبارك و تعالیٰ انا اللّٰہ وانا الرحمٰن خلقت الرحم وشققت لها من اسمی فمن وصلها و صلته و من قطعها بتته ۔

(جامع ترمذی کتاب البر والصلۃ باب فی قطیعۃ الرحم حدیث نمبر ۱۸۳۰)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”میں اللہ ہوں اور میرا نام رحمان بھی ہے میں نے رحم کو پیدا کیا ہے اور میں نے اسے اپنے نام رحمان سے بنایا ہے جو اس سے تعلق جوڑے گا میں اس سے تعلق جوڑوں گا اور جو اسے کاٹے گا میں اس سے قطع تعلقی کرلوں گا۔“

اسی تعلق میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

لا یدخل الجنة قاطع رحم۔

”یعنی قطع رحمی کرنے والا جنّت میں داخل نہیں ہوگا۔“

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۵۲۵ صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب)

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

”جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے میل ملاپ رکھو اور جو تم پر ظلم کرے اس کو معاف کر دو اور جو تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے تم اس کے ساتھ نیک سلوک کرتے رہو۔“

(مسند احمد، کنز العمال کتاب الاخلاق جلد ۳ صفحہ ۱۴۵)

پھر آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور جب اس کی تخلیق سے فارغ ہوا تو رشتہ داری اس کی بارگاہ میں عرض گزار ہوئی یہ مقام اس کا ہے جو رشتہ داری توڑنے سے تیری پناہ چاہے۔ارشاد ہوا ہاں۔کیا تُو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اس سے تعلق جوڑوں اور جو تجھ سے توڑے میں اُس سے تعلق توڑلوں؟ عرض کی کہ اے ربّ! کیوں نہیں فرمایا کہ تجھے یہ شرف دیا۔“

(صحیح بخاری جلد ۳ کتاب الادب حدیث ۹۲۵)

کسی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی کہ یارسول اللہ! مجھے کوئی عمل بتایئے جو جنّت میں لے جائے۔ارشاد فرمایا: اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور صلہ رحمی کرو۔ (صحیح بخاری جلد ۳ باب ۵۶۶ صِلۃ الرحم حدیث ۹۲۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

الراحمون یر حمهم الرحمٰن، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء۔ (الجامع الترمذی کتاب البر والصلۃ جلد ۳ صفحہ ۳۷۱)

یعنی رحم کرنے والوں پر رحمان رحم فرماتا ہے۔تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم لوگوں پر رحم فرمائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں ہے کہ:۔

الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہٖ۔

یعنی تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے جو اس کی پرورش کی محتاج ہے اور تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک وہ پیارا ہے جو اللہ کی عیال یعنی اس کی مخلوق کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

(کنز العمال کتاب الزکوٰۃ جلد ۶ صفحہ ۱۶۴)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ:۔

من سره ان یبسط علیه رزقه او ینسأفی اثره فلیصل رحمه۔

جسے پسند ہو کہ اس کے رزق میں فراخی دی جائے یا اس کی عمر لمبی کی جائے تو اسے چاہیئے کہ وہ صلہ رحمی کرے۔ (صحیح بخاری جلد سوم کتاب الادب)

محمد بن جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ اُن کے والد ماجد جبیر بن مطعمؓ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے نبی کریمﷺ کوفرماتے سُنا کہ:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آنحضرتﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ایسے رشتہ دار ہیں کہ اگر میں ان سے صِلہ رحمی کروں اور بنا کر رکھوں تو وہ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ اگر حسنِ سلوک کروں تو بدسلوکی سے پیش آتے ہیں اور اگر میں اُن کے حق میں بُردباری سے کام لوں تو وہ میرے خلاف جہالت یعنی اشتعال انگیزی کا روّیہ اختیار کرتے ہیں۔ آپؐ نے یہ سُن کر فرمایا:

لئن کنت کما قلت فکانما تفسھم المل ولا یزال معك من اللہ ظھیر علیھم مادمت علی ذلك۔

اگر تم ویسے ہی ہو جیسا کہ تم کہتے ہو۔ تو تم گویا ان پر گرم راکھ ڈالتے ہو۔ جب تک تم اس حال پر رہے اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ ان کے مقابل پر ایک مددگار رہے گا۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ ۴۲۳،۴۲۴،صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۲۶)

حضرت انسؓ سے روایت ہے نبیﷺ نے فرمایا:۔

لا تباغضواولاتحاسدواول تدابروا و کونو اعباد اللہ اخوانا ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث ۔۔

ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، تم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بے رُخی نہ کرو اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زائد قطع تعلق کرے۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۲۷)

حضرت ابوایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

لا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذا و یعرض ھذا و خیرھما الذی یبدا بالسلام۔

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین راتوں سے زائد قطع تعلق کرے کہ جب وہ دونوں ملیں تو یہ ادھر منہ پھیر لے اور وہ اُدھر منہ پھیر لے اور دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (صحیح مسلم جلد س ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۲۹)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ:۔

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث ولا تحسسوا ولا تجسسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا و کونو ا عباد اللہ اخوانا۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۳۲)

ظن سے بچو یقیناً بدظنی سب سے بڑا جھوٹ ہے اور ٹوہ نہ لگاؤ اور تجسس نہ کرو دنیاداری میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش نہ کرو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے بے رُخی نہ کرو، اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے آدمی اپنے اہل وعیال کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا رزق بڑھ جاتا ہے اور اس کی عمر میں درازی اور برکت ہوتی ہے۔

(الجامع الترمذی کتاب البر والصلۃ جلد ۳ صفحہ ۳۹۴)

ہمارے حبیب آقا حضرت مصطفیﷺ نا صرف اپنے والدین کے عزیز واقارب، دوستوں اور ملنے جلنے والوں سے محبت رکھتے تھے بلکہ اپنے اصحابؓ کو بھی اپنی محبت سے نوازتے تھے۔ یہاں تک کہ غیر مسلم دوستوں کی محبت کو بھی ہمیشہ یاد رکھا۔ مثال کے طور پر مکّہ کے ایک شریف النفس شخص مطعم بن عدی کو ہمیشہ یاد رکھا ایک موقع پر جب بہت سے کفار مکہ مسلمانوں کی قید میں تھے آپﷺ نے فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا تو اس کے کہنے پر ان تمام قیدیوں کو چھوڑ دیتا۔ یاد رہے مطعم بن عدی اور اس کے بیٹوں نے سفر طائف سے واپسی پر آپﷺ کی مدد کی تھی۔

ہماری عظیم ماں حضرت خدیجہؓ نے ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیﷺ کی بے حد خدمت کی اور یہ خدمت اُس وقت کی جب ساری دُنیا آپﷺ کی دُشمن بن گئی تھی۔ آپؓ مالدار خاتون

تھیں۔ آپؓ نے اپنا تمام مال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اور آپ ﷺ نے وہ تمام مال غریبوں میں تقسیم کر دیا۔ آپؓ کی وفات زمانہ شعب ابی طالب میں ہوئی۔ یہی وہ تین سال ہیں جن میں مسلمانوں نے دردناک حالات کا سامنا کیا تھا۔ حضرت اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ نے بھی اس ابتلاء کے دور میں آنحضرت ﷺ اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ حالات کا جوانمردی سے مقابلہ کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں مَیں نے رسول اللہ ﷺ کی عورتوں میں سے کسی پر رشک نہیں کیا۔ جیسے حضرت خدیجہؓ پر کیا۔ مَیں نے تو اُسے نہیں دیکھا مگر رسول کریم ﷺ اس کا بہت ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اور اکثر بکری ذبح کر کے اس کے اعضاء اس کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے۔ مَیں اکثر کہا کرتی۔ گویا دُنیا میں خدیجہؓ کے سوا کوئی اور عورت ہی نہیں۔ آپؐ فرماتے: وہ ایسی نیک تھی۔ ایسی تھی۔ اور اس سے میری اولاد تھی۔ (صحیح بخاری کتاب المناقب باب تزویج النبیؐ خدیجۃ وفضلھا)

حضرت مقدام بن معدیکربؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے آباء سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ رشتہ دارا اور تعلق داروں سے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الادب باب برالوالدین حدیث ۳۶۵۱)

حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ چچا باپ کی مثل ہوتا ہے۔ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا: جس نے میرے چچا (حضرت عباسؓ) کو ایذاء دی اُس نے مجھے ایذاء دی۔ (ترمذی ابواب المناقب)

ایک دفعہ آپ ﷺ نے حضرت عباسؓ کی زکوٰۃ اپنے پاس سے دی اور فرمایا چچا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **وحق کبیر الاخوۃ حق الوالد علی ولدہٖ**

بڑے بھائی کا حق چھوٹے بھائی پر ایسا ہے جیسا کہ باپ کا بیٹے پر ہے۔

(شعب الایمان للبیھقی باب فی برالوالدین جلد ۶ صفحہ ۲۱۰)

ایک دن ایک شخص آپؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ کیا اس سے توبہ کی کوئی صورت ہے؟ آپؐ نے پوچھا کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ بولا نہیں۔ پھر پوچھا

کیا تمہاری خالہ ہے؟ جواب دیا۔ ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: تو اس سے نیکی کرو۔ (ترمذی ابواب البر والصلۃ)

روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:۔

بدلہ لینے والا صِلہ رحمی کرنے والا نہیں بلکہ صِلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اُس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ جوڑے۔ (صحیح بخاری جلد سوم کتاب الادب)

حضرت براء بن عاذبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

خالہ بمنزلہ والدہ کے ہے۔ (ترمذی ابواب البر والصلۃ)

حضرت اُمّ المومنین میمونہؓ نے ایک لونڈی آزاد کی۔ تو آپؐ نے انہیں فرمایا کہ اگر تُو اپنے ماموں کو دے دیتی تو تجھے بڑا اجر ملتا۔ (بخاری کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریص علیھا)

اسلام والدین کے دوست احباب سے بھی نیکی اور محبت کا درس دیتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ بہترین نیکی یہ ہے کہ والد کے تعلقات کو زندہ رکھا جائے والد کے دوستوں کو چچا کے برابر اور والدہ کی سہیلیوں کو خالہ کے برابر سمجھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن دینارؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارہ میں بیان کرتے ہیں کہ ایک بادیہ نشین آدمی انہیں مکہ کے رستہ میں ملا تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اسے سلام کہا اور اسے اس گدھے پر سوار کر لیا جس پر وہ خود سوار ہوا کرتے تھے اور اسے وہ عمامہ بھی دیا جو ان کے سر پر تھا۔ ابن دینارؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اللہ آپ کا بھلا کرے، یہ بادیہ نشین لوگ ہیں اور تھوڑے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں۔ اس پر حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ اس کا باپ، حضرت عمر بن خطابؓ کو پیارا تھا اور مَیں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً بیٹے کا اپنے باپ کے پیاروں سے حسن سلوک کرنا سب سے بڑی نیکی ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۱۵)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

باپ کی عدم موجودگی میں چچا کے گھر پلنے کا بچہ کو اخلاقاً حق ہوتا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۵)

آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا اور حضرت علیؓ کے والد ابوطالب کی وفات پر حضرت علیؓ کو ارشاد فرمایا کہ آپ اپنے والد کی تجہیز و تکفین کریں۔ غسل دیں اور پھر دفنائیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد۲صفحہ۱۹۰ازعلی بن برہان الدین مطبوعہ مصر۱۹۳۵ء)

جنت میں رشتہ دار:

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِم مِّن كُلِّ بَاب. (سورۃ الرّعد آیت۲۴)

(یعنی) دوام کی جنّتیں ہیں۔ان میں وہ داخل ہوں گے اور وہ بھی جو اُن کے آباء واَجداد اور ان کے اَزواج اور اُن کی اولادوں میں سے اصلاح پذیر ہوئے۔اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے داخل ہورہے ہوں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’اس سے ظاہر ہے کہ ایک مومن کی اولاد سے جو مومن ہوں گے۔خواہ وہ نچلے ہی درجہ کے ہوں گے ان کو بھی اس کے ساتھ ہی ملا دیا جائے گا۔ پھر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ باپ جو اعلیٰ درجہ کا مومن ہوگا اس کو کچھ کم درجہ پر لے آیا جائے گا اور اولاد کو کچھ اوپر کر کے اس کے ساتھ ملا دیا جائے گا بلکہ یہ ہوگا کہ نچلے درجہ والے کو بڑھا کر اوپر لے جایا جائے گا۔ پھر اس بات کو اولاد تک ہی نہیں رکھا بلکہ یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر خاوند بڑے درجہ پر ہوگا اور بیوی چھوٹے درجہ پر تو بیوی کو بھی خاوند کے درجہ پر پہنچا دیا جائے گا۔اور اگر بیوی بڑے درجہ پر ہوگی اور خاوند چھوٹے درجہ پر تو خاوند کو بڑے درجہ پر لے جا کر بیوی کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔

اب غور کرو۔یہ کس قدر فضل اور رحم ہے اور کس قدر مومن کے ساتھ رعائیت کی گئی ہے۔مثلاً اگر باپ ۱۰ نمبر کے مقام پر ہوگا اور بیٹا ۳۰ نمبر کے مقام پر تو بیٹے کو بھی ۱۰ نمبر پر پہنچا دیا جائے گا اس کے باپ کا باپ اگر ۳۰ نمبر پر ہوگا تو ان دونوں کو اس تک پہنچانے کے لئے ۳۰ نمبر پر لے جائے گا اسی طرح ان کے آباء میں سے جو سب سے اعلیٰ درجہ پر ہوگا اسی تک سب کو پہنچا دیا جائے گا۔یعنی اگر رسول کریم ﷺ کی اولاد سے کوئی کافر نہیں ہوگیا تو سب کو آپؐ کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔اسی طرح اگر حضرت

ابوبکرؓ کی اولاد سے کوئی کافر نہیں ہوگیا تو ان سب کو ان کے پاس لے جایا جائے گا۔یہ حال تمام مومنوں کا ہوگا۔رسول کریم ﷺ کے خاندان میں سے آپؐ کے اوپر کے لوگوں میں سے جہاں تک مومن ہوں گے ان کو بھی کھینچ کر آپؐ تک لے جایا جائے گا۔

اب دیکھو کس قدر بڑا درجہ ایک مومن کو حاصل ہوگا۔بظاہر تو یہی کہا گیا ہے کہ باپ بیٹے سے یا بیٹا باپ سے ملا دیا جائے گا۔لیکن یہ سلسلہ آگے دادا تک بھی چلتا ہے اور پھر اسی طرح اس سے آگے ۔ تو یہ بہت بڑی رحمت ہے جو مومنوں پر کی جائے گی۔‘‘ (انوار العلوم جلد۵ صفحہ۴۶۵،۴۶۶)

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں:۔

’’اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ عقبٰی الدار سے مراد وہ جنّات ہیں۔کہ جو ہمیشہ رہنے والی ہیں یا یہ مراد ہے کہ اولوالالباب ہمیشہ رہنے والی جنّتوں کے وارث ہوں گے۔ **وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ** اور اُن کے ماں باپ اور ازواج اور اولادیں جو نیک ہوں گے۔وہ بھی ان کے ساتھ جنّات میں داخل ہوں گے۔اس آیت میں ایک عظیم الشان اصلیّت اور صداقت کا اظہار کیا ہے۔اس اصل اور صداقت کو صرف قرآن کریم نے ہی بیان کیا ہے۔دنیا کی اور کسی کتاب نے اس مسئلہ کو نہیں لیا۔دُنیا میں کوئی شخص کوئی ایسی نیکی اور بدی نہیں کرتا۔جس میں دوسرے لوگ کسی نہ کسی رنگ میں شریک نہ ہوں۔تاجر کی تجارت کی کامیابی۔زراعت پیشہ کی کامیابی سینکڑوں ہزاروں دوسرے افراد کا دانستہ یا نادانستہ تعاون سے وابستہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ شریعت اسلامیہ نے زکوٰۃ مقرر کی ہے۔اور اس طرح دوسرے لوگوں کا حق دلایا ہے۔یہی حال دوسرے کاموں کا ہے۔مثلاً فرض کرو ایک شخص تبلیغ کے لئے جاتا ہے۔تو اس تبلیغ میں اس کی بیوی کا حصہ بھی ہے کیونکہ وہ اس کی عدم موجودگی میں بھی اس کے گھر اور بال بچہ کا انتظام کرتی ہے۔ان کی پرورش کرتی ہے۔اگر وہ بال بچوں کی حفاظت نہ کرے۔تو مبلّغ کو تبلیغ کے لئے جانے میں بڑی دقّت ہوگی۔اسی طرح اگر والدین نے اچھی تربیت نہ کی ہوئی ہو۔تو وہ کس طرح دین کے کاموں میں حصہ لے سکے گا۔یا اگر اولاد والدین کو مطمئن نہ بیٹھنے دے تو وہ کس طرح نیکیوں میں حصہ لے سکتے ہیں۔پس چونکہ انسان نیکیوں میں ترقی اپنے رشتہ داروں کی مدد سے کرتا ہے۔اس کے انعام میں اس کا حصہ رکھا۔اور یہ قانون مقرر کیا کہ سب خاندان میں جو سب سے اعلیٰ مقام کو حاصل کرے۔

دوسرے سب اس کے پاس ہی رکھے جائیں نہ کہ اپنے چھوٹے مقاموں پر۔ بشرطیکہ وہ نجات یافتہ ہوں۔

زوج کا لفظ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے۔ میرے نزدیک اس کے یہاں جوڑے کے معنے ہیں۔ یعنی ساتھی کے، نہ کہ مرد عورت کے۔ اور میرے نزدیک اس میں تمام وہ لوگ شامل ہیں جو نیکیوں میں اس کے ممد اور معاون ہوئے ہوں۔ نہ کہ صرف میاں اور بیوی۔ اس سے عورتوں کے متعلق بھی سوال حل ہو جاتا ہے کہ وہ نبوت کے مقام پر کیوں نہیں پہنچائی جاتیں۔ کیونکہ اس آیت سے نکلتا ہے کہ **نبی کی بیویوں کو بھی اس مقام** پر رکھا جائے گا جس مقام پر نبی ہوں گے۔ یعنی گو ان کی بناوٹ کے لحاظ سے ان کو دُنیا میں نبی نہیں بنایا جاتا۔ لیکن وہ اُنہیں انعامات میں شریک ہوں گی، جو انبیاء کو ملیں گے۔ اب دیکھو رسول اللہ ﷺ تو ایک شخص ہیں مگر عورتیں گیارہ ان کے ساتھ ان کے انعامات میں شریک ہوں گی۔ اسی طرح نبی کا زوج صدیق ہوتا ہے۔ اور عورتوں کو صدیق کے درجہ کے پانے سے روکا نہیں گیا۔ اب جو عورتیں صدیقیّت کے مقام پر پہنچ جائیں وہ بھی رسول کریم ﷺ کے پاس پہنچائی جائیں گی۔ جس طرح تمام صدیق پہنچائے جائیں کیونکہ وہ مرتبہء صدیقیت کے لحاظ سے رسول کریم ﷺ کے ساتھیوں میں شامل ہوں گی۔'' (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۱۳)

میرے بچو!

میرے بچو، گر تم مجھ کو بڑھاپے کے حال میں دیکھو
اکھڑی اکھڑی چال میں دیکھو مشکل ماہ و سال میں دیکھو
صبر کا دامن تھامے رکھنا کڑوا ہے یہ گھونٹ پہ چکھنا
''اُف'' نہ کہنا غصے کا اظہار نہ کرنا میرے دِل پر وار نہ کرنا
ہاتھ میرے گر کمزوری سے کانپ اٹھیں اور کھانا مجھ پر گر جائے
مجھ کو نفرت سے مت تکنا، لہجے کو بیزار نہ کرنا
بھول نہ جانا ان ہاتھوں سے تم نے کھانا کھانا سیکھا
جب تم کھانا میرے کپڑوں اور ہاتھوں پر مَل دیتے تھے

مَیں تمہارا بوسہ لے کر ہنس دیتی تھی
کپڑوں کی تبدیلی میں گر دیر لگا دوں یا تھک جاؤں
مجھ کو سُست اور کاہل کہہ کر، اور مجھے بیمار نہ کرنا
میرے یہ کمزور قدم گر جلدی جلدی اُٹھ نہ پائیں
میرا ہاتھ پکڑ لینا تم، تیز اپنی رفتار نہ کرنا
جب میں باتیں کرتے کرتے، رک جاؤں، خود کو دہراؤں
ٹوٹا ربط پکڑ نہ پاؤں، یادِ ماضی میں کھو جاؤں
آسانی سے سمجھ نہ پاؤں، مجھ کو نرمی سے سمجھانا
مجھ سے مت بے کار اُلجھنا، مجھے سمجھنا
اُکتا کر، گھبرا کر مجھ کو ڈانٹ نہ دینا
دل کے کانچ کو پتھر مار کے کِرچی کِرچی بانٹ نہ دینا
انٹرنیٹ موبائیل جیسی نئی نئی ایجادوں کو
گر مَیں جلدی سمجھ نہ پاؤں وقت سے کچھ پیچھے رہ جاؤں
مجھ پر حیرت سے مت ہنسنا، اور کوئی فقرہ نہ کسنا
مجھ کو کچھ مہلت دے دینا شائد مَیں کچھ سیکھ سکوں
گر مَیں کھانا نہ کھاؤں تو تم مجھ کو دور نہ کرنا
جس شے کو جی چاہے میرا اس کو مجھ سے دور نہ کرنا
پرہیزوں کی آڑ میں ہر پل میرا دل رنجور نہ کرنا
کس کا فرض ہے مجھ کو رکھنا
اس بارے میں اک دوجے سے بحث نہ کرنا
آپس میں بے کار نہ لڑنا

جس کو کچھ مجبوری ہو اس بھائی پر الزام نہ دھرنا

شائد کل تم جان سکو گے، اس ماں کو پہچان سکو گے

جیون کی اس دوڑ میں مَیں نے تم پر سب کچھ وار دیا ہے

جب مَیں مَر جاؤں تو مجھ کو

میرے پیارے ربّ کی جانب چپکے سے سرکا دینا

اَور دُعا کی خاطر ہاتھ اُٹھا دینا

میرے پیارے ربّ سے کہنا، رحم ہماری ماں پر کر دے

جیسے اس نے بچپن میں ہم کمزوروں پر رحم کیا تھا

(ارشاد عرشی ملک)

ایک حدیث :

معزز قارئین! ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جہاں آخری زمانہ کے متعلق اور بہت سی دوسری پیشگوئیاں فرمائیں جو کہ پوری ہو چکی ہیں ایک پیشگوئی یہ بھی فرمائی کہ ''جب ماں اپنی حاکمہ کو جنم دے گی۔ ماں کی بجائے بیوی کی اور باپ کی بجائے دوست کی فرمانبرداری کی جائے گی۔'' اس پیشگوئی کا پورا ہونا بھی موجودہ زمانہ میں آسانی سے مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

معزز قارئین! بچوں کی اسلامی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے اولاد کا غیر اسلامی رویہ ماں باپ اور معاشرے کے لئے سوہانِ رُوح بن چکا ہے۔ وہ بیٹیاں جنہیں ماں پالتی پوستی ہے، اپنی خواہشات کا گلا گھونٹ کر ان کی خواہشات کو پورا کرتی ہے اور اُن کے سُکھ کے لئے اپنا آرام وچین قربان کر دیتی ہے وہی بیٹیاں جب بڑی ہو جاتی ہیں تو ماں کو ایسی نظروں سے دیکھتی ہیں جیسے وہ کوئی دُشمن ہو۔ اور ایسے الفاظ کہہ دیتی ہیں جن کا مطلب ہوتا ہے کہ تم کچھ نہیں جانتی ہو، تم میری خوشیوں کی دُشمن ہو، تم جاہل ہو اور تم پرانے خیالات کی ہو وغیرہ وغیرہ۔ ماؤں سے بیٹیاں اس طرح کا سلوک کرتی ہیں جیسے آج کے حاکم اپنی رعایا سے کرتے ہیں۔

دوسری بات جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ بیٹے ماں کی بجائے بیوی کی فرمانبرداری کریں گے۔ یہ بھی ایک ایسی حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ بیٹے شادی سے پہلے اپنی ماں اور اپنے باپ کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں مگر شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی اُن کی نگاہوں میں بیگانگی جھلکنے لگی ہے۔ وہی بیٹا جو اپنی ماں کے ہاتھ میں اپنی کمائی تھمایا کرتا تھا اور اُسے اس سے کوئی غرض نہ تھی کہ اُس کی ماں اس رقم کو کہاں خرچ کرتی ہے، شادی کے بعد بدتمیزانہ طریقے سے حساب مانگنے لگتا ہے۔ آخر کار اپنی ماں کو بیوی کا محتاج بنا دیتا ہے۔ یہ جو ساس بہو کے قصے گھروں میں آگ لگاتے ہیں اُس کی بڑی وجہ بیٹے کا منفی رویہ ہوتا ہے۔ جب بیٹے اپنی توجہ ماں سے ہٹا کر مکمل طور پر بیوی کی طرف کر لیتے ہیں تو ماں جب اپنے بیٹے کی بے توجہی دیکھتی ہے تو اُسے ہر وہ چیز بُری دکھائی دیتی ہے جس سے تعلق کے نتیجے میں اُس کی مامتا تڑپتی ہے۔ عام طور پر بہوؤں کا رویہ اپنے خاوند کے رویے کو دیکھ کر تبدیل ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھتی ہے کہ اُس کا خاوند اپنی ماں سے بدتمیزی سے بات کرتا ہے تو وہ بھی بدتمیزی شروع کر دیتی ہے۔ جب وہ دیکھتی ہے کہ بیٹا اپنی ماں کی بات غور سے نہیں سُنتا، اُس کا کہا نہیں مانتا تو وہ بھی اپنی ساس کی جائز ضرورتوں کو بھی پورا کرنے سے کترانے لگتی ہے۔ نتیجے کے طور پر ایسے گھر ایک ایسی آگ کی لپیٹ میں آجاتے ہیں جس کے شعلے گھر میں رہنے والے سبھی افراد کو دن رات جلاتے ہیں اور بچوں کی تعلیم وتربیت بھی عام طور پر ان شعلوں کی نذر ہو جاتی ہے۔

پاکستانی معاشرے میں جہاں عام طور پر بیٹے شادی کے بعد اپنے والدین کے ساتھ رہتے ہیں ساس بہو اور بھابی نند کی لڑائی معمول کی بات ہے۔ بعض اوقات بہویں بھی بڑی مظلوم ہوتی ہیں جن پر ساس، بیٹا اور نندیں اور بعض دفعہ سُسر بھی مل کر ستم ڈھاتے ہیں۔ ایسی خواتین کا جُرم عام طور پر غریب ہونا، ان پڑھ ہونا، جہیز نہ لانا اور شریکہ ہوتا ہے۔ آئے روز اخبارات میں ایسے واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں جن میں بتایا جاتا ہے کہ چولہا پھٹنے سے بہو ہلاک ہوگئی، خاوند نے اپنی ماں یا کسی رشتے دار کے ساتھ مل کر بیوی کو ہلاک کر دیا۔ ایسی بہویں گھریلو تشدد کے نتیجے میں بعض دفعہ خودکشی بھی کر لیتی ہیں۔ اسی طرح جہاں بہو طاقتور ہوتی ہے وہ ماں باپ سے بیٹے چھین کر لے جاتی ہیں یا ماں باپ کو اپنے گھروں سے نکالنے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ اور بعض طاقتور بہویں جن کو اپنی منفی کاوشوں میں کامیابی

نصیب نہیں ہوتی وہ ایسے گھر چھوڑ دیتی ہیں، طلاق لے لیتی ہیں۔ بہوؤں کے اس طرح کے رجحان کی وجہ اُن کے والدین کی تربیت ہی ہوتی ہے۔ بعض لوگوں سے خاکسار نے سُنا ہے کہ بعض ماں باپ اپنی بیٹیوں کو اعلیٰ تعلیم اس لئے دلوانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اُن کی بیٹیاں اپنی تعلیم یا نوکری کی وجہ سے اپنے سُسرال کو دبا کر رکھ سکیں اور اگر نہ دبا سکیں تو بے شک علیحدگی اختیار کر لیں۔ لڑکی اپنی نوکری اور تعلیمی قابلیت کی وجہ سے کوئی دوسرا ساتھی حاصل کر لے گی۔ یہ تربیت کا نہایت منفی رجحان ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ایسی خاتون اپنی تعلیم کی دلفریب خوشبو سے اپنے سُسرال کو مہکائے، اپنے ساس سُسر کی خدمت کرے، اپنے خاوند کے دل کی رانی بنے اور دیور نندوں کی تعلیم وتربیت کر کے اُن کے دلوں میں مستقل جگہ بنائے اور خاص طور پر اپنی تعلیم وتربیت کو اپنی اولاد کے بنانے سنوارنے میں لگائے جس کے نتیجے میں دین وقوم کو ہونہار اور قابل وجود عطا ہوں۔

ساس سُسر کو بھی چاہیے کہ ایسی خواتین جن کی تربیت میں کمی رہ گئی ہو اُنہیں محبت اور شفقت سے سمجھائیں اور سکھائیں۔ اپنی بہوؤں کو اپنی بیٹیاں سمجھیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ دعویٰ تو یہ ہوتا ہے کہ ہم تو اپنی بہوؤں کو بیٹیوں کی طرح سمجھتے ہیں مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔ بیٹیوں کو نوازتے وقت کسی تنگی ترشی کو خاطر میں نہیں لایا جاتا مگر بہو کو دیتے وقت کچھ اس طرح کے حالات خراب ہوتے ہیں کہ ان کو کچھ دیتے وقت ہاتھ کانپتے ہیں۔ حالانکہ دیکھا جائے تو بہو ایک ایسا وجود ہے جس کو اگر عزت دی جائے تو وہ ساری عمر خدمت کرتی ہے۔ عام طور پر بہویں اچھی ہوتی ہیں، کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ نہایت بدتمیز، بدزبان اور اکھڑ قسم کی بہوؤں کو برداشت کرنا پڑے۔ لیکن یاد رہے کہ ساس کا وجود بہوؤں کے لئے ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔ بہوؤں کو چاہیے کہ اپنے ساس سُسر کی خدمت میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ بعض بہویں بھی ایسے دعوے کرتی ہیں کہ وہ اپنے ساس سُسر کو اپنے والدین سمجھتی ہیں مگر بڑی چالاکی سے اُن کے حقوق پامال کر رہی ہوتی ہیں اور بیٹے کو بھی معصوم بن کر شیشے میں اُتار کر اُس کے ماں باپ سے بدظن کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور بعض اوقات اپنی معصومیت اور ساس سُسر کو اپنی چرب زبانی سے ظالم ثابت کر دیتی ہیں۔ ایسی خواتین اپنے سُسرال میں بھی اچھی شہرت حاصل نہیں کر پاتیں اور جو نُقص ایسی خواتین کی اپنی ذات میں ہوتے ہیں وہی اُسے اپنی بھابھی میں بھی نظر آتے ہیں۔ اپنا

بھائی اور اپنے والدین فرشتے نظر آتے ہیں۔

تیسری بات جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ بیٹے اپنے دوستوں کی فرمانبرداری کریں گے۔ بیٹوں کے اس منفی رویے نے بھی اکثر گھروں کو بے چین و بے قرار کر رکھا ہے۔ دوست کا فون آجائے تو سب کام چھوڑ چھاڑ کر، آرام تلف کر کے بھاگم بھاگ اُس کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ اور باپ جس نے اُسے پالا پوسا، بڑا کیا اور اُس کے آرام وضرورت کا ہر دم خیال رکھا، اُس کا کہا ماننا اُن کے دوبھر ہوتا ہے۔ باپ کے کہے کو ایک کان سے سُنتے ہیں اور دوسرے سے نکال دیتے ہیں۔ دوستوں کے لئے دوسرے ملک بھی چلے جاتے ہیں اور باپ کے لئے مارکیٹ جانا بھی ان کے لئے محال ہوتا ہے۔ اکثر بچے دوستیاں نباہتے نباہتے خدا کو بھی بھول جاتے ہیں، نہ نماز پڑھتے ہیں، نہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، نہ والدین کا کہا مانتے ہیں، شادی شدہ بچے اپنی بیوی بچوں کو بھی وقت نہیں دیتے۔ یہ تمام معاملات گناہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ آج کل شغل کے نام پر رات کو دیر تک گھر سے باہر رہنا بھی بچوں کی عادت بن چکی ہے۔ باہر کے گندے کھانے کھانا اور اپنی ماں یا بیوی کے ہاتھوں پکے کھانے میں نقص نکالنا بھی ایسے بیٹوں کی نشانی ہے۔ حالانکہ اسلام ایسی آوارہ گردیوں اور وہ دوستانے جو انسان کو اُس کے اصل مقام سے گرا دیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی صریح خلاف ورزی کریں کو گناہ قرار دیتا ہے۔ ایسے نوجوانوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر جس طرح ان کے بےقرار جذبات کی تسکین رات کو دیر تک دوستوں کے ساتھ گھومنے، بازاری کھانے کھانے سے ہی ہوتی ہے تو ایسے جذبات وہ اپنے لئے ہی کیوں جائز قرار دیتے ہیں دوسروں کے لئے کیوں نہیں؟ کیا وہ پسند کریں گے کہ اُن کے چھوٹے بہن بھائی یا بیوی بچے بھی ایسی عیاشی کریں۔؟ کیا اگر سبھی اپنے بے ہودہ جذبات کی تسکین کے لئے گھروں سے باہر بھاگیں تو وہ خوش ہوں گے؟ اگر خوش ہوں گے تو وہ سمجھ لیں کہ اُن میں انسانیت کا مادہ تقریباً ناپید ہو چکا ہے۔ اور اگر وہ سمجھیں کہ اُن کے پیاروں کو دوستانے نہیں رکھنے چاہییں، راتوں کو گھر میں رہنا چاہیے تو اُن میں انسانیت ابھی زندہ ہے۔ اس عاجز کی گزارش ہے کہ نوجوان ایسی بے ہودہ حرکات سے توبہ کر کے گھروں کو جنّت نظیر بنائیں۔ والدین، بہن بھائیوں اور بیوی بچوں کو اپنا دوست بنائیں۔ صرف نیک دوست بنائیں جو خوف خدا رکھتے ہوں اور صالحین میں بیٹھنے والے ہوں۔

درج ذیل کہانی اچھے اور بُرے دوستوں کی پہچان کروانے والی ہے۔غور سے پڑھیں۔

ایک دولت مند باپ کے بیٹے کے بہت سارے دوست تھے جن کے ساتھ وہ خوب مزے اُڑاتا تھا۔رات کو دیر سے گھر آنا اور کالج دیر سے پہنچنا اُس کا معمول تھا۔اُس کا باپ اُس کی حالت دیکھ کر اُسے سمجھاتا کہ یہ راستہ اور دوستانہ ٹھیک نہیں ہے۔بیٹے کو اُس کی بات سمجھ نہ آتی وہ کہتا کہ یہ سب میرے دوست ہیں آپ خوامخواہ ان کو بُرا سمجھتے ہیں۔باپ بیٹے کی آوارہ گردیوں، نافرمانیوں اور فضول خرچیوں پر ہر وقت کڑھتا رہتا۔ایک روز اُس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ تمہارے دوست مطلبی ہیں وہ تمہیں اس لئے پیار کرتے ہیں کہ تم اُن پر خرچ کرتے ہو۔تم کہتے ہو کہ نہیں وہ میری ذات سے پیار کرتے ہیں۔اب اس بحث کو اس طرح ختم کیا جا سکتا ہے کہ تم اپنے دوستوں کی آزمائش کرو۔ بیٹے نے پوچھا وہ کس طرح ہوگی؟ باپ نے کہا جا کر اپنے دوستوں سے کہہ دو کہ میرے باپ نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے اب میرے پاس کچھ نہیں ہے، تم میرے دوست ہو میری مدد کرو۔بیٹے نے کہا یہ کون سی بات ہے میرے دوست میری رہائش، کھانے پینے کا فوراً بندوبست کر دیں گے۔اور کاروبار کے لئے رقم بھی مہیا کر دیں گے۔آپ نے میرے دوستوں کو سمجھ کیا رکھا ہے۔

بیٹا اُسی رات گھر سے چلا گیا۔پہلے دوست کے پاس پہنچا اور اُسے اپنی حالت زار بتائی اور رہائش کے لئے کہا اُس نے کہا میرے پاس تو رہائش ممکن نہیں ہے کیونکہ کچھ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ کچھ رقم کا مطالبہ کیا تو جواب تھا کہ تم نے دیر کر دی میرے پاس کچھ رقم تھی وہ میں کسی کو دے چکا ہوں۔ اس دوست سے فارغ ہو کر دوسرے دوست کے پاس گیا اور اپنا دُکھڑا سُنایا۔اُس نے بھی اپنی مجبوریوں کا رونا روتے ہوئے کسی بھی قسم کی مدد کرنے سے انکار کر دیا۔اسی طرح اُس نے تمام دوستوں کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر مایوسی کے سوا کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔

تھک ہار کر واپس گھر کی راہ لی سر جھکائے والد کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے باپ سے کہا آپ ٹھیک کہتے تھے وہ مجھ سے نہیں میری دولت سے محبت کرتے تھے۔اس پر باپ نے کہا چلو میرے ساتھ میں دکھاتا ہوں اصل دوستی کیا ہوتی ہے؟ آؤ میں تمہیں اپنے اکلوتے دوست سے ملواتا ہوں۔ دونوں باپ بیٹا اس انوکھے دوست کو ملنے اُس کے گھر پہنچے۔باپ نے دستک دی۔جب کچھ دیر گذر گئی

اور دروازہ نہ کھلا تو بیٹے نے باپ سے کہا آپ کا دوست بھی میرے دوستوں جیسا ہی نکلا۔باپ نے مسکرا کر بیٹے کی طرف دیکھا اور کہا کہ میرے دوست کے متعلق ایسے نہ کہو، کچھ دیر انتظار کرو۔تھوڑی دیر کے بعد باپ کا دوست اس حالت میں گھر سے باہر نکلا کہ اُس کے ایک ہاتھ میں تلوار تھی، کندھوں پر ایک گٹھڑی تھی اور ساتھ اُس کی بیوی تھی۔دونوں دوست بڑے تپاک سے ملے۔دیر سے باہر آنے کا سبب پوچھنے پر دوست نے بتایا کہ تم رات کے اس پہر کبھی نہ آتے، میں نے سوچا ضرور میرے دوست کو مجھ سے کوئی غرض ہوگی۔مجھے خیال آیا کہ شاید میرے دوست کا کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے، یہ سوچ کر میں نے تلوار نکال کر باہر آنے لگا تو خیال آیا کہ شاید میرے دوست کو رقم کی ضرورت ہو، میں نے کچھ رقم کسی بُرے وقت کے لئے زمین میں دبائی تھی اُسے بھی زمین سے نکال لیا۔پھر خیال آیا شاید میرے دوست کے گھر میں کوئی بیمار ہو جسے خدمت کی ضرورت ہو اس غرض سے میں نے اپنی بیوی کو جگایا۔اب سب کچھ میرے پاس ہے بتاؤ تمہیں کس قسم کی مدد درکار ہے۔

بیٹے نے جب اپنے والد کے دوست کی لازوال دوستی کا عملی مظاہرہ دیکھا تو اپنے باپ کے گلے لگ گیا اور کہنے لگا یقیناً میں کم عقل تھا جو مطلب پرست دوستی کو سینے سے لگا کر آپ کا دل دکھاتا رہا۔ یقیناً آپ کا دوست ہی وہ دوست ہے جس کی دوستی پر ناز کیا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھے دوستوں سے نوازے۔ہمارے دوست ایسے ہوں جو نیکی اور فلاح کے راستوں پر لے جانے والے ہوں ناں کہ آوارہ گردی اور دُنیاداری کے منحوس جنگل میں لے جانے والے ہوں۔آمین یا ربّ العالمین۔

ساس بہو:

معزز قارئین! ساس بہو کی لڑائی ایسی حماقت ہے جس کے نتیجے میں گھروں کا سکون درہم برہم ہو جاتا ہے۔ساس اور بہو اگر دونوں ہی سخت مزاج اور غصیلے ہوں تو گھر ہر وقت میدان جنگ کا منظر پیش کرتے ہیں اور دیگر اہل خانہ کے جذبات اور معصوم بچوں کے احساسات کا دن رات خون ہوتا ہے۔جہالت، تکبر کا ناگ اور انا پرستی یہ وہ تین نحوستیں ہیں جن کا شکار بن کر خواتین غیر اسلامی حرکات کی

مرتکب ہوتی ہیں۔اگر بہونرم مزاج اور قوت برداشت رکھتی ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے معاملات الجھنے کی بجائے سلجھنے لگتے ہیں۔عام طور پر شروع میں ساس کا رویہ اتنا برا نہیں ہوتا مگر کچھ عرصے بعد واضح تبدیلی کے آثار دکھائی دینے لگتے ہیں اور اس رویے میں تبدیلی کی وجوہات میں بیٹے کا اپنی والدہ سے بے رخی برتنا، بیٹے کا اپنی کمائی بیوی کے ہاتھ میں دے کر والدہ کو اس کا دست نگر بنانا، بیٹے کا اہم معاملات میں والدہ سے مشورہ نہ کرنا، بیوی کی طرفداری کرنا اور ماں کو غلط ثابت کرنا اور اس کے علاوہ بہو کے ایسے طور طریقے جو ساس کے خیالات سے متصادم ہوں، بہو کا بہت زیادہ آزاد ہونا اور مذہبی اقدار سے باغی ہونا، بہو کا اپنے والدین کے گھر وقت بے وقت لمبے لمبے فون کرنا، اپنے سسرال کے متعلق بری باتیں کرنا، اپنی ساس کی باتوں پر غور اور عمل نہ کرنا، گھر کے کاموں میں ساس کا ہاتھ نہ بٹانا وغیرہ وغیرہ چند اہم وجوہات ہیں۔اگر کم از کم مندرجہ بالا وجوہات کو بیٹا اور بہو دور کر دیں تو ساس کے لئے کوئی خاص وجہ نہیں رہتی کہ وہ اپنے بیٹے یا بہو سے ناراض رہے۔اگر ساس کی طبیعت میں سختی ہو تو پھر بھی اسے برداشت کرنا بیٹے اور بہو کا فرض ہے۔جہاں تک گناہ یا ثواب کا تعلق ہے ساس بیٹے اور بہو کو یاد رکھنا چاہیے کہ اُن کی غیر اسلامی حرکات کی سزا دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے اسی طرح نیکی کا انجام کبھی بھی بد نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی جنّت عطا کرتا ہے اور اخروی جنّت کا وعدہ بھی فرماتا ہے۔ویسے بھی بڑوں کا احترام اسلامی تعلیمات کے مطابق فرض ہے۔بہو کو اپنے ساس سسر اور داماد کو اپنے ساس سسر کی تعظیم و تکریم کرنی چاہیے۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو بھی جوان کسی بوڑھے شخص کی اس کے بڑھاپے کے سبب تعظیم و تکریم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے کے وقت کسی ایسے شخص کو متعین کر دیتا ہے جو اس کی تعظیم و خدمت کرتا ہے۔ (ترمذی)

حضرت انسؓ کی اپنی زندگی اس کی زندہ مثال ہے۔آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی بے حد خدمت کی جس کا صلہ یہ ملا کہ آپؓ نے طویل عمر پائی بعض روایت کے مطابق ۱۰۳ برس آپ کی عمر ہوئی، مال و دولت کی فراوانی سے نوازے گئے اور کثیر اولاد اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ایک روایت کے مطابق آپ کے سو سعادت مند بیٹے تھے۔آپ نے پاکیزہ اور اچھے ماحول میں اطمینان اور سکون سے زندگی گزاری۔

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ بعض ساسیں اپنی بہوؤں کے ساتھ ناجائز طور پر شدید سختی کرتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ساس کی صورت میں ایک ایسی جہنم اس کے نصیب میں آ گئی ہے جس کے شعلے بہو کو دن رات جلاتے ہیں۔بیٹے بھی تشدد کرتے ہیں اور بعض اوقات سسر بھی بہو کو نا صرف برا بھلا کہتے ہیں بلکہ ہاتھ بھی اُٹھا لیتے ہیں۔ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرالعزیز فرماتے ہیں:۔

’’بعض دفعہ گھروں میں چھوٹی موٹی چپقلش ہوتی ہیں ان میں عورتیں بحیثیت ساس کیونکہ ان کی طبیعت ایسی ہوتی ہے وہ کہہ دیتی ہیں کہ بہو کو گھر سے نکالو لیکن حیرت اس وقت ہوتی ہے جب سسر بھی، مرد بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہوئی ہے اپنی بیویوں کی باتوں میں آ کر یا خود ہی بہوؤں کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیتے ہیں حتیٰ کہ بلاوجہ بہوؤں پہ ہاتھ بھی اُٹھا لیتے ہیں۔پھر بیٹوں کو بھی کہتے ہیں کہ مارو اگر مر گئی تو کوئی فرق نہیں پڑتا اور بیوی لے آئیں گے۔اللہ عقل دے ایسے مردوں کو۔ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یہ الفاظ یاد رکھنے چاہئیں کہ ایسے مرد **بزدل اور نامرد** ہیں۔‘‘

(مشعل راہ جلد ۵ صفحہ ۴۹)

ملفوظات حضرت مسیح موعود میں ہے کہ:۔

’’ایک لڑکی کی اس کی ساس کے ساتھ اچھی طرح نہیں بنتی تھی۔لڑکی نے برسبیلِ شکایت اور گلہ کچھ عورتوں کے سامنے کہا کہ بُرا مقام ہے جس میں میری ساس وغیرہ رہتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو بہت بُرا منایا کہ:

شہر تو کوئی بُرا ہوتا ہی نہیں۔اگر کسی شہر کو بُرا کہا جائے تو اس سے مُراد اس کے شہر والے ہوتے ہیں۔پس نہایت قابلِ افسوس ہے اس عورت کی حالت جو ایسا فقرہ زبان پر لاتی ہے یا اور اس طرح اپنے خاوند اور اس کے والدین کی بُرائی کرتی ہے۔اور اس کے بعد اس عورت کو بہت سمجھایا اور کہا کہ:۔

خدا تعالیٰ ایسی باتیں پسند نہیں کرتا۔یہ مرض عورتوں میں بہت کثرت سے ہوا کرتا ہے کہ وہ ذرا سی بات پر بگڑ کر اپنے خاوند کو بہت کچھ بَھلا بُرا کہتی ہیں بلکہ اپنی ساس اور سُسر کو بھی سخت الفاظ سے یاد کرتی ہیں۔حالانکہ وہ اس کے خاوند کے بھی قابلِ عزّت بزرگ ہیں۔وہ اس کو ایک معمولی بات سمجھ

لیتی ہیں اوران سے لڑنا وہ ایسا ہی سمجھتی ہیں جیسا کہ محلّہ کی اَور عورتوں سے جھگڑا۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کی خدمت اور رضا جوئی ایک بہت بڑا فرض مقرر کیا ہے یہانتک کہ حکم ہے کہ اگر والدین کسی لڑکے کو مجبور کریں کہ وہ اپنی عورت کو طلاق دے دے تو اس کے لڑکے کو چاہیے کہ وہ طلاق دیدے۔ پس جبکہ ایک عورت کی ساس اور سُسر کے کہنے پر اس کو طلاق مِل سکتی ہے تو اَور کونسی بات رہ گئی ہے۔ اس لئے ہر ایک عورت کو چاہیے کہ ہر وقت اپنے خاوند اور اس کے والدین کی خدمت میں لگی رہے اور دیکھو کہ عورت جو کہ اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے تو اس کا کچھ بدلہ بھی پاتی ہے۔ اگر وہ اس کی خدمت کرتی ہے تو وہ اس کی پرورش کرتا ہے مگر والدین تو اپنے بچّہ سے کچھ نہیں لیتے وہ تو اس کے پیدا ہونے سے لے کر اس کی جوانی تک اس کی خبر گیری کرتے ہیں اور بلا کسی اجر کے اس کی خدمت کرتے ہیں اور جب وہ جوان ہوتا ہے تو اس کا بیاہ کرتے اور اس کی آئندہ بہبودی کے لئے تجاویز سوچتے اور اس پر عمل کرتے ہیں اور پھر جب وہ کسی کام پر لگتا ہے اور اپنا بوجھ آپ اُٹھانے اور آئندہ زمانہ کے لئے کسی کام کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو کس خیال سے اس کی بیوی اس کو اپنے ماں باپ سے جُدا کرنا چاہتی ہے یا کسی ذرا سی بات پر سبّ وشتم پر اُتر آتی ہے اور یہ ایک ایسا ناپسند فعل ہے جس کو خدا تعالیٰ اور مخلوق دونوں ناپسند کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے انسان پر دو ذمہ داریاں مقرر کی ہیں۔ ایک حقوق اللہ اور ایک حقوق العباد۔ پھر اس کے دو حصّے کئے ہیں یعنی اوّل تو ماں باپ کی اطاعت اور فرماں برداری اور پھر دوسری مخلوق الٰہی کی بہبودی کا خیال۔ اور اسی طرح ایک عورت پر اپنے ماں باپ اور خاوند اور ساس سُسر کی خدمت اور اطاعت۔ پس کیا بدقسمت ہے جو اِن لوگوں کی خدمت نہ کر کے حقوقِ عباد اور حقوق اللہ دونو کی بجا آوری سے مُنہ موڑتی ہے۔'' (رقم فرمودہ حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمدؓ ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۷۹، ۱۸۰)

والدہ کا حق:

ایک دوست نے خط کے ذریعہ اس امر کا استفسار کیا کہ میری والدہ میری بیوی سے ناراض ہے اور مجھے طلاق کے واسطے حکم دیتی ہے مگر مجھے میری بیوی سے کوئی رنجش نہیں۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جواب میں فرمایا:۔

'' والدہ کا حق بہت بڑا ہے اور اس کی اطاعت فرض۔ مگر پہلے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ آیا اس ناراضگی کی تہہ میں کوئی اور بات تو نہیں ہے جو خدا کے حکم کے بموجب والدہ کی ایسی اطاعت سے بری الزمہ کرتی ہو مثلاً اگر والدہ اس سے کسی دینی وجہ سے ناراض ہو یا نماز روزہ کی پابندی کی وجہ سے ایسا کرتی ہو تو اُس کا حکم ماننے اور اطاعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا مشروع امر ممنوع نہیں ہے جب تو وہ خود واجب الطلاق ہے۔

اصل میں بعض عورتیں محض شرارت کی وجہ سے ساس کو دُکھ دیتی ہیں۔ گالیاں دیتی ہیں۔ ستاتی ہیں۔ بات بات میں اس کو تنگ کرتی ہیں۔ والدہ کی ناراضگی بیٹے کی بیوی پر بے وجہ نہیں ہوا کرتی۔ سب سے زیادہ خواہشمند بیٹے کے گھر کی آبادی کی والدہ ہوتی ہے اور اس معاملہ میں ماں کو خاص دلچسپی ہوتی ہے۔ بڑے شوق سے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے خدا خدا کر کے بیٹے کی شادی کرتی ہے تو بھلا اس سے ایسی اُمید وہم میں بھی آسکتی ہے کہ وہ بے جا طور سے اپنے بیٹے کی بہو سے لڑے جھگڑے اور خانہ بربادی چاہے۔ ایسے لڑائی جھگڑوں میں عموماً دیکھا گیا ہے کہ والدہ ہی حق بجانب ہوتی ہے۔ ایسے بیٹے کی بھی نادانی اور حماقت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ والدہ تو ناراض ہے مگر مَیں ناراض نہیں ہوں۔ جب اس کی والدہ ناراض ہے تو وہ کیوں ایسی بے ادبی کے الفاظ بولتا ہے کہ مَیں ناراض نہیں ہوں۔ یہ کوئی سوکنوں کا معاملہ تو ہے نہیں۔ والدہ اور بیوی کے معاملہ میں اگر کوئی دینی وجہ نہیں تو پھر کیوں یہ ایسی بے ادبی کرتا ہے۔ اگر کوئی وجہ اور باعث اَور ہے تو فوراً اُسے دُور کرنا چاہیے۔ خرچ وغیرہ کے معاملہ میں اگر والدہ ناراض ہے اور یہ بیوی کے ہاتھ میں خرچ دیتا ہے تو لازم ہے کہ ماں کے ذریعہ سے خرچ کراوے اور کُل انتظام والدہ کے ہاتھ میں دے۔ والدہ کو بیوی کا محتاج اور دستِ نگر نہ کرے۔ بعض عورتیں اوپر سے نرم معلوم ہوتی ہیں مگر اندر ہی اندر وہ بڑی بڑی نیش زنیاں کرتی ہیں۔ پس سبب کو دُور کرنا چاہیے اور جو وجہ ناراضگی ہے اس کو ہٹا دینا چاہیے اور والدہ کو خوش کرنا چاہیے۔ دیکھو شیر اور بھیڑیئے اور اَور درندے بھی تو ہلائے سے ہل جاتے ہیں اور بے ضرر ہو جاتے ہیں۔ دشمن سے بھی دوستی ہو جاتی ہے اگر صلح کی جاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ والدہ کو ناراض رکھا جاوے۔'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۴۹۷، ۴۹۸)

ایک اہم خط:

شیخ عبدالوہاب صاحب ہندوؤں سے احمدی ہوئے تھے۔اور انکی دعوت الی اللہ سے والدہ بھی احمدی ہوگئیں۔شیخ صاحب نے شادی کرنا چاہی تو والدہ نے اس خیال سے کہ بیٹا الگ ہو جائے گا رضامندی ظاہر نہ کی۔اور جب انہوں نے شادی کر لی تو اکثر اوقات بہو پر سختی کرتیں اور شیخ صاحب کچھ عرض کرتے تو بُرا مناتیں۔شیخ صاحب بیان کرتے ہیں کہ آخر میری والدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں قادیان حاضر ہوئیں اور نہ معلوم حضورؑ سے کیا کیا میری شکایت کی۔جب وہ واپس آئیں تو حضور کے دست مبارک کا ایک خط ساتھ لائیں جس پر حضور نے اپنے دستخط کرنے کے علاوہ اپنی مہر اور نشان انگوٹھا بھی ثبت فرمایا تھا۔حضور کا مکتوب گرامی یہ تھا۔

''مجھ کو یہ بات سُن کر بہت رنج ہوا۔اور دل کو سخت صدمہ ہوا۔کہ تم اپنی والدہ مسماۃ کی کچھ خدمت نہیں کرتے اور سختی سے پیش آتے ہو اور دھکے بھی دیتے ہو۔تمہیں یاد رہے کہ یہ طریق اسلام کا نہیں۔خُدا اور اس کے رسول کے بعد والدہ کا وہ حق ہے جو اس کے برابر کوئی حق نہیں۔خُدا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جو والدہ کو بدزبانی سے پیش آتا ہے اور اس کی خدمت نہیں کرتا۔اور نہ اطاعت کرتا ہے وہ قطعی دوزخی ہے۔پس تم خُدا سے ڈرو۔موت کا اعتبار نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ بے ایمان ہو کر مرو۔حدیثوں میں آتا ہے کہ بہشت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے۔اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کی والدہ کو رات کے وقت پیاس لگی تھی۔اس کا بیٹا پانی لے کر آیا۔اور وہ سو گئی۔بیٹے نے مناسب نہ سمجھا۔کہ اپنی والدہ کو جگا دے تمام رات پانی لے کر اس کے پاس کھڑا رہا۔کہ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی وقت جاگے اور پانی مانگے۔اور اس کو تکلیف ہو۔خُدا نے اس خدمت کے لیے اس کو بخش دیا۔سو سمجھ جاؤ کہ یہ طریق تمہارا اچھا نہیں ہے۔اور انجام کار ایک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔اور اپنی عورت کو بھی کہو کہ تمہاری والدہ کی خدمت کرے اور بدزبانی نہ کرے۔اور اگر باز نہ آوے اس کو طلاق دے دو۔اگر تم میری ان نصیحتوں پر عمل نہ کرو۔تو میں خوف کرتا ہوں کہ عنقریب تمہاری موت کی خبر نہ سنوں۔تم نہیں دیکھتے کہ خُدا تعالیٰ کا قہر نازل ہے اور طاعون دنیا کو کھائے جاتی ہے۔ایسا نہ ہو کہ اپنی بدعملی کی وجہ سے طاعون کا شکار ہو

جاؤ۔اور اگر تم اپنے مال سے اپنی والدہ کی خدمت کرو گے تو خُدا تمہیں برکت دے گا۔یہ وہی والدہ ہے کہ جس نے دعاؤں کے ساتھ تمہیں ایک مصیبت کے ساتھ پالا تھا۔اور ساری دنیا سے زیادہ تم سے محبت کی۔پس خدا اس گناہ سے درگزر نہیں کرے گا۔جلد توبہ کرو۔جلدی توبہ کرو۔ورنہ عذاب نزدیک ہے۔اس دن پچھتاؤ گے دنیا بھی جائے گی اور ایمان بھی۔میں نے باوجود سخت کم فرصتی کے یہ خط لکھا ہے۔خدا تمہیں اس لعنت سے بچاوے جو نافرمانوں پر پڑتی ہے اگر تمہاری والدہ بدزبان ہے اور خواہ کتنا ہی بدخلقی کرتی ہے۔خواہ کیسا ہی تمہارے نزدیک بری ہے اور سب باتیں اس کو معاف ہیں کیونکہ اس کے حق ان تمام باتوں سے بڑھ کر ہیں۔

تمہاری خوش قسمتی ہوگی کہ میری اس تحریر کو پڑھ کر توبہ کرو۔اور سخت بدقسمتی ہوگی کہ میری اس تحریر سے فائدہ نہ اٹھاؤ۔''

شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ میں اس خط کو پڑھ کر کانپ گیا۔اور میرے بدن میں کپکپی پیدا ہو گئی۔بڑی خوشامد اور لجاجت سے اپنی والدہ سے معافی مانگی اور ان کو خوش کیا۔اور زندگی بھر ان کی فرمانبرداری اور دلجوئی کو اپنا نصب العین بنالیا۔ (رفقائے احمد جلد ۱۰ صفحہ ۷۲ از ملک صلاح الدین صاحب)

جورو کا غلام:

معزز قارئین! عصر حاضر میں اپنی بیوی کی جائز باتیں ماننے والے کو جورو کا غلام کہنا بھی عام ہو گیا ہے۔اسلام بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے کو بھی نیکی قرار دیتا ہے مگر اس دور میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بیوی کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کو بھی بُرا خیال کرتے ہیں۔یہاں تک کہ اگر صوفے یا چارپائی پر میاں بیوی بیٹھ جائیں تو کہا جاتا ہے کہ میاں جورو کا غلام ہو گیا ہے۔یہ سب جہالت کی باتیں ہیں جنہیں روایات کے طور پر اپنا لیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ میاں بیوی کو ایک دوسرے کے لباس قرار دیتا ہے۔ہمارے حبیب آقا حضرت محمد ﷺ کا اپنی بیویوں سے سلوک ایسی بے ہودہ روایات کی نفی کرتا ہے۔اسلامی تعلیمات کے مطابق میاں بیوی کے درمیان وسوسہ ڈالنا شیطانی کام بیان ہوا ہے۔شوہروں کو اپنی بیویوں کا حد درجہ خیال رکھنا چاہیے اور ملنے جلنے والوں کو بھی چاہیے کہ میاں بیوی کے درمیان الفت پیدا کرنے کے

لئے کوشش کریں۔

اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

''آج کل بعض لوگ صرف اس خیال سے بیویوں کا خیال نہیں رکھتے کہ لوگ کیا کہیں گے کہ بیوی کا غلام ہوگیا ہے۔ بلکہ حیرت ہوتی ہے بعض لڑکوں کے، مَردوں کے بڑے بزرگ رشتہ دار بھی بچوں کو کہہ دیتے ہیں کہ بیوی کے غلام نہ بنو۔ بجائے اس کے کہ آپس میں ان کی محبت اور سلوک میں اضافہ کرنے کا باعث بنیں ۔اپنے لئے کچھ اور پسند کر رہے ہوتے ہیں ۔دوسروں کے لئے کچھ اور پسند کر رہے ہوتے ہیں۔'' (مشعل راہ جلد۵صفحہ۴۹)

ظُلم پر گواهی-اولاد کے مابین عدل:

حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد سواری پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ گواہ رہیں کہ میں نے اپنے مال میں سے نعمان کو یہ یہ عطیہ (بعض حدیثوں میں غلام اور بعض احادیث میں گھوڑا بیان ہوا ہے) دیا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اپنے سب بیٹوں کو اسی طرح کا تحفہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس پر میرے سوا کسی اور کو گواہ بنالو۔پھر فرمایا: کیا یہ بات تمہیں خوش کرتی ہے کہ وہ سب بچے تم سے نیکی کرنے میں برابر ہوں انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایسا نہ کرو۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں پھر میرے والد واپس آئے اور مجھ سے وہ عطیہ واپس لے لیا۔ (مسلم جلد ۸ کتاب الھبات حدیث نمبر ۳۰۴۵)

آنحضرت ﷺ کو اولاد کے معاملہ میں انصاف کا اتنا خیال تھا کہ آپ ﷺ نے ایک حدیث میں حضرت نعمان بن بشیرؓ کے والد کو یہ بھی فرمایا:

لا تشهدنی علی جور۔ (مسلم جلد ۸ کتاب الھبات حدیث نمبر ۳۰۴۴)

تم مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی اولاد سے انصاف اور مساوات کا سلوک کرو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''اولاد میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کی اجازت نہیں ہے۔جب اللہ کہتا ہے کہ انسان اپنی جائیداد اور اولاد وغیرہ کا مالک ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ تمام تر اختیار رکھتے ہیں۔قرآنی تعلیم کے مطابق مالک تو صرف اللہ تعالیٰ ہے۔انسانی ملکیت اس کی عطا کردہ ہے۔قرآن کریم کا فلسفہ ملکیت جگہ جگہ اسی رنگ میں پیش فرمایا گیا ہے کہ انسان کو جو ملکیت ملتی ہے وہ عارضی ہے اور خدا مالک کل ہے اس لئے انسان اپنی ہر ملکیت کا جواب دہ ہے۔اسی طرح اس کے اپنے بچے بھی اس کے پاس امانت ہیں اور ان سے عدل کے خلاف غیر متوازن سلوک نہیں کیا جاسکتا۔

پھر اولاد کے حقوق کو قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اولاد کے حقوق ادا کرنے پر بھی جزا مقرر فرمادی ہے۔یہ بھی خدا کی ایک عجیب شان ہے انسان اپنے طبعی تقاضوں کے نتیجہ میں اپنی اولاد کے لئے کچھ کرتا ہے مگر اسلام نے اس کے ساتھ کچھ جزا بھی مقرر کردی تا کہ کوئی ماں باپ اپنی اولاد سے غافل نہ ہوں۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک غریب عورت میرے پاس آئی اس نے اپنی دو بچیاں اُٹھا رکھی تھیں میں نے اس کو تین کھجوریں دیں اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کھجور اپنے منہ میں ڈال لی لیکن یہ کھجور بھی اس کی بیٹیوں نے اس سے مانگ لی۔اس پر اُس نے وہ کھجور منہ سے نکالی اور اس کے دو برابر کے حصے کئے اور دونوں بیٹیوں میں تقسیم کردیئے۔اب یہ کام ماں ہی کر سکتی ہے اور طبعی فطرت کے نتیجہ میں کرتی ہے کسی نیکی کی خاطر نہیں۔وہ اپنے دل سے مجبور تھی آپ بھوکی رہی۔حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جب میں نے اس بات کا آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: اس فعل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر جنّت واجب کردی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الاحسان الی البنات)

کیسی عظیم تعلیم ہے! حسن و احسان کی تعلیم عدل کے ساتھ اس طرح ملا دی ہے کہ وہ ایک دوسرے میں جذب ہوگئی ہیں۔تمہیں خدا اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ خدا کی خاطر ایسے کام کرو جس

سے اولاد سے ناانصافی ہوتی ہو۔“

(عدل،احسان اور ایتاءِ ذی القربیٰ حصہ ۴ صفحہ ۲۴۷)

لے پالک:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کسی کا ذکر تھا کہ اس کی اولاد نہ تھی اور اس نے ایک اور شخص کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنا کر اپنی جائیداد کا وارث کر دیا تھا۔

فرمایا:

”یہ فعل شرعاً حرام ہے۔شریعت اسلام کے مطابق دوسرے کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانا قطعاً حرام ہے۔“ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۳۲۰)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

مَّا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِىْ جَوْفِهِ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ اللَّائِىْ تُظَاهِرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَ كُمْ أَبْنَاءَ كُمْ ذَلِكُمْ قَوْلُكُم بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِىْ السَّبِيْلَ۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۵)

اللہ نے کسی انسان کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔اسی طرح اُس نے تمہاری اُن بیویوں کو جنہیں تم ماں کہہ کر اپنے اوپر حرام کر لیتے ہو تمہاری مائیں نہیں بنایا۔نہ ہی تمہارے منہ بولوں کو تمہارے بیٹے بنایا ہے۔یہ محض تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور حق (بات) بیان کرتا ہے اور وہی ہے جو (سیدھے) راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:۔

فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَراً زَوَّجْنَاكَهَا لِكَىْ لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِىْ أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَراً وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولاً۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۸)

پس جب زید نے اس (عورت) کے بارہ میں اپنی خواہش پوری کر لی (اور اسے طلاق دے

دی)،ہم نے اسے تجھ سے بیاہ دیا تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے متعلق کوئی تنگی اور تردّد نہ رہے جب وہ (منہ بولے بیٹے) اُن سے اپنی احتیاج ختم کر چکے ہیں (یعنی انہیں طلاق دے چکے ہیں) اور اللہ کا فیصلہ بہرحال پورا ہو کر رہنے والا ہے۔

ان آیات سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ منہ بولا بیٹا بنانا حرام ہے اور اسے وارث بنانا بھی حرام ثابت ہوتا ہے۔جب اللہ اور اس کا رسول ایک فعل کو حرام قرار دیں تو کسی مسلمان کا حق نہیں کہ وہ ایسے افعال پر عمل کر کے اپنی دنیا اور عاقبت خراب کرے۔سورۃ الاحزاب کی آیت ۳۷ جو کہ بیان کردہ آیت سے پچھلی آیت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْراً أَن يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالاً مُّبِيْناً۔

اور کسی مومن مَرد اور کسی مومن عورت کے لئے جائز نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو اپنے معاملہ میں اُن کو فیصلہ کا اختیار باقی رہے اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ بہت کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا ہوتا ہے۔

حضرت سعدؓ اور حضرت ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ میرے دونوں کانوں نے یہ بات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی اور میرے دل نے اسے محفوظ کر لیا۔آپؐ نے فرمایا:”جس نے یہ بات جاننے کے باوجود کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے۔اپنے آپ کو اس کی طرف منسوب کیا تو اس پر جنت حرام ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۱ کتاب الایمان حدیث نمبر ۸۷)

حضرت عراک بن مالکؓ سے روایت ہے۔انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے آباء سے بے رغبتی نہ کرو جس نے اپنے باپ سے بے رغبتی کی وہ کافر ہے۔(صحیح مسلم جلد ۱ کتاب الایمان حدیث نمبر ۸۶)

حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے تھے کہ ہم حضرت زیدؓ بن حارثہ کو زیدؓ بن محمدؐ ہی کہا کرتے تھے یہاں تک کہ قرآن میں یہ نازل ہوا **ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ**

هُوَ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ فَإِن لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُم بِهِ وَلَكِن مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۶) ان کو ان کے آباء کے نام سے یاد کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک انصاف کے زیادہ قریب ہے۔اور اگر تم ان کے آباء کو نہ جانتے ہو تو پھر وہ دینی معاملات میں تمہارے بھائی اور تمہارے دوست ہیں۔اور اس معاملہ میں جو تم غلطی کر چکے ہو اس کا تم پر کوئی گناہ نہیں۔ہاں مگر وہ (گناہ ہے) جو تمہارے دلوں نے بالا رادہ کمایا اور اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب فضائل الصحابہ حدیث نمبر ۴۴۴۷)

(سب سے اچھا ورثہ جو والدین کسی بچے کو دے سکتے ہیں وہ تقویٰ کا ورثہ ہے)

ورثہ میں خرابیاں:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"انسان جب پیدا ہوتا ہے تو ماں باپ کی بد اعمالیوں اور بُرائیوں سے بھی ورثہ پاتا ہے۔جس قسم کے افعال اس کے ماں باپ کرتے ہیں وہ بھی اُنہیں کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔اسی لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب میاں بیوی ملیں تو دُعا مانگ لیں کہ ہم شیطان سے پناہ مانگتے ہیں اور اپنی اولاد کے لئے بھی شیطان سے پناہ چاہتے ہیں۔۔اس سے معلوم ہوا کہ بعض خرابیاں ورثہ میں پیدا ہو جاتی ہیں۔اور پھر ظاہری لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ بچے عام طور پر ماں باپ کے قد، علم، حوصلہ اور خیالات کو لیتے ہیں۔چوری کرنے والے یا جھوٹ بولنے والے لوگوں کے بچے چوری اور جھوٹ کی طرف راغب ہوتے ہیں۔مسلول باپ کا بچہ بھی مسلول ہو جاتا ہے۔پس یہ بات بالکل درست ہے کہ ورثہ میں خرابیاں اور کمزوریاں بھی ملتی ہیں۔چنانچہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جس خاندان میں علم دیر تک رہے اور اس کے افراد اہل علم ہوتے چلے آئیں اس کے بچے وراثتاً ایسے ہوتے ہیں کہ دوسروں کی نسبت جلدی علم حاصل کر لیتے ہیں اور یہ بھی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ زیادہ پڑھنے والے ہوتے ہیں ان کی اولاد کی آنکھیں زیادہ لمبی ہوتی جاتی ہیں۔چنانچہ جن خاندانوں میں علم کا چرچا ہوتا ہے اور مطالعہ کرتے

رہتے ہیں ان کی اولاد کی آنکھیں دوسروں کی نسبت لمبوتری ہوتی ہیں۔یہ ماں باپ کے پڑھنے کا اثر ہوتا ہے۔تو ماں باپ کی خوبیاں اور کمزوریاں اولاد میں آ جاتی ہیں۔اور جب کسی بچہ میں ماں باپ کی کمزوریاں آ جائیں تو اس کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کے لئے دُنیا کی دَوڑ میں روکیں پیدا ہو جاتی ہیں۔اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ دُعا سکھائی کہ کہو **أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۔مِن شَرِّ مَا خَلَقَ** ۔اے میرے پیدا کرنے والے اور میری پرورش کرنے والے اب اگر مجھ میں ورثہ کے طور پر یا کسی اور اثر سے کوئی کمزوری اور خلقی نقص رہ گیا ہے تو اس کے اثر سے مجھے بچا۔تامَیں تیری رضا حاصل کر سکوں اور تیرا قرب پا سکوں۔غرض اس حصّہ ءآیت میں ان کمزوریوں سے پناہ مانگی گئی ہے جو انسان میں پیدائشی طور پر آ جاتی ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۵۵۷،۵۵۸)

اسلام ورثہ میں ملنے والے گناہ کا یہ علاج بتاتا ہے کہ جب مرد و عورت ہم صحبت ہوں تو یہ دُعا پڑھیں:

اللّٰھم جنبنا الشیطان وجنب الشیطٰن مارزقنا۔

اے خدا ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہمیں دے اُسے شیطان سے محفوظ رکھ۔

غرض بچوں کی تربیت ہی ہوتی ہے انسان کو وہ کچھ بناتی ہے جو آئندہ زندگی میں وہ بنتا ہے۔

چنانچہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

ما من مولود الا یولد علی الفطرة فابوا ہ یھود انه او ینصرانه اویمجسا نه۔ (بخاری۔مسلم)

کہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے آگے ماں باپ اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔اسی طرح یہ بھی سچ ہے ماں باپ اسے گرجا میں لے جا کر عیسائی بناتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کر کے اور اُن کی باتیں سُن کر وہی بنتا ہے جو اُس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔بات یہ ہے کہ بچہ میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔اگر ماں باپ اُسے اچھی باتیں نہ سکھائیں گے تو وہ دوسروں کے افعال کی نقل کرے گا۔بعض لوگ کہتے ہیں بچوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہیے خود بڑے ہو کر احمدی ہو جائیں گے۔مَیں کہتا ہوں اگر بچوں کے کان میں کسی اور کی آواز نہیں پڑتی تب تو ہو سکتا ہے کہ کہ جب وہ بڑا ہو کر

احمدیت کے متعلق سُنے تو احمدی ہو جائے لیکن جب اَور آوازیں اُسکے کان میں اب بھی پڑ رہی ہیں اور بچہ ساتھ کے ساتھ سیکھ رہا ہے تو وہ وہی بنے گا جو دیکھے گا اور سُنے گا۔ اگر فرشتے اُسے اپنی بات نہیں سُنائیں گے تو شیطان اُس کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر نیک باتیں اُس کے کانوں میں نہ پڑیں گی تو بد پڑیں گی اور وہ بد ہو جائے گا۔ (مصباح مئی ۱۹۴۵ء، منہاج الطالبین صفحہ ۵۳، ۵۴)

بیٹیوں سے امتیازی سلوک :

معزز قارئین! بیٹیوں سے امتیازی سلوک کرنا بھی عصرِ حاضر میں زمانہ جاہلیت کی یاد تازہ کرتا ہے۔ بیٹیوں کو نا صرف وراثت سے محروم کیا جاتا ہے بلکہ گھروں میں بھی بچوں کی پرورش کے دوران بیٹوں کو اولیت دی جاتی ہے اور بیٹیوں کو خدمت گار کے طور پر برداشت کیا جاتا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ بیٹی کی پیدائش پر شرمندگی محسوس کی جاتی ہے، بعض لوگ صرف اس وجہ سے اپنی بیویوں کو طلاق دے دیتے ہیں کہ اس کے بطن سے بیٹیاں ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اب جدید سائنسی ایجادات کے ذریعے یہ معلوم کرلیا جاتا ہے کہ بیٹا ہوگا یا بیٹی۔ اگر بیٹی کا بتایا جائے تو والدین حمل گروا دیتے ہیں۔ اور انڈیا اور دوسرے مسلمان ممالک میں بھی بعض والدین بیٹی کی پیدائش کے فوراً بعد اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔ جیو نیوز کی ایک رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۱ء میں ۱۲۰۰ بچوں کی ہلاکت کے متعلق کیس رجسٹر ہوئے ان نوزائیدہ بچوں میں ساڑھے نو سو لڑکیاں تھیں۔ ایسے بچوں کے مردہ جسم کچرے کے ڈھیروں، ہسپتالوں کے کچرا گھروں اور گندے نالوں سے ملتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق بچیوں کو پیدائش کے چند روز بعد گلا گھونٹ کر یا ٹھنڈا یخ پانی ڈال کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ پھر بعض گھروں میں بھائی شہنشاہوں کی طرح رہتے ہیں اور بیٹیاں باندیوں کی طرح ۔شادی پر لڑکی کی رائے لینا بھی برا خیال کیا جاتا ہے۔ لڑکی کے جذبات، پسند اور ناپسند کو خاطر میں نہیں لایا جاتا۔ اگر کوئی لڑکی ایک بوڑھے شخص سے شادی کرنے سے انکار کردے تو اسے غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کا کسی بات پر بھی اظہار خیال خاندانوں پر بجلی بن کے گرتا ہے اور نتیجے میں ہمیشہ لڑکی ہی جلتی ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں بانیء اسلام ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنی بیٹیوں کے

ساتھ کیا سلوک فرماتے تھے۔ اور بیٹیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا ہے۔

آنحضرت ﷺ جب بھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے مل کر جاتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے ان کے گھر جا کر ملتے۔ (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

رسول اللہ ﷺ کو اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ سے بے حد پیار تھا۔ حضرت فاطمہؓ جب بھی اپنے والد حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پاس ملنے آتیں تو آپؐ احتراماً اُٹھ کر بیٹی کا استقبال کرتے۔ انہیں خوش آمدید کہتے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ اُن کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خدا اس کے ہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ وہ لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں۔ یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے۔ جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا قیامت تک خدا کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔

(اسوۃ رسول کریم ﷺ صفحہ ۶۲۰، طبرانی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اگر تم میں سے کسی کی دو یا تین بیٹیاں یا بہنیں ہوں اور وہ ان کی تربیت اچھے رنگ میں کرے اور ان کے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا کرے گا۔

(ترمذی ابواب البر والصلہ)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

طلب العلم فريضة على كل مسلم و مسلمة۔

(چالیس جواہر پارے صفحہ ۱۵۱ حدیث نمبر ۳۹)

ہر مسلمان لڑکے اور ہر مسلمان لڑکی پر علم کا حاصل کرنا فرض ہے۔

ایک دفعہ اوسؓ نام کے انصاری آنحضورﷺ کے پاس آئے تو آپؐ نے ان کے چہرے پر کچھ رنج وغم کے آثار دیکھے۔ پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہﷺ میری کئی بیٹیاں ہیں ان کی وجہ سے میرا دل غمگین رہتا ہے اور میں تو ان کی موت کی دُعا مانگتا رہتا ہوں۔ ہمارے مہربان و مشفق آقا نے فرمایا: اوسؓ تم یہ دُعا نہ کیا کرو۔ دیکھو لڑکیوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔ یہ لڑکیاں نعمت کے وقت شکر کرنے والی ،مصیبت کے وقت تمہاری ہمدردی میں رونے والی اور تمہاری بیماری کے وقت تیمارداری اور خدمت کرنے والی ہوتی ہیں۔ ان کا بوجھ زمین پر ہے۔ ان کی روزی اللہ کے ذمّے ہے۔ پھر کیوں تم ناحق رنج کرتے ہو۔ (تشحیذ الاذہان مئی ۱۹۸۸ء)

آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے کہ:

جو شخص بازار سے میوہ لے کر گھر میں آئے وہ ثواب میں صدقہ کے مانند ہے چاہیے کہ پہلے لڑکی کو دے پھر لڑکے کو۔ جو لڑکی کو خوش کرے گا وہ شخص ایسا ہے جیسے کہ حق تعالیٰ کے خوف سے رویا اور جو خدا کے خوف سے روئے اس پر آتشِ دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔ (بحوالہ اکسیر ہدایت از امام غزالی)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا: کہ جو صرف بیٹیوں کے ذریعے سے آزمائش میں ڈالا گیا اور اس نے اس پر صبر کیا تو وہ بیٹیاں اس کے اور آگ کے درمیان روک ہوں گی۔

(سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ)

آنحضرتﷺ نے فرمایا:

جس شخص کے ہاں کوئی لڑکی ہو پھر وہ اس کو زندہ درگور نہ کرے اور نہ ہی اپنے لڑکوں کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنّت میں داخل کرے گا۔

(الفضل سیرت النبی نمبر ۱۹۸۳ء، سیرت النبیﷺ از شبلی جلد ۶ صفحہ ۳۷۸)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة انا و هو و ضم اصابعه۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۷۵۱)

جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ دونوں بالغ ہو گئیں تو قیامت کے دن وہ

آئے گا، میں اور وہ اس طرح ہوں گے اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

اگر بیٹی بالغہ ہو جائے اور اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے باپ کے سر ہے۔

حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا:

جسے زیادہ بیٹیوں سے آزمایا گیا اس نے صبر کیا تو اس کی بیٹیاں اس کے لئے آگ سے پردے یا ڈھال کا باعث ہوں گی۔ (ترمذی کتاب البر والصلۃ)

رسول اللہﷺ نے فرمایا:

جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آزمائش میں کامیاب ہو تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔ (بخاری کتاب الادب)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

’’تو دیکھیں کس قدر خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جن کی لڑکیاں ہیں۔ انسان تو گناہگار ہے ہزاروں لغزشیں ہو جاتی ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے بھی قسم قسم کے راستے بخشش کے رکھے ہیں تو لڑکیوں پر افسوس کرنے کی بجائے ،جن کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کو شکر کرنا چاہیے اور ان کی نیک تربیت کرنی چاہیے اور ان کے لئے نیک نصیب کی دعا مانگنی چاہیے لیکن بعض دفعہ ایسے تکلیف دہ واقعات سامنے آتے ہیں کہ بعض لوگ اپنی بیویوں کو صرف اس لئے طلاق دے دیتے ہیں کہ تمہارے ہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تو خوفِ خدا کرنا چاہیے۔ کیا پتہ اگلی شادی میں بھی لڑکیاں ہی پیدا ہوں۔‘‘ (مشعل راہ جلد پنجم صفحہ ۵۰)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ **وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ۔ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ**۔ اور جب زندہ گاڑھی جانے والی (لڑکی) کے بارے میں سوال کیا جائے گا (کہ آخر) کس گناہ کے بدلہ میں اُسکو قتل کیا گیا (تھا)۔ (سورۃ التکویر آیت ۹،۱۰)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''جس طرح اس سورۃ کی اور تمام پیشگوئیاں موجودہ زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں اسی طرح **وَإِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ. بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ.** کی پیشگوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔ کیونکہ اس میں بتایا گیا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جبکہ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی قانوناً ممانعت کر دی جائے گی اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اُسے سزا دی جائے گی۔ چنانچہ ۱۸۷۲ء میں ایسا قانون حکومت انگریزی نے جاری کر دیا اور اس طرح یہ علامت بھی جو آخری زمانہ سے تعلق رکھتی تھی پوری ہو گئی۔''

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۲۴)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم پر زور دیا جیسے فرمایا جس کی دو لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کی اچھی تربیت کرے تو خدا تعالیٰ اُس کے سارے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ ایک غریب عورت میرے پاس آئی۔ اُس کی دو لڑکیاں تھیں ایک لڑکی کو اُس نے اپنی دائیں طرف بٹھایا اور دوسری لڑکی کو اُس نے اپنی بائیں طرف بٹھایا اور کہا مجھے کچھ کھانے کے لئے دو۔ ہمارے گھر میں کوئی چیز موجود نہ تھی۔ میں نے تلاش کیا تو ایک کھجور نکل آئی۔ مَیں وہ کھجور لے کر اُس کے پاس آئی اور کہا اس وقت ہمارے گھر میں یہی ایک کھجور ہے یہ لے لو۔ اُس عورت نے وہ کھجور اپنے منہ میں ڈالی اور اندازہ سے اُس کے دو برابر حصے کئے اور نصف کھجور ایک لڑکی کو دے دی اور نصف کھجور دوسری کو دی اور خود بھوکی رہی۔ رسول کریم ﷺ نے یہ ذکر سُنا تو فرمایا۔ اگر کسی کی دو بیٹیاں ہوں اور وُہ اُن کی اچھی تربیت کرے اور اُن کو تعلیم دلوائے تو اللہ تعالیٰ اُس پر جنّت واجب کر دیتا ہے۔ (صحیح مسلم) دیکھو اسلام نے لڑکیوں کی تعلیم و تربیت پر کتنا زور دیا ہے۔ لڑکوں کو تو لوگ اس لئے تعلیم دلواتے ہیں کہ یہ بڑے ہو کر نوکریاں کریں گے مگر عورتوں کے فرائض خدا تعالیٰ نے نوکریوں والے مقرر نہیں کئے۔ اگرچہ آج کل مسلمان لڑکیاں بھی نوکری کر لیتی ہیں۔ مگر اسلام نے عورت پر گھر کی ذمہ داریاں رکھی ہیں اِس لئے اُس کی تعلیم کمائی میں ممد نہیں ہو سکتی مگر اس کے باوجود اسلام نے عورتوں کی تعلیم پر زور دیا اور یہ چیز دوسری کتابوں میں نہیں پائی جاتی۔'' (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۶)

عورت

معزز قارئین! ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لائے ہوئے دینِ متین سے پہلے عربوں کی حالت ہر لحاظ سے خباثتوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ جہاں مردوں کی اکثریت ہر قسم کے گناہوں کی دلدادہ تھی وہیں ان مردوں نے عورتوں کی زندگی بھی اجیرن کی ہوئی تھی۔ عورت کے کوئی حقوق نہ تھے۔ تعدد ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ جتنی بیویاں کوئی شخص رکھنی چاہتا تھا وہ رکھ سکتا تھا، کوئی پوچھنے والا نہ تھا۔ بعض اوقات بیٹے، باپ کی منکوحہ پر وارث کے طور پر قبضہ کر لیتے۔ طلاق کا رواج عام تھا۔ دو حقیقی بہنوں سے شادی کرنا بھی معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا بھی رواج تھا۔ ایسے لوگ لڑکیوں کی پیدائش کو گالی سمجھتے تھے اور ایسے لوگ سمجھتے تھے کہ لڑکی پیدا ہونے سے ان کی غیرت کا جنازہ نکل جائے گا۔ عورتوں کا وراثت میں کوئی حصہ نہ ہوتا تھا۔ مرنے والے کا سب ترکہ اس کا بھائی لے جاتا تھا اور اس کی بیوی اور بیٹیاں خاوند اور باپ کی وراثت سے محروم کر دی جاتی تھیں۔ عورتوں کا کام صرف مرنے والے مردوں کا نوحہ کرنا ہی رہ گیا تھا۔ ایک سال تک ماتم کرنا معمول کی بات تھی۔ عورتوں کو جانوروں کا دودھ دوہنے کی ممانعت تھی۔ اگر کسی خاندان کی عورت جانور کا دودھ دوہتے دیکھ لی جاتی تو اُس خاندان کی ناک کٹ جاتی اور اُس خاندان کی غیرت کا جلوس نکل جاتا تھا۔

عربوں میں نکاح کے متعلق بھی عجیب عجیب رسوم رائج تھیں۔ عموماً نکاح کی صورتیں چار تھیں جن میں سب سے عجیب اور گندی صورت یہ تھی کہ ایک عورت کے پاس یکلخت چند آدمی پہنچ جاتے تھے اور وہاں یکے بعد دیگرے اپنا منہ کالا کرتے تھے۔ اور جب وہ کوئی بچہ جنتی تھی تو پھر یہ لوگ دوبارہ اس کے پاس جمع ہو جاتے تھے اور وہ عورت جس کے متعلق کہہ دیتی تھی کہ بچہ اس کا ہے، اسی کی طرف وہ منسوب ہوتا تھا۔ مگر شرفاء کا دامن اس قسم کی بے حیائیوں سے پاک تھا۔ ماؤں سے نکاح کرنا حلال سمجھتے تھے۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ کو کہنا پڑا کہ **حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ**۔ (سورۃ النساء آیت ۲۴) یعنی آج مائیں تمہاری تم پر حرام ہوگئیں۔ عرب کے جاہلوں میں جس شخص کے اولاد نہ ہوتی تھی بعض میں یہ رسم تھی کہ ان کی بیوی اولاد کے لئے دوسرے سے آشنائی کرتی قرآن شریف نے اس رسم کو حرام کر دیا۔ مسافحت اسی بدرسم کا

نام ہے۔(اسلامی اصول کی فلاسفی جلد۱۰صفحہ۳۲۹،۳۳۶) زنا کاری کا رواج عام تھا بے حیائی کی یہ حالت تھی کہ سب سے بڑا نامور شاعر امراءالقیس جو شہزادہ بھی تھا قصیدہ میں اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اپنی بدکاری کا قصہ مزے لے لے کر بیان کرتا ہے اور یہ قصیدہ کعبہ پر آویزاں کیا جاتا ہے۔جس کا زنا کاری میں اوّل نمبر ہوتا تھا۔وہی قوم کا رئیس کہلاتا تھا۔(اسلامی اصول کی فلاسفی جلد۱۰) لڑائیوں میں عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالتے تھے اور بچوں کو بھی ہلاک کر دیتے تھے۔

بیوہ ہونا بھی ایک عورت کے لئے مصیبتوں کا طوفان لے کر آتا تھا۔عورت کے خاوند کے مَر جانے پر اُس کی بیوہ کو ایک الگ تھلگ غلیظ جھونپڑی میں غلیظ کپڑے پہنا کر بند کر دیا جاتا۔ایک سال اسی غلاظت میں عورت کو رہنا پڑتا ایک برس کے بعد اُسے مینگنیاں دی جاتیں جنہیں وہ کتوں کو مارتی تھی۔جس کے بعد ایسی عورت کو کچھ آسانیاں ہو جاتی تھیں،اچھے کپڑے اور خوشبو استعمال کرنے کی اجازت مل جاتی تھی۔

یہ حالت صرف عرب ہی کی نہ تھی بلکہ یہ وقت ساری دُنیا پر ایک سخت تاریکی کا وقت تھا اور تمام مذاہب بگڑ چکے تھے اور گمراہی چاروں طرف اپنا دامن پھیلائے ہوئے تھی۔عیسائیوں کی حالت زار کے بارے میں یونان کے شہر کرنتھس کے عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے پولس ان کی بہت ساری خباثتیں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ تمہارے کلیسا میں ایک ایسا آدمی بھی ہے جو اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ گناہ کی زندگی گزار رہا ہے۔یہ ۵۶ عیسوی کی بات ہے۔(کُرنتھیوں ۵:۲)عورتوں کی حالت عیسائی دنیا میں آج تک قابل رحم ہے۔مسلمان عورتوں پر زبان درازی کرنے والوں کا اپنا مذہب عورتوں کے متعلق کیا کہتا ہے ملاحضہ فرمائیں۔بائیبل میں لکھا ہے کہ:۔

عورت کو چاہیے کہ وہ چُپ چاپ پوری فرمانبرداری کے ساتھ تعلیم پائے۔میں عورت کو اجازت نہیں دیتا کہ وہ تعلیم دے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چُپ چاپ رہے۔کیونکہ آدم پہلے بنایا گیا،بعد میں حوا اور آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہگار ہوئی۔(تیمتھیس ۱:۵باب۲آیات۱۱تا۱۳)

عورتیں کلیسا کے اجتماع میں خاموش رہیں۔انہیں بولنے کی اجازت نہیں بلکہ تابع رہیں جیسا کہ توریت میں بھی مرقوم ہے۔ہاں اگر کوئی بات پوچھنا چاہیں تو گھر میں اپنے شوہروں سے پوچھیں۔

اس لئے کہ یہ شرم کی بات ہے کہ عورت کلیسا کے اجتماع میں بولے۔(باب۱۴آیات۳۴،۳۵گرنتھیوں۱۴:۳۶)

اگر کسی مَرد یا عورت کے سر یا ٹھوڑی پر زخم ہو تو کاہن اُس زخم کی جانچ کرے اور اگر وہ جلد سے گہرا نظر آئے اور اس میں زرد اور باریک رونگٹے دکھائی دیں تو اُس شخص کو ناپاک قرار دے۔(احبار باب۱۳آیات۲۹،۳۰) جس کسی عورت کو حیض کا خون شروع ہو جائے تو وہ سات دن تک ناپاک رہے گی اور جو کوئی اُسے چھوئے گا،شام تک ناپاک رہے گا۔اور حیض کے دنوں میں جس چیز پر بھی وہ لیٹے گی وہ ناپاک ہو جائے گی۔لہذا جو کوئی اُس کے بستر کو چھوئے اُسے لازم ہے کہ وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے۔وہ شام تک ناپاک رہے گا۔اور جو کوئی اُس چیز کو جس پر وہ بیٹھتی ہو وہ چھولے تو وہ اپنے کپڑے دھوئے اور پانی سے نہائے۔وہ شام تک ناپاک رہے گا۔اور جس چیز پر وہ بیٹھتی ہو خواہ وہ بستر ہو یا کوئی اور چیز جب بھی کوئی اسے چھوئے گا وہ شام تک ناپاک رہے گا۔(اور جس عورت کو حیض کے دنوں کے علاوہ بھی حیض آتا رہے تب بھی بیان کردہ ناپاکی کی شرائط لاگو ہوں گی)۔(احبار باب۱۵آیات۱۹تا۲۳)

غیرت کے بارے میں یہی شرع ہے خواہ کوئی عورت اپنے خاوند کی ہوتے ہوئے گمراہ ہو کر اپنے آپ کو ناپاک کر لے یا کسی آدمی کو اپنی بیوی پر شک کرنے کی وجہ سے غیرت آئے تو کاہن اُسے خدا وند کے حضور کھڑا کرنے اور اُس شریعت پر پوری طرح عمل کیا جائے۔(یعنی وہ کڑوا پانی پلائے جو لعنت لاتا ہے۔پانی پینے کے بعد اگر اُس کا پیٹ پھول جائے اور ران سڑ جائے تو ایسی عورت لعنتی ہو گی۔بائیبل میں ایسی عورت کی سزا موت بیان ہوئی ہے)خاوند تو کسی بھی خطا کا ذمہ دار نہ ٹھہرے گا البتہ اُس عورت کو اپنے گناہ کا نتیجہ بھگتنا ہو گا۔ (گنتی باب۵آیات۲۹تا۳۱)

روم کی ایک مذہبی جماعت نے فیصلہ کیا تھا کہ عورت ایک ناپاک حیوان ہے۔رومی یہ بھی کہتے تھے کہ عورت کا منہ کتے اور اور اونٹ کی طرح باندھ دینا چاہیے تاکہ وہ ہنس نہ سکے۔عورت کی روح کو فانی سمجھا جاتا تھا۔بعض ملکوں میں اس بات پر بھی بڑا اختلاف تھا کہ عورتیں جنّت میں داخل ہو سکتی ہیں یا نہیں اور عورتیں عبادت کر سکتی ہیں یا نہیں۔یورپ میں یہ خیال بھی رائج تھا کہ عورتیں کسی دینی کام میں حصہ نہیں لے سکتیں حتیٰ کہ انجیل مقدس کی تلاوت بھی ان پر حرام ہے۔غرض عورت نہ عبادت گاہوں میں جا سکتی تھی،نہ ادبی مجلسوں میں شریک ہو سکتی تھی،نہ قومی معاملات میں دخل دے سکتی تھی اور نہ سیاسی کام کر

سکتی تھی۔اول تو طلاق کا رواج ہی نہ تھا اگر کہیں اجازت تھی تو طلاق حاصل کرنے کا طریقہ انتہائی درد ناک تھا۔ہندوؤں میں تو ۱۹۵۶ء تک عورتوں کو طلاق لینے کا کوئی حق نہیں تھا، بیوہ کو شادی کرنے کا نہ صرف حق نہیں تھا بلکہ بعض دفعہ انہیں ستی یعنی اپنے خاوند کے ساتھ زندہ جل مرنا ضروری تھا۔عربوں اور دوسری اقوام میں اگر شوہر بیوی کو مارتا پیٹتا یا قتل کر دیتا تو کوئی سزا نہ تھی۔ہندو نیوگ جیسی ناپاک رسم کو ادا کرنے کو نیکی سمجھتا تھا۔اس بدی کو اس طرح انجام دیا جاتا تھا کہ خاوند اپنی بیوی کو کسی ہٹے کٹے مرد جسے بیراگی کہا جاتا کے ساتھ اپنے گھر میں اکیلا چھوڑ دیتا اور خود باہر بیٹھ جاتا۔یہ ناپاک سلسلہ جاری رہتا جب تک اس کی بیوی حاملہ نہ ہو جاتی۔ہندو مذہب کے مطابق اس طرح کی بے حیائی دس بیٹوں تک جائز تھی۔رگ وید میں لکھا ہے کہ ہندوؤں کے ایک بھگوان ''اندر دیوتا'' کہتے ہیں کہ عورتوں کے ساتھ کبھی دوستی والا معاملہ نہ رکھنا چاہیے،ان کا دل بے رحم ہو جاتا ہے۔(رگ وید ۱۷۔۸۔۳) ویدوں کے مطابق ویدک زمانے میں عورت کو جسم فروشی کی اجازت تھی۔ویدک زمانے میں کچھ عورتیں پورے گاؤں کی ملکیت مانی جاتی تھیں اور ان سے کوئی بھی مرد جنسی تعلقات استوار کر سکتا تھا۔ان عورتوں کو ''نگر ودھو'' کہا جاتا تھا یعنی پورے شہر کی بیوی۔

ہندوستان میں جل پردہ کی رسم عام تھی یہ رسم کچھ یوں ادا کی جاتی تھی کہ ماں باپ اپنے پہلے بچہ کو دریائے گنگا کی نذر کر دیتے اور اسے ثواب اور سعادت کا باعث سمجھتے۔شودروں کے کانوں میں پگھلا سیسہ ڈال دیا جاتا اگر وہ وید سن لیتے۔یونان و روم میں اسقاط کرانا جائز تھا۔یہ خاص طریقوں سے لڑکے یا لڑکی کا علم حاصل کر لیتے تھے۔یہ طریقے مصر وغیرہ میں بھی اپنا لئے گئے تھے۔قیدیوں اور غلاموں کو تفریح اور تماشہ کے لئے بھوکے جانوروں کے سامنے پھینک دیا جاتا تھا یا شمشیر زنی کی نذر کر دیا جاتا تھا۔اور رومی اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔باپ کو اپنی اولاد قتل کرنے کا پورا حق تھا ارسطو اور افلاطون جیسے اساتذہ کو بھی ہلاک کر دیا گیا۔اور رومی اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ایران،روم اور مصر وغیرہ میں حرام کاری میں باپ بیٹی اور بھائی بہن تک کی تمیز نہ تھی۔یثرب میں اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہ بچتے تو وہ منت مانتی کہ اگر میرا کوئی بچہ زندہ رہا تو میں اس کو یہودی بنا دوں گی۔جنگوں میں جوش عداوت میں حاملہ عورتوں کے پیٹ تک چاک کر دیتے تھے۔دشمنوں کی عورتوں اور بچوں کو زندہ جلا دیتے تھے۔

یہ چند رسوم صرف مثال کے طور پر لکھی گئی ہیں ورنہ عرب اور دوسری اقوام میں رسوم کی بے حد کثرت تھی۔اسلام نے سب گندی رسوم کو یک قلم منسوخ کر دیا۔زمانہ جاہلیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ (سورۃ الرّوم آیت ۴۲)

لوگوں نے جو اپنے ہاتھوں بدیاں کمائیں ان کے نتیجہ میں فساد خشکی پر بھی غالب آ گیا اور تری پر بھی تا کہ وہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے تا کہ شاید وہ رجوع کریں۔

اس وقت بھی خشکی اور تری ہر دو میں فساد ظاہر ہو چکا ہے۔مغرب جہاں مادی ترقی کے آسمان کو چھو رہا ہے وہاں شراب، جواء، بے حیائی، ہر قسم کی بین الاقوامی ناانصافی اپنی آخری حدوں کو پار کر چکی ہے۔یورپ میں عائلی زندگی کا شیرازہ بکھر چکا ہے،خاوند اور بیوی باوجود ہر قسم کی آزادی کے سکون سے عاری ہیں،عورتیں عورتوں سے اور مرد مردوں سے شادی کر رہے ہیں اب یہ وبا پوری دنیا میں ایڈز کی طرح پھیل چکی ہے۔وہ تمام برائیاں جو ہمارے آقا ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے پھل پھول رہی تھیں،عصر حاضر میں نئے رنگ اور ڈھنگ سے حملہ آور ہوئی ہیں۔

انتہائی بدقسمتی کی بات ہے کہ اسلام کے آنے سے پہلے جن ذلیل حرکات میں عرب مبتلا تھے تقریباً وہ سب بدمعاشیاں نام نہاد اسلامی معاشروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ نظام وراثت سے منہ موڑ کر بیٹیوں اور بہنوں کی شادی کرنے سے بھی گریز کیا جاتا ہے۔بلکہ دولت پر قبضہ جمانے کے لئے بہنوں اور بیٹیوں کی شادی قرآن سے بھی کروا دی جاتی ہے۔جس کے نتیجے میں متاثرہ خواتین،نفسیاتی اور جذباتی مسائل کا شکار ہو کر جعلی پیروں کے ہتھے بھی چڑھ جاتی ہیں جو جن اتارتے اتارتے بعض اوقات ایسی خواتین کی جان بھی لے لیتے ہیں۔ایسی خواتین اخلاقی طور پر بھی کمزور ہو جاتی ہیں۔ایسی خواتین بھی سوسائٹی کے مظالم کا شکار ہو رہی ہیں جن کے ہاں بیٹیاں ہی پیدا ہو رہی ہوں۔عصر حاضر میں تو یہ معلوم ہونے پر کہ بیٹی کی آمد متوقع ہے حمل گروا دیا جاتا ہے۔بے شمار عورتوں کو زنا کاری جیسے غیر اسلامی بدفعل کرنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔متعہ جسے اسلام نے حرام قرار دیا

ہے اُس کے جواز کے فتوے دے دے کر مردوں کے بہلاوے کے لئے عورتوں کو بازاروں میں بٹھا دیا گیا ہے۔ بہوؤں کو جہیز کم لانے پر جلایا جا رہا ہے اور اُن کے چہروں اور بدن کو تیزاب سے جھلسایا جا رہا ہے۔ عورتیں مرنے والوں پر خوب ماتم کرتی ہیں۔ سیاپا اور نوحہ گری کرتی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے جاہل عربوں کی طرح اس طرح کے حرام کام سال بھر تک کیے جاتے ہیں۔ شوہر اپنی بیویوں کو تو پاؤں کی جوتی سمجھتے ہی ہیں اور بعض بیٹے اپنی ماؤں سے بھی بھیانک سلوک کرتے ہیں۔ بعض بدقسمت بیٹے اپنی ماؤں کو قتل تک بھی کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بہنیں اور بیٹیاں بھی غیرت کے نام پر قربان کی جا رہی ہیں۔ اور جہاں عورتیں طاقتور ہیں وہ بھی دوسری عورتوں کی دشمن ہیں۔ طاقتور ساس اپنی بہو کا خون چوستی رہتی ہے اور طاقتور بہو اپنی ساس اور نندوں کو تگنی کا ناچ نچا رہی ہے۔ اسی طرح جہاں بیویاں زور آور ہیں اپنے خاوندوں کی زندگی اجیرن کر رہی ہیں اور وہ مرد جو زر اور زمین کی زرہ پہنے ہوئے ہیں وہ زن کو ایک غلام سے زیادہ حیثیت دینے کو بھی تیار نہیں ہوتے۔ ناچ گانے کی مجلسوں میں تمام فیملی ممبر بیٹھ کر عارضی لطف اُٹھا رہے ہیں۔ مسلمان عورتیں فلموں اور ڈراموں میں اداکاری کر کے شیطان کی خوب مدد کر رہی ہیں۔ گلیوں اور بازاروں میں بے پردہ تنگ لباس پہنے ہوئے مسلمان کہلانے والی عورتیں لوگوں کو دعوت نظارہ دیتی نظر آتی ہیں۔ ایسے گھروں کی بھی کمی نہیں ہے جہاں رہنے والے فحش فلموں سے دل بہلاتے ہیں۔ عورتوں کی ایک بہت بڑی تعداد ڈراموں کی شوقین ہے جن میں نہایت صفائی سے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو ورغلایا جا رہا ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ والدین بھی ساتھ بیٹھ کر ان ڈراموں سے نا صرف جی خوش کرتے ہیں بلکہ بچوں کو نت نئے ڈیزائنوں اور بے باکیوں پر مشورے بھی دیتے ہیں۔

مسلمانوں میں جبری شادی کے بھی بے شمار واقعات ہوتے ہیں۔ بعض اوقات لڑکیوں کو اُن کے والدین ناصرف شدید تشدد کا نشانہ بناتے ہیں بلکہ بعض ماں باپ اپنی بیٹیوں کو قتل بھی کر دیتے ہیں۔ بھارت بنگلا دیش، ایران، پاکستان اور ترکی وغیرہ میں ایسے واقعات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ صرف برطانیہ میں جبری شادیوں کے کم از کم ۵۰۰۰ سے ۸۰۰۰ کیسز ہیں۔ جن میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین جانا

پڑے۔ مذہب اسلام کی تعلیمات کے مطابق مرد و خواتین دونوں کا تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ نہایت دُکھ کی بات ہے کہ اسلام کو اپنا مذہب قرار دینے والے لڑکیوں کی تعلیم کے دشمن ہیں۔ لڑکیوں کے تعلیمی اداروں کو بموں سے اُڑایا جا رہا ہے۔ نام نہاد مذہبی راہنما ہی لڑکیوں کی تعلیم کے دشمن نہیں بلکہ مجموعی طور پر مسلمان ممالک میں لڑکیوں کی تعلیم کے مخالفین موجود ہیں۔ پنجاب کی صورت حال کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پنجاب کے شریف خاندانوں میں لڑکیوں کی تعلیم کی طرف اس قدر توجہ کم ہے کہ وہ بیچاریاں وحشیوں کی طرح نشو و نما پاتی ہیں۔‘‘ (سیرت المہدی جلد اول صفحہ ۱۹)

معزز قارئین! کہا جاتا ہے کہ اب اُمّت مسلمہ کو کسی نبی کے ہاتھوں تربیت حاصل کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے۔ ایسے غیر اسلامی عقیدہ کو اپنانے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ عرب وہ قوم تھی جس نے گندگی پر منہ اس لئے مارا کہ آنحضرت ﷺ ابھی اسلامی تعلیم لے کر نہیں آئے تھے۔ لیکن ۲۳ برس کے قلیل عرصے میں گندگیوں سے لتھڑے عرب ایسے پاکیزہ وجود بن گئے جن کو دیکھ کر بے شمار قوموں نے پاکیزگی کا لباس پہن کر اللہ تعالیٰ اور آنحضرت ﷺ کی محبت کی آغوش میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کر لی۔ نام نہاد مسلمانوں کو جو موجودہ خباثتوں کا ناصرف مشاہدہ کرتے ہوئے بلکہ ان خباثتوں میں حصہ دار ہوتے ہوئے ایسی بات کہتے ہیں، ندامت اور شرمندگی ان کے ضمیر کو کچوکے تو یقیناً لگاتی ہو گی۔ وہ سوچتے تو ضرور ہوں گے کہ قرآن کے ہوتے ہوئے اور سیرت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے متعلق لاکھوں کتابوں کے ہوتے ہوئے بھی مسلمان اُمّت ذلّت کی اتھاہ گہرائیوں میں کیوں گرتی چلی جا رہی ہے؟ نبضِ اُمّت جو کبھی بھرپور طریقے سے دھڑک رہی تھی وہ ڈوبتی کیوں جا رہی ہے؟ وہ زندگی بخش پیغام جس نے بے شمار قوموں کی جبینوں کو خدا تعالیٰ کے حضور جھکا دیا تھا۔ وہ پیغام ہماری زندگیوں کو گل و گلزار کیوں نہیں کر رہا، دوسری قومیں مسلمانوں کے پیش کردہ پیغام پر ناک بھوں کیوں چڑھاتی ہیں؟ مغربی قومیں جنہوں نے عورت کو تماشہ بنا کے رکھ دیا ہے، آزادی کے نام پر عورتوں کو اپنی حقیقی ذمہ داریوں سے آزاد کر دیا ہے۔ وہی مغربی قومیں مسلمان عورتوں کو مظلوم اور بے چاری بے روح مخلوق کیوں کہتے ہیں؟ وہ کونسی ہماری خصلتیں ہیں جن کی وجہ سے ہماری عورتوں پر آوازے کسے جا رہے ہیں؟

معزز قارئین! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم معاشروں کی کہانی بھی مختصر طور پر بیان کر دی

جائے جو نام نہاد مسلمانوں کی خباثتوں کو بڑے مزے سے بیان کرتے ہیں۔

ایک جائزے کے مطابق ہر سال جرمنی میں ۴۰۰۰۰ عورتیں گھریلو تشدد کی وجہ سے پناہ گاہوں کا رخ کرتی ہیں۔ جاپان میں ہر سال ۱۱۰۰۰ ہزار عورتیں گھریلو تشدد کے باعث طلاق حاصل کرتی ہیں اور ۶ ہزار سرکاری پناہ گاہوں میں بھرتی ہو جاتی ہیں۔ کینیا کے بعض علاقوں میں ۵۸ فیصد تک عورتوں کی پٹائی ہوتی ہے۔ روس میں ۱۴۵۰۰ عورتیں سالانہ شوہروں کے ہاتھوں قتل ہوتی ہیں اور ۵۶ ہزار شدید زخمی ہو جاتی ہیں۔ ہانگ کانگ میں ۴۰ فیصد خواتین گھریلو تشدد کا نشانہ بنتی ہیں۔ برطانیہ میں ۲۵ فیصد عورتیں اپنے شوہروں کے ہاتھوں پٹتی ہیں۔ ۱۹۹۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق قتل ہونے والی ہر ۱۰۰ عورتوں میں سے ۴۷ اپنے خاوندوں کے تشدد کے باعث مر جاتی ہیں۔ (یہ واقعات ۲۰۰۱ تک کے ہیں)

۲۰۱۰ء میں کئے گئے ایک سروے کے مطابق امریکہ میں ایک منٹ کے دوران پچیس لوگ جنسی زیادتی، تشدد یا تعاقب کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس سروے کے نتائج کے مطابق بارہ ماہ کے عرصے کے دوران دس لاکھ عورتوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے واقعات سامنے آئے، ساٹھ لاکھ سے زائد مرد اور خواتین کا تعاقب کیا گیا جبکہ ایک لاکھ بیس ہزار مرد و خواتین نے اپنے ہی ساتھی کی جانب سے جنسی زیادتی، جسمانی تشدد یا تعاقب کئے جانے کی شکایت کی۔ ہر پانچ میں سے ایک عورت زندگی میں کبھی نہ کبھی جنسی تشدد کا نشانہ بنتی ہے۔

عام طور پر گھریلو تشدد کی زیادہ تر عورتیں ہی شکار ہوتی ہیں۔ مگر بچوں، بوڑھوں اور خاوندوں کی پٹائی ہونے کے واقعات بھی بے شمار ہیں۔ (بشکریہ گھریلو تشدد از ڈاکٹر زاہد محمود)

جہاں تک مسلمان ملکوں میں خواتین، بچوں اور بوڑھوں پر تشدد کی وارداتوں کا تعلق ہے تو انہیں شمار کرنا ممکن نہیں ہے۔ کوئی گھر ایسا نہیں ہے جہاں کسی نہ کسی صورت میں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر گھریلو تشدد نہ ہوتا ہو۔ ہزاروں عورتوں کو غیرت کے نام پر قتل کر دیا جاتا ہے، جہیز کم لانے پر بہوؤں کو زندہ جلایا جا رہا ہے، ساس سسر بھی بہوؤں پر تشدد کرتے ہیں، بیویوں کو قتل کیا جا رہا ہے، بیویوں پر تشدد کیا جا رہا ہے، چہروں پر تیزاب پھینکے جا رہے ہیں۔ بچوں پر بے انتہا تشدد کیا جاتا ہے۔ یہ تشدد نا صرف گھروں میں کیا جاتا ہے بلکہ مدرسوں اور اسکولوں میں اساتذہ بھی طالب علموں پر وحشیانہ تشدد

کرتے ہیں۔ بوڑھوں کے ہزاروں مراکز کھل چکے ہیں وہ ماں باپ جنہوں نے اپنے بچوں کو بڑی محنت سے پالا پوسا تھا وہ زندہ رہنے کے لئے بچوں کی بے حسی کے باعث خیرات پر پلنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

معزز قارئین! عرض یہ ہے کہ اس وقت اُمّت مسلمہ کی حالت مجرمانہ غفلتوں کی وجہ سے وہی ہو چکی ہے جن مجرمانہ غفلتوں کی شکار قوموں کی اصلاح کے لئے ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے تھے۔ جس کی طرف یہ آیت قرآنی اشارہ کرتی ہے۔ **ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ**۔ (سورۃ الروم آیت ۴۲) لوگوں نے جو اپنے ہاتھوں بدیاں کمائیں ان کے نتیجہ میں فساد خشکی پر بھی غالب آ گیا اور تری پر بھی تا کہ وہ انہیں ان کے بعض اعمال کا مزا چکھائے تا کہ شاید وہ رجوع کریں۔ اس وقت خشکی اور تری ہر دو میں فساد ظاہر ہو چکا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بھی ان کے بد اعمال کا مزا چکھا رہا ہے۔ اب کوئی حل نہیں ہے اس کے سوا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی کی طرف رجوع کریں۔ عورتوں اور مردوں کے وہ حقوق جنہیں قرآن نے بیان کیا ہے۔ اُن کی پاسداری خواب و خیال ہو چکی ہے۔ اور یہ تمام معاملات ایک نبی کی راہنمائی کے بغیر سُلجھ نہیں سکتے۔ اور وہ نبی جس کا اس اُمّت مسلمہ میں رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق آنا ضروری تھا وہ آ چکا ہے اور اُس کے ماننے والے اپنے خلفاء کے جھنڈے تلے چین و آرام سے نہ صرف خود جی رہے ہیں بلکہ بے شمار بھٹکی ہوئی رُوحوں کو سعادت مندی کے ساتھ زندگی گزارنے کا سبق دے کر اپنے بھائی بنا رہے ہیں۔

عورتوں کے حقوق:

معزز قارئین! مذہب اسلام میں دیئے گئے عورتوں کے حقوق کا علم نہ رکھنے اور مسلمانوں کے اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں مغرب اور دوسری قوموں کے نام نہاد دانشور مذہب اسلام کو ہی بُرا کہنا ضروری سمجھتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام نے جس طرح عورتوں کو حقوق عطا کئے ہیں اس کا کوئی دوسرا مذہب تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اس ضمن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''دنیا کے سب مذاہب میں عورت کا کسی نہ کسی رنگ میں ذکر ملتا ہے۔ اور میں نے اس پہلو

سے دنیا کے تمام مذاہب کا جائزہ لینے کی کوشش کی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جو عزت اور مقام اور مرتبہ قرآن کریم اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے عورت کو عطا فرمایا اس کا عشر عشیر بھی کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتا۔ انسان جب یہ موازنہ کرتا ہے تو تعجب میں غرق ہو جاتا ہے کہ یہ تمام مذاہب جن میں عورت کا مثبت رنگ میں ذکر ملتا ہے تو بہت معمولی اور بے حیثیت یا منفی رنگ میں ذکر ملتا ہے اسلام پر حملے کرنے میں یہ سب سے زیادہ تیزی دکھاتے ہیں اور شوخی دکھاتے ہیں کہ اسلام میں عورت کا کوئی مقام اور مرتبہ نہیں۔'' (خطبہ جمعہ بیان فرمودہ ۲۷ دسمبر ۱۹۹۱ء برموقع جلسہ سالانہ قادیان)

آپؒ نے احمدی خواتین کو بطور مثال پیش کرتے ہوئے جلسہ سالانہ یو کے ۱۹۹۸ء کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

''احمدی عورتیں تقدیریں بدل سکتی ہیں۔۔۔وہ عملی زندگی کے بہت سے میدانوں میں مردوں سے مسابقت اختیار کر چکی ہیں۔ خصوصاً دعوت الی اللہ کے میدان میں، خدمت خلق کے میدان میں اور مہمان نوازی کے تقاضے ادا کرنے کے میدان میں وہ بہت نمایاں خدمات سرانجام دے رہی ہیں۔''

عورتوں کے حقوق کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''عورتیں یہ نہ سمجھیں کہ ان پر کسی قسم کا ظلم کیا گیا ہے کیونکہ مرد پر بھی اس کے بہت سے حقوق رکھے گئے ہیں بلکہ عورتوں کو گویا بالکل کرسی پر بٹھا دیا ہے اور مرد کو کہا ہے کہ ان کی خبر گیری کر۔ اس کا تمام کپڑا کھانا اور تمام ضروریات مرد کے ذمّہ ہیں۔

دیکھو کہ موچی ایک جُوتی میں بددیانتی سے کچھ کا کچھ بھر دیتا ہے صرف اس لیے کہ اس سے کچھ بچ رہے تو جورو بچوں کا پیٹ پالوں۔ سپاہی لڑائی میں سَر کٹاتے ہیں صرف اس لیے کہ کسی طرح جورو بچّوں کا گذارہ ہو۔ بڑے بڑے عہدے دار رشوت کے الزام میں پکڑے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ کیا ہوتا ہے؟ عورتوں کے لیے ہوتا ہے۔ عورت کہتی ہے کہ مجھ کو زیور چاہیے کپڑا چاہیے۔ مجبوراً بیچارے کو کرنا پڑتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ایسی طرزوں سے رزق کمانا منع فرمایا ہے۔

یہانتک عورتوں کے حقوق ہیں کہ جب مرد کو کہا گیا ہے کہ ان کو طلاق دو۔ تو مہر کے علاوہ ان

کو کچھ اور بھی دو۔ کیونکہ اس وقت تمہاری ہمیشہ کے لیے اس سے جدائی لازم ہوتی ہے۔ پس لازم ہے کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک کرو۔'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۹، ۳۰)

معزز قارئین! یہ بھی حقیقت ہے کہ نہ مسلمان مَرد اور نہ مسلمان عورتیں اپنے مقام اور مرتبہ کو پہچانتے ہیں۔ مَرد اپنے حقوق کو سمجھتے ہیں اور نہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں اور عورتیں بھی اپنے حقوق و ذمہ داریوں سے ناواقف ہونے کی وجہ سے بے چین اور بے قرار ہیں۔ اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یہ مت سمجھو کہ پھر عورتیں ایسی چیز ہیں کہ ان کو بہت ذلیل اور حقیر قرار دیا جاوے۔ نہیں نہیں! ہمارے ہادیٔ کامل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **خَیرُکُم خَیرُکُم لِاَھلِہٖ** تم میں بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنے اہل کے ساتھ عمدہ سلوک ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں! دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کر سکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا ہو اور عمدہ معاشرت رکھتا ہو نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ بعض دفعہ ایک غصہ سے بھرا ہوا انسان بیوی سے ادنیٰ سی بات پر ناراض ہو کر اس کو مارتا ہے اور کسی نازک مقام پر چوٹ لگی ہے اور بیوی مر گئی ہے۔ اس لیے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ **عَاشِرُوھُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** ۔(سورۃ النساء آیت ۲۰)۔ ہاں اگر وہ بے جا کام کرے تو تنبیہ ضروری چیز ہے انسان کو چاہیے کہ عورتوں کے دل میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کر سکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کر سکتا۔

خاوند عورت کے لیے اللہ تعالیٰ کا مظہر ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر اپنے سوا کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ پس مرد میں جلالی اور جمالی رنگ دونوں موجود ہونے چاہئیں۔ اگر خاوند عورت کو کہے کہ تُو اینٹوں کا ڈھیر ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ رکھ دے تو اس کا حق نہیں کہ وہ اعتراض کرے۔'' (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۴۰۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور

جادہء مستقیم سے بہک گئے ہیں ۔قرآن شریف میں لکھا ہے۔**عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** ۔
(سورۃ النساء آیت ۲۰) مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔

دو قسم کے لوگ اس کے متعلق بھی پائے جاتے ہیں۔ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے۔دین کا کوئی اثر ہی ان پر نہیں ہوتا۔وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا۔بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن تو نہیں کیا مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ ان میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور کنیزوں اور بہائم سے بھی بدتر ان سے سلوک ہوتا ہے۔مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں۔غرض بہت ہی بری طرح سلوک کرتے ہیں۔یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اتار دی دوسری پہن لی۔یہ بڑی خطرناک بات ہے اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے رسول اللہ ﷺ ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔آپ کی زندگی میں دیکھو آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو کہ آپؐ ایسے خلیق تھے باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپؐ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک وہ اجازت نہ دے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۸۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

''پھر عورتوں پر بہت رحم کرو۔یہ جنس بہت غریب اور کمزور ہے۔اس زمانہ میں اس پر اتنے ظلم ہو رہے ہیں کہ دیکھ کر دل کانپ جاتا ہے۔بہت لوگ ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ عورتیں ہمارے لئے عیش و عشرت کے سامانوں میں سے ایک چیز ہیں ہم جس طرح چاہیں ان سے سلوک کریں ان کے ہم پر کوئی حقوق نہیں ہیں۔پھر موجودہ حالات میں عورتوں کو اپنے بہت سے حقوق حاصل کرنے میں مشکلات ہیں۔کئی بیچاری عورتیں عمر بھر دکھ اور تکلیف میں پڑی رہتی ہیں۔ان کے ظالم خاوند نہ تو ان کی خبر گیری کرتے ہیں اور نہ ہی ان کو طلاق دیتے ہیں۔'' (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۲۷)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے فرماتے ہیں:۔

جہاں آج کل ایک طبقہ عورت کو نعوذ باللہ جوتی کی طرح اپنے پاؤں کے نیچے رکھنا چاہتا ہے تو وہاں دوسرا طبقہ اسے ایسی آزادی دینے پر تُلا ہوا ہے کہ گویا وہ انتظامی لحاظ سے بھی خاوند کی نگرانی سے باہر ہو گئی ہے۔اور یورپ کا ایک طبقہ تو اسلام کی طرف یہ تعلیم بھی منسوب کرتے ہوئے نہیں شرماتا کہ اسلام عورت میں رُوح تک کو تسلیم نہیں کرتا۔گویا وہ صرف مشین کی طرح کا ایک جانور ہے جس کی زندگی اُس کی موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔

معزز قارئین!یقیناً عصر حاضر میں جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ مذہب اسلام سے دوری نے مسلمان مَرد و خواتین کو زمانہ جہالت میں پہنچا دیا ہے۔جہاں مَرد حضرات تقویٰ سے دور ہونے کے نتیجے میں پُرتشدد اور بداخلاق ہو گئے ہیں وہیں عورتیں بھی مَردوں سے چار ہاتھ آگے نکلتے ہوئے اپنی ایسی ذمہ داریوں کو پورا کرنے سے محروم ہو رہی ہیں جن کا تعلق آئندہ نسلوں کی تربیت سے ہے۔اسلام قطعاً ایسی تعلیم نہیں دیتا کہ مَرد حضرات عورتوں پر تشدد کریں اور عورتیں مَردوں سے بدتمیزی کریں۔اللہ تعالیٰ نیک اعمال کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے نہ کہ بداعمال کو۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:۔

أَنِّيْ لَا أُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ۔

(سورۃ ال عمران آیت ۱۹۶)

میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ہرگز ضائع نہیں کروں گا خواہ وہ مَرد ہو یا عورت۔

معزز قارئین! آئیے دیکھتے ہیں کہ اسلام خواتین کو کیا حقوق دیتا ہے۔پہلی بات تو یہی ہے کہ اسلام عورت کو بحیثیت انسان مردوں کے برابر قرار دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ جہاں بھی مردوں کا ذکر کرتا ہے وہاں عورتوں کا ذکر بھی برابری کی سطح پر کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ۔ (سورۃ النساء آیت ۱۲۵)

اور مَردوں میں سے یا عورتوں میں سے جو نیک اعمال بجالائے اور وہ مومن ہو تو یہی وہ لوگ

ہیں جو جنّت میں داخل ہوں گے اور وہ کھجور کی گٹھلی کے سوراخ کے برابر بھی ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللَّهَ كَثِيْراً وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيْماً ۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۳۶)

یقیناً مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں اور فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں، اللہ نے ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار کئے ہوئے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

إِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً يُضَاعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيْمٌ۔ (سورۃ الحدید آیت ۱۹)

یقیناً صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ اور وہ جنہوں نے اللہ کو قرض حسنہ دیا ان کے لئے وہ بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے ایک باعزت اجر ہے۔

پھر منافق عورتوں اور مَردوں کے انجام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِيْنَ آمَنُوا انظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِن نُّورِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُوراً۔ (سورۃ الحدید آیت ۱۴)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں، ان سے جو ایمان لائے تھے، کہیں گے ہم پر بھی نظر ڈالو ہم بھی تمہارے نُور سے کچھ فیض پالیں۔ کہا جائے گا اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ پس کوئی نُور تلاش

کرو۔

پھر اللہ تعالیٰ سورۃ حجرات کی آیت ۱۴ میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۔ یعنی اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔

اور خاوند بیوی کے مخصوص حقوق کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوف وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۹)

اور اُن (عورتوں) کا دستور کے مطابق (مَردوں پر) اتنا ہی حق ہے جتنا (مَردوں) کا اُن پر ہے۔ حالانکہ مَردوں کو ان پر ایک قسم کی فوقیت بھی ہے۔ اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا ہے۔

اس قرآنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ حقوق اور ذمہ داریوں کے معاملہ میں میاں بیوی برابر ہیں کہ کچھ پابندیاں خاوند کے ذمہ لگا دی گئی ہیں اور کچھ پابندیاں بیوی کے ذمہ لگا دی گئی ہیں اور دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کے متعلق پوچھے جائیں گے۔

مگر چونکہ انتظامی لحاظ سے گھریلو زندگی کی باگ ڈور بہر حال ایک ہاتھ میں رہنی ضروری ہے اس لئے اس جہت سے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاء بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُواْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ فَالصَّالِحَاتُ قَانِتَاتٌ حَافِظَاتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ وَاللاَّتِىْ تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِىْ الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيّاً كَبِيْراً ۔ (سورۃ النساء آیت ۳۵)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید ہے۔ اور وہ عورتیں جن سے تمہیں باغیانہ رویے کا خوف ہو تو ان کو (پہلے تو) نصیحت کرو، پھر بستروں میں ان کو الگ چھوڑ دو اور پھر (عندالضرورت) انہیں بدنی سزا بھی دو۔ پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان کے خلاف کوئی حجت تلاش نہ کرو۔ یقیناً اللہ بہت بلند (اور) بہت بڑا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

'' اگر تم اپنی اصلاح چاہتے ہو تو یہ بھی لازمی امر ہے کہ گھر کی عورتوں کی اصلاح کرو ۔عورتوں میں بُت پرستی کی جڑ ہے کیونکہ ان کے طبائع کا میلان زینت پرستی کی طرف ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بُت پرستی کی ابتداء انہی سے ہوئی ہے۔ بُزدلی کا مادہ بھی ان میں زیادہ ہوتا ہے کہ ذرا سی سختی پر اپنے جیسی مخلوق کے آگے ہاتھ جوڑنے لگ جاتی ہے، اس لیے جو لوگ زن پرست ہوتے ہیں رفتہ رفتہ ان میں بھی یہ عادتیں سرایت کر جاتی ہیں۔ پس ضروری ہے کہ ان کی اصلاح کی طرف متوجہ رہو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ** ۔ (سورۃ النساء آیت ۳۵) اور اسی لیے مرد کو عورتوں کی نسبت قویٰ زیادہ دیئے گئے ہیں۔ اس وقت جو نئی روشنی کے لوگ مساوات پر زور دے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہیں ان کی عقلوں پر تعجب آتا ہے۔ وہ ذرا مردوں کی جگہ عورتوں کی فوجیں بنا کر جنگلوں میں بھیج کر دیکھیں تو سہی کہ کیا نتیجہ مساوی نکلتا ہے یا مختلف۔ ایک طرف تو اسے حمل ہے اور ایک طرف جنگ ہے، وہ کیا کر سکے گی؟ غرضکہ عورتوں میں مردوں کی نسبت قویٰ کمزور ہیں اور کم بھی ہیں اس لیے مرد کو چاہیے کہ عورت کو اپنے ماتحت رکھے۔'' (ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۰۴)

اس آیت کی مختصر تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ کا ایک ظاہری معنی تو یہ ہے کہ مرد عموماً عورتوں سے زیادہ مضبوط اور ان کو سیدھی راہ پر قائم رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اگر مرد **قَوَّامُونَ** نہیں ہوں گے تو عورتوں کے بہکنے کا امکان زیادہ ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ مرد **قَوَّام** ہیں جو اپنی بیویوں کے خرچ برداشت کرتے ہیں

۔وہ نکھٹو جو بیویوں کی آمد پر پلتے ہیں وہ ہرگز **قَوَّام** نہیں ہوتے۔

آیت کے آخری حصہ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم **قَوَّام** ہو اور اس کے باوجود تمہاری بیوی بہت زیادہ باغیانہ روح رکھتی ہے تو اس صورت میں یہ اجازت نہیں کہ اس کو فوری طور پر بدنی سزا دو بلکہ پہلے اسے نصیحت کرو۔ اگر نصیحت سے نہ مانے تو ازواجی تعلقات سے کچھ عرصہ تک احتراز کرو۔ (دراصل یہ سزا عورت سے زیادہ مرد کو ہے) اگر اس کے باوجود اس کی باغیانہ روش دور نہ ہو تو پھر تمہیں اس پر ہاتھ اُٹھانے کی اجازت ہے مگر اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایسی ضرب نہ لگے جو چہرہ پر ہو اور جس سے اس پر کوئی داغ لگ جائے۔ اس آیت کریمہ کے حوالہ سے بہت سے لوگ اپنی بیویوں پر ناجائز تشدد کرتے ہیں کہ مرد کو بیوی کو مارنے کی اجازت ہے حالانکہ مندرجہ بالا شرائط پوری کریں تو بھاری امکان ہے کہ کسی تشدد یا سختی کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اگر تشدد جائز ہوتا تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بیویوں پر بدنی تشدد کی کوئی ایک ہی مثال نظر آ جاتی۔ حالانکہ بعض بیویاں بعض دفعہ آپؐ کی ناراضگی کا موجب بھی بن جاتی تھیں۔ (ترجمہ قرآن کریم۔ مختصر تفسیر)

معزز قارئین! ہمارے حبیب آقا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:۔

کوئی شخص عورت کو اس طرح نہ مارے جس طرح اپنے غلام کو مارا کرتا ہے پھر دوسرے وقت اس سے صحبت بھی کرے۔ (صحیح البخاری کتاب النکاح جلد ۳ صفحہ ۴۶۵)

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

شریف ہی عورتوں کی عزت کرتا ہے اور سوائے کمینہ شخص کے ان کی تذلیل اور کوئی شخص نہیں کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

''عورتوں پر ہر ہر بات پر تشدد مت کرو۔ لڑکوں کو بھی مارنے اور سزا دینے کا میں سخت مخالف ہوں۔ حضرت صاحب بھی لڑکوں کو مارنے سے منع کیا کرتے تھے۔'' (حقائق الفرقان جلد ۳ صفحہ ۵۰۸)

درشتی و نرمی بهم در به است　　چو فاصد که جراح و مرهم نه است

حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ سختی اور نرمی دونوں اپنے اپنے موقع پر بہت اچھی چیز ہیں

جیسے فصد کھولنے والا زخم بھی لگاتا ہے اور مرہم بھی رکھ دیتا ہے۔

لیکن اس انتظامی فرق کو ایک طرف رکھتے ہوئے آنحضرت ﷺ بیویوں کے ساتھ سلوک کرنے کے متعلق فرماتے ہیں:۔

خیر کم خیر کم لاهله و انا خیر کم لاهلی۔

تم میں سے خدا کے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں سب سے بہتر ہے اور (خدا کے فضل سے) میں تم سب میں اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے والا ہوں۔ (روایت حضرت عائشہؓ۔ بخاری کتاب النکاح)

اس حدیث کی تشریح میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں:۔

''کوئی شریف بیوی کسی نیک مسلمان کے گھر میں دکھ کی زندگی میں مبتلا نہیں ہو سکتی اور حق یہ ہے کہ اگر عورت کو خاوند کی طرف سے سکھ ہو تو وہ دنیا کی ہر دوسری تکلیف کو خوشی سے برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے اور اس سکھ کے مقابلہ میں کسی شریف عورت کے نزدیک دنیا کی کوئی اور نعمت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ لیکن اگر ایک عورت کے ساتھ اس کے خاوند کا سلوک اچھا نہیں تو خاوند کی دولت بھی اس کے لیے لعنت ہے۔ خاوند کی عزت بھی اس کے لیے لعنت ہے، خاوند کی صحت بھی اس کے لیے لعنت ہے کیونکہ ان چیزوں کی قدر صرف خاوند کی محبت اور گھر کی سکینت کے میدان میں ہی پیدا ہوتی ہے۔ پس اس میں ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں کہ آنحضرت ﷺ کا یہ مبارک ارشاد گھروں کی چار دیواری کو جنّت بنا سکتا ہے۔'' (چالیس جواہر پارے صفحہ ۷۹)

اور اس بارے میں قرآن شریف یہ ارشاد فرماتا ہے:۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَن تَكْرَهُوا شَيْئاً وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيهِ خَيْراً كَثِيرًا۔ (سورۃ النساء آیت ۲۰)

اور ان سے نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور اگر تم انہیں ناپسند کرو تو عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بھلائی رکھ دے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں۔

(مشکوۃ المصابیح کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۲۴)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

لا یفرك مومن مومنة ان كره منها خلقا رضى منها آخر۔

کوئی مومن مرد کسی مومنہ عورت سے بغض نہ رکھے اگر وہ اس کے کسی خُلق کو ناپسند کرے گا تو کسی خُلق کو پسند بھی کرے گا۔ کیونکہ اگر عورت کی کوئی عادت بُری معلوم ہوتی ہے تو اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ بھی ہوگی۔ (صحیح مسلم، کتاب الرضاع جلد ۷ حدیث نمبر ۲۶۵۸)

بعض لوگ لاعلمی کی وجہ سے یہ سوال بھی اُٹھا دیتے ہیں کہ اگر عورت کی حیثیت مَردوں کے برابر ہے تو پھر ایک عورت نبی کیوں نہیں بن سکتی؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال کا مختصر جواب دے دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَى۔

(سورۃ یوسف آیت ۱۱۰)

اور ہم نے تجھ سے پہلے بستیوں کے باشندوں میں سے کبھی کسی کو نہیں بھیجا مگر مَردوں کو جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ سورۃ یوسف کی آیت ۱۱۰ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اس آیت سے نتیجہ نکلتا ہے کہ نبی صرف مردوں میں سے آتے ہیں۔ عورت بعض حکمتوں کی وجہ سے اس عہدہ پر مقرر نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ نے الگ الگ کام کے لئے بنایا ہے۔ اور چونکہ نبوّت کا منصب عورت کے دائرہ عمل سے باہر ہے اس لئے اس پر صرف مردوں کو مقرر کیا جاتا ہے۔ باقی انعامات چونکہ عورتوں کے دائرہ سے باہر نہیں ان میں وہ مردوں کے ساتھ شریک ہیں۔ وہ صدیقہ ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں ولیہ ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں قانتہ ہو سکتی ہیں اور ہوتی ہیں۔ غرض سوائے نبوّت کے کہ وہ ایک عہدہ ہے باقی سب انعامات ان کو مل سکتے ہیں اور ملتے رہے ہیں۔ مفہوم آیت کا یہ ہے کہ پہلے بھی نبی انسانوں اور ان میں سے بھی مردوں میں سے آتے رہے ہیں پس یہ خیال

کہ محمد رسول اللہﷺ جو ہمارے جیسا انسان ہے نبی کس طرح ہو گیا ایک وسوسہ ہے۔اس وسوسہ کے دھوکے میں آ کر اپنے آپ کو تباہ نہ کر لینا جو پہلے نبیوں کے دشمنوں سے ہوا۔وہی اس کے مخالفوں سے ہو کر رہے گا۔'' (تفسیر کبیر جلد۳ صفحہ ۳۷۰)

معزز قارئین! عورت کا وجود ہی ہے جس کی بدولت نسلِ انسانی افزائش پذیر ہے۔ان کی کوکھ سے ہی اللہ تعالیٰ انبیاء، خلفاء اور اولیاء اور عام انسانوں کو پیدا کرتا ہے۔

عورت ہی کے دم سے دنیا کی رونق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا ہے:۔

الدنیا متاع و خیر متاع الدنیا المراۃ الصالحۃ۔

دُنیا ایک دولت ہے اور دُنیا کی بہترین دولت نیک عورت ہے۔

(مسلم کتاب الرضاع جلد ۷ حدیث نمبر ۲۶۵۴، ابن ماجہ ابواب النکاح)

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

حُبّبَ اِلَیَّ مِن دُنیَا کم النساء وَالطیبُ ،وَجُعِلَت قُرَّۃُعَینِی فِی الصلاۃ یعنی اے لوگو! تمہاری دُنیا کی چیزوں میں سے دو چیزیں مجھے زیادہ محبوب ہیں ایک عورت اور دوسرے خوشبو۔مگر میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔ (النسائی۔حاکم۔فتح الباری)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''اپنے آقا کے ان الفاظ پر عورت جس قدر بھی فخر کرے اس کا حق ہے۔اور ہم اس فخر میں اس کے ہم نوا ہیں۔مگر ظاہر ہے کہ خدا کی ہر نعمت اپنے ساتھ بعض مخصوص ذمہ داریاں بھی لاتی ہے اور جو عورت نعمت کے پہلو کو تو شوق کے ہاتھوں سے قبول کرتی ہے لیکن اس کے ساتھ لگی ہوئی ذمہ داریوں کے پہلو کی طرف سے غافل رہتی ہے وہ خدا کے حضور ہرگز مقبول نہیں ہو سکتی اور نہ وہ محض نعمت کے پہلو کو حاصل کر کے مُلک وقوم کی محسنہ بن سکتی ہے۔پس میں اپنے اِس مختصر نوٹ میں اپنی بہنوں کو ان کی اُن ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اولاد کی تربیت کے تعلق میں اُن پر عائد ہوتی ہیں تا کہ وہ اچھی مائیں بن کر ایک طرف خدا کی نعمت کی قدر دان بنیں اور دوسری طرف قوم اور جماعت کی آئندہ

نسل کو ترقی کے رستہ پر ڈال کر مُلک وقوم کی محسنہ بننے کا شرف بھی حاصل کریں۔'' (بحوالہ اچھی مائیں صفحہ ۶)

آنحضرتﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر مَردوں کو فرمایا:

دیکھو میں تم کو عورتوں کے متعلق خاص طور پر وصیت کرتا ہوں کہ ان کا خیال رکھنا اور ان پر کبھی سختی نہ کرنا۔**فاتقو اللّٰہ فی نساء کم**۔عورتوں کے بارے میں تقویٰ سے کام لو۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل ترین وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں اور تم میں سے خلق کے لحاظ سے بہترین وہ ہے جو اپنی عورتوں سے بہترین سلوک کرتا ہے۔

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰﷺ نے ایک موقع پر انجشہ سے فرمایا:

انجشہ آہستہ چلاؤ اونٹوں پر قواریر (آبگینے) سوار ہیں۔

حضرت معاویہ بن جیدہؓ کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرتﷺ سے عرض کی اے اللہ کے رسول! بیوی کا خاوند پر کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

''جو تُو کھاتا ہے اس کو بھی کھلا، جو تُو پہنتا ہے اس کو بھی پہنا، اس کے چہرے پر نہ مار اور نہ اس کو بدصورت بنا۔(اس کی کسی غلطی کی وجہ سے سبق سکھانے کے لیے) اس سے الگ رہنا پڑے تو گھر میں ہی ایسا کر (یعنی گھر سے اسے نہ نکال)۔''

آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

''جو گھر والے باہم مل کر کھانا کھاتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے دُعائے مغفرت کرتے ہیں۔''

(امام غزالیؒ فرماتے ہیں مہمان نہ ہوں تو میاں بیوی کے ساتھ کھانا کھائے)

حضرت ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں رسول اللہﷺ نے فرمایا:۔

ان من اشر الناس عند اللّٰہ منزلۃ یوم القیامۃ الرجل یفضی الی امراتہ و تفضی الیہ ثم ینشر سرھا۔ (مسلم جلد ۷ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۵۸۳)

''لوگوں میں سے سب سے بُرا آدمی قیامت کے دن وہ آدمی ہے جو اپنی بیوی سے تعلق قائم

کرتا ہے اور وہ اس سے تعلق قائم کرتی ہے اور پھر وہ اس کا راز افشاء کرتا پھرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

''خُدا کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے پھر اس کے پردہ کی باتوں کو لوگوں پر ظاہر کرے اور اپنی بیوی کو دوسروں کی نگاہوں میں رُسوا کرے۔'' (صحیح مسلم کتاب النکاح)

غزالیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ خواتین کے ایک اور حق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''کہ مرد کو نہ چاہیے کہ اپنی عورت پر جانور کی طرح گرے بلکہ محبت سے پہلے قاصد ہوتا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! وہ قاصد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: وہ بوسہ ہے۔ جب ابتداء کیا چاہے تو یوں کہے۔ **بسم اللّٰہ العلی العظیم اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر**۔ اور **قل ھو اللّٰہ** پڑھے تو بہتر ہے اور کہے **اللّٰہ جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا**۔ اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ دُعا پڑھے گا اس کے فرزند پیدا ہوگا وہ شیطان سے محفوظ رہے گا۔ اور انزال کے وقت اس آیت کریمہ کا دھیان کرے۔ **الحمد الذی جعل من الماء بشرا فجعلہ نسبا و صھرا**۔ جب انزال ہوا چاہے تو رُکے تاکہ عورت کو بھی انزال ہو جائے۔ اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین چیزیں مَرد کی عاجزی کی نشانی ہیں ایک یہ کہ کسی سے دوستی رکھتا ہے اور اس کا نام نہ دریافت کرے۔ دوسری یہ کہ کوئی بھائی اس کی تکریم کرے اور وہ اس کی تکریم کو رَد کر دے۔ تیسری یہ کہ بوس و کنار سے پہلے بیوی کے ساتھ صحبت کرنے لگے اور جب اس کی حاجت روائی ہونے لگے تو صبر نہ کرے کہ عورت کی بھی حاجت روائی ہو جائے۔'' (بحوالہ اکسیر ہدایت از امام غزالیؒ)

آنحضرت ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے:۔

افضل دینار ینفقہ الرجل دینار ینفقہ علی عیالہ ۔

''سب سے افضل دینار جو آدمی خرچ کرتا ہے وہ دینار ہے جس کو وہ آدمی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے۔'' (مسلم جلد۲ کتاب الزکوٰۃ حدیث نمبر۱۶۴۶ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

حضرت ابو مسعود بدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

ان المسلم اذا انفق علی اھلہ نفقۃ وھو یحتسبھا کانت لہ

صدقۃ ۔ (مسلم جلد۲ کتاب الزکوٰۃ حدیث نمبر۱۶۵۵ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

''جب کوئی مسلمان اپنے گھر والوں پر کوئی خرچ کرتا ہے اور وہ اس سے اللہ کی رضا کی امید رکھتا ہے تو وہ اس کی طرف سے صدقہ ہے۔''

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ عورتوں کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! ساری فضیلت تو مرد لوٹ کر لے گئے وہ خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں، جہاد کرتے ہیں، ہم کیا کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر ملے۔ تو آپؐ نے فرمایا: ''جو تم میں سے گھر بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پائے گی۔'' (مسند بزار)

یعنی گھر میں رہ کر جو خاتون شوہر کے مال کی حفاظت، اولاد کی حفاظت وتربیت کرے گی اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے گی اسے جہاد کا اجر مل جائے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جہاد کرنے والوں کو جنت کی بشارت دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس بدلے خرید لئے ہیں کہ انہیں جنت ملے گی۔

اور نماز، والدین سے حسن سلوک اور جہاد کی فضیلت درج ذیل حدیث میں بیان ہوئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ دین کے کاموں میں کون سا عمل افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ:۔

''وقت پر نماز پڑھنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا، میں نے پوچھا اور اس کے بعد؟ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا''

(بخاری کتاب الجہاد)

مَرد کا عورت کی دینی تربیت کرنا بھی ذمہ داری ہے اور عورت کا حق۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ **قوا نفسکم و اھلیکم نارا** یعنی خود اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

اگر مَردوں نے اپنی اس اہم ذمہ داری کو پورا نہ کیا تو وہ خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بندہ سے پہلے اس کے عیال جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ بار خدایا اس کا ہمارا انصاف کر کہ اس نے ہم کو حرام کھانا کھلایا، ہم نہ جانتے تھے۔ اور جو بات سکھانے کی تھی

وہ ہمیں نہیں سکھائی۔ہم جاہل رہ گئے۔

ٹیڑھی پسلی:

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

من كان يومن بالله واليوم الآخر فا ذا شهد امرافليتكلم بخير او ليسكت واستوصوا بالنساءِ فان المراة خلقت من ضلع و ان اعوج شی ءِ فی الضلع اعلاه ان ذهبت تقيمه كسرته وان تركته لم يزل اعوج استوصوا بالنساءِ خيرا۔

(بخاری کتاب الانبیاء باب خلق آدم۔صحیح مسلم کتاب الرضاع حدیث نمبر ۲۶۵۷)

''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے۔جب وہ کوئی بات دیکھے تو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے اور بیویوں کے بارہ میں نصیحت مانو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے(یعنی اس میں پسلی کی طرح طبعی ٹیڑھا پن ہے۔پسلی کے اوپر کے حصہ میں زیادہ کجی ہوتی ہے)اور پسلی میں زیادہ ٹیڑھا اس کا اوپر والا حصہ ہے اگر اسے سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی اور عورتوں کے بارہ میں بھلائی کی نصیحت مانو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ''عورت کو حضرت آدم علیہ السلام کی سب سے ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اگر کوئی شخص ٹیڑھی پسلی کو سیدھی کرنے کی کوشش کرے گا تو پسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے گی مگر وہ کبھی سیدھی نہیں ہو سکے گی۔'' (صحیح البخاری کتاب النکاح جلد ۳ صفحہ ۴۵۷)

عورت کو پسلی سے مشابہ قرار دے کر اس سے حسن سلوک کرنے کی طرف نہایت لطیف پیرائے میں اشارہ کیا گیا ہے کہ عورتوں سے زیادہ سختی کا معاملہ نہ کیا کرو اگر تم زیادہ زور دو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی سیدھی نہیں ہو سکے گی۔

مسیح موعودؑ اور حقوق خواتین:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اور بیوی اسیر کی طرح ہے اگر یہ **عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** ۔(سورۃ النساء آیت ۲۰) پر عمل نہ کرے تو وہ ایسا قیدی ہے جس کی کوئی خبر لینے والا نہیں ہے۔'' (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۵۹۹)

عورتوں کے حقوق کی جیسی حفاظت اسلام نے کی ہے ویسی کسی دوسرے مذہب نے قطعاً نہیں کی۔مختصر الفاظ میں فرمادیا ہے **وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِی عَلَيهِنَّ** ۔(البقرہ:۲۲۹) کہ جیسے مردوں کے عورتوں پر حقوق ہیں ویسے ہی عورتوں کے مردوں پر ہیں۔بعض لوگوں کا حال سنا جاتا ہے کہ ان بیچاریوں کو پاؤں کی جوتی کی طرح جانتے ہیں اور ذلیل ترین خدمات ان سے لیتے ہیں۔گالیاں دیتے ہیں۔حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور پردہ کے حکم ایسے ناجائز طریق سے برتتے ہیں کہ ان کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔

چاہیے کہ بیویوں سے خاوند کا ایسا تعلق ہو جیسے دو سچے اور حقیقی دوستوں کا ہوتا ہے۔انسان کے اخلاق فاضلہ اور خدا تعالیٰ سے تعلق کی پہلی گواہ تو یہی عورتیں ہوتی ہیں۔اگر ان ہی سے اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح ہو۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے **خَيرُکُم خَيرُکُم لِاَهلِهٖ**۔ تم میں سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لیے اچھا ہے۔''

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۰۰،۳۰۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''عصر حاضر میں ایک طبقے نے عورتوں کو آزادی کے نام پر بے مہار کر دیا ہے اور دوسرے طبقے نے گویا عورت کو جانوروں کی طرح قیدی بنا رکھا ہے۔مذہب اسلام نہ عورتوں کو ایسی آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنی حقیقی ذمہ داریوں کو پس پشت ڈال کر بے پردہ ہو کر ہر قسم کے دنیاوی مشاغل میں مصروف رہیں اور نہ اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ عورتیں ہر وقت گھر میں قید رہیں۔عورتوں کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی کائنات کے حسن کا مشاہدہ کریں،سیر تفریح کے لئے اور ضروری امور کی انجام دہی کے لئے باپردہ ہو کر ضرور باہر نکلیں۔اس ضمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

بعض وقت آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے بھی ہیں ایک مرتبہ آپ آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ خود نرم ہو گئے تا کہ حضرت عائشہ آگے نکل جائیں اور وہ آگے نکل

گئیں اسی طرح پر یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار کچھ حبشی آئے جو تماشہ کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا تماشہ دکھایا اور پھر عمر حضرت رضی اللہ عنہ آئے تو وہ حبشی ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔'' (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۳۸۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''دل دکھانا **بڑا گناہ** ہے اور لڑکیوں کے تعلقات بہت نازک ہوتے ہیں۔ اور جب والدین ان کو اپنے سے جدا اور دوسرے کے حوالہ کرتے ہیں تو خیال کرو کہ کیا امیدیں ان کے دلوں میں ہوتی ہیں اور جس کا اندازہ انسان **عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** کے حکم سے کرسکتا ہے۔''

(ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۶۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ ہم کو خُدا نے مرد بنایا ہے۔ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے۔ اس کا شکر یہ یہ ہے کہ ہم عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔''

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۱،۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔'' (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''میرے نزدیک وہ شخص **بزدل اور نامرد** ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو آپ ایسے خلیق تھے۔''

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۴۴، ۴۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کا پہلا موقع اس کی بیوی ہے۔ میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرہ درشتی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک شخص کو صدہا کوس سے میرے حوالہ کیا ہے۔ شاید معصیت ہوگی کہ مجھ سے ایسا ہوا۔ تب میں ان کو کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لیے دُعا کرو کہ اگر یہ امر خلافِ مرضیِ حق تعالیٰ ہے تو مجھے معاف فرما دیں اور میں ڈرتا ہوں کہ ہم کسی ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔'' (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۵ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''رسولؐ نے فرمایا تم میں اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو۔ بیوی کے ساتھ جس کا عمدہ چال چلن اور معاشرت اچھی نہیں وہ نیک کہاں۔ دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی تب کرسکتا ہے جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ عمدہ سلوک کرے نہ یہ کہ ہر ادنیٰ بات پر زدوکوب کرے۔ اس لیے ان کے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** ہاں اگر بے جا کام کرے تو تنبیہ ضروری چیز ہے۔

انسان کو چاہئے کہ عورتوں کے دلوں میں یہ بات جما دے کہ وہ کوئی ایسا کام جو دین کے خلاف ہو کبھی بھی پسند نہیں کرسکتا اور ساتھ ہی وہ ایسا جابر اور ستم شعار نہیں کہ اس کی کسی غلطی پر بھی چشم پوشی نہیں کرسکتا۔'' (الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۰ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا **ایک الہام**۔

"**خذوا الرفق الرفق فان الرفق راس الخیرات**۔" نرمی کرو۔ نرمی کرو کہ تمام نیکیوں کا سر نرمی ہے۔ (اخویم مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی بیوی سے کسی قدر زبانی سختی کا برتاؤ کیا تھا اس پر حکم ہوا کہ اس قدر سخت گوئی نہیں چاہیے۔ حتی المقدور پہلا فرض مومن کا ہر ایک ساتھ نرمی اور حسن اخلاق ہے۔ اور بعض اوقات تلخ الفاظ کا استعمال بطور تلخ دوا کے جائز ہے اما بحکم ضرورت و بقدر ضرورت نہ یہ کہ سخت گوئی طبیعت پر غالب آجائے)

حضور علیہ السلام اس الہام کے متعلق حاشیہ میں فرماتے ہیں:۔

''اس الہام میں تمام جماعت کے متعلق تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں وہ ان کی کنیزیں نہیں ہیں۔ درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم معاہدہ ہے۔ پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغا باز نہ ٹھہرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ** ۔(سورۃ النساء آیت ۲۰) یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی گذارو۔ اور حدیث میں ہے **خیر کم خیرکم با ھلہٖ** ۔یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو، ان کے لیے دُعا کرتے رہو اور **طلاق سے پرہیز** کرو کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے، جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندہ برتن کی طرح جلد مت توڑو۔''

(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۸ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۲۸، ۴۲۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

حلال چیزوں میں سب سے زیادہ خُدا کے نزدیک ناپسندیدہ چیز طلاق ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الطلاق)

ایک تو ناپسندیدہ چیز طلاق دی جاتی ہے۔ یقیناً اگر ضروری ہو تو طلاق ضروری اور سکون دینے والا فعل ہے۔ مگر انتہائی بُری چیز یہ ہے کہ مرد یا عورت ایک دوسرے کی بُرائیاں اور کمزوریاں لوگوں کے سامنے خود کو معصوم اور مظلوم ثابت کرنے کے لئے دلیل کے طور پر پیش کریں۔ ایک روایت ہے کہ ایک شخص سے لوگوں نے پوچھا تُو کیوں طلاق دیتا ہے۔ کہا میں اپنی بیوی کا راز فاش نہیں کرسکتا۔ جب طلاق دے چکا تو پھر لوگوں نے پوچھا تُو نے کیوں طلاق دی۔ تو اُس نے کہا مجھے پرائی عورت سے کیا کام۔

ملفوظات جلد ۳ کے صفحہ ۳۴۵ پر لکھا ہے:۔

''بارہا دیکھا گیا ہے اور تجربہ کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص خفیف عذرات پر عورت سے قطع تعلق کرنا چاہتا ہے تو یہ امر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملال کا موجب ہوتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص سفر میں تھا اس نے اپنی بیوی کو لکھا کہ اگر وہ بدیدن خط اس کی طرف روانہ نہ ہوگی تو اُسے طلاق دے دی جاوے گی۔''

سُنا گیا ہے کہ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

'' جو شخص اس قدر جلدی قطع تعلق کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے تو ہم کیسے امید رکھ سکتے ہیں کہ ہمارے ساتھ اس کا تعلق پکا ہے۔

ایسا ہی ایک واقعہ اب چند دنوں سے پیش کیا تھا کہ ایک صاحب نے اوّل بڑی چاہ سے ایک شریف لڑکی کے ساتھ نکاح ثانی کیا مگر بعد ازاں بہت خفیف عذر پر دس ماہ کے اندر ہی انہوں نے چاہا کہ اس سے قطع تعلق کرلیا جاوے۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام کو بہت سخت ملال ہوا اور فرمایا کہ:۔

مجھے اس قدر غصہ ہے کہ مَیں اسے برداشت نہیں کرسکتا اور ہماری جماعت میں ہو کر پھر یہ ظالمانہ طریق اختیار کرنا سخت عیب کی بات ہے۔''

چنانچہ دوسرے دن پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ:

''وہ صاحب اپنی نئی یعنی دوسری بیوی کو علیحدہ مکان میں رکھیں جو کچھ زوجہ اوّل کو دیویں وہی اسے دیویں۔ ایک شب اُدھر رہیں تو ایک شب اِدھر رہیں۔ اور دوسری عورت کوئی لونڈی غلام نہیں ہے بلکہ بیوی ہے اُسے زوجہ اوّل کا دستِ نگر کر کے نہ رکھا جاوے۔

ایسا ہی واقع اس سے پیشتر کئی سال ہوئے گذر چکا ہے کہ ایک صاحب نے حصولِ اولاد کی نیت سے نکاح ثانی کیا اور بعد نکاح رقابت کے خیال سے زوجہ اوّل کو جو صدمہ ہوا۔ اور نیز خانگی تنازعات نے ترقی پکڑی تو اُنہوں نے گھبرا کر زوجہ ثانی کو طلاق دے دی۔ اس پر حضرت اقدس نے ناراضگی ظاہر فرمائی۔ چنانچہ اس خاوند نے پھر اس زوجہ کی طرف میلان کر کے اسے اپنے نکاح میں لیا اور وہ بیچاری بفضل خدا اس دن سے اب تک اپنے گھر میں آباد ہے۔'' (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۴۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عورتوں کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''یہانتک عورتوں کے حقوق ہیں کہ جب مرد کو کہا گیا ہے کہ ان کو طلاق دو۔ تو مہر کے علاوہ ان کو کچھ اَور بھی دو۔ کیونکہ اس وقت تمہاری ہمیشہ کے لیے اس سے جدائی لازم ہوتی ہے۔ پس لازم ہے کہ اُن کے ساتھ نیک سلوک کرو۔'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۹، ۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

"جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔اور فرمایا کہ ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

عیسائی دنیا میں شادی نہ کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔اور جو لوگ شادی جیسے پاکیزہ بندھن میں بندھتے ہیں وہ تھوڑے عرصے بعد ہی اس بندھن کو توڑ دیتے ہیں۔حالانکہ عیسائیوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

خلقت کے شروع ہی سے خدا نے انہیں مرد اور عورت بنایا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آدمی اپنے ماں باپ سے جدا ہو کر بیوی کے ساتھ رہتا ہے اور وہ دونوں ایک تن ہو جاتے ہیں۔وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔پس جنہیں خدا نے جوڑا ہے اُنہیں کوئی انسان جدا نہ کرے۔ (مرقس ۹:۳۳ باب ۱۰ آیت ۳)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"آپ (ﷺ) نے لوگوں کو بھی یہی نصیحت کی کہ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم اپنی بیویوں سے حظ نہ اُٹھاؤ۔مَیں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ کھاؤ نہیں، میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ تم پہنو نہیں۔میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ تم جو کچھ کرو احتساباً کرو۔اس نیت اور ارادہ کے ماتحت کرو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا تمہیں حاصل ہو جائے۔اگر تم اپنے تمام کاموں میں اس نیت کو ہمیشہ مدنظر رکھو گے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول تمہارا اصل مقصد ہو گا تو میں تمہیں کہتا ہوں اس کے بعد اگر تم اپنی بیوی کے مُنہ میں احتساباً **ایک لُقمہ** بھی ڈالتے ہو تو **فَهُوَ صَدَقَةٌ**۔وہ بھی ایک صدقہ ہو گا۔اب دیکھو وہ شخص لقمہ اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے مگر رسول کریم ﷺ اُسے صدقہ قرار دیتے ہیں حالانکہ جس سے انسان کو محبت ہوتی ہے اُسے بہر حال وہ کھلاتا ہے وہ یہ تو پسند کر سکتا ہے کہ میں خود بُھوکا رہوں مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ جس سے محبت ہے اُسے بھوک کی تکلیف ہو۔مگر باوجود اس کے کہ وہ اپنی بیوی کو کھلائے گا خدا تعالیٰ کے حضور یہ نہیں لکھا جائے گا کہ اُس نے اپنی بیوی کے مُنہ میں لقمہ ڈالا بلکہ خدا تعالیٰ کے حضور یہ لکھا جائے گا کہ اس نے ہماری رضا کی خاطر صدقہ کیا۔اسی طرح ملازموں سے معاملہ ہے، ہمسایوں سے معاملہ ہے، دوستوں سے معاملہ ہے۔جب انسان اِن تمام معاملات میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھتا ہے اور اسکی

خوشنودی کے حصول کے لئے وہ یہ سب کام کرتا ہے تو بظاہر یہ دنیوی نظر آنے والے کام بھی اُس کے لئے دین بن جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور اُس کے یہ کام ایسے ہی سمجھے جاتے ہیں جیسے وہ عبادت میں اپنا وقت گذار رہا ہو۔پس فرمایا: **وَالضُّحَى۔وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَى۔**(سورۃ الضحٰی آیت ۲،۳) اے محمد رسول اللہ ﷺ تیری بسط اور قبض کی حالتیں دونوں ہمارے لئے ہیں تُو بظاہر اپنی بیوی سے ہنس رہا ہو گا مگر دل میں ہمارے ساتھ پیار کر رہا ہو گا۔تُو بظاہر اپنے بچوں سے پیار کر رہا ہو گا مگر دل میں ہمارے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کر رہا ہو گا۔تُو بظاہر ہمسایوں کے ساتھ دلجوئی کی باتیں کر رہا ہو گا مگر اصل میں تیری باتیں ہمارے ساتھ ہو رہی ہوں گی۔لوگ سمجھتے ہیں کہ تُو اُن کے پاس بیٹھا ہے حالانکہ تُو اُن کے پاس نہیں بلکہ ہمارے پاس بیٹھا ہوتا ہے۔جب تیرا ہر فعل ہمارے لئے ہے، جب تیری ہر حرکت اور ہر سکون ہمارے لئے ہے اور جب تُو دین اور دنیا دونوں راہوں سے خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر رہا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم لیل اور نھار میں تجھے چھوڑ دیں؟ جب ہم نہ تیرے کھانے پر ناراض ہیں، نہ پینے پر ناراض ہیں، نہ معاشرت پر ناراض ہیں، نہ ہمسایوں سے تعلقات پر ناراض ہیں، نہ کسی اور کام پر ناراض ہیں، تو ہم تجھے چھوڑ کس طرح سکتے ہیں؟ یہ تو عبادتیں ہیں جو تُو ہماری خاطر بجالا رہا ہے اِن عبادتوں پر ہم نے خفا کیا ہونا ہے، ہم تو خوش ہی ہوں گے کہ تُو نے ہماری خاطر دنیا کو بھی دین بنا لیا۔" (تفسیر کبیر جلد ۹ صفحہ ۸۱)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

"یہ بات یاد رکھیے کہ ایک انسان خواہ کتنی ہی بڑی عظیم قربانی کیوں نہ پیش کرے اگر اس کی بیوی اس کا ساتھ نہ دے تو اولاد ضائع ہو جایا کرتی ہے۔اولاد میں یہ نیکیاں نہیں چلا کرتیں۔"

(خطاب جلسہ سالانہ یوکے ۱۹۹۲ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے کہ:۔

"بیویاں جس قدر آپ ﷺ کی تھیں ان کی خاطر داری اس قدر تھی کہ سب آپ ﷺ سے خوش تھیں۔لوگ کہتے ہیں اس زمانہ کی عورت کی پوزیشن ہی کچھ ایسی تھی کہ تکلفات نہ تھے مگر عورتوں کی جبلت کا بیان یوں فرمایا ہے۔کہ مرد کی عقل کو چرخ دینے والی عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی مخلوق میں نے نہیں دیکھی۔کہ عقل مند مرد کی عقل کو کھو دیتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے میاں بیوی کو یہاں تک ہدایات دی ہیں کہ جب کوئی عورت اپنے میاں کی محبت کی گھڑیوں کی بات سہیلیوں سے کرتی ہو تو فرشتے اس پر لعنت ڈالتے ہیں۔''

(خطبات محمود جلد سوم صفحہ ۴۳۰)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے نفس کے جہاد کو جہاد اکبر بیان فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر فضل بن عباس رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک اونٹ پر سوار تھے۔ اتنے میں خثعم قبیلہ کی ایک عورت آئی تو فضل اسے دیکھنے لگے اور وہ عورت فضل کو دیکھنے لگی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فضل کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔

(صحیح بخاری کتاب الحج حدیث نمبر ۱۴۱۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''میں سمجھتا ہوں کہ بیوی سے ظلم کا سلوک بہت بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ عام گناہِ کبیرہ جتنے بھی ہیں ان کا اکثر اثر انسان کی ذات پر پڑتا ہے لیکن یہ ایک ایسا گناہ ہے جو سارے معاشرے کو تباہ کر دیتا ہے۔ جہاں خاوند کی بدخُلقی کے نتیجے میں گھر کا ماحول بگڑتا ہے وہاں بچیاں بے چاری دُکھوں میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ ان کو بچے لے کر اس طرح گزارے کرنے پڑتے ہیں کہ ساری زندگی ایک عذاب میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اس کا بد اثر ماحول پر پڑتا ہے۔ لیکن اس علیحدگی سے پہلے کے حالات میں بھی اگر خاوند اور بیوی کے تعلقات اچھے نہ ہوں تو اولاد دوزخی بن کر اُٹھ رہی ہوتی ہے۔ بہت سے بچوں کو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ میں کدھر جاؤں۔ ماں کی طرف جاؤں یا باپ کی طرف جاؤں اور وہ دونوں کے جھگڑے سنتے ہیں۔ دونوں کی ایک دوسرے کی زیادتیاں (دونوں کی اس لئے میں کہہ رہا ہوں کہ اگر مَرد کرتا ہے تو عورتیں بھی شروع کر دیتی ہیں) جب وہ دیکھتے ہیں تو بالآخر وہ کسی کے بھی نہیں رہتے، ان کا سکون بھی گھر میں نہیں رہتا ایسے بچے اکثر آوارہ ہو جاتے ہیں۔ اکثر ان کا سکون باہر کی دنیا میں ہوتا ہے اور وہ وہیں وہ زیادہ اطمینان پاتے ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ لیکن بڑے گہرے اثر والی باتیں ہیں۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم پاک معاشرہ دنیا کے سامنے پیش کریں اور عورتوں سے مَیں

یہ کہتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کی اور خصوصاً لڑکوں کی تربیت ایسی کریں کہ جب وہ بڑے ہوں تو وہ اپنی بیویوں سے نیک سلوک کرنے والے ہوں۔ آج کی مائیں کل کے مَرد پیدا کرنے والی مائیں ہیں جیسے میں نے آپ کو بچیوں کی تربیت کی طرف متوجہ کیا ہے اسی طرح میں یہ آخری پیغام آپ کو دینا چاہتا ہوں۔ آخری شکل میں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ مَرد عورت پر ظلم کر رہا ہے لیکن جب اُس کے بچپن میں جا کر دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ ماں نے لڑکوں کی تربیت ایسی کی ہے کہ اُن کو خدا بنا دیتی ہیں اُن کو متکبر کر دیتی ہیں۔ اُن کے نخرے زیادہ اُٹھاتی ہیں اور لڑکیوں پر اُن کو فضیلت دیتی ہیں یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ان کو پاگل بنا دیتی ہیں۔ وہ مائیں ہی ہیں جن کی غلط تربیت بعد میں عورتوں کے سامنے آتی ہے گویا فی الحقیقت آخری شکل میں عورت عورت پر ظلم کر رہی ہے۔ ہمیشہ ایسے گھر جہاں لڑکے کو خدا بنایا جا رہا ہو اور اس کو لڑکیوں پر فضیلت دی جا رہی ہو۔ اس کے سب نخرے برداشت کئے جا رہے ہوں اس کو سب چھٹیاں دی جا رہی ہوں۔ ایسے لڑکے جب بڑے ہو کر مَرد بنتے ہیں تو ہمیشہ دوسری لڑکیوں کے لئے ایک مصیبت بن جاتے ہیں۔۔۔۔۔

اکثر گھروں میں نا صرف یہ کہ لڑکے کی خواہش ہے بلکہ ماؤں کو مَردوں سے زیادہ خواہش ہوتی ہے۔ لیکن جب یہ لڑکے پیدا ہوں بلکہ زیادہ بھی ہوں تب بھی ان کو سر پر چڑھا کر رکھتی ہیں اور بچیوں کی عزت نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہی مَرد ظالم بن جاتے ہیں اور بڑے ہو کر پھر عورتوں پر ظلم کرتے ہیں اور اس طرح ایک نسل کا دوسری نسل پر بُرا اثر پڑتا ہے اور دوسری کا تیسری نسل پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ پس اگر آپ نے اپنے اوپر رحم کرنا ہے تو اپنے لڑکوں کی صحیح تربیت کریں اور عورت کے حقوق ان کو بچپن میں بتائیں اور اپنی بہنوں کی عزت کرنا سکھائیں اور اس بات پر نگران رہیں کہ ان سے وہ سخت کلامی بھی نہ کریں۔ اگر ایسے لڑکے آپ پیدا کریں گی اور ایسے لڑکے پروان چڑھائیں گی تو میں یقین دلاتا ہوں کہ آپ کا احسان آئندہ نسلوں پر بڑا بھاری ہوگا۔ نسلاً بَعدَ نسلٍ احمدی بچیوں کو اچھے خاوند عطا ہوتے رہیں گے۔ نیک دل محبت کرنے والے، خیال رکھنے والے، قربانی کرنے والے، ایسے خاوند عطا ہوتے رہیں گے۔ جیسا ہم نے محمد رسول اللہ ﷺ کی شکل میں دیکھا۔

آنحضرت ﷺ کے اپنی ازواجؓ کے متعلق آپ جتنا بھی مطالعہ کریں کبھی ایک مرتبہ بھی آپؐ

نے ازواج کی زیادتی کے جواب میں زیادتی نہیں کی۔ آپؐ نے بعض دفعہ اپنی ازواج مطہرات سے سخت باتیں بھی سُنیں لیکن کبھی بھی غصے سے اُن سے کلام نہیں کیا اور غصے سے کلام نہ کرنا یہ تو بہت مشکل کام ہے۔ لیکن کچھ نہ کچھ تحمل تو ہمیں حضرت محمد ﷺ سے سیکھنا چاہیے۔ غصے کے نتیجہ میں بے قابو ہو کر عورتوں پر ہاتھ اُٹھا بیٹھنا، ان کی بے عزتیاں کرنا، اُن کے ماں باپ کو گالیاں دینا، یہ تو ایسی بدتمیزیاں ہیں جن کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

آنحضرت ﷺ کا طریق تو یہ تھا کہ گھر آتے تھے تو وہ کام جو عورتوں کو آپؐ کے کرنے چاہئیں تھے وہ خود اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے اور پھر عورتوں کی بھی ان کے گھریلو کاموں میں مدد شروع کر دیتے تھے۔ کیسا عظیم الشان اُسوہ تھا اور اس کے نتیجے میں ہی خدا کے فضل کے ساتھ نیک نسلیں پیدا ہوئی ہیں جن کا آئندہ نسلوں پر احسان رہا۔'' (خطاب فرمودہ ۶ جولائی ۱۹۹۱ء جلسہ سالانہ لجنہ اماءاللہ کینیڈا ٹورنٹو)

معزز قارئین! جہاں تک اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو توفیق بخشی مَردوں کی ذمہ داریوں اور خواتین کے حقوق کو گزشتہ صفحات میں بیان کر دیا ہے۔ مذہب اسلام جہاں خواتین کے بہت سے حقوق بیان کرتا ہے وہیں اُن پر بہت سی ذمہ داریاں بھی ڈالتا ہے۔ جہاں مَردوں پر خواتین اور اپنے بچوں کے لئے رزق حلال کمانے کی ذمہ داری ڈالتا ہے وہاں عورتوں پر بچوں کی نگہداشت، خاوند کے مال اور اپنی عصمت کی حفاظت جیسی اہم ذمہ داریاں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خواتین وحضرات کو اپنی تمام ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عورتوں کی ذمہ داریاں:

چند عورتوں کی ذمہ داریوں کے متعلق احادیث پیش خدمت ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ عورتوں پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کے شوہر کا۔ مَیں نے پوچھا کہ مرد پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اس کی والدہ کا۔ (بحوالہ ترغیب جلد ۳)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

جو عورت اپنے خاوند کی آراستگی اور بھلائی کے لئے کوئی چیز اُٹھاتی ہے یا رکھتی ہے اسے اس کے عوض میں ایک نیکی کا ثواب ملتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے اور جو عورت اپنے شوہر کو خوش رکھتی ہے اور حاملہ ہوتی ہے اسے اتنا اجر دیا جاتا ہے جتنا رات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو ملتا ہے اور جب اسے دردِزہ لاحق ہوتا ہے تو ہر درد کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور جب بچہ ماں کے پستان چوستا ہے تو ہر دفعہ کے عوض میں بھی ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اے عورتوں کی جماعت! خدا کا خوف کرو اور اپنے شوہروں کی خوشیوں کو پیش نظر رکھو۔ اگر عورت جان لے کہ اس کے شوہر کا کیا حق ہے تو صبح وشام کا کھانا لے کر کھڑی رہے۔ (کنز العمال جلد ۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :۔

دُنیا کے بہترین اثاثوں میں سے بہترین اثاثہ اچھی بیوی ہے۔

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

مومن اللہ کے تقویٰ کے بعد جو اپنے لیے بہتر تلاش کرے وہ نیک بیوی ہے۔ کہ اگر اسے حکم دے تو اطاعت کرے اس کی جانب دیکھے تو خوش ہو اور اگر وہ کسی بات کے کرنے پر قسم کھالے تو اسے پوری کر دے اگر شوہر کہیں چلا جائے تو اس کی غیر موجودگی میں وہ اپنی ذات اور شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح جلد ۱۔ حدیث نمبر ۱۹۲۴۔ مسند احمد جلد ۲۔ حدیث ۷۴۱۵ روایت ابو ہریرہؓ)

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:۔

جس عورت کی موت اس حالت میں آئے کہ مرتے وقت اس کا شوہر اس سے خوش ہو وہ عورت جنّت میں جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح جلد ۱۔ حدیث نمبر ۱۹۲۱)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

جب کوئی مرد اپنی بیوی کو کسی کام کے لیے بلائے تو وہ عورت اگرچہ چولھے کے پاس بیٹھی ہو اُس کو لازم ہے کہ وہ اُٹھ کر شوہر کے پاس چلی آئے۔ (جامع الترمذی کتاب الرضاع جلد ۲ صفحہ ۳۸۶)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

لا تصم المراة و بعلها شاهد الا باذنه ولا تاذن فی بيته وهو شاهد الا باذنه وما انفقت من كسبه من غير امره فان نصف اجره له۔

(مسلم جلد۴ کتاب الزکوٰۃ حدیث نمبر۱۶۹۰ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

ایک عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے جبکہ اس کا خاوند موجود ہو اور اس کے گھر اس کی اجازت کے بغیر کسی کو آنے کی اجازت نہ دے جبکہ وہ موجود ہو اور جو کچھ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی کمائی میں سے خرچ کرے تو اس کا آدھا اجر اس (خاوند) کو ملے گا۔

اذا انفقت المراة من بيت زوجها غير مفسدة كان لها اجرها وله مثله بماا كتسب ولها بما انفقت وللخازن مثل ذلك من غير ان ينتقص من اجورهم شيئًا ۔

جب کوئی عورت بغیر کوئی خرابی کئے اپنے خاوند کے گھر سے خرچ کرتی ہے تو اس کے لئے اس کا اجر ہے اور اس (خاوند) کے لئے ویسا ہی (اجر) ہے۔ کیونکہ اس نے کمایا اور اس عورت کے لئے بھی کیونکہ اس نے خرچ کیا اور خزانچی کے لئے بھی ویسا ہی (اجر) ہے۔ بغیر اس کے کہ ان کے اجر میں سے کچھ کم ہو۔ (مسلم جلد۴ کتاب الزکوٰۃ حدیث نمبر۱۶۸۷ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

مَیں نے عورتوں کو بکثرت جہنم میں دیکھا ہے۔ یہ سُن کر صحابہؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس کی کیا وجہ ہے کہ عورتیں بکثرت جہنم میں نظر آئیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں میں دو بُری خصلتوں کی وجہ سے۔ ایک تو یہ کہ عورتیں دوسروں پر بہت زیادہ لعن طعن کرتی ہیں دوسری یہ کہ عورتیں اپنے شوہروں کی ناشکری کرتی رہتی ہیں چنانچہ تم عمر بھر ان عورتوں کے ساتھ اچھے سے اچھا سلوک کرتے رہو لیکن اگر کبھی ایک ذرا سی کمی تمہاری طرف سے دیکھ لیں گی تو یہی کہیں گی کہ مَیں نے کبھی تم سے کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (صحیح البخاری کتاب الایمان و کتاب النکاح جلد۱ صفحہ۲۳)

جب عورت شوہر کے بارے میں یہ کہے کہ میں نے تم سے کوئی بھلائی نہیں پائی ، تو اس کے

اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔ (جامع صغیر)

رسول اللہ ﷺ کا ہی مقدس ارشاد ہے کہ:۔

اگر کسی نے کسی شخص کے احسان کی قدر دانی نہیں کی تو اس نے گویا خدا کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اللہ پاک اس عورت کی طرف نہیں دیکھتا جو اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہے۔ (مجمع الزوائد جلد۴)

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو یہ حکم دیتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کرے اگر شوہر اپنی بیوی کو یہ حُکم دے کہ اس سرخ پہاڑ سے سیاہ پہاڑ تک اور سیاہ پہاڑ سے سرخ پہاڑ تک پتھر ڈھو کر لے جائے تو اس پر اس کی تعمیل واجب ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ کتاب النکاح جلد۱۔ حدیث نمبر۱۹۱۹)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اذا باتت المراة هاجرة فراش زوجها لعنتها الملائكة حتى تصبح ۔

(مسلم جلد۷ کتاب النکاح حدیث نمبر۲۵۸۰ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن ربوہ)

جب کوئی عورت اپنے خاوند کے بستر سے الگ ہو کر علیحدہ رات گزارتی ہے تو اس پر فرشتے صبح ہونے تک لعنت کرتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے (حتی تصبح کی بجائے) حتی ترجع کے الفاظ ہیں یہاں تک کہ وہ (اس کے پاس) چلی آئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے ہی ایک اور روایت مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

والذی نفسی بيده ما من رجل يدعو امراته الى فراشها فتابى عليه الا كان الذی فی السماءِ ساخطا عليها حتى يرضى عنها۔

(مسلم جلد۷ کتاب النکاح حدیث نمبر۲۵۸۱)

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی بھی شخص نہیں ہے جو اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلاتا ہو اور وہ انکار کرے مگر وہ ہستی ہے جو آسمان میں ہے اس پر اس وقت تک ناراض رہتی ہے یہاں تک کہ وہ (شوہر) اس سے راضی ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ان سے فرمایا جن عورتوں سے تمہاری ملاقات ہو کہہ دو کہ شوہر کی اطاعت اور ان کے احسان کا اعتراف جہاد کے برابر ہے۔مگر ایسی عورتیں تم میں بہت کم ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد۴)

ایک اور حدیث میں ہے کہ عورتوں نے پوچھا عورتوں کا غزوہ اور جہاد کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:شوہر کی اطاعت اور اُس کے احسان کا اعتراف ہے۔ (بیہقی جلد۶)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:۔

عورت کا جہاد یہی ہے کہ وہ بحیثیت بیوی اپنے فرائض کو بخوبی انجام دے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ عورتوں کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ساری فضیلت تو مَرد لوٹ کر لے گئے وہ خدا کی راہ میں بڑے بڑے کام کرتے ہیں۔ جہاد کرتے ہیں، ہم کیا کریں کہ ہمیں بھی مجاہدین کے برابر اجر ملے۔تو آپؐ نے فرمایا:۔

تم میں سے جو گھر بیٹھے گی وہ مجاہدین کے عمل کو پائے گی۔(مسند بزار)(یعنی گھر میں رہ کر شوہر کے مال کی حفاظت،اولاد کی حفاظت و تربیت اور اپنی عصمت کی حفاظت کرنے سے جہاد کا ثواب مل جائے گا۔جہاد کرنے والوں کے لئے قرآن کریم میں جنّت کا وعدہ ہے)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

بیوی کا شوہر کی خدمت کرنا صدقہ ہے۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اللہ تعالیٰ اس عورت کو محبوب رکھتا ہے جو اپنے شوہر کے ساتھ محبت رکھنے والی خوش مزاج اور دوسرے مرد سے اپنی عصمت کی حفاظت کرنے والی ہو۔ (کنز العمال جلد۱۶)

حضرت میمونہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

جو عورت اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور اس کے حقوق ادا کرے،نیک باتوں کو یاد کرے،نفس اور مال کی خیانت سے بچے تو ایسی عورت کا جنت میں شہیدوں سے ایک درجہ کم ہوگا۔اگر اس کا

شوہر بھی مومن اور اخلاق والا ہے تو یہ عورت اسے ملے گی ورنہ ایسی خاتون کی شادی اللہ تعالیٰ شہیدوں سے کردے گا۔ (کنز العمال جلد۱۶ اور طبرانی)

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:۔

جو عورت اس حال میں فوت ہو کہ اس کا خاوند اس سے خوش ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

(سنن ابن ماجہ کتاب النکاح جلد ا۔حدیث نمبر ۱۹۲۱)

ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورتوں کو جنّت میں لے جانے والے اعمال میں سے سب سے اہم عمل اپنے شوہروں کی فرمانبرداری ہے۔یہ ایسا عمل ہے جو نتائج کے لحاظ سے جہاد کرنے کے برابر ہے اور جہاد کی جزاء جنّت ہے۔

عورتوں کی ذمہ داریوں کے متعلق ارشادات مسیح موعودؑ:

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''عورت پر اپنے خاوند کی فرمانبرداری فرض ہے۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر عورت کو اس کا خاوند کہے کہ یہ ڈھیر اینٹوں کا اُٹھا کر وہاں رکھ دے اور جب وہ عورت اس بڑے اینٹوں کے انبار کو دُوسری جگہ پر رکھ دے تو پھر اس کا خاوند اس کو کہے کہ پھر اس کو اصل جگہ پر رکھ دے تو اس عورت کو چاہیے کہ چون وچرا نہ کرے بلکہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔'' (ملفوظات جلد۵ صفحہ۳۰)

کشتی نوح کے صفحہ ۱۰۷ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام عورتوں کو ان کی ذمہ داریوں کے متعلق نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''تقویٰ اختیار کرو۔دُنیا سے اور اس کی زینت سے بہت دِل مَت لگاؤ۔قومی فخر مت کرو۔کسی عورت سے ٹھٹھا ہنسی مت کرو۔خاوندوں سے وہ تقاضے نہ کرو جو اُن کی حیثیت سے باہر ہیں کوشش کرو کہ تا تم معصوم اور پاکدامن ہونے کی حالت میں قبروں میں داخل ہو۔خدا کے فرائض نماز زکوٰۃ وغیرہ میں سُستی مت کرو۔اپنے خاوندوں کی دِل و جان سے مطیع رہو۔بہت سا حصہ اُن کی عزت کا تمہارے ہاتھ میں ہے سو تم اپنی اس ذمہ داری کو ایسی ہی عمدگی سے ادا کرو کہ خدا کے نزدیک صالحات

،قانتات میں گنی جاؤ۔ اسراف نہ کرو۔ اور خاوندوں کے مالوں کو بے جا طور پر خرچ نہ کرو۔ خیانت نہ کرو۔ چوری نہ کرو۔ گِلہ نہ کرو۔ ایک عورت دوسری عورت یا مرد پر بہتان نہ لگاوے۔ ''

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''عورت نہایت **قیمتی ھیرا** ہے لیکن اگر اس کی تربیت نہ ہو تو اس کی قیمت کچے شیشے کے برابر نہیں کیونکہ شیشہ تو پھر بھی کسی نہ کسی کام آ سکتا ہے لیکن اُس عورت کی کوئی قیمت نہیں جس کی تعلیم و تربیت اچھی نہ ہو اور وہ دین کے کسی کام نہ آ سکے۔''

(خطاب ۲۷ دسمبر ۱۹۴۴ء بحوالہ محسنات صفحہ ۷۷ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

بہادر و مثالی خواتین:

حضرت مصلح موعودؓ سورۃ الانبیاء کی آیت کَوَاعِبَ اَترَ باً۔ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''دنیا میں انسان کو بُزدلی کی طرف لے جانے والی عورت ہی ہوتی ہے۔ مرد دین کے لئے باہر جانا چاہتا ہے تو عورت اس کے سامنے کھڑی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے تم مجھے کہاں چھوڑے جا رہے ہو تمہارے بغیر میرا کون سہارا ہے۔ پھر کبھی وہ بچوں کو اس کے سامنے لاتی ہے اور کہتی ہے اِن بچوں کو کون پوچھے گا۔ اس پر مرد کا دل بھی بے چین ہو جاتا ہے اور اس کے ارادہ میں تزلزل پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن جب عورت اس کی ہمت بندھاتی ہے۔ جب وہ اسے جرآت اور دلیری کا سبق دیتی ہے۔ جب وہ کہتی ہے کہ شاباش جاؤ اور خدا کے دین کا کام کرو تو مرد کا دل بڑھ جاتا ہے اور وہ پوری بے فکری سے دینی ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ پس ضروری ہے کہ عورتیں دینی لحاظ سے بلند مقام پر قائم ہوں۔ اور سب میں دین کا یکساں جوش اور قربانی کی یکساں روح پائی جاتی ہو۔

اس جرآت اور بہادری کا نمونہ جن عورتوں نے دکھایا انکی مثالوں سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔ انہوں نے اسی رُوح سے کام لیتے ہوئے بعض دفعہ اپنے مردوں سے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر تم میدان جنگ سے بھاگو گے تو پھر ہمارے پاس نہ آنا۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ جب جنگ یرموک میں یکدم عیسائی لشکر نے کثیر تعداد اور بھاری سامان کے ساتھ حملہ کیا تو اسلامی لشکر مقابلے کی تاب نہ لا کر وقتی

طور پر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔ اُس وقت مسلمان عورتوں نے خیمے توڑ کر اُن کی لکڑیاں ہاتھوں میں سنبھال لیں اور مسلمان سپاہیوں کے گھوڑوں کے مونہوں پر مار مار کر ان کو واپس دشمن کے لشکر کی طرف لوٹا دیا۔ ان عورتوں میں سے ایک ہند بنت عتبہ بن ربیعہ بھی تھی جو کسی زمانہ میں اسلام کی شدید ترین دشمن رہ چکی تھی۔ مسلمان پیچھے ہٹنے والے سپاہیوں میں ابوسفیان اس کا خاوند بھی شامل تھا اور معاویہ اس کا بیٹا بھی۔ چنانچہ جب لشکر بھاگتا ہوا واپس پہنچا تو ابوسفیان جو لشکر کے اس حصہ کا سردار تھا اُس کی بیوی ہند نے اس کے گھوڑے کو خیمے کی لکڑی سے مار کر واپس کیا اور کہا کہ آنخضرت ﷺ کی مخالفت میں تو پیش پیش ہوتا تھا اب اسلام قبول کر کے میدان سے کیوں بھاگتا ہے تمہارا تو یہ فرض ہونا چاہیے کہ تم نے جو اسلام کی شرک کی حالت میں مخالفت کی تھی اس کو دھوڈالو اور اپنی جان پر کھیل جاؤ۔ چنانچہ اُس نے اور باقی سپاہیوں نے جب یہ نظارہ دیکھا تو کہا کہ واپس لوٹو۔ دشمن کی تلواروں سے مسلمان عورتوں کے ڈنڈے زیادہ سخت ہیں۔ یہ سُن کر لشکر واپس لوٹا اور آخر دشمن پر فتح پائی۔'' (فتوح الشام حالات جنگ یرموک)

پس **کواعب اَترَا باً۔** کے مطابق اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو عورتوں کا ایسا لشکر دیا جو دوسری قوموں کے مردوں سے بھی بالا تھا۔ اور پھر اُن عورتوں میں سے بھی ایک سے ایک بڑھ کر تھی حضرت عائشہؓ تو بہادر ہوں مگر اسماء بن ابی بکرؓ بہادر نہ ہوں بلکہ حضرت عائشہؓ بھی **کَوَاعِبَ اَترَ باً** کا مصداق تھیں اور حضرت زینبؓ بھی **کَوَاعِبَ اَترَ باً** کا مصداق تھیں اور اسماء بنت ابی بکرؓ بھی **کَوَاعِبَ اَترَ باً** کا مصداق تھیں۔ بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں ہند جیسی عورت جو کسی زمانہ میں شدید دشمنِ اسلام رہ چکی تھی اس میں بھی یہ روح کام کر رہی تھی اور انہوں نے ایسی قربانیاں کیں جن کی کوئی حد ہی نہیں۔ '' (تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۵۳، ۵۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

''عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ سب سے زیادہ احسان ان پر رسول کریم ﷺ کا ہے کیونکہ دُنیا کے پردہ پر عورتوں سے بڑھ کر کوئی مظلوم قوم نہ تھی۔ عورتوں کے ساتھ حیوانوں سے بھی بدتر سلوک رکھا جاتا تھا۔ یہ مخلوق کسی عزت کی مستحق نہ سمجھی جاتی تھی۔ اس کا کوئی مقام نہ تھا اس کا کوئی حق نہ تھا۔ رحمۃ للعالمینؐ اس مظلوم طبقہ کے لیے محسن اعظم بن کر

آئے۔

آپ ؐ کا عورتوں پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ آپ ؐ نے ان کی قدر و منزلت قائم کی اور ان کے احساسات و جذبات کا خیال رکھنے کی مردوں کو ہدایت کی۔ اس احسان کی یاد میں جو آپ ؐ نے عورتوں پر کیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ آپ ؐ کے اعمال اور اخلاق کی نقل کریں۔ اور اعمال و اخلاق کے یہی نقوش اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ آج کا انسان دراصل مجبور ہوتا ہے ان اخلاق سے جو نَو یا دس سال کی عمر میں اس کے بنا دیے جاتے ہیں وہ نَو یا دس سال کی عمر تک ماں کی گود میں پلتا اور اس سے اخلاق و عادات سیکھتا ہے۔

پس بہترین مصورِ دُنیا میں عورتیں ہو سکتی ہیں جن کی گود میں اُن کے بچے پلتے ہیں اور جو چھوٹی عمر میں ہی ان کے قلوب پر جو تصویر اُتارنا چاہیں اُتار سکتی ہیں۔ پس تم محمد ﷺ کی تصویر اپنی اولاد کے دلوں پر کھینچو تا کہ جب وہ بڑے ہوں تو اُنہیں کسی نئی تصویر کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ بلکہ ان کے بڑے ہونے کے ساتھ ہی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی وہ تصویر بھی بڑی ہو جائے جو اُن کی ماؤں نے اُن کے دلوں پر کھینچی تھی۔

اس کے ساتھ ہی میں بڑوں سے بھی درخواست کرتا ہوں جو کوتاہی آپ لوگوں سے اب تک اس سلسلہ میں ہو چکی ہے اس کو دور کرو۔ اور محمد ﷺ کے اخلاق کا ایسا اعلیٰ درجے کا نمونہ پیش کرو کہ دُنیا والوں کو اس جہان میں اس کے سوا اور کوئی چیز نظر ہی نہ آئے۔ جیسے ایک شاعر نے کہا ہے

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تُو ہی تُو ہے

اسی طرح ان کی اخلاق میں ترقی کرتے کرتے ایسی حالت ہو جائے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہم جدھر بھی دیکھیں سوائے محمدؐ کے اور کوئی نظر نہ آئے۔ خواہ وہ چھوٹا محمدؐ ہو یا بڑا محمدؐ۔ اور یہ کیسی بات ہے کہ جب اس دُنیا میں محمدؐ ہی محمدؐ نظر آنے لگیں گے تو چونکہ محمدؐ اس دُنیا میں خدا تعالیٰ کی صفات کی ایک تصویر ہیں۔ اس لیے دُنیا میں توحید کامل پیدا ہو جائے گی اور شرک باقی نہیں رہے گا۔ کیونکہ جہاں خدا ہی خدا ہو وہاں شرک باقی نہیں رہتا۔'' (از اسوۂ حسنہ تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ صفحہ ۱۳۸، ۱۴۱)

عورتیں یاد رکھیں:

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام اپنے فیصلوں میں فرمایا کرتے تھے:

سمجھدار عورت اُجڑے ہوئے گھر کو آباد کرتی ہے اور ناسمجھ عورت بنے بنائے آباد گھر کو ویران کر دیتی ہے۔ (المراۃ المثالیہ صفحہ ۲۶)

حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لیے عورتوں سے زیادہ ضرر پہنچانے والا ہو۔ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ کتاب النکاح)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

الشئم فیالدار والمراۃ و الفرس۔ (صحیح مسلم جلد ۱۲ کتاب السلام حدیث نمبر ۴۱۱۳)

گھر اور عورت اور گھوڑے میں (بھی) نحوست ہو سکتی ہے۔ (مراد یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں حد درجہ بابرکت اور مفید ثابت ہو سکتی ہیں اور نقصان دہ بھی)

ایک دوسری حدیث میں جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ہی مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لا عدوی ولا طیرۃ وانما الشئم فیثلاثۃ المراۃ والفرس والدار والدار۔ (صحیح مسلم جلد ۱۲ کتاب السلام حدیث نمبر ۴۱۱۴)

عدوی اور شگون کچھ نہیں اور نحوست صرف تین چیزوں میں ہے عورت، گھوڑے اور گھر میں۔ (مراد یہ ہے کہ یہ تینوں چیزیں حد درجہ بابرکت اور مفید ہو سکتی ہیں اور نقصان دہ بھی)

(دوسرے متعدد راوی مالک کی روایت کے مطابق نحوست کا ذکر کرتے ہیں مگر ان میں سے کوئی حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں عدوی اور شگون کا ذکر نہیں کرتا)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

النساء حبائل الشیطان ۔ عورتیں شیطان کا جال ہیں۔ (طویل حدیث۔بیہقی)

سفر معراج کی حدیث میں ہے کہ آپ ؐ نے کچھ عورتوں کو گلا سڑا گوشت کھاتے دیکھا، پوچھنے پر آپ ؐ کو بتایا گیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور کی طرف توجہ کرتی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

اے عورتو! خیرات دو کہ میں نے تمہاری اکثریت کو جہنم میں دیکھا ہے۔ کسی ایک نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ کیوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: تم طعنے بہت دیتی ہو اور تم اپنے شوہروں کی ناشکر گزار ہو۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ جاتے ہوئے عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان سے فرمایا: اے خواتین کی جماعت! نیکی کرو کیونکہ میں زیادہ تر کو جہنمی دیکھتا ہوں، وہ عورتیں عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ! اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: تم آپس میں ایک دوسرے پر لعنت ملامت زیادہ کرتی ہو اور شوہروں کی نافرمانی کرتی ہو۔

میں نے نہیں دیکھا کہ ایک ناقص عقل اور ناقص دین رکھنے والی کی ہوشیار مَرد کی عقل کو تم سے زیادہ ضائع کرے۔ اس پر ان خواتین نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے دین اور عقل میں کمی اور نقصان کا سبب کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ عورت کی شہادت مرد کی نصف شہادت کے برابر نہیں ہوتی؟ کہنے لگیں بے شک! آپؐ نے فرمایا یہی ان کی عقل کا نقصان ہے اور دین کا نقصان یہ ہے کہ مخصوص دنوں میں نہ تو نماز ادا کر سکتی ہیں اور نہ روزہ رکھ سکتی ہیں۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی ہیں جن کی نماز قبول نہیں ہوتی اور نہ کوئی نیکی اوپر اُٹھتی ہے۔ ۱۔ فرار ہونے والا غلام، یہاں تک کہ اپنے مالکوں کی طرف واپس لوٹ آئے اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں رکھے۔ ۲۔ وہ عورت جس کا خاوند اس سے ناراض ہو۔ ۳۔ نشے والا جب تک ہوش میں نہ آئے۔ (بیہقی، شعب الایمان)

مردوں کے لئے اہم نصائح:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’مرد اگر پارسا طبع نہ ہو تو عورت کب صالح ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر مرد خود صالح بنے تو عورت بھی صالح بن سکتی ہے۔ قول سے عورت کو نصیحت نہ دینی چاہیے بلکہ فعل سے اگر نصیحت دی جاوے تو اس

کا اثر ہوتا ہے۔ عورت تو درکنار اَور بھی کون ہے جو صرف قول سے کسی کی مانتا ہے۔

اگر مرد کوئی کجی یا خامی اپنے اندر رکھے گا تو عورت ہر وقت کی اس پر گواہ ہے۔ اگر وہ رشوت لے کر گھر آیا ہے تو اس کی عورت کہے گی کہ جب خاوند لایا ہے تو مَیں کیوں حرام کہوں۔ غرضکہ مرد کا اثر عورت پر ضرور پڑتا ہے اور وہ خود ہی اسے خبیث اور طیّب بناتا ہے۔ اسی لیے لکھا ہے۔

اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ۔ (سورۃ النور آیت ۲۷)

اس میں یہی نصیحت ہے کہ تم طیّب بنو ورنہ ہزار ٹکریں مارو کچھ نہ بنے گا۔ جو شخص خدا سے خود نہیں ڈرتا تو عورت اس سے کیسے ڈرے؟ نہ ایسے مولویوں کا وعظ اثر کرتا ہے نہ خاوند کا۔ ہر حال میں عملی نمونہ اثر کیا کرتا ہے۔ بھلا جب خاوند رات کو اُٹھ اُٹھ کر دُعا کرتا ہے، روتا ہے تو عورت ایک دو دن تک دیکھے گی آخر ایک دن اُسے بھی خیال آوے گا اور ضرور متاثر ہوگی۔ عورت میں متاثر ہونے کا مادہ بہت ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب خاوند عیسائی وغیرہ ہوتے ہیں تو عورتیں اُن کے ساتھ عیسائی وغیرہ ہو جاتی ہیں۔ ان کی درستی کے واسطے کوئی مدرسہ بھی کفایت نہیں کر سکتا خاوند کا عملی نمونہ کفایت کرتا ہے۔ خاوند کے مقابلہ میں عورت کے بھائی بہن وغیرہ کا بھی کچھ اثر اس پر نہیں ہوتا۔

خدا نے مرد عورت دونوں کا ایک ہی وجود فرمایا ہے۔

یہ مَردوں کا ظلم ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو ایسا موقع دیتے ہیں کہ وہ ان کا نقص پکڑیں۔ اُن کو چاہیے کہ عورتوں کو ہرگز ایسا موقع نہ دیں کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ تو فلاں بدی کرتا ہے بلکہ عورت ٹکریں مار مار کر تھک جاوے اور کسی بدی کا پتہ اُسے مل ہی نہ سکے تو اس وقت اس کو دینداری کا خیال ہوتا ہے اور وہ دین کو سمجھتی ہے۔

مَرد اپنے گھر کا امام ہوتا ہے پس اگر وہی بد اثر قائم کرتا ہے تو کس قدر بد اثر پڑنے کی امید ہے۔ مرد کو چاہیے کہ اپنے قویٰ کو برمحل اور حلال موقع پر استعمال کرے مثلاً ایک قوت غضبی ہے جب وہ اعتدال سے زیادہ ہو تو جنون کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ جنون میں اور اس میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ جو آدمی شدید الغضب ہوتا ہے اس سے حکمت کا چشمہ چھین لیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مخالف ہو تو اس سے بھی

مغلوب الغضب ہو کر گفتگو نہ کرے۔

مرد کی ان تمام باتوں اور اوصاف کو عورت دیکھتی ہے۔ وہ دیکھتی ہے کہ میرے خاوند میں فلاں فلاں اوصاف تقویٰ کے ہیں۔ جیسے سخاوت۔ حلم۔ صبر اور جیسے اُسے پرکھنے کا موقع ملتا ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ اسی لیے عورت کو سارق بھی کہا ہے کیونکہ یہ اندر ہی اندر اخلاق کی چوری کرتی رہتی ہے حتیٰ کہ آخر کار ایک وقت پورا اخلاق حاصل کر لیتی ہے۔

ایک شخص کا ذکر ہے کہ وہ ایک دفعہ عیسائی ہوا تو تو عورت بھی اس کے ساتھ عیسائی ہو گئی۔ شراب وغیرہ اوّل شروع کی پھر پردہ بھی چھوڑ دیا۔ غیر لوگوں سے بھی ملنے لگی۔ خاوند نے پھر اسلام کی طرف رجوع کیا تو اُس نے بیوی کو کہا کہ تو بھی میرے ساتھ مسلمان ہو۔ اس نے کہا کہ اب میرا مسلمان ہونا مشکل ہے۔ یہ عادتیں جو شراب وغیرہ اور آزادی کی پڑ گئی ہیں یہ نہیں چُھوٹ سکتیں۔''

(ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ:۔

مرد اپنی اہلیہ کے ساتھ لڑکوں کا سا رہے اور خانہ داری کے باب میں مردانہ وار رہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ مرد کو چاہیے کہ جب گھر میں آئے خندان آئے جب باہر جائے چپ چاپ جائے جو کچھ پائے کھائے جو نہ پائے، اسے نہ پوچھے۔

(مرد کو چاہیے) کہ ٹھٹھول اور کھیل اس درجہ نہ بڑھائے کہ اُس کا ڈر جاتا رہے۔ اور بُرے کاموں میں عورتوں کے ساتھ موافقت نہ کرے بلکہ جب کوئی کام آدمیت اور شریعت کے خلاف دیکھے تو تنبیہ کر دے کیونکہ اگر طرح دے گا تو اُن کا متبع ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاء** ۔یعنی مَردوں کو عورتوں پر ہمیشہ غالب رہنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تعس عبد الزوجہ۔ یعنی بیوی کا غلام بد بخت ہے۔ اس واسطے بیوی کو چاہیے کہ خاوند کی لونڈی بنی رہے۔ اور بزرگوں نے فرمایا ہے کہ عورتوں سے مشورہ کرو لیکن ان کے کہنے کے خلاف عمل کرو۔ حقیقت میں عورتوں کی ذات نفس سرکش کی مانند ہے اگر ذرا بھی مَردان کو ان کے حال پر چھوڑے گا تو

ہاتھ سے جاتی رہیں گی اور حدوں سے گزر جائیں گی اور تدارک مشکل ہو جائے گا۔ غرضیکہ عورتوں میں ایک طرح کا ضعف ہے، تحمّل اس کا علاج ہے۔ اور کجی بھی ہے، سیاست اس کی دوا ہے۔ مَرد کو چاہیے کہ طبیب حاذق کی طرح رہے، ہر اَمر کا علاج فوراً کرے، لیکن چاہیے کہ صبر و تحمّل زیادہ رکھے اس واسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ عورت کی مثال ایسی ہے جیسے پسلی کی ہڈی اگر تُو اسے سیدھا کرنا چاہے گا تو ٹوٹ جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کی بدخلقی پر صبر کرے گا، اتنا ثواب ملے گا جتنا ایوّب علیہ السلام کو اُن کی مصیبت پر ملے گا۔ (بحوالہ اکسیر سعادت از امام غزالیؒ جلد اوّل)

مَردوں کو نصیحت کرتے ہوئے ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ نے اپنی وفات کے وقت آہستہ آہستہ یہ تین باتیں بیان فرمائیں۔ نماز پڑھا کرو اور لونڈی غلاموں کے ساتھ بھلائی کیا کرو اور عورتوں کے مقدمہ میں اللہ ہی اللہ ہے، یہ تمہاری قیدی ہیں ان کے ساتھ اچھی طرح نباہ کرو۔

خواتین کے لئے اہم نصائح:

خواتین کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو زندگی کا حصہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ. (سورۃ الذّٰریٰت آیت ۵۷)

اور میں نے جنّ و اِنس کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

اس میں جنّ و اِنس سے مراد بڑے لوگ اور چھوٹے لوگ، بڑی قومیں اور چھوٹی قومیں ہیں۔ دونوں کی پیدائش کی غرض اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔ اگر جنّ سے مراد عرف عام کے جن لئے جائیں تو پھر ان کو بھی تو عبادت کی جزاء ملنی چاہیے یعنی ان کو جنّت میں جانے کی خوشخبری دینی چاہیے لیکن جِنّات کے جنّت میں جانے کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

بَلَى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِندَ رَبِّهِ وَلَا

خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۱۳)

نہیں نہیں، سچ یہ ہے کہ جو بھی اپنا آپ خدا کے سپرد کر دے اور وہ احسان کرنے والا ہو تو اس کا اجر اس کے ربّ کے پاس ہے۔ اور ان (لوگوں) پر خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُلۡ إِنَّ صَلَاتِيۡ وَنُسُكِيۡ وَمَحۡيَايَ وَمَمَاتِيۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ ۔

تُو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ (سورۃ الانعام آیت ۱۶۳)

صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اُسی سے ہی مانگیں۔ قرآن شریف میں ہے:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادۡعُوۡنِيۡ أَسۡتَجِبۡ لَكُمۡ إِنَّ الَّذِيۡنَ يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ عَنۡ عِبَادَتِيۡ سَيَدۡخُلُوۡنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيۡنَ۔ (سورۃ المومن آیت ۶۱)

اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔ یقیناً وہ لوگ جو میری عبادت کرنے سے اپنے تئیں بالا سمجھتے ہیں ضرور جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع کرنے سے اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو جائے گا، ہر قسم کے شیطانی حملوں سے بچائے گا اور آرام و راحت سے بھری عزت والی زندگی عطا کرے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:۔

''اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تم سے محبت کرنے لگ جائے گا۔ تو ایک انسان کا درجہ اتنا بلند ہے کہ نہ صرف وہ خدا کا محبوب ہے بلکہ جو اس کا غلام ہو وہ بھی اس کا محبوب بن جاتا ہے۔'' (خطبات محمود صفحہ ۱۱ جلد ۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''اگر تم دُشمن سے بدلہ نہ لو اور اُسے خدا کے حوالہ کر دو تو وہ خود نپٹ لیوے گا۔ دیکھو ایک بچہ کے دشمن کا مقابلہ ماں باپ کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کے دروازہ پر گرتا ہے تو خدا خود اس کی رعایت کرتا ہے اور اسے ضرر دینے والے کو تباہ کر دیتا ہے۔'' (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۵۵)

آنحضرت ﷺ کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعو نی یحببکم اللہ ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۳۲)

لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنی چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔

اللہ تعالیٰ نے وہ طریقہ بھی بتادیا ہے کہ تم کس طرح میرے مقرب بن سکتے ہو اور رحم اور فضل کو جذب کرنے والے بن سکتے ہو۔ اور وہ پاکیزہ طریق یہ ہے کہ میرے پیارے نبی ﷺ کے مقدس ارشادات پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت پانے کے لئے اب ایک ہی راستہ ہے اور راستہ ہمارے حبیب آقا ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ جن کاموں کو ہمارے آقا ﷺ نے منع فرمایا ہے اُن پر سختی سے رکنے کی ضرورت ہے اور جن نیک راستوں کو نبی کریم ﷺ نے اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا ہے ان راستوں پر چلنا ہی زندگی کا حاصل ہونا چاہیئے۔

اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ صادقوں کی صحبت میں اپنا وقت گذارو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيۡنَ آمَنُواۡ اتَّقُواۡ اللّٰهَ وَكُوۡنُواۡ مَعَ الصَّادِقِيۡنَ۔

(سورۃ التوبۃ آیت ۱۱۹)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:۔

انما مثل الجلیس الصالح والجلیس السوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیک واما ان تبتاع منہ و اما ان تجد منہ ریحا طیبۃ و نافخ الکیر اما ان یحرق ثیابک و اما ان تجد ریحا خبیثۃ۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۷۴۸)

اچھے ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال مشک اُٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی سی ہے۔ خوشبو والا یا تو تجھے (خوشبو) دے دے گا یا تو اس سے خرید لے گا یا کم از کم تجھے اس سے اچھی خوشبو تو آ جائے گی اور بھٹی جھونکنے والا یا تو تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے اس سے بُو آئے گی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا بیان ہے کسی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ ہم نشیں کیسے

ہوں؟ کن لوگوں کی مجلس میں ہم بیٹھیں؟ اس پر آپؐ نے فرمایا:

من ذکر کم اللّٰہ رویتہ وزاد فی علمکم منطقہ وذکرکم بالآخرة عملہ۔ (مسند ابی یعلی الموصلی رقم الحدیث ۲۴۰۸)

ان لوگوں کی مجلس میں بیٹھو جن کو دیکھ کر تمہیں خدا یاد آئے اور اور جن کی گفتگو سے تمہارا دینی علم بڑھے اور جن کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

''رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔''

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ النحل تا سورۃ یونس صفحہ ۳۵۹)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچا عبادت گزار بنائے، رسول اللہ ﷺ کے مقدس ارشادات کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔ اور ایسے نیک لوگوں کی صحبت میں زندگی بسر ہو جن کو دیکھ کر خدا کی یاد ہمارے دلوں میں رچ بس جائے۔ آمین۔

فضول خرچی:

موجودہ زمانے کی ایک بُرائی فضول خرچی بھی ہے۔ آج کا انسان ایک چیز خریدنے مارکیٹ جاتا ہے اور دس چیزیں اُٹھا لاتا ہے۔ رنگ برنگے اشتہار بھی فضول خرچی کا باعث بنتے ہیں۔ یہ فضول خرچی ہی ہے جو گھر گھر میں مسائل پیدا کر رہی ہے۔ کریڈٹ کارڈز نے بھی بہت سے گھروں میں غربت کے آثار پیدا کر دیئے ہیں۔ جن لوگوں کی مالی حالت ایسی نہیں ہوتی کہ وہ گاڑی یا فرنیچر یا دوسری قیمتی اشیاء نقد خرید سکیں وہ بھی ان چیزوں کو اقساط میں خرید لیتے ہیں اور پھر کئی برسوں تک اپنی کمائی کا ایک بڑا حصہ قسطوں کے اتارنے میں خرچ کرتے ہیں۔ قسطیں پوری ہونے تک خریدی گئی چیزوں سے بھی دل اچاٹ ہو جاتا ہے۔ یوں یہ سلسلہ جاری رہ کر لوگوں میں جھنجھلاہٹ اور مایوسی پیدا کرتا رہتا ہے۔

عام طور پر سگھڑ خواتین ایسی خریداری کو پسند نہیں کرتیں وہ کفایت شعاری کرتی ہیں کہ ان کے شوہر ترقی کریں، اچھے کاروبار کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں اضافہ کرے۔ اپنی چادر دیکھ کر پاؤں پسارنے کی کوشش کرتی ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کے گھروں میں ایک خاص برکت ہوتی ہے، اچھا کھانا بنتا ہے، بچوں میں خود اعتمادی اور دیانت ہوتی ہے، مَردوں میں ترقی کرنے کی جستجو ہوتی ہے۔

فضول خرچ لوگوں کے گھروں میں نہ برکت ہوتی ہے اور نہ امن وسکون۔ کیونکہ نہ وہ فضول خرچی کی وجہ سے خدا کی راہ میں کچھ خرچ کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کر پاتے ہیں۔ خاوند کمانے میں لگے رہتے ہیں اور بیویاں ان کے مال فضول اُڑاتی پھرتی ہیں۔

پھر بعض جاہلانہ رسم ورواج ہیں۔ اپنی ناک بچانے کے لئے اگر قرض بھی لینا پڑے تو لے لیتے ہیں، اور پھر اسے رسم ورواج کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ ناک تو ایسے افعال انجام دینے سے سلامت ہی رہتی ہے مگر قرض دینے والے ان کی صرف ناک ہی نہیں کاٹتے بلکہ جینا حرام کر دیتے ہیں۔ ایسے فضول خرچ لوگ اکثر مال کی کمی کا رونا رہتے ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ورنہ ہی اپنے اہل وعیال کے حقوق پورے کر سکتے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ اکثر خواتین ہی رسم رواج کو ادا کرنے میں سرگرم ہوتی ہیں۔ خواتین کو رسم رواج جیسی بدنما دیوار گرانے میں مَردوں کی مدد کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْراً۔إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُوراً۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیات ۲۷،۲۸)

قرابت دار کو اس کا حق دے اور مسکین کو بھی اور مسافر کو بھی مگر فضول خرچی نہ کر۔ یقیناً فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے ربّ کا بہت ناشکرا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ الاعراف کی آیت ۳۲ میں فرماتا ہے:۔

اے ابنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباس تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو۔ اور کھاؤ اور

پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

جب کوئی خاتون اپنے گھر کے مال سے جائز طریقہ پر خرچ کرتی ہے اور فضول خرچ نہیں کرتی تو اس کو خرچ کے مطابق اجر ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا ثواب ملتا ہے اور اس مال کو سنبھالنے والے کو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کی وجہ سے کسی کا اجر کم نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عائشہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

''جب عورت اپنے گھر کی خوراک میں سے اللہ کی راہ میں ایسے طور سے خرچ کرے کہ بگاڑ کی نیت نہ ہو تو اُسے اُس کا اجر ملے گا، اس وجہ سے کہ اُس نے خرچ کیا۔ اور اُس کے خاوند کو بھی، اس لیے کہ اُس نے کمایا اور خزانچی کو بھی ویسا ہی۔ وہ ایک دوسرے کے اجر کو کم نہیں کریں گے۔''

(صحیح بخاری حدیث نمبر ۲۰۶۵۔ کتاب البیوع۔ جلد ۴)

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے سنا:

''کوئی عورت اپنے خاوند کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر خرچ نہ کرے۔ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا وہ کھانا بھی نہ دے؟ آپؐ نے فرمایا: یہ تو ہمارے اموال کی بہترین چیز ہے۔''

(ترمذی، ابوداؤد کتاب البیوع)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

الاقتصاد نصف المعيشة۔ میانہ روی نصف معیشت کا حل ہے۔

(بیہقی، شعب الایمان ۵:۵۴، رقم ۶۵۶۸)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعبؓ سے فرمایا تھا:۔

امسك عليك بعض مالك فهو خير لك.

اپنے مال میں سے کچھ بچالو یہ تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔ (بخاری کتاب المغازی۔ حدیث نمبر ۵۶۴۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:۔

بہترین عورت وہ ہے جو اچھی خوشبو والی ہو اور عمدہ کھانے والی ہو کہ جب خرچ کرے تو میانہ

روی سے خرچ کرے اور ہاتھ روکے تو میانہ روی سے روکے، ایسی عورت اللہ کے عاملوں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کا عامل محروم نہیں ہوتا۔ (بهجة المجالس)

معزز قارئین! کریڈٹ کارڈز کا استعمال نہ کرنا بھی فضول خرچی سے بچا سکتا ہے۔ امریکہ اور یورپ میں ان کارڈز کے استعمال کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی آدھی سے زیادہ کمائی سود اور اصل زر لوٹانے میں خرچ ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فضول خرچی جیسے شیطانی عمل سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

بیکار نہ رہیں:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''رسول کریم ﷺ کی تعلیم عیب یا بیکاری کی نہیں مگر مسلمان عورتیں اکثر بیکار رہتی ہیں یعنی کوئی مفید اور نتیجہ خیز کام نہیں کرتیں جو صرف گھر کا کام ہی کام سمجھ کر کرتی ہیں، اُن کا کام کھانا پکانا، بستر کرنا، بچوں کے کپڑے دھونا، بچوں کا پاخانہ صاف کرنا ہے، لیکن اپنے پیٹ کے لئے اور اپنے بچوں کے لئے تو بلّی وغیرہ بھی انتظام کر لیتی ہیں انسان میں اور حیوان میں کیا فرق رہا۔

اپنی زندگی میں سے ضرور کچھ وقت نکالو جو دوسروں کے کام آئے۔ گھر کا کام بھی کرو لیکن کچھ نہ کچھ دوسروں کے فائدے کے لئے بھی کرو۔

اپنے نفس سے سوال کرو کہ تم نے اپنی پچھلی زندگی میں دنیا کے فائدے کے لئے کیا کام کیا ہے اگر کچھ نہیں تو اب کرو۔

آسودہ حال عورتوں کا کام تو صرف نوکروں پر حکم چلانا ہے۔ پھر بھی انہیں شکایت رہتی ہے بڑا کام ہے بڑا کام ہے۔ انگلستان میں عورتیں بڑا کام کرتی ہیں دفتروں میں کلرک ہیں، نرس، ڈاکٹری وغیرہ کا کام کرتی ہیں۔ مَیں نے پچھلے سال عورتوں میں تحریک کی تھی کہ جو یہاں آ کر تبلیغ کا کام سیکھنا چاہے ہم اُس کے لئے انتظام کر دیں گے۔ مردوں میں درس کی تحریک کی تھی جس میں مرد تو پانچ سو آئے لیکن عورتوں کی طرف سے صرف ایک خط آیا جس نے آمادگی ظاہر کی تھی۔''

(از مصباح ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء بحوالہ اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۲۲۲)

سیاپا۔رسومات :

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

۱۔ ماتم کی حالت میں جزع فزع اور نوحہ یعنی سیاپا کرنا اور چیخیں مار کر رونا اور بے صبری کے کلمات زبان پر لانا یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کے کرنے سے ایمان کے جانے کا اندیشہ ہے اور یہ سب رسمیں ہندوؤں سے لی گئی ہیں۔ یہ جاہل مسلمانوں نے اپنے دین کو بُھلا دیا اور ہندوؤں کی رسمیں اختیار کرلیں۔ کسی عزیز اور پیارے کی موت کی حالت میں مسلمانوں کے لئے قرآنِ شریف میں یہ حکم ہے کہ صرف **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ** کہیں یعنی ہم خدا تعالیٰ کا مال اور مِلک ہیں۔ اُسے اختیار ہے جب چاہے اپنا مال لے لے اور اگر رونا ہو تو صرف آنکھوں سے آنسو بہانا جائز ہے اور جو اس سے زیادہ کرے وہ شیطان سے ہے۔

۲۔ دوم برابر ایک سال تک سوگ رکھنا اور نئی نئی عورتوں کے آنے کے وقت یا بعض خاص دنوں میں سیاپا کرنا اور باہم عورتوں کا سر ٹکرا کر چلّا کر رونا اور کچھ کچھ مُنہ سے بھی بکواس کرنا اور پھر برابر ایک برس تک بعض چیزوں کا پکانا چھوڑ دینا اس عذر سے کہ ہمارے گھر میں یا ہماری برادری میں ماتم ہوگیا ہے۔ یہ سب ناپاک رسمیں اور گناہ کی باتیں ہیں جن سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۳۔ سیاپا کرنے کے دنوں میں بے جا خرچ بھی بہت آتے ہیں۔ حرامخور عورتیں شیطان کی بہنیں جو دُور دُور سے سیاپا کرنے کے لئے آتی ہیں اور مکر وفریب سے مُنّہ کو ڈھانپ کر اور بھینسوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا کر چیخیں مار کر روتی ہیں ان کو اچھے اچھے کھانے کھلائے جاتے ہیں اور اگر مقدور ہو تو اپنی شیخی اور بڑائی جتلانے کے لئے صدہا روپیہ کا پُلاؤ اور زردہ پکا کر برادری وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ لوگ واہ واہ کریں کہ فلاں شخص نے مرنے پر اچھی کرتوت دکھلائی۔ اچھا نام پیدا کیا۔ سو یہ سب شیطانی طریق ہیں جن سے توبہ کرنا لازم ہے۔

۴۔ اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو گو وہ عورت جوان ہی ہو دوسرا خاوند کرنا ایسا بُرا جانتی ہے جیسا کہ کوئی بڑا بھاری گناہ ہوتا ہے اور تمام عمر بیوہ اور رانڈ رہ کر یہ خیال کرتی ہے کہ مَیں نے بڑے

ثواب کا کام کیا ہے اور پاکدامن بیوی ہوگئی ہوں۔ حالانکہ اس کے لئے بیوہ رہنا سخت گناہ کی بات ہے۔ عورتوں کے لئے بیوہ ہونے کی حالت میں خاوند کر لینا نہایت ثواب کی بات ہے۔ ایسی عورت حقیقت میں بڑی نیک بخت اور ولی ہے جو بیوہ ہونے کی حالت میں بُرے خیالات سے ڈر کر کسی سے نکاح کر لے اور نابکار عورتوں کے لعن طعن سے نہ ڈرے۔ ایسی عورتیں جو خدا اور رسول کے حکم سے روکتی ہیں خود لعنتی اور **شیطان کی چیلیاں** ہیں۔ جن کے ذریعہ سے شیطان اپنا کام چلاتا ہے۔ جس عورت کو رسول اللہ (ﷺ) پیارا ہے اُس کو چاہیے کہ بیوہ ہونے کے بعد کوئی ایماندار اور نیک بخت خاوند تلاش کر لے اور یاد رکھے کہ خاوند کی خدمت میں مشغول رہنا بیوہ ہونے کی حالت کے وظائف سے صدہا درجہ بہتر ہے۔

۵۔ عورتوں میں ایک خراب عادت یہ بھی ہے کہ وہ بات بات میں مردوں کی نافرمانی کرتی ہیں اور ان کی اجازت کے بغیر ان کا مال خرچ کر دیتی ہیں اور ناراض ہونے کی حالت میں بہت کچھ بُرا بَھلا اُن کے حق میں کہہ دیتی ہیں۔ ایسی عورتیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول کے نزدیک لعنتی ہیں۔ ان کا نماز روزہ اور کوئی عمل منظور نہیں۔ اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی جب تک پوری پوری خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم نہ بجالائے اور پسِ پشت اس کے لئے اس کی خیر خواہ نہ ہو۔

اور پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مَردوں کی تابعدار رہیں ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو مَیں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے یا اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکمِ ربّانی سُنکر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے۔ خدا اور رسُول اس سے ناراض ہیں۔ عورتوں کو چاہیے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چُراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچائیں اور یاد رکھنا چاہیے کہ بجز خاوند اور ایسے لوگوں کے جنکے ساتھ نکاح جائز نہیں اور جتنے مرد ہیں ان سے پردہ ضروری ہے جو عورتیں نامحرم لوگوں سے پردہ نہیں کرتیں شیطان انکے ساتھ ساتھ ہے۔ عورتوں پر یہ بھی لازم ہے کہ بدکار اور بدوضع عورتوں کو اپنے گھروں میں نہ آنے دیں اور نہ اُن کو اپنی خدمت میں رکھیں کیونکہ یہ سخت

گناہ کی بات ہے کہ بدکار عورت نیک عورت کی ہم صُحبت ہو۔

۶۔عورتوں میں یہ بھی ایک بدعادت ہوتی ہے کہ جب کسی عورت کا خاوند کسی اپنی مصلحت کے لئے دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ عورت اور اس کے اقارب سخت ناراض ہوتے ہیں اور گالیاں دیتے اور شور مچاتے ہیں اور بندہءخدا کو ناحق ستاتے ہیں۔ایسی عورتیں اور ان کے اقارب بھی نابکار اور خراب ہیں۔کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے اپنی حکمتِ کاملہ سے جس میں صدہا مصالح ہیں مردوں کو اجازت دے رکھی ہے کہ وہ اپنی کسی ضرورت یا مصلحت کے وقت چار تک بیویاں کرلیں۔پھر جو شخص اللہ اور اس کے رسُول کے حکم کے مطابق کوئی نکاح کرتا ہے تو اس کو کیوں بُرا کہا جاوے۔ایسی عورتیں اور ایسے ہی اس عادت والے اقارب جو خدا اور اس کے حکموں کا مقابلہ کرتے ہیں نہایت مرُدود اور شیطان کے بہن بھائی ہیں کیونکہ وہ خدا اور رسول کے فرمودہ سے منہ پھیر کر اپنے ربِّ کریم سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں۔اور اگر کسی نیک دل مسلمان کے گھر میں ایسی بدذات بیوی ہو تو اُسے مناسب ہے کہ اس کو سزا دینے کے لئے دوسرا نکاح ضرور کرے۔

۷۔بعض جاہل مسلمان اپنے ناطہ رشتہ کے وقت یہ دیکھ لیتے ہیں کہ جس کے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کرنا منظور ہے۔اس کی پہلی بیوی بھی ہے یا نہیں۔پس اگر پہلی بیوی موجود ہو تو ایسے شخص سے ہرگز نکاح نہیں کرنا چاہتے۔سو یاد رکھنا چاہیے کہ ایسے لوگ بھی صرف نام کے مسلمان ہیں اور ایک طور سے وہ ان عورتوں کے مددگار ہیں جو اپنے خاوندوں کے دوسرے نکاح سے ناراض ہوتی ہیں۔سو ان کو بھی خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

۸۔ہماری قوم میں یہ بھی ایک بدرسم ہے کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریق ہے جو احکامِ شریعت کے بالکل برخلاف ہے۔بنی آدم سب خدا تعالیٰ کے بندے ہیں۔رشتہ ناطہ میں یہ دیکھنا چاہیے کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے اور کسی ایسی آفت میں مبتلا تو نہیں جو موجبِ فتنہ ہو اور یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔صرف تقویٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ** ۔ (سورۃ الحجرات ۱۴) یعنی تم میں سے خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ تر

بزرگ وہی ہے جو زیادہ تر پرہیزگار ہے۔

۹۔ہماری قوم میں ایک یہ بھی بدرسم ہے کہ شادیوں میں صدہا روپیہ کا فضول خرچ ہوتا ہے۔سو یاد رکھنا چاہیے کہ شیخی اور بڑائی کے طور پر برادری میں بھاجی تقسیم کرنا اور اس کا دینا اور کھانا یہ دونوں باتیں عندالشرع حرام ہیں۔اور آتشبازی چلانا اور رنڈی بھڑوؤں ڈوم ڈھاریوں کو دینا یہ سب حرام مطلق ہے۔ناحق روپیہ ضائع جاتا ہے اور گناہ سر پر چڑھتا ہے۔سو اس کے علاوہ شرع شریف میں تو صرف اتنا حکم ہے کہ نکاح کرنے والا بعد نکاح کے ولیمہ کرے یعنی چند دوستوں کو کھانا پکا کر کھلا دیوے۔

۱۰۔ہمارے گھروں میں شریعت کی پابندی میں بہت سُستی کی جاتی ہے بعض عورتیں زکوٰۃ دینے کے لائق ہیں اور بہت ساز یوران کے پاس ہے مگر وہ زکوٰۃ نہیں دیتیں۔بعض عورتیں نماز روزہ کے ادا کرنے میں بہت کوتاہی کرتی ہیں۔بعض عورتیں شرک کی رسمیں بجا لاتی ہیں جیسے چیچک کی پوجا۔بعض فرضی دیویوں کی پوجا کرتی ہیں۔بعض ایسی نیازیں دیتی ہیں جن میں یہ شرط رکھ دیتی ہیں کہ عورتیں کھاویں کوئی مرد نہ کھاوے یا حقہ نوش نہ کھاوے بعض جمعرات کی چوکی بھرتی ہیں ،مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب طریق ہیں۔ہم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ان لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ آؤ خدا تعالیٰ سے ڈرو ورنہ مرنے کے بعد ذلّت اور رُسوائی سے سخت عذاب میں پڑو گے اور اس غضبِ الٰہی میں مبتلا ہو جاؤ گے جس کی انتہا نہیں۔**والسلام علی من اتبع الھدی۔**

(ایک پرانی تحریر سے اقتباس)

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان (ملفوظات جلد۵ صفحہ ۴۶ تا ۴۹)

غیبت اورعیب:

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اتدرون ما الغيبة ؟قالو ا اللّٰه ورسوله اعلم قال ذكرك اخاك بما يكره قيل افرايت ان كان فى اخى ما اقول قال ان كان فيه ماتقول فقد اغتبته و ان لم يكن فيه فقد بهته۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۷۶)

تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ انہوں عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں آپؐ نے فرمایا: کہ تیرا اپنے بھائی کا ایسا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے۔عرض کیا گیا کہ حضورؐ فرمائیے اگر میرے بھائی میں وہ بات ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو؟ آپؐ نے فرمایا: جو (بات) تم کہتے ہو اگر اس میں موجود ہے تو یقیناً تم نے اس کی غیبت کی اور اگر وہ (بات) اس میں نہیں تو تم نے اس پر بہتان لگایا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ. (سورۃ الحجرات آیت ۱۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔اور تجسس نہ کیا کرو۔اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرو۔کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''غیبت کرنے والے کی نسبت قرآن کریم میں ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔عورتوں میں یہ بیماری بہت ہے۔آدھی رات تک بیٹھی غیبت کرتی ہیں اور پھر صُبح اُٹھ کر وہی کام شروع کر دیتی ہیں۔لیکن اس سے بچنا چاہیے۔عورتوں کی خاص سورت قرآن شریف میں ہے۔حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرتﷺ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بہشت میں دیکھا کہ فقیر زیادہ تھے اور دوزخ میں دیکھا کہ عورتیں بہت تھیں۔

عورتوں میں چند عیب بہت سخت ہیں اور کثرت سے ہیں۔ایک شیخی کرنا کہ ہم ایسے اور ایسے ہیں۔پھر یہ کہ قوم پر فخر کرنا کہ فلاں تو کمینی ذات کی عورت ہے یا فلاں ہم سے نیچی ذات کی ہے۔پھر یہ کہ اگر کوئی غریب عورت ان میں بیٹھی ہوئی ہے تو اس سے نفرت کرتی ہیں اور اس کی طرف اشارہ شروع

کر دیتی ہیں کہ کیسے غلیظ کپڑے پہنے ہیں۔زیور اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۹، ۳۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ ایک وحدت چاہتا ہے جو شخص اپنے بھائی کو بے جا رنج دیتا ہے۔جھوٹ، خیانت یا غیبت میں حصّہ لیتا ہے وُہ اُس وحدت کا دشمن ہے۔'' (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۳)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ۔ (سورۃ الھمزۃ آیت ۲) ہلاکت ہو ہر غیبت کرنے والے سخت عیب جو کے لیے۔

ان آیات مقدسہ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھانے سے پہلے بدظنی کی ہنڈیا چڑھائی جاتی ہے یعنی یہ سوچ جنم لیتی ہے کہ اس کے دل میں یہ ہوگا یا وہ کچھ نہ کچھ میرے خلاف کرے گا، پھر اس بدظنی کے نتیجے میں تجسس پیدا ہوتا ہے اپنے بھائی کی کمزوریاں تلاش کی جاتی ہیں، تب اپنے بھائی کے گوشت میں تجسس کا مصالحہ ڈال کر اسے کھایا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج تقویٰ کو قرار دیا ہے اور ساتھ ہی توبہ قبول کرنے کی نوید سنادی ہے۔

''اس طرح بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص کسی محفل میں کسی غیر موجود شخص کی بُرائی کرتا ہے گویا اسے ایک تیر مارتا ہے، یہ تیر اس غیر موجود شخص سے کچھ دور جا کر گر جاتا ہے بات ختم ہو جاتی ہے۔مگر محفل میں موجود کوئی نامہربان اس تیر کو اُٹھاتا ہے اور جا کر اُس غیر موجود شخص کے دل میں مارتا ہے یعنی اُسے جا کر بتاتا ہے کہ فلاں شخص تمہاری بُرائی کر رہا تھا۔'' (بحوالہ غیبت ایک بدترین گناہ)

حضرت عبدالرحمان بن غنیمؓ اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں جب ان کو دیکھا جائے اللہ یاد آجائے اور اللہ تعالیٰ کے بُرے بندے غیبت اور چغلیاں کرتے پھرتے ہیں، دوستوں پیاروں کے درمیان تفریق ڈالتے ہیں، نیک پاک لوگوں کو تکلیف، مشقت، فساد، ہلاکت اور گناہ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل۔مسند الشامیین جلد ۵ صفحہ ۲۶۸)

حضرت ابوھریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سب سے زیادہ میرے محبوب وہ ہیں جو بہترین اخلاق کے حامل ہوں، نرم خو ہوں، وہ لوگوں سے اُنس رکھتے ہوں اور لوگ ان سے مانوس ہوں اور تم میں سب سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک چغل خور، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور بے گناہ لوگوں پر تہمت لگانے والے ہیں۔ (ترغیب وترھیب جلد ۳ کتاب الادب الترغیب فی الخلق)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

لا یدخل الجنة نمّام ۔ دیگر احادیث میں ہے **(لا یدخل الجنة قتّات)**

چغل خور جنّت میں نہیں جائے گا۔ (مسلم جلد ا کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۴۳ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ایک عفیفہ (پاک دامن) عورت پر تہمت لگانا سو سال کے اعمال کو غارت کر دینے کے لئے کافی ہے۔ (طبرانی)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے کہا آپؐ صفیہؓ کا بہت خیال کرتے ہیں مگر وہ ایسی ہے یعنی اپنی چھوٹی انگلی کھڑی کر دی اور اس طرح حضرت صفیہؓ کے چھوٹے قد پر طنز کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا عائشہ! تم نے ایک ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو اس کا ذائقہ تبدیل ہو جائے، اس کا مزاج بدل جائے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب)

حضرت عبداللہ بن بُسرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حاسد، چغل خور اور کاہن مجھ میں سے نہیں اور مَیں ان میں سے نہیں۔''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا تو انسان کو نظر آجاتا ہے لیکن اپنی آنکھ میں پڑا ہوا شہتیر وہ بھول جاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۔

اے لوگو! یقیناً ہم نے تمہیں نر اور مادہ سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا

تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متّقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) ہمیشہ باخبر ہے۔ (سورۃ الحجرات آیت ۱۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس آیت کے متعلق بیان فرماتے ہیں:۔

''قرآن کریم کے نزدیک نسل پرستی کی ہر شکل کو دُنیا سے نابود کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر دُنیا میں امن قائم کرنا ناممکن ہے اس آیت کے مطابق باوجود اس کے کہ رنگ اور قومیتیں مختلف ہیں مگر سب انسان بہرحال ایک ہی ماں باپ کی نسل سے منسلک ہیں۔ رنگ اور نسل کی تفریق ان کی برتری ظاہر کرنے کے لئے نہیں بلکہ ان کی پہچان کی خاطر ہے۔ اگر انسان دوسرے انسان پر برتری حاصل کرنا چاہتا ہے تو صرف تقویٰ کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ایک متّقی انسان ہر دوسرے انسان کو اپنے برابر سمجھتا ہے۔ بلکہ جتنا زیادہ متّقی ہوگا اپنے آپ کو اور بھی دوسرے سے کمتر سمجھے گا۔'' (ترجمہ قرآن کریم)

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:۔

یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی و لالعجمی علی عربی ولا لا حمر علی اسود ولا لا سود علی احمر الا بالتقویٰ ابلغت قالوا قدبلغ رسول اللہ ﷺ۔

(احمد بن حنبل۔المسند ۵:۴۱۱۔۔رقم ۲۳۵۳۶)

اے لوگو! تمہارا ربّ ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک تھا پس ہوشیار ہو کر سُن لو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے۔ اسی طرح سُرخ و سفید رنگ والے کو کالے رنگ والے لوگوں پر کوئی فضیلت نہیں اور کالے رنگ والے کو گوروں پر کوئی فضیلت نہیں ہے (ہاں جو بھی ان میں سے اپنی ذاتی نیکی سے آگے نکل جائے وہی افضل ہے) لوگو بتاؤ کیا میں نے تمہیں خدا کا پیغام پہنچا دیا؟ سب نے عرض کیا بے شک خدا کے رسولؐ نے اپنی رسالت پہنچا دی ہے۔

Racialism سے بچاؤ کے لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَى أَن يَكُونُوا خَيْراً مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَى أَن يَكُنَّ خَيْراً مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا

أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۔ (سورۃ الحجرات آیت ۱۲)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں نے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں۔ اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بری بات ہے۔ اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''وہ تمام ممالک جن میں قرآن کریم کی یہ ہدایات بار بار پڑھی جاتی ہیں ان میں بھی یہ خرابیاں موجود ہیں۔۔۔۔ اب دیکھیں ہندو پاکستان میں قومی لطیفوں کا بہت رواج ہے۔ کوئی جلاہوں نائیوں اور دیگر پیشہ وروں کے خلاف غیر پیشہ وروں نے لطیفے بنائے ہوئے ہیں اور زمینداروں کے خلاف پیشہ وروں نے لطیفے بنائے ہوئے ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں سکھوں کے خلاف اور ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف لطیفے بنا کر مشتہر کئے جاتے ہیں۔ ان لطیفوں کے ردعمل کی وجہ سے مختلف قوموں میں Racialism پروان چڑھتا ہے۔'' (عدل، احسان وایتاءِ ذی القربیٰ حصہ چہارم صفحہ ۲۳۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

'' اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ جو عورتیں کسی اَور قسم کی ہوں ان کو دوسری عورتیں حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور نہ مرد ایسا کریں کیونکہ یہ دل دکھانے والی بات ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ اس سے مواخذہ کرے گا۔ یہ بہت بُری خصلت ہے۔ یہ ٹھٹھا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت بُرا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسی بات ہو جس سے دل نہ دُکھے وہ بات جائز رکھی ہے۔ جہاں تک ہو سکے ان باتوں سے پرہیز کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عمل والے کو مَیں کس طرح جزا دوں گا۔ **فَأَمَّا مَن طَغَى۔ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا۔ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَى۔** (سورۃ النّازعات آیات ۳۸، ۴۰) جو شخص میرے حکموں کو نہیں مانے گا۔ مَیں اس کو بہت بُری طرح جہنّم میں ڈالوں گا اور ایسا ہوگا کہ آخر جہنّم تمہاری جگہ ہو گی۔ **وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى۔ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى۔** (سورۃ النّازعات آیات ۴۱، ۴۲) اور جو شخص میری عدالت کے تخت کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرے گا اور خیال رکھے گا تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَیں اس کا ٹھکانہ جنّت میں کروں گا۔'' (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

شیخ سعدیؒ حکایات سعدی میں لکھتے ہیں کہ ''غیبت کرنے والے بھی بچھو سے کم نہیں اپنی زبانوں کے ڈنک مارتے ہیں۔ غیبت کے مرتکب ہمیشہ قابل نفرت ہوتے ہیں۔ ڈاکہ ڈالنا غیبت کرنے کی نسبت کم درجہ کا گناہ ہے۔'' (ڈاکہ مارنے والا سامنے سے وار کرتا ہے اور غیبت کرنے والا پیچھے سے)۔ حکایات سعدیؒ

امام غزالیؒ کہتے ہیں (اس کا خلاصہ یہ ہے) کہ ''جس کے پاس چغلی کی جائے اسے چاہیے کہ چغل خور کی تصدیق نہ کرے اور نہ جس کے بارہ میں چغلی کی گئی ہے اس سے بدظن ہو۔''

(فتح البیان جلد ۱۰ صفحہ ۴۳۸)

یقیناً ایک چُپ سو سُکھ ہے۔ بزرگوں نے سچ کہا ہے کہ ''قید میں رکھنے کے لیے زبان سے بڑا کوئی درندہ نہیں۔ زبان میں کوئی ہڈی نہیں پھر بھی کچل ڈالتی ہے۔ ایک لمبی زبان زندگی کو چھوٹا بنا دیتی ہے۔ زبان کا زخم کبھی نہیں بھرتا۔''

عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ نجات کس بات میں ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''روک رکھ اپنی زبان، اور چاہیے کہ جگہ دے تجھ کو تیرا گھر اور رو اپنے گناہوں پر۔'' (ترمذی)

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کہ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔'' (ترمذی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی زبان پر قابو رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

صفائی رکھیں:

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

طہارت، پاکیزگی اور صاف ستھرا رہنا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ (مسلم کتاب الطہارت)

ایک بار حضورﷺ مسجد میں تشریف لائے دیواروں پر دھبے تھے۔آپﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ٹہنی تھی اس سے کُھرچ کُھرچ کرآپ نے تمام دھبے مٹادیے۔ (بخاری جلدا کتاب الصلوٰۃ)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہﷺ کے صحابہؓ اپنے کام خود کرتے اوران سے پسینے کی بوآتی۔تو آپؐ نے فرمایا کیا بہتر ہے کہ تم نہا کرآیا کرو۔ (بخاری کتاب البیوعباب کسب الرجل)

ایک بار حضورﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا:

اصلحوا لباسکم۔ یعنی اپنے لباسوں کوصاف ستھرااور درست رکھو۔

(سنن ابوداوٗدکتاب اللباس)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضورﷺ نے فرمایا:۔

دس باتیں فطرت انسانی میں داخل ہیں۔مونچھیں تراشنا،داڑھی رکھنا،مسواک کرنا،پانی سے ناک صاف کرنا،ناخن کٹوانا،،انگلیوں کے پورے صاف رکھنا،بغلوں کے بال لینا،،زیرناف بال لینا،استنجا کرنا۔راوی کہتا ہے کہ میں دسویں بات بھول گیا ہوں۔شاید وہ(کھانے کے بعد) کلی کرنا ہے۔ (مسلم کتاب الطہارت)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اگرقرآن کوغور سے پڑھوتو معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے بے انتہا رحم نے یہی چاہا ہے کہ انسان باطنی پاکیزگی اختیارکر کےرُوحانی عذاب سے نجات پاوےاورظاہری پاکیزگی اختیا کر کے دُنیا کے جہنم سے بچارہے جوطرح طرح کی بیماریوں اوروباؤں کی شکل میں نمودار ہوجا تا ہےاوراس سلسلہ کو قرآن شریف میں اوّل سے آخرتک بیان کیا گیا ہے جیسا کہ مثلاً یہی آیت **یحب التوابین و یحب المتطھرین**۔بتلارہی ہے کہ توابین سے مراد وہ لوگ ہیں جو باطنی پاکیزگی کے لئے کوشش کرتے ہیں اور **متطھرین** سے وہ لوگ مراد ہیں جوظاہری اورجسمانی پاکیزگی کے لئے جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔‘‘ (ایام صلح رُوحانی خزائن جلد۱۴صفحہ۳۳۷،۳۳۸)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’یادرکھوکہ ظاہری پاکیزگی اندرونی طہارت کومستلزم ہے اسی لئے ہرمسلمان کے لئے لازم

ہے کہ کم ازکم جمعہ کے دن ضرورغسل کرے۔ہرنماز میں وضوکرے۔جماعت کھڑی ہوتو خوشبولگائے عیدین اور جمعہ میں جوخوشبولگانے کا حُکم ہے وہ اسی بناپر قائم ہے اصل وجہ یہ ہے کہ اجتماع کے وقت عفونت کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئےغسل کرنے اورکپڑے پہننے اورخوشبولگانے سے سمیت(زہر) اور عفونت سے روک ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں یہ قانون مقررکیا ہے ویسا ہی قانون مرنے کے بعدبھی رکھاہے۔‘‘ (ملفوظات جلدا صفحہ۱۶۴)

صبر کریں:

موت زندگی اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔اگرکسی خاتون کا کوئی پیارا وفات پاجائے تو وہ **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ**۔(سورۃ البقرہ آیت ۱۵۷)(ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اورہم یقیناً اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)پڑھے،جانے والے کی مغفرت کے لئے درد دل سے دُعا کرے۔حوصلے اورصبر کے ساتھ اللہ کی امانت اللہ کے سپرد کریں۔اسلامی شریعت کے مطابق تین دن تک سوگ منانے کی اجازت ہے۔عورتوں کے لئے جن کے خاوندوفات پاجائیں چار مہینے دس دن تک سوگ(عدت)منائیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

لَتُبْلَوُنَّ فِىۡ أَمۡوَالِكُمۡ وَأَنفُسِكُمۡ وَلَتَسۡمَعُنَّ مِنَ الَّذِيۡنَ أُوتُواۡ الۡكِتَابَ مِن قَبۡلِكُمۡ وَمِنَ الَّذِيۡنَ أَشۡرَكُواۡ أَذًى كَثِيۡراً وَإِن تَصۡبِرُواۡ وَتَتَّقُواۡ فَإِنَّ ذَلِكَ مِنۡ عَزۡمِ الۡأُمُورِ۔ (سورۃ ال عمران آیت ۱۸۷)

تم ضرواپنے اموال اوراپنی جانوں کے معاملہ میں آزمائے جاؤ گے۔اورتم ضروران لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اوران سے جنہوں نے شرک کیا،بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے۔اور اگرتم صبر کرواورتقویٰ اختیارکروتویقیناً یہ ایک بڑاباہمت کام ہے۔

پھراللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ بِشَىۡءٍ مِّنَ الۡخَوفۡ وَالۡجُوعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡأَمَوَالِ

وَالأنفسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۔ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ۔أُولَـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۔ (سورۃ البقرہ آیات ۱۵۶ تا ۱۵۸)

اور ہم ضرور تمہیں کچھ خوف اور کچھ بھوک اور کچھ اموال اور جانوں اور پھلوں کے ذریعہ آزمائیں گے۔اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دے۔اُن لوگوں کو جن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہم یقیناً اللہ ہی کے ہیں اور ہم یقیناً اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن پران کے ربّ کی طرف سے برکتیں اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔

زینب بنت ابی سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت اُم حبیبہؓ کے پاس گئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے:۔

لا یحل لا مراۃ تومن باللّٰہ والیوم الآخر ان تحد علی میت فوق ثلاث ،الا علی زوج اربعة اشھر و عشرا۔

یعنی کوئی بھی عورت جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہو اُس کے لئے شوہر کے سوا کسی مُردے پر بھی تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔ہاں شوہر پر چار مہینے دس دن تک سوگ منائے۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز حدیث ۱۲۸۱)

آنحضور ﷺ کے صحابہؓ اور صحابیاتؓ اپنے آقا کی ہر مقدس بات پر لبیک کہتے تھے۔محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت ام عطیہؓ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا۔جب تیسرا دن ہوا تو انہوں نے زرد خوشبو منگوائی اور اپنے بدن پر لگائی اور کہنے لگیں ہمیں منع کیا گیا ہے کہ ہم خاوند کے سوا اور کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کریں۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز حدیث ۱۲۷۹)

عصر حاضر میں دیکھا گیا ہے کہ بعض مرد وخواتین اپنے کسی پیارے کی موت کو زندگی بھر کا روگ بنا لیتے ہیں جو کسی طرح بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق جائز نہیں ۔زیادہ سے زیادہ اسلامی شریعت تین دن سوگ منانے کی اجازت دیتا ہے بغیر چیخنے چلانے ،بین کرنے ،گریبان پھاڑنے ،ماتم کرنے ،نوحہ کرنے اور دوسرے غیر شرعی اعمال کرنے کے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بداعمالیوں سے بچائے۔آمین

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

الصبر عندالصَّدمة الا ولی۔ (بخاری کتاب الجنائز)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو قبر کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا: **اتقی اللّٰہ و اصبری**۔یعنی اللہ سے ڈر اور صبر کر۔وہ بولی جاؤ جی پرے ہٹو۔یہ مصیبت تم پر پڑی ہوتی تو پتہ چلتا۔وہ آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔پھر جب اسے لوگوں نے بتایا کہ یہ نبی کریم ﷺ تھے،تو اب وہ آنحضور ﷺ کے دروازہ پر پہنچی۔وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا۔پھر اس نے کہا کہ میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔

انما عند الصَّدمة الاولی۔ (صحیح بخاری کتاب الجنائز حدیث ۱۲۸۳ باب زیارۃ القبور)

صبر تو جب صدمہ شروع ہوا اس وقت کرنا چاہیے۔

مغیرہ بن شعبہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے:۔

مَن نِیحَ علیه یُعذَّب بِمَا نِیحَ علیه۔ (بخاری حدیث نمبر ۱۲۹۱ کتاب الجنائز)

جس پر بین کیے جاتے ہیں اس کو ان بینوں کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد (حضرت عمرؓ) نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

المیّت یُعذَّب فی قَبرِہِ بِمَا نِیحَ علیه۔ (بخاری حدیث نمبر ۱۲۹۲)

میت و بوجہ ان بینوں کے جو اس پر کیے گئے اس کی قبر میں ذاب ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

اگر نوحہ کرنے والی (والے) نے مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو بروز قیامت اس حال میں کھڑی کی جائے گی کہ اس کے جسم پر تارکول کا پاجامہ اور زردآلود زرہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

یحیٰی بن وثّاب نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ وہ مسلمان جو لوگوں سے ملتا جلتا رہتا ہے اور ان کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرتا ہے، اُس مسلمان سے بہتر ہے جو نہ تو لوگوں سے میل ملاپ رکھتا ہے اور نہ ہی ان کی تکلیف دہ باتوں پر

صبر کرتا ہے۔ (سنن ترمذی، کتاب القیامۃ والرقائق)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

لیس منا من ضرب الخدود ،و شق الجیوب ،و دعابدعوی الجاھلیۃ۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۲۹۸)

جو شخص (کسی میت پر) اپنے رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور عہد جاہلیت کی سی باتیں کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (فقط آنسو بہانا جائز ہے)

حضرت ابوامامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

لعن الخامشة وجھھا والشاقة جیبھا والداعیة بالویل والثبور۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے چہرہ نوچنے، گریبان پھاڑنے اور چیخ و پکار کرنے والی کو ملعون ٹھہرایا ہے۔ (سنن ابن ماجہ و ابن حبان۔ بحوالہ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز حدیث نمبر ۱۲۸۹)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ عورتوں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ہمیں بھی نصیحت کرنے کے لئے ایک دن خاص فرمادیجئے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو وعظ فرمایا کہ:۔

ایما امراة مات لھا ثلاثة مِنَ الولد کانو الھا حجابا من النار۔

جس عورت کے تین بچے مَر جائیں تو وہ اس کے لئے جہنم سے پناہ بن جاتے ہیں۔ اس پر عورت نے پوچھا: حضور! اگر کسی کے دو ہی بچے مریں؟ آپؐ نے فرمایا: "**واثنان**" دو پر بھی۔

(بعض روایات میں ایک بچے کی موت پر بھی یہی وعدہ موجود ہے)

(صحیح بخاری جلد ۲ حدیث نمبر ۱۲۴۹)

سبق آموز **ایک واقعہ** پیش خدمت ہے۔

محترمہ حسن بی بی صاحبہ اہلیہ ملک غلام حسین صاحب رہتاسی نے بیان کیا کہ میرا چوتھا لڑکا کوئی چار پانچ سال کا تھا کہ اُس کو سانپ نے کاٹ لیا مگر اس نے سانپ کو نہ دیکھا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اُس کو کانٹا لگا ہے، مَیں نے بھی سوئی سے جگہ پھول کر دیکھی، کچھ معلوم نہ ہوا۔ لیکن جب بچہ کو چھالا ہو گیا اور سوج پڑ گئی تو معلوم ہوا وہ کانٹا نہ تھا سانپ تھا جس کا زہر چڑھ گیا اور بچہ چھٹے روز فوت ہو گیا۔ جب

حضرت صاحب کو علم ہوا تو آپ نے افسوس کیا اور فرمایا مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا میرے پاس سانپ کے زہر کی دوا تھی۔ مجھے بچے کے فوت ہونے کا بہت غم ہوا اور مَیں نے رو رو کر بُرا حال کر لیا۔ جب حضرت صاحب کو حضرت اماں جان نے بات بتائی تو حضرت صاحب نے مجھے طلب فرما کر نصیحت کی اور بڑی شفقت سے فرمایا۔ دیکھو بی بی یہ تو خُدا کی امانت تھی اُس نے لے لی۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔ اور فرمایا کہ ایک بہت نیک عورت تھی۔ اُس کا خاوند باہر گیا ہوا تھا جس دن اس نے واپس آنا تھا اس دن اس کا ایک ہی جوان بیٹا فوت ہو گیا تھا۔ اس عورت نے اپنے بچے کو غسل اور کفن دے کر ایک کمرے میں رکھ دیا اور خود خاوند کی آمد کی تیاری کرنے لگی۔ کھانا پکایا، کپڑے بدلے، زیور پہنا اور جب خاوند آ گیا تو اس کی خاطر داری میں مشغول ہو گئی۔ جب وہ کھانا کھا چکا اور آرام کر چکا تو اس نے کہا میں آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی کی امانت کسی کے پاس ہو اور وہ اس کو واپس مانگے تو کیا کرنا چاہیے۔ اس نے کہا کہ فوراً امانت شکریے کے ساتھ واپس کر دینی چاہیے۔ تو اس نیک بی بی نے کہا کہ ایک امانت آپ کے پاس بھی تھی۔ پھر وہ اپنے خاوند کو اس کمرے میں لے گئی جہاں بچے کی نعش پڑی ہوئی تھی اور کہا کہ اب آپ اسے خُدا کے سپرد کر دیں۔ یہ سُن کر میرا دل ٹھنڈا ہو گیا اور میں نے جزع فزع چھوڑ دی اور یوں مجھے اطمینان حاصل ہو گیا۔ (الفضل ۲۵ مئی ۱۹۹۴ء)

معزز قارئین! مندرجہ بالا واقع میں جس صابرہ شاکرہ صحابیہ کا ذکر کیا گیا ہے اُن کا نام اُمّ سلیمؓ تھا۔ آپؓ کے خاوند عظیم صحابی ابوطلحہؓ تھے۔ اس جوڑے کو اللہ تعالیٰ نے نو بیٹوں سے نوازا تھا۔ یہ سب کے سب قرآن کے عالم تھے۔ جس جوان بیٹے کی وفات کا ذکر ہے اُن کا نام ابوعمیرؓ تھا۔ آنحضور ﷺ اسے پیار سے بچپن میں فرمایا کرتے تھے ابوعمیر تمہاری نغیر یعنی چڑیا کیسی ہے؟ یہ بچہ بڑا خوبصورت اور وجیہہ تھا۔ آنحضور ﷺ اور ابوطلحہؓ اور اُم سلیمؓ کو بہت پیارا تھا۔

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہؓ کا بیٹا بیمار تھا۔ حضرت ابوطلحہؓ باہر گئے تو بچہ کی وفات ہو گئی۔ جب (حضرت ابوطلحہؓ) واپس لوٹے تو انہوں نے کہا میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ حضرت ام سلیمؓ نے کہا پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔ پھر رات کا کھانا انہوں نے پیش کیا تو انہوں نے کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے مقاربت کی۔ جب وہ فارغ ہوئے تو حضرت ام سلیمؓ نے کہا بچہ کو دفن کر

دو۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابوطلحہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو یہ بات بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: **اعرستم الليلة** ۔ کیا تم رات آپس میں ملے ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں آپؐ نے دُعا کی **اللّٰهم بارك لهما فولدت غلاما** ۔ چنانچہ انہوں (حضرت ام سلیمؓ) نے ایک لڑکے کو جنم دیا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے مجھ سے کہا کہ اسے اُٹھا کر نبی ﷺ کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ (حضرت انسؓ) اسے نبی ﷺ کے پاس لے آئے۔ انہوں (حضرت ام سلیمؓ) نے ان کے ساتھ کچھ کھجوریں بھجوائیں۔ نبی ﷺ نے بچہ کو لیا اور فرمایا اس کے ساتھ کچھ ہے؟ عرض کیا گیا جی ہاں کچھ کھجوریں ہیں۔ نبی ﷺ نے وہ لیں انہیں چبایا پھر اپنے منہ سے لے کر اُسے بچے کے منہ میں ڈال دیا اور اسے گھٹی دی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (صحیح مسلم جلد ۱۲ کتاب الادب حدیث نمبر ۳۹۸۲)

بعض لوگ غربت کے ہاتھوں تنگ آکر خودکشی کر لیتے ہیں یا ایسے راستوں کی طرف چل نکلتے ہیں جو شیطان کی راہیں کہلاتی ہیں۔ ایسے لوگوں کو سیرت حضرت محمد ﷺ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ آپؐ بعض اوقات بھوک کی شدت کو کم کرنے کے لئے اپنے پیٹ پر تین تین پتھر باندھتے تھے اور آپؐ کے صحابہ نے بھی شعب ابی طالب میں تین برس اپنے آقا حضرت محمد ﷺ کے ساتھ نہایت صبر سے گزارے اور ثابت قدم رہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایسا (کبھی نہیں ہوا) کہ آنحضرت ﷺ کے گھر والوں نے دو دن گیہوں کی روٹی سے اپنا پیٹ بھرا ہو اور ان دو دنوں میں سے ایک دن کی غذا کھجور نہ ہو۔ (بخاری، مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بعض مہینہ ہم پر ایسا گزرتا تھا کہ ہم اس میں آگ نہ جلاتے تھے اور ہماری غذا کا انحصار کھجور اور پانی پر ہوتا تھا۔ الا یہ کہ کہیں سے تھوڑا سا گوشت آ جاتا تھا۔ (بخاری)

معزز قارئین! تمام انبیاء صبر واستقلال کا بہترین نمونہ ہوتے ہیں۔ حضرت ایوّب نے اپنی بیماری میں ایسا صبر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے مظالم، بھوک اور افلاس پر ایسا صبر دکھایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال کر دیا۔ پھر ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے کامل صادق غلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالفتوں کے پہاڑوں کو صبر سے سر کیا اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے مخالفوں کو شرمندہ اور آپؑ کو ہمیشہ کے لئے زندہ اور پائندہ کر دیا۔ آپؑ نے ہر قسم کے صدمات کو بھی

نہایت صبر سے برداشت کیا۔ اور اپنے کامل صبر کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ سے بہترین نعم البدل بھی پائے۔ مثال کے طور پر آپؑ کے ایک کم عمر بیٹے حضرت مرزا مبارک احمد صاحب شدید بیمار ہوگئے۔ آپ نے اُن کی صحت یابی کے لئے تمام ممکنہ طریقے استعمال کئے، خدا کے حضور رو رو کر بے حد دُعائیں کیں، دن رات خدمت کی اور یہاں تک کہ اُن کا نکاح بھی کیا مگر وہ وفات پا گئے۔ وفات کے بعد آپؑ نے نہایت اعلیٰ درجہ کے صبر کا مظاہرہ کیا، تدفین کے بعد آپؑ نے اُن کا نام بھی اپنی زبان پر نہ لائے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مصلح موعودؓ جیسا پاکیزہ اور ظاہری اور باطنی علوم سے پُر فرزند عطا فرمایا۔ یہاں خاکسار کو ایک اور اسی طرح کا ملتا جلتا واقع جو کہ حضرت داؤد علیہ السلام سے منسوب ہے یاد آ رہا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے اپنے بیمار بیٹے کی صحت یابی کے لئے روزہ رکھا اور ساری رات خدا کے حضور التجا کرتے ہوئے سجدہ میں روتے روتے گزار دی۔ مگر وہ بچہ مر گیا۔ آپؑ بچے کے مر جانے کی خبر سننے کے بعد نہائے اور تیل لگایا، کپڑے بدلے اور اللہ کے گھر جا کر سجدہ کیا۔ اپنے گھر آئے اور کھانا ملازموں سے منگوا کر کھایا۔ جب آپؑ سے پوچھا گیا کہ جب وہ بچہ زندہ تھا تو تُو نے روزہ رکھا اور آنسو بہائے اب جبکہ بچہ مر چکا ہے تو تُو نے اپنے آپ ہی اُٹھ کر کھانا بھی کھا لیا ہے۔ آپؑ نے نہایت خوبصورت جواب دیتے ہوئے فرمایا: جب تک وہ بچہ زندہ تھا، مَیں نے روزہ رکھا اور آنسو بہائے کیونکہ مَیں نے سوچا کہ کون جانتا ہے کہ خداوند مجھ پر مہربان ہو جائے اور اُس بچہ کو زندہ رہنے دے لیکن اب جبکہ وہ مر چکا ہے تو مَیں روزہ کیوں رکھوں؟ کیا مَیں اُسے پھر واپس لا سکتا ہوں؟ مَیں ہی اُس کے پاس جاؤں گا لیکن وہ لوٹ کر میرے پاس نہیں آئے گا۔ (سموئیل باب ۱۲ آیات ۱۶ تا ۲۵) قارئین پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی صورت میں حضرت داؤد علیہ السلام کو فرزند عطا کیا۔

معزز قارئین! یقیناً اللہ تعالیٰ مشکلات میں صبر دکھانے والے کو عظیم الشان انعاموں سے نہ صرف دنیا میں بلکہ آخرت میں بھی نوازتا ہے۔ ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے وہ جانثار جو آپؐ کے گرد پروانوں کی طرح بھوکے ننگے بیٹھے رہتے تھے چند برسوں میں نا صرف آدھی دنیا کے بادشاہ بن گئے بلکہ قوموں کو جینے کا سلیقہ بھی بتایا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر کے وقت صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بھشت میں چھوٹے بچے:

عام طور پر خواتین اپنے چھوٹے بچوں کی وفات پر بہت دُکھی ہوتی ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ آیت **ویطوف علیھم ولدان مخلدون اذارائیتم حسبتھم لولوا منثورا۔** کے متعلق فرمایا:

اب یہ عورتوں کے متعلق ہے اور عورتیں خوش ہوں گی کہ ان کے آگے جو بچے پھریں گے وہ وہی ہوں گے جو اُن کے مرجاتے ہیں۔ وہ خوبصورت موتیوں کی طرح ہوں گے۔ وہ ہمیشہ ایک سے ہی رہیں گے۔ اس دُنیا میں تو بچہ بیمار ہو جاتا ہے، بعض دفعہ اس کی شکل بگڑ جاتی ہے، پھر کوئی بچہ ذہین ہوتا ہے کوئی کند ذہن ہوتا ہے مگر وہاں سب بچے ایک سے ہوں گے گویا موتی بکھرے ہوئے ہوں گے۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۱۸۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:۔

لا یموت لا حد من المسلمین ثلاثۃ من الولد فتمسہ النار الا تحلۃ القسم۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب)

مسلمانوں میں سے جس کے تین بچے مرجائیں اسے آگ نہیں چھوئے گی مگر قسم پوری کرنے کے لئے۔(**تحلۃ القسم** قسم پوری کی جائے عربی زبان کا محاورہ ہے جس کا مفہوم ہے بالکل نہیں۔شرح نووی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انصاری عورتوں سے فرمایا کہ تم میں سے جس عورت کے تین بچے فوت ہوئے اور وہ راضی برضا ہو تو وہ جنّت میں داخل ہوگی۔ اس پر ان میں سے ایک عورت نے کہا یا دو (بچے) یا رسولؐ اللہ! آپؐ نے فرمایا یا دو۔

رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمایا ہے کہ:۔ ’’بیماریوں کو بھی بُرا نہ کہیں۔‘‘

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ما من مسلم یصیبہ اذی من مرض فما سواہ الا حط اللہ بہ

سیئا تہ کما تحط الشجرۃ ورقھا۔

جب بھی کسی مسلمان کو بیماری وغیرہ سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے ذریعہ اللہ اس کی بدیوں کو اس طرح گرا دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو گراتا ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب۔ حدیث نمبر ۴۶۴۹)

رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

لا یصیب المومن من مصیبۃ حتی الشوکۃ الا قص بھا من خطایاہ او کفر بھا من خطایاہ ۔

کسی مومن کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی حتی کہ ایک کانٹا بھی جو اسے چبھتا ہے۔ اس کے عوض اس کی خطائیں کاٹ دی جاتی ہیں یا اس کے عوض اس کی خطاؤں کو دور کیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب۔ حدیث نمبر ۴۶۵۴)

غصہ نہ کریں:

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اے عائشہؓ! قیامت کے دن اللہ کے نزدیک درجہ کے لحاظ سے بدترین شخص وہ ہوگا جسے لوگ اس کی بدگوئی سے بچنے کی وجہ سے چھوڑ دیں یا ترک کردیں۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب۔ حدیث نمبر ۴۶۷۹)

حضرت جریرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من یحرم الرفق یحرم الخیر۔

جسے نرمی سے محروم کیا جاتا ہے وہ خیر سے محروم کیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب۔ حدیث نمبر ۴۶۸۰)

نبی ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ نرمی جس چیز میں بھی ہوتی ہے اسے زینت بخشتی ہے اور جس چیز سے نرمی نکال دی جائے اسے بدصورت بنا دیتی ہے۔

ایک اور روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار ہوئیں (تو) اس میں کچھ

سرکشی تھی۔ حضرت عائشہؓ بار بار اسے موڑنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے فرمایا اے عائشہؓ! نرمی اختیار کرو۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب۔ حدیث نمبر ۴۶۸۴)

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملك نفسه عند الغضب۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب۔ حدیث نمبر ۴۷۰۹۔ صحیح البخاری کتاب الادب جلد ۴ صفحہ ۱۳۰)

''طاقتور وہ نہیں ہے جو پچھاڑ دینے والا ہو طاقتور صرف وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو۔''

حضرت سلیمان بن صردؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا تو ان میں سے ایک غضب ناک ہونے لگا اور اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا۔ نبی ﷺ نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ مَیں ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ یہ کلمہ "**اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم**" کہے تو یہ ضرور اس سے جاتا رہے۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب۔ حدیث نمبر ۴۷۱۲)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

جب غصہ کی جھلاہٹ آدمی پر سوار ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ فوراً ہی وضو کرے اس لیے کہ بے محل اور مضر غصہ دلانے والا شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ پانی سے بجھ جائے اس لیے وضو غصہ کی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الادب جلد ۴ صفحہ ۳۲۷)

اور ایک اور حدیث میں ہے:

اگر کھڑے ہونے کی حالت میں غصہ آ جائے تو آدمی کو چاہیے کہ فوراً بیٹھ جائے تو غصہ اُتر جائے گا اور اگر بیٹھنے سے بھی غصہ نہ اُترے تو لیٹ جائے تاکہ غصہ ختم ہو جائے۔ (مسند احمد و مسند ابی ذر)

خود کشی نہ کریں:

عصر حاضر میں مادی آسائشوں کی خواہش نے لوگوں کو ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔ نامرادیوں

اور مایوسیوں نے ایسے لوگوں کے گرد ایسا جال بُن دیا ہے جس سے رہائی پانا جب اُن کے بس میں نہیں رہتا تو وہ خودکشی کر لیتے ہیں۔ جہاں غریب ممالک میں لوگ بھوک، افلاس بیماری اور گھریلو پریشانیوں کی وجہ سے خودکشیاں کر رہے ہیں وہاں امیر ممالک میں لوگ محبت کی کمیابی، معاشرے کی بے حسی، مزید مال کی خواہش، تنہائی، بیماری اور مایوسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی بہترین عطا زندگی کو ہلاک کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۱۹۶)

اور اپنے ہاتھوں (اپنے تئیں) ہلاکت میں نہ ڈالو۔

اللہ تعالیٰ احمدی خواتین، مَرد حضرات کو ایسے حرام کام کرنے سے بچائے آمین۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:۔

كان برجل جراح فقتل نفسه ،فقال الله بدرنی عبدی بنفسه حرمت علیه الجنة۔ (بخاری حدیث نمبر ۱۳۶۴ باب ۸۳ کتاب الجنائز)

ایک شخص کو زخم لگا، اس نے (زخم کی وجہ سے) خود کو مار ڈالا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے نے جان نکالنے میں مجھ پر جلدی کی۔ میں نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

الذی یخنق نفسه یخنقها فی النّار ،والذی یطعنها یطعنها فی النّار۔ (بخاری حدیث نمبر ۱۳۶۵ باب ۸۳ کتاب الجنائز)

جو اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر مارتا ہے وہ آگ میں بھی اپنا گلا گھونٹے گا اور جو اپنے آپ کو زخمی کر کے مارتا ہے وہ آگ میں بھی اپنے آپ کو زخمی کر کے مارتا رہے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من قتل نفسه بحدیدة فحدیدته فی یده یتوجا بها فی بطنه فی نار جهنم خالدا مخلدا فیها ابدا و من شرب سما فقتل نفسه فهو یتحساه فی نار جهنم خالدا مخلدا فیها ابدا ومن تردی من جبل فقتل

نفسه فهوا يتردى فى نار جهنم خالدا مخلدا فيها ابدا ـ

جس نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ میں اسے اپنے پیٹ میں ہمیشہ ہمیش گھونپتا رہے گا اور جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو وہ جہنم میں اسے گھونٹ گھونٹ ہمیشہ ہمیش پیتا رہے گا اور جس نے پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کی وہ جہنم کی آگ میں (بلندی سے) ہمیشہ ہمیش گرتا رہے گا۔

(مسلم جلد ا کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۰۹ (۱۵۰) شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

بُری عورتوں کو گھروں میں داخل نہ کریں:

حضرت مصلح موعودؓ سورۃ نور کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

قرآن سے پتہ لگتا ہے کہ بعض عورتوں سے پردہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ہر ملک میں یہ رواج ہے اور ہمارے ملک میں بھی تھا گو اَب کم ہوگیا ہے کہ بدچلن لوگوں نے آوارہ عورتیں رکھی ہوئی ہوتی ہیں جو گھروں میں جا کر آہستہ آہستہ عورتوں کو ورغلاتی اور انہیں نکال کر لے جاتی ہیں۔ اس قسم کی عورتوں کو روکنے کے لئے شریعت نے یہ حکم دیا ہے کہ ہر عورت کو گھر میں داخل ہونے کی کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔ بلکہ وہی عورتیں آئیں جن کے متعلق اس قسم کا کوئی خطرہ نہ ہو۔ اور اُن کے حالات سے پوری واقفیت ہو۔ اگر کوئی شخص تاریخ کا مطالعہ کرے تو اُسے معلوم ہوگا کہ سپین اور ہندوستان میں عورتوں کی وجہ سے ہی تباہی آئی ہے۔ سپین کے عیسایئوں نے جب مسلمانوں میں اپنی عورتیں پھیلائیں اور اُن سے طرح طرح کے گندے کام لئے اور انہیں اپنے مذہب کے پھیلانے کا ایک ذریعہ بنایا اور بہت سی مسلمان عورتوں کے خیالات کو بدل دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کی نسلوں میں عیسائیت کے خلاف کوئی جوش نہ رہا اور وہ اُن سے اِس قدر مِل جُل گئے کہ عیسائیوں کو اُن پر اقتدار حاصل ہوگیا۔ دوسری طرف عیسائیوں نے اپنی عورتوں کے ذریعے مسلمانوں میں عیّاشی اور آرام طلبی کی عادت ڈال دی ۔جس سے اُن میں نہ غیرتِ اسلامی رہی اور نہ لڑنے کی طاقت رہی۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ عیسائیوں نے مسلمانوں کے ملک پر قبضہ جمانا شروع کیا اور وہ بڑھتے بڑھتے غرناطہ کی دیواروں تک

آ پہنچے مگر مسلمان پھر بھی بیدار نہ ہوئے اور وہ اپنے عیش میں اس طرح مست رہے کہ گویا شہر کے باہر فوج نہیں بلکہ برات پڑی ہے۔ آخر انہوں نے اپنا وطن ترک کرنے کی ٹھانی اور افریقہ جانا چاہا مگر عیسائی انہیں کب واپس جانے دیتے تھے۔ انہوں نے وہ جہاز ڈبو دیئے جن میں خود عیسائی بادشاہ کی اجازت سے مسلمانوں نے اسلامی لٹریچر کی کتابیں بھری تھیں اور اس طرح سپین سے اسلام اور مسلمانوں کا نام تک مٹا دیا۔ اِسی طرح ہندوستان میں بھی عیسائی مِسوں نے مسلمانوں کے گھروں میں جا جا کر کئی عورتوں کو عیسائی بنا لیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان اَب بھی پادریوں کے سکولوں میں اپنی لڑکیاں داخل کرتے ہیں جہاں پڑھانے والی عیسائی عورتیں ہوتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لڑکیاں خود مذہب سے بیزار ہو جاتی ہیں اور اسلام پر ہنسی اُڑاتی ہیں۔ الا ماشاءاللہ۔

او نسا ھن۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عورتوں کے متعلق بھی پہلے تحقیق کر لیا کرو کہ اُن کا چال چلن کیسا ہے۔ اور جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو پھر انہیں گھر میں آنے کی اجازت دو۔ اور یہی **نساء ھن** سے مراد ہے یعنی وہ عورتیں جو تمہارے گھروں میں آئیں ایسی دیکھی بھالی ہوں کہ گویا تمہاری اپنی ہی عزیز ہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۰۱، ۳۰۲)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

”مخنّث سے بھی عورتوں کو پردہ کرنا چاہیئے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ اپنی بیویوں سے فرمایا: کہ اگر مخنّث آئے تو اُس سے بھی پردہ کرو۔ اِسی طرح آپ نے فرمایا کہ یہ باہر جا کر دوسرے مردوں سے باتیں کرتے ہیں اور اِس طرح اشاعت فحش کا موجب ہوتے ہیں۔“

(سنن ابوداؤد کتاب اللباس وابن ماجہ کتاب النکاح ومسند احمد بحوالہ تفسیر کبیر جلد ۶ از حضرت مصلح موعودؓ)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَسْتَأْذِنكُمُ الَّذِينَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِينَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنكُمْ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ مِن قَبْلِ صَلَاةِ الْفَجْرِ وَحِينَ تَضَعُونَ ثِيَابَكُم مِّنَ الظَّهِيرَةِ وَمِن بَعْدِ صَلَاةِ الْعِشَاءِ ثَلَاثُ عَوْرَاتٍ لَّكُمْ ـ

(سورۃ النور آیت ۵۹)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے وہ جو تمہارے زیرِ نگیں ہیں اور وہ جو تم میں سے ابھی بالغ نہیں ہوئے، چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمہاری خواب گاہوں میں داخل ہونے سے پہلے) تم سے اجازت لیا کریں۔ صبح کی نماز سے قبل اور اس وقت جب تم قیلولے کے وقت (زائد) کپڑے اتار دیتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد۔ یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔

وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۔ (سورۃ النور آیت ۵۹)

اور جب تم میں سے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو اسی طرح اجازت لیا کریں جس طرح ان سے پہلے لوگ اجازت لیتے رہے۔

خلیفہ اولؓ سورہ النّور کی ان آیات کے بارے میں فرماتے ہیں۔ قرآن نے حُکم دیا ہے کہ اے ایمان والو تمہارے گھر میں تین وقتوں میں غیر مرد اور نابالغ لڑکے نہ آویں۔ قبل از نمازِ فجر، دوپہر اور بعد عشاء۔ کیونکہ یہ خاص احتیاط کا وقت ہے۔ (حقائق الفرقان جلد ۳ صفحہ ۲۳۲)

حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

''میری نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ میری بیوی کی عمر چھوٹی تھی۔ میرے ایک دوست تھے انہوں نے کہا کہ ہماری بیوی تمہاری بیوی سے ملاقات کرنا چاہتی ہے۔ مَیں نے کہا شوق سے وہ آئیں۔ چنانچہ وہ آئی میری بیوی کو دیکھتے ہی ایک بڑا ٹھنڈا سانس بھرا اور کہا کہ ہائے تیری تو قسمت پھوٹ گئی۔ تُو تو ابھی بچی ہے اور تیرے ماں باپ اور بھائیوں نے تیری مولوی کے ساتھ شادی کر دی جو تیرے باپ کی عمر کے ہیں۔ مَیں نے اپنی بیٹی کی شادی نہایت خوبصورت اور جوان شخص سے کی ہے۔ میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ یہ عورت کون ہے؟ مَیں نے کہا کہ ہمارے ایک دوست کی بیوی ہے۔ میری بیوی نے کہا کہ یہ مجھ سے ایسا کہتی ہے اور اُس کی باتیں اُس کے سامنے ہی نقل کر دیں۔ وہ سُنتے ہی فوراً وہاں سے چل دی مجھ کو کچھ کہنے کی نوبت نہ پہنچی۔ اس کی لڑکی کی جس شخص کے ساتھ شادی ہوئی یعنی اس کا داماد تپ دق سے جلد مَر گیا پھر دوسرے کے ساتھ شادی کی چند روز بعد تقریباً ایک ہزار روپیہ دے کر اس سے طلاق حاصل کی۔ اب بھی وہ لڑکی موجود ہے۔ قرآن مجید میں اسی واسطے علی العموم عورتوں کو گھروں میں

آنے سے روکا گیا ہے۔'' (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳)

ناجائز مطالبے:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت تنگ کرتی ہے کہ سودی روپیہ لے کر زیور بنا دو اور اس کا خاوند غریب ہے۔

جواب: ''وہ عورت بڑی نالائق ہے جو خاوند کو زیور کے لیے تنگ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ سود لے کر بنا دے۔

پیغمبر خدا ﷺ کو ایک دفعہ ایسا واقع پیش آیا اور آپ کی ازواج نے آپ سے بعض دنیوی خواہشات کی تکمیل کا اظہار کیا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان کو یہ فقیرانہ زندگی منظور نہیں ہے تو تُو اُن کو کہہ دے کہ آؤ تم کو الگ کر دُوں۔ انہوں نے فقیرانہ زندگی اختیار کی۔ آخر نتیجہ یہ ہوا کہ وہی بادشاہ ہو گئیں۔ وہ صرف خدا کی آزمائش تھی۔'' (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۶۰۵، ۶۰۶)

رسم و رواج سے بچیں:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''اسلام رسم و رواج کا سخت مخالف ہے۔ کیونکہ بہت سی رسوم بھی بدی کا ایک راستہ بن جاتی ہیں۔ بہت سی بدیاں انسان اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ رسوم میں جکڑا ہوا ہوتا ہے۔ مثلاً اس کے پاس روپیہ کافی نہیں ہوتا اور ملک کی رسم چاہتی ہے کہ خاص قسم کا لباس پہنے۔ وہ اس رسم کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے ناجائز ذرائع سے روپیہ کماتا ہے۔ اس لئے اسلام رسموں سے منع کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ وہ ایک بوجھ ہیں جن کو قومی خوف کی وجہ سے انسان اُٹھاتا ہے ورنہ وہ بوجھ طاقت سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان میں غریب اور امیر۔ مقروض اور آزاد کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ اور لوگوں کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنی خیالی عزت کی حفاظت اور اپنے ہم عصر لوگوں میں ذلیل ہونے سے بچنے کی غرض سے گناہ اور بدی میں مبتلا ہوں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کی آمد کی ایک غرض یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ تا آپ کے ذریعہ لوگوں کو رسوم کے پھندے سے نکالا جائے چنانچہ فرمایا: **الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ**

النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْباً عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيْلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۔(سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷ ع ۱۹) یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص طور پر ان لوگوں کو ملے گی جو کامل طور پر اس موعود رسول کی اطاعت کریں گے جس کی بعثت کی بشارت کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ رسول وقت پر مبعوث ہو کر انہیں نیک کاموں کی تلقین کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام قرار دیتا ہے اور وہ ان سے سخت حکموں کے بوجھوں کو اور رسومات کے پھندوں کو جو ان کی گردنوں میں پڑے ہوئے تھے دُور کرتا ہے۔

چونکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی ایک غرض رسم و رواج کو مٹانا تھا۔اس لئے اسلام نے صرف رسوم کی مخالفت ہی نہیں کی بلکہ ان کو مختلف دلائل کے ذریعہ سے جڑ سے اُکھیڑنے کی پوری کوشش کی ہے۔چنانچہ اس نقطہءِ نظر کے ماتحت رسم و رواج کے پیچھے چلنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَى مَا أَنزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَ نَا، أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئاً وَلَا يَهْتَدُوْنَ۔ (سورۃ المائدہ آیت ۱۰۴ ع ۱۴)

اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے اتارا ہے اس کی طرف آؤ اور رسول کی طرف آؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لیے وہی بہت کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباء واَجداد کو پایا۔کیا اس صورت میں بھی (کافی ہے) کہ ان کے آباواَجداد کچھ بھی نہیں جانتے تھے اور نہ ہدایت حاصل کرتے تھے۔

یعنی جب لوگوں کو یہ دعوت دی جاتی ہے۔کہ اس شریعت کی پیروی کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہے۔تو اس کے جواب میں یہ کہہ دیتے ہیں کہ جن رسوم وعادات پر ہم نے اپنے باپ دادا کو چلتے ہوئے پایا وہی طریق ہمارے لئے کافی ہے۔پنے باپ دادا کی تقلید کا دعویٰ کرنے والے یہ نہیں سمجھتے کہ ہوسکتا ہے کہ ان رسوم کے ترویج دینے والے نہ تو کوئی ذاتی علم رکھتے ہوں جس کی بناء پر انہوں نے ان رسوم کو چلایا اور نہ انہیں خدا کی طرف سے کوئی ہدایت ملی ہو کہ وہ ان

رسوم کو رائج کریں۔بلکہ ان کی جاری کردہ رسُوم سراسر جہالت پر مبنی ہوں تو کیا یہ لوگ پھر بھی لکیر کے فقیر بنے رہیں گے۔گویا اسلام رسم ورواج کی تقلید کرنے کو جہالت قرار دیتا ہے اور بار بار کہتا ہے کہ ہر کام کی بنیاد واقعات۔حقائق اور بیّنات وشواہد پر ہونی چاہیے۔جیسے فرمایا۔اے ہمارے رسول اعلان کردو کہ **علی بصیرۃ انا و من اتبعنی** ۔(یوسف ۱۲ ع ۶) میرے اور متبعین کے عقائد کی بنیاد رسم ورواج پر نہیں بلکہ ہماری بنیاد حقائق وشواہد اور بیّنات پر ہے۔کیونکہ کامیابی رسم ورواج پر چل کر نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آمدہ ہدایت ہی کامیابیوں کے راستے کھولتی ہے۔پس اسلام رسم ورواج کو مٹاتا اور اس کی سخت مخالفت کرتا ہے اور رسم ورواج پر چلنے والوں اور اس کی ترویج کرنے والوں کو جاہل قرار دیتا ہے اور اس کے مقابل پر خدائی ہدایت پر چلنے کی دعوت دیتا ہے۔کیونکہ حقیقی اطاعت کا مادہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے نازل ہونے والی ہدایت سے ہی پیدا ہوسکتا ہے اور رسم ورواج کی پیروی جبر واکراہ سے ہوتی ہے نا کہ بشاشتِ قلب سے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۳۶،۴۳۷)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

إِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا إِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْراً۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۸)

''یقیناً فضول خرچ لوگ شیطانوں کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے ربّ کا بہت ناشکرا ہے۔''

رسم ورواج کے دلدادہ لوگ رسموں پر بے انتہا خرچ کرتے ہیں۔اگر ان کے پاس رقم نہ ہو تو قرض لے کر خود ساختہ بتوں کی نذر کردیتے ہیں۔یہ سب حرام اور فضول خرچی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

انا اعتدنا للکٰفرین سَلاسِلا و اغلا لًا و سعیرا۔ (سورۃ الدھر)

جو لوگ انکار کرتے ہیں اُن کے لئے زنجیریں اور طوق ہیں اور آگ رکھی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''وہ زنجیر کیا ہے؟ وہ رسوم ہیں جن کا تعلق قوم کے ساتھ ہوتا ہے۔مثلاً بیٹے کا بیاہ کرنا ہے تو

خواہ پاس کچھ نہ ہو قرض لے کر رسوم پوری کرنی ہوتی ہیں۔ یہ زنجیر ہوتی ہے جو جو کافر کو جکڑے رہتی اور وہ اس سے علیحدہ نہیں ہو پاتا۔ اِس کے مقابلہ میں مومن ہے اُس کے نکاح پر کچھ خرچ نہیں ہوتا۔ اگر توفیق ہے تو چھوہارے بانٹ دو۔ اگر نہیں تو اس کے لئے بھی جبر نہیں۔ پھر اغلال وہ عادتیں ہیں جن کا اپنی ذات سے تعلق ہے۔ اسلام عادتوں سے بھی روکتا ہے، شراب، حقہ، چائے کسی چیز کی بھی عادت نہ ہونی چاہیے۔''

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''نکاح کے متعلق چار باتیں ہیں۔ دو تو اسلام کا حصہ ہیں۔ ایک یہ کہ لڑکی کی اجازت کے ساتھ نکاح کیا جائے اور دوسرے اعلانِ نکاح لیکن دوسری دو اسلام کا حصہ نہیں۔ پہلی یہ کہ لڑکے والے لڑکی کے مکان پر جا کر لڑکی کو لائیں کیونکہ یہ بات دونوں طرح ثابت ہے۔ لڑکے والے بھی جا کر لڑکی کو لے آتے ہیں اور ایسا بھی ثابت ہے کہ خود لڑکی والے لڑکے کے گھر لڑکی پہنچا دیتے ہیں بلکہ میرا مطالعہ تو یہ ہے کہ کثرت سے اس کی مثالیں ملتی ہیں کہ خود لڑکی والے لڑکے والوں کے گھر لڑکی لے آئے۔ پس ایک نئی پابندی اسلام میں داخل کرنی کہ لڑکے والے ہی ضرور لڑکی کو لینے جائیں ٹھیک نہیں اور اس سے مشکلات ہوں گی۔ اس میں شبہ نہیں کہ لڑکی کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے عام طور پر لڑکے والے اُسے لینے جاتے ہیں لیکن اگر لڑکی والے خود پہنچا دیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ دوسری بات جہیز دینا ہے۔ جس چیز کو شریعت نے مقرر کیا ہے وہ یہی ہے کہ مرد عورت کو کچھ دے۔ عورت اپنے ساتھ کچھ لائے یہ ضروری نہیں۔ اور اگر کوئی اس کے لئے مجبور کرتا ہے تو وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ ہاں اگر اس کے والدین اپنی خوشی سے کچھ دیتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ ضروری نہیں۔ ہاں لڑکے والے نہ دیں گے تو یہ ناجائز ہوگا۔ شریعت نے ہر مرد کے لئے عورت کا مہر مقرر کرنا ضروری رکھا ہے۔

میر صاحب کے مضمون میں بعض باتیں اور بھی ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آئیں۔ مثلاً اگر یہ کہ اگر رشتہ دار شامل ہوں گے تو انہیں کپڑوں کا لحاظ رکھنا پڑے گا اور وہ نئے کپڑے بنوائیں گے حالانکہ شمولیت کا لازمی نتیجہ کپڑے بنانا نہیں۔ ہم یہاں موجود ہیں لیکن ہم نے کوئی نئے کپڑے نہیں بنائے جو موجود تھے وہی پہنے ہوئے ہیں۔ تو شمولیت کو اس وجہ سے ترک نہ کرنے کی کوشش کی جائے۔''

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۲۴۰)

حضرت مصلح موعودؓ مزید فرماتے ہیں:۔

''شریعت نے صرف مہر مقرر کیا ہے اس کے علاوہ لڑکی والوں کی طرف سے زیور اور کپڑے کا مطالبہ ہونا بے حیائی ہے اور لڑکی بیچنے کے سوا اس کے کوئی اور معنے میری سمجھ میں نہیں آئے۔ یہ خاوند کا کام ہے کہ اپنی بیوی کے لئے جو تحائف مناسب سمجھے لائے اسے مجبور کر کے تحائف لینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کسی کو گردن سے پکڑے اور اس کے منہ پر مکّا مار کر کہے مجھے چومو۔ وہ بھی کوئی پیار ہے جو مار کر کرایا جائے۔ اسی طرح وہ کیا تحفہ ہے جو مجبور کر کے اور یہ کہہ کر کہ اگر یہ چیزیں نہ دو گے تو لڑکی نہیں دی جائے گی وصول کیا جائے۔ یہ تحفہ نہیں بلکہ جرمانہ ہوگا جس سے محبت نہیں بڑھ سکتی۔

فضول رسمیں قوم کی گردن میں زنجیریں اور طوق ہوتے ہیں جو اسے ذلت اور ادبار کے گڑھے میں گرا دیتے ہیں اسلام ان سے منع کرتا اور اعتدال سکھاتا ہے۔ اور جہاں ان لوگوں کے خلاف اظہار نفرت اور حقارت کرتا ہے جو اپنی بیوی کے لئے کسی قسم کا ہدیہ لانا ناجائز سمجھتے ہیں کیونکہ ہدیہ وداد اور محبت کے اذدیاد کا ذریعہ ہوتا ہے وہاں ان کو بھی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو مجبور کر کے ہدایا اور تحائف وصول کرتے ہیں۔ اگر یہ ناجائز ہے کہ شادی کے تحائف اور ہدایا رد کر دیئے جائیں اور ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جائے تو یہ بھی ناجائز ہے کہ کسی کو مجبور کیا جائے کہ ضرور تحائف دو۔ یہ دونوں باتیں شریعت کے خلاف ہیں۔ اسلامی امت وسطی امت ہے جسے ہر بات میں درمیانہ طریق اختیار کرنے کا حکم ہے۔''

(خطبات محمود حصہ سوم صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''پھر کئی قسم کی رسمیں اور بدعتیں ہیں جن کے کرنے کے لئے عورتیں مردوں کو مجبور کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ اس طرح نہ کیا گیا تو باپ دادا کی ناک کٹ جائے گی گویا وہ باپ دادا کی رسموں کو چھوڑنا تو پسند نہیں کرتیں کہتی ہیں اگر ہم نے رسمیں نہ کیں تو محلّہ والے نام رکھیں گے لیکن اگر خدا تعالیٰ ان کا نام رکھے تو اس کی انہیں پرواہ نہیں ہوتی۔ محلّہ والوں کی انہیں بڑی فکر ہوتی ہے لیکن خدا تعالیٰ انہیں کافر اور فاسق قرار دے دے تو اس کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ کہتی ہیں یہ ورتارا ہے اسے ہم چھوڑ نہیں سکتیں۔ لیکن قائم خدا تعالیٰ ہی کا ورتارا رہے گا باقی سب کچھ یہیں رہ جائے گا اور انسان اگلے جہان چلا جائے گا جہاں

کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کا دن ایسا سخت اور خطرناک ہوگا کہ ہر ایک رشتہ دار رشتہ داروں کو چھوڑ کر الگ الگ اپنی فکر میں گرفتار ہوگا۔ پس عورتوں کو چاہیے کہ اس دن کی فکر کریں۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور اس تعلق کو مظبوط کرو جو قیامت میں تمہارے کام آئے گا۔ دنیا کے تعلق اور دُنیا کی باتیں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ اب تو رسمیں کم ہوتی جاتی ہیں تاہم ہندوؤں کی رسمیں جو مسلمانوں میں آگئی ہیں ان کے متعلق سوچنا چاہیے کہ ان کا کیا فائدہ ہے؟ عقلمند انسان وہی کام کرتا ہے جس میں کوئی فائدہ ہو۔ مگر آج کل بیاہ شادیوں میں جو رسمیں کی جاتی ہیں ان کا کیا فائدہ ہوتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ صرف اس لئے کی جاتی ہیں کہ ہمارے باپ دادا کی رسمیں ہیں۔ مگر جن لوگوں میں ایمان داخل ہوجاتا ہے اور وہ دین پر عمل کرتے ہیں وہ ہرگز اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ ان کے باپ دادا کیا کیا کرتے تھے۔ محمد ﷺ سے بڑھ کر کسی کے باپ دادا کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔ آپؐ نے کفر سے نکال کر ایمان جیسی نعمت عطاء کی اس لئے آپؐ سے بڑھ کر کسی کی کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ لیکن افسوس کہ لوگ آپؐ کو چھوڑ کر باپ دادا کی فضول رسموں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور چونکہ یہ باتیں زیادہ تر عورتوں میں پائی جاتی ہیں اس لئے ان کی حالت بہت ہی قابلِ افسوس ہے۔''

(انوار العلوم جلد ۵ صفحہ ۱۵۲، ۱۵۴)

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث بدرسوم کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''بدرسوم اور ایمان اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ اس وقت مجھے تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کی اشاعت اور نبی کریم ﷺ کی عظمت اور جلال کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے جس قسم کی قربانی اور جس حد تک قربانی دینا ضروری ہے۔ جو شخص رسوم کے بندھنوں میں بندھا ہوا ہے وہ اس حد تک قربانی نہیں دے سکتا۔

بعض لوگ ہماری جماعت میں بھی ہیں جو مثلاً اپنی لڑکی کی شادی کرتے وقت خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے سادہ طریق کو چھوڑ کر اپنی خاندانی رسوم کے مطابق اسراف کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں وہ مقروض ہوجاتے ہیں۔ پھر مجھے لکھتے ہیں کہ میں بہت مقروض ہوگیا ہوں۔ مہربانی کر کے میرے چندہ کی شرح کم کردی جائے کیونکہ اب میں مجبوراً ۱۶۔۱ کی بجائے ۳۲۔۱ یا ۵۰۔۱ یا ۶۴۔۱ ادا کر

سکتا ہوں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے انہیں فرمایا تھا کہ تم رسوم کو چھوڑ دو اور بدعات کو ترک کردو۔ مگر انہوں نے رسوم کو نہ چھوڑا۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی بھی مول لی اور قرض میں بھی مبتلا ہوگئے۔ تو فرماتا ہے کہ وہ لوگ اس گروہ میں شامل نہ ہوسکے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَعَزَّرُوہُ** کہ وہ قربانیاں دے کر نبی کریم ﷺ کی مدد کرتا اور شریعت اسلام کے قیام کے لئے کوشاں رہتا ہے میں نظارت اصلاح و ارشاد کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ جتنی رسوم اور بدعات ہمارے ملک کے مختلف علاقوں میں پائی جاتی ہیں ان کو اکٹھا کیا جائے اور اس بات کی نگرانی کی جائے کہ ہمارے احمدی بھائی ان تمام رسوم اور بدعات سے بچتے رہیں۔

اس وقت میں مختصراً بتا رہا ہوں کہ جو شخص رسوم اور بدعات کو نہیں چھوڑتا جس طرح اس کا ایمان پختہ نہیں اسی طرح وہ نبی کریم ﷺ کی مدد اور اسلام کی تقویت کے لئے وہ قربانیاں بھی نہیں دے سکتا جن قربانیوں کا اسلام اس سے مطالبہ کرتا ہے۔۔۔۔

پس ہر احمدی پر، ہر احمدی خاندان اور ہر احمدی تنظیم پر یہ فرض ہے کہ وہ خود بھی اپنے آپ کو رسوم اور بدعتوں سے بچائے رکھے، محفوظ رکھے اور اس بات کی بھی نگرانی کرے کہ کوئی احمدی بھی رسوم و رواج کی پابندی کرنے والا نہ ہو اور بدعات میں پھنسا ہوا نہ ہو۔

دنیا میں رسوم و بدعات کا عجیب جال بچھا ہوا ہے۔ جب آدمی ان پر غور کرتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے کہ خدا نے جس مخلوق (انسان) کو اشرف المخلوقات بنایا اور جس پر آسمانی رفعتوں کے دروازے کھولے وہ کس طرح اتھاہ گہرائیوں میں گر جاتا ہے اور پھر کس طرح نور کی بجائے ظلمات میں آرام و راحت پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو ان رسوم و بدعات سے محفوظ رکھے۔''

(خطبہ جمعہ ۹ ستمبر ۱۹۶۶ء بحوالہ خطبات ناصر صفحہ ۳۸۶)

مشعل راہ :

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زندگی عورتوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ حضرت عائشہؓ نے مسلمان خواتین کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کا وہ کام سرانجام دیا جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ احادیثِ

نبویؐ کا ایک بہت بڑا اور بہت ضروری حصّہ آپؓ ہی کی روایات پر مبنی ہے۔حتیٰ کہ ان روایتوں کی کل تعداد دو ہزار دوسو دس تک پہنچتی ہے۔(زرقانی جلد۳ صفحہ۲۳۴) ان کے علم وفضل اور تفقّہ فی الدین کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ اُن کا لوہا مانتے اور ان سے فیض حاصل کرتے تھے۔حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد صحابہ کو کوئی علمی مشکل ایسی پیش نہیں آئی کہ اس کا حل حضرت عائشہؓ کے پاس نہ مل گیا ہو۔(ترمذی باب مناقب عائشہؓ) عروہ بن زبیرؓ کا قول ہے کہ میں نے کوئی شخص علمِ قرآن اور علمِ میراث اور علمِ حلال وحرام علمِ فقہ اور علمِ شعر اور علمِ طِب اور علمِ حدیثِ عرب اور علمِ انساب میں عائشہؓ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔(حاکم وطبرانی بحوالہ زرقانی جلد۳ صفحہ۲۳۴) زہد وقناعت میں ان کا یہ مرتبہ تھا کہ ایک دفعہ ان کے پاس کہیں سے ایک لاکھ درہم آئے انہوں نے شام ہونے سے پہلے پہلے سب خیرات کر دیے حالانکہ گھر میں شام کے کھانے تک کے لئے کچھ نہیں تھا۔(ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۴۶) آنحضورﷺ انہیں خاص طور پر عزیز رکھتے تھے اور بعض اوقات فرماتے تھے کہ سب لوگوں میں عائشہ مجھے محبوب ترین ہے۔(بخاری باب مناقب ابی بکرؓ) آنحضرتﷺ نے ایک دفعہ فرمایا کہ مردوں میں تو بہت لوگ کامل گزرے ہیں لیکن عورتوں میں کاملات بہت کم ہوئی ہیں۔پھر آپؐ نے آسیہ اہلیہ فرعون اور مریم بنت عمران کا نام لیا اور پھر فرمایا کہ عائشہ کو عورتوں پر وہ درجہ حاصل ہے جو عرب کے بہترین کھانے ثرید کو دوسرے کھانوں پر ہوتا ہے۔(بخاری فضل عائشہ) ایک دفعہ بعض دوسری ازواج مطہرات نے کسی اہلی امر میں حضرت عائشہؓ کے متعلق آنحضرتﷺ سے کوئی بات کہی مگر آپؐ خاموش رہے، لیکن جب اصرار کے ساتھ کہا گیا تو آپؐ نے فرمایا ''میں تمہاری ان شکایتوں کا کیا کروں مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کبھی کسی بیوی کے لحاف میں مجھ پر میرے خدا کی وحی نازل نہیں ہوئی، مگر عائشہ کے لحاف میں وہ ہمیشہ نازل ہوتی ہے۔''

(بخاری فضل عائشہ)(بحوالہ سیرت النبیﷺ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے)

عورت خوشبودار پھول:

ایک دن خالد ابن یزید نے کسی رشتہ دار کے سامنے اپنے برادر نسبتی (بیوی کے بھائی) کے متعلق سخت الفاظ کہے ان کی بیوی رملہ بنت زبیر ان کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھیں، وہ سَر جھکائے

خاموش بیٹھی رہیں۔خالد نے جب سب کچھ کہہ ڈالا پھر بھی اس کے غصہ کی آگ نہ بجھی تو اس نے اپنی اہلیہ (رملہ) سے خطاب کرتے ہوئے کہا کیوں تم نے کچھ کہا نہیں؟ کیا میری بات کا تمہیں بھی اعتراف ہے کہ تمہارا بھائی واقعتاً ایسا ہی ہے، اس لیے چُپ بیٹھی ہو یا میری بات تمہیں ناگوار گزری اور جواب نہ دینا پڑے اس لیے خاموش ہو؟ رملہ نے کہا ''میرے پیش نظر نہ یہ رُخ ہے اور نہ وہ۔بات یہ ہے کہ ہم عورتوں کا کام مردوں کے درمیان دخل دینا نہیں نہ ہم اس لیے پیدا کی گئی ہیں، ہماری حیثیت تو خوشبودار پودوں اور پھولوں کی سی ہے، جو سونگھنے اور اورنظروں کو بھانے کے لیے سمیٹے جاتے ہیں، اس لیے تم مَردوں کے معاملات میں دخل اندازی سے ہمیں کیا واسطہ''۔خالد کو اپنی بیوی کا یہ جُملہ اتنا پسند آیا کہ کہ وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور آکر بیوی کا ماتھا چوما اور بہت ہی خوش ہوا اور جو دِل میں اپنے برادر نسبتی کے متعلق ناگواری تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔ (المراۃ المثالیۃ صفحہ۱۶)

عمدہ خوشبو:

حضرت اسماء بنت خارجہ انفرادی نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اسے کہا کہ اب تم اس نشیمن سے نکل رہی ہو جو تمہارا ملجا وماویٰ تھا، اب تم اس کے گھر جارہی ہو جس سے تم نے کبھی بھی محبت نہیں کی۔ لہٰذا تُو اس کی زمین بن جاوہ تیرا آسمان ہوگا، تُو اس کا بچھونا بن جاوہ تیری عمارت بن جائے گا، تُو اس کی باندی بن جاوہ تیرا خادم بن جائے گا، اس سے کنارہ کش نہ رہنا ورنہ وہ تجھ سے دور ہوجائے گا، اس سے دور نہ ہونا ورنہ وہ تجھے بھول جائے گا، اگر وہ تیرا اقرب چاہے تو اس کے قریب ہو، اگر وہ تجھ سے دور ہونا چاہے تو تُو بھی دور ہوجا، اس کی ناک، کان، آنکھ کی حفاظت کرنا تا کہ وہ تجھ سے عمدہ خوشبو کے علاوہ اور کچھ نہ سونگھے اور کچھ نہ سنے اور وہ تجھے ہمیشہ خوبصورت ہی دیکھے۔

پردہ

معزز قارئین! پردہ کا حکم صرف عورتوں کے لئے نہیں ہے بلکہ مردوں کے لئے بھی ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ عورتوں کو پردہ کا اور غص بصر کا حکم دیتا ہے وہیں مردوں کو نگاہیں نیچی رکھنے اور شرمگاہوں کی حفاظت کا حکم دیتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں پہلے مومن مردوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا

ہے کہ:۔

قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔ (سورۃ النور آیت ۳۱)

مومنوں کو کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ بات ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔یقیناً اللہ، جو وہ کرتے ہیں، اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

اور پھر مومن عورتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاء بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِيْ أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِيْنَ غَيْرِ أُوْلِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوْرَاتِ النِّسَاء وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِن زِيْنَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيْعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔ (سورۃ النور آیت ۳۲)

اور مومن عورتوں سے کہہ دے کہ وہ اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کیا کریں سوائے اس کے کہ جو اس میں سے ازخود ظاہر ہو۔ اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کیا کریں مگر اپنے خاوندوں کے لئے یا اپنے باپوں یا اپنے خاوندوں کے باپوں یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں یا اپنی بہنوں کے بیٹوں یا اپنی عورتوں یا اپنے زیرنگیں مَردوں کے لئے یا مَردوں میں ایسے خادموں کے لئے جو کوئی (جنسی) حاجت نہیں رکھتے یا ایسے بچوں کے لئے جو عورتوں کی پردہ دار جگہوں سے بے خبر ہیں۔ اور اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ (لوگوں پر) وہ ظاہر کر دیا جائے جو

(عورتیں عموماً) اپنی زینت میں سے چھپاتی ہیں۔ اور اے مومنو! تم سب کے سب اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:۔

قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ۔۔۔۔ (سورۃ النور آیت ۳۱) **وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ۔۔۔وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيْعاً أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔** (سورۃ النور آیت ۳۲) **وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيْلاً۔** (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳) **وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحاً۔۔۔** (سورۃ النور آیت ۳۴) **وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ۔ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔۔۔۔** (سورۃ الحدید آیت ۲۸)

یعنی ایمان داروں کو جو مرد ہیں کہہ دے کہ آنکھوں کو نامحرم عورتوں کے دیکھنے سے بچائے رکھے اور ایسی عورتوں کو کھلے طور سے نہ دیکھیں جو شہوت کا محل ہو سکتی ہوں اور ایسے موقع پر خوابیدہ نگاہ کی عادت پکڑیں اور اپنے ستر کی جگہ کو جس طرح ممکن ہو بچاویں۔ ایسا ہی کانوں کو نامحرموں سے بچاویں یعنی بےگانہ عورتوں کے گانے بجانے اور خوش الحانی کی آوازیں نہ سُنیں۔ ان کے حسن کے قصے نہ سُنیں۔ یہ طریق پاک نظر اور پاک دل رہنے کے لئے عمدہ طریق ہے۔ ایسا ہی ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پُرشہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردے میں رکھیں۔ اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیرمحرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان سے ہو کر سر پر آ جائے یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں۔ اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے جو ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن صفحہ ۳۴۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

''ان آیات میں خدا تعالیٰ نے خلق احصان یعنی عفت کے حاصل کرنے کے لئے صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں فرمائی بلکہ انسان کو پاک دامن رہنے کے لئے پانچ علاج بھی بتلا دئے ہیں یعنی یہ کہ (۱) اپنی آنکھوں کو نامحرم پر نظر ڈالنے سے بچانا (۲) کانوں کو نامحرموں کی آواز سننے سے بچانا (۳) نامحرموں کے قصے نہ سننا (۴) اور دوسری تمام تقریبوں سے جن میں اس بدفعل کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اپنے تئیں بچانا (۵) اگر نکاح نہ ہو تو روزہ رکھنا وغیرہ۔

اس جگہ ہم بڑے دعویٰ کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ اعلیٰ تعلیم ان سب تدبیروں کے ساتھ جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہیں صرف اسلام سے ہی خاص ہے اور اس جگہ ایک نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کی وہ طبعی حالت جو شہوات کا منبع ہے جس سے انسان بغیر کسی کامل تغیر کے الگ نہیں ہو سکتا یہی ہے کہ اس کے جذباتِ شہوات محل اور موقع پا کر جوش مارنے سے رہ نہیں سکتے یا یوں کہو کہ سخت خطرہ میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم نامحرم عورتوں کو بلا تکلف دیکھ لیا کریں اور ان کی تمام زینتوں پر نظر ڈال لیں۔ اور ان کے تمام انداز ناچنا وغیرہ مشاہدہ کر لیں لیکن پاک نظر سے دیکھیں اور نہ یہ تعلیم ہمیں دی ہے کہ ہم ان بیگانہ جوان عورتوں کا گانا بجانا سن لیں اور ان کے حسن کے قصے بھی سنا کریں لیکن پاک خیال سے سنیں بلکہ ہمیں تاکید ہے کہ ہم نامحرم عورتوں کو اور اس کی زینت کی جگہ کو ہرگز نہ دیکھیں۔ نہ پاک نظر سے نہ ناپاک نظر سے۔ اور ان کی خوش الحانی کی آوازیں اور ان کے حسن کے قصے نہ سنیں۔ نہ پاک خیال سے اور نہ ناپاک خیال سے۔ بلکہ ہمیں چاہئے کہ ان کے سننے اور دیکھنے سے نفرت رکھیں جیسا کہ مردار سے تا ٹھوکر نہ کھاویں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ بے قیدی کی نظروں سے کسی وقت ٹھوکریں پیش آویں۔ سو چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہماری آنکھیں اور دل اور ہمارے خطرات سب پاک رہیں اس لئے اس نے یہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم فرمائی۔ اس میں کیا شک ہے کہ بے قیدی ٹھوکر کا موجب ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ایک بھوکے کتے کے آگے نرم نرم روٹیاں رکھ دیں اور پھر امید رکھیں کہ اس کتے کے دل میں خیال تک ان روٹیوں کا نہ آوے تو ہم اپنے اس خیال میں غلطی پر ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ نفسانی قویٰ کو پوشیدہ کارروائیوں کا موقع بھی نہ ملے اور ایسی کوئی بھی تقریب پیش نہ آوے جس سے بدخطرات جنبش کر سکیں۔

پردہ کی یہی فلاسفی اور یہی ہدایت شرعی ہے۔ خُدا کی کتاب میں پردہ سے یہ مراد نہیں کہ فقط عورتوں کو قیدیوں کی طرح حراست میں رکھا جائے۔ یہ اُن نادانوں کا خیال ہے جن کو اسلامی طریقوں کی خبر نہیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ عورت مرد دونوں کو آزادنظر اندازی اور اپنی زینتوں کو دکھانے سے روکا جائے محل پر نظر ڈالنے سے اپنے تئیں بچا لینا اور دوسری جائز النظر چیزوں کو دیکھنا اس طریق کو عربی میں غضِّ بصر کہتے ہیں اور ہر ایک پرہیزگار جو اپنے دل کو پاک رکھنا چاہتا ہے اس کو نہیں چاہیے کہ حیوانوں کی طرح جس طرف چاہے بے محابا نظر اُٹھا کر دیکھ لیا کرے بلکہ اس کے لئے اس تمدنی زندگی میں غضِّ بصر کی عادت ڈالنا ضروری ہے اور یہ مبارک عادت ہے جس سے اس کی یہ طبعی حالت ایک بھاری خُلق کے رنگ میں آ جائے گی اور اس کی تمدنی ضرورت میں بھی فرق نہیں پڑے گا۔ یہی وہ خُلق ہے جس کو احصان اور عفت کہتے ہیں۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن صفحہ ۳۴۲،۳۴۳،۳۴۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''انسان کے لئے لازم ہے کہ چشم خوابیدہ ہو تا کہ غیر محرم عورت کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑے کان بھی فروج میں شامل ہیں جو قصص اور فحش باتیں سُن کر فتنہ میں پڑ جاتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد ا صفحہ ۵۵)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں اُمہات المومنین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفاً۔

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَأَطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً۔ (سورۃ الاحزاب آیات ۳۳،۳۴)

اے نبی کی بیویو! تم ہرگز عام عورتوں جیسی نہیں ہو بشرطیکہ تم تقویٰ اخیار کرو۔ پس بات لجا کر نہ کیا کرو۔ ورنہ وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے طمع کرنے لگے گا۔ اور اچھی بات کہا کرو۔

اور اپنے گھروں میں ہی رہا کرو اور گزری ہوئی جاہلیت کے سنگھار جیسے سنگھار کی نمائش نہ کیا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت! یقیناً اللہ

چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلائش دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک کردے۔

پردہ کے متعلق احادیث:

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔حضورؐ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا:۔

اسماء جب عورت بالغ ہوجائے تو جائز نہیں کہ منہ اور ہاتھ کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے۔ (سنن ابی داؤد)

ایسے کپڑے پہننا جن میں سے جسم جھلکتا ہو ناجائز ہے۔آج کل اسکن فٹنگ کپڑوں کا عام رواج ہے۔یہ سب ناجائز ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

عورت پردے میں رہنے کی چیز ہے جس وقت وہ بے پردہ ہوکر باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو جھانک جھانک کر دیکھتا ہے۔ (الجامع الترمذی کتاب الرضاع جلد۲ صفحہ۳۹۲)

ایک اور حدیث میں ہے:

بناؤ سنگھار کرکے اترا اترا کر چلنے والی عورت کی مثال اُس تاریکی کی ہے جس میں بالکل روشنی ہی نہ ہو۔ (الجامع الترمذی کتاب الرضاع)

اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جو عورت خوشبو لگا کر مردوں کے پاس سے گزرے تاکہ لوگ اس کی خوشبو سونگھیں وہ عورت بدچلن ہے۔ (سنن النسائی کتاب الزینۃ جلد۸)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

جو عورت عطر لگا کر راستے سے گزرے تاکہ لوگ اس کی خوشبو سے لطف اندوز ہوں تو وہ ''ایسی'' اور ''ایسی'' ہے۔اور آپ ﷺ نے اس کے لئے سخت الفاظ فرمائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: عورت وہ خوشبو استعمال کرے جس کا رنگ تیز ہو اور خوشبو ہلکی۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:۔

صنفان من اهل النار لم ارهما قوم معهم سياط كاذناب البقر يضربون بها الناس و نساء كاسيات عاريات مميلات مائلات رء وسهن كاسنمة البخت المائلة لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها و ان ريحها ليوجد من مسيرة كذا و كذا. (مسلم جلد یازدہم کتاب اللباس والزینۃ حدیث نمبر ۳۹۵۷)

آگ والوں کی دو قسمیں ایسی ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا۔ایک تو وہ جن کے پاس گائیوں کی دموں کی طرح کے کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہیں اور وہ عورتیں جو لباس پہنے ہوئے (مگر) عریاں ہیں۔(اپنی طرف) مائل کرنے والی اور (اپنے بدن) مٹکانے والی۔ان کے سر بختی اونٹوں کی جھکی ہوئی کوہان کی طرح ہیں وہ جنّت میں داخل نہ ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اتنے فاصلہ سے آتی ہے۔

ایک مرتبہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔اتنے میں حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ تشریف لائے اور آپؓ نابینا تھے،حضورؐ نے دونوں زوجات سے فرمایا کہ ''ان سے پردہ کرو''،امہات المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ نابینا نہیں ہیں؟ نہ یہ ہمیں پہچانیں گے نہ ہی دیکھ سکیں گے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم انہیں نہیں دیکھتی ہو؟

حضرت عمرؓ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ عورتوں کو اچھے کپڑے نہ پہناؤ تاکہ وہ گھر میں بیٹھیں۔ اور اس واسطے کہ جب اچھے کپڑے پہنیں گی تو باہر جانے کی آرزو پیدا ہوگی۔

معاویہ بن ابی سفیان نے منبر نبوی پر کھڑے ہوکر انہوں نے پیشانی کے بالوں کا گچھا لیا جو اُن کے چوکیدار کے ہاتھ میں تھا اور فرمایا اے مدینہ والو! تمہارے علماء کدھر گئے میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے۔آپؐ نے اس طرح (بال جوڑنے کی) ممانعت فرمائی تھی اور فرمایا تھا کہ **انما هلكت بنو اسرائيل حين اتخذ هذه نساء هم** ۔یعنی بنی اسرائیل پر بربادی اس وقت آئی جب (شیعت کے خلاف) ان کی عورتوں نے اس طرح بال سنوارنے شروع کردیئے تھے۔

(بخاری باب الانبیاء حدیث نمبر ۳۴۶۸۔صحیح مسلم کتاب اللباس حدیث نمبر ۳۹۵۴)

(اسلام میں عورتوں کو غیر محرم مَردوں اور مَردوں کو بیگانی عورتوں کو دیکھنے کی ممانعت ہے)

پردہ کی اھمیت:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یورپ کی طرح بے پردگی پر بھی لوگ زور دے رہے ہیں لیکن یہ ہرگز مناسب نہیں۔یہی عورتوں کی آزادی فسق و فجور کی جڑ ہے۔جن ممالک نے اس قسم کی آزادی کو روا رکھا ہے ذرا اُن کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرو۔اگر اس کی آزادی سے اُن کی عفّت اور پاک دامنی بڑھ گئی ہے تو ہم مان لیں گے کہ ہم غلطی پر ہیں۔لیکن یہ بات بہت ہی صاف ہے کہ جب مرد اور عورت جوان ہوں اور آزادی اور بے پردگی بھی ہو تو اُن کے تعلقات کِس قدر خطرناک ہوں گے۔بدنظر ڈالنی اور نفس کے جذبات سے اکثر مغلوب ہو جانا انسان کا خاصہ ہے۔پھر جس حالت میں کہ پردہ میں بے اعتدالیاں ہوتی ہیں اور فسق فجور کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو آزادی میں کیا کچھ نہ ہوگا۔مردوں کی حالت کا اندازہ کرو کہ وہ کس طرح بے لگام گھوڑے کی طرح ہو گئے ہیں۔نہ خدا کا خوف رہا ہے نہ آخرت کا یقین ہے۔دُنیاوی لذّات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے۔پس سب سے اوّل ضروری ہے کہ اس آزادی اور بے پردگی سے پہلے مردوں کی اخلاقی حالت درست کرو۔اگر یہ درست ہو جاوے اور مردوں میں کم از کم اس قدر قوت ہو کہ وہ اپنے نفسانی جذبات سے مغلوب نہ ہو سکیں تو اس وقت اس بحث کو چھیڑو کہ آیا پردہ ضروری ہے کہ نہیں، ورنہ موجودہ حالت میں اس بات پر زور دینا کہ آزادی اور بے پردگی ہو گویا بکریوں کو شیروں کے آگے رکھ دینا ہے۔ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کسی بات کے نتیجہ پر غور نہیں کرتے۔کم از کم اپنے کانشنس سے ہی کام لیں کہ آیا مردوں کی حالت ایسی اصلاح شدہ ہے کہ عورتوں کو بے پردہ ان کے سامنے رکھا جاوے۔قرآن شریف نے جو کہ انسان کی فطرت کے تقاضوں اور کمزوریوں کو مدّنظر رکھ کر حسبِ حال تعلیم دیتا ہے۔کیا عمدہ مسلک اختیار کیا ہے۔ **قُل لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَلِكَ أَزْكَى لَهُمْ** ۔(سورۃ النّور آیت ۳۱) کہ تُو ایمان والوں کو کہہ دے کہ وہ اپنی

نگاہوں کو نیچا رکھیں اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں۔یہ وہ عمل ہے جس سے اُن کے نفوس کا تزکیہ ہو گا۔فروج سے مراد شرمگاہ ہی نہیں بلکہ ہر ایک سوراخ جس میں کان وغیرہ بھی شامل ہیں اور انمیں اس امر کی مخالفت کی گئی ہے کہ غیر محرم عورت کا راگ وغیرہ سُنا جاوے۔پھر یاد رکھو کہ ہزار در ہزار تجارب سے یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ روکتا ہے آخر کار انسان کو اُن سے رُکنا ہی پڑتا ہے۔تعدّ دازدواج اور طلاق کے مسئلہ پر غور کرو۔''

ہر چہ دانا کند ناداں لیک بعد از خرابیٔ بسیار

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۱۰۴،۱۰۵)

حیا اور ظاھری پردہ:

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مَیں نے حضرت ابوہریرہؓ کے قول سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زنا میں جو حصّہ مقرر فرما دیا ہے وہ یقیناً اسے مل جاتا ہے چنانچہ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے زبان کا زنا بات کرنا ہے۔نفس کا زنا خواہش و تمنا کرنا اور شرمگاہ ان سب کی تصدیق یا تردید کر دیتی ہے۔ (بخاری،مسلم،بحوالہ مشکوٰۃ جلد ا حدیث نمبر ۷۹)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِيْنِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔الزَّانِي لَا يَنكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً وَالزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ وَحُرِّمَ ذَلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔وَالَّذِيْنَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ۔ (سورۃ النور آیات ۳،۴)

زنا کار عورت اور زنا کار مرد، پس ان میں سے ہر ایک کو سَو کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین کے تعلق میں اُن دونوں کے حق میں کوئی (نرمی کا رجحان) تم پر قبضہ نہ کر لے اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر

ایمان لانے والے ہو۔اوراُن کی سزا مومنوں میں سے ایک گروہ مشاہدہ کرے۔اورایک زانی (طبعاً) شادی نہیں کرتا مگر کسی زانیہ یا مشرکہ سے اور ایک زانیہ سے (طبعاً) کوئی شادی نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک۔ اور یہ (قبیح فعل) مومنوں پر حرام کر دیا گیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقْرَبُواْ الزِّنَى إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاء سَبِيلًا۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۲)

یعنی اور زنا کے قریب نہ جاؤ۔یقیناً یہ بے حیائی ہے اور بہت بُرا رستہ ہے۔

بائیبل میں زنا کی سزا موت یعنی سنگسار کرنا بیان ہوئی ہے۔ (استثناء باب ۲۲ آیت ۲۱)

اور پھر پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے متعلق فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاء فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَداً وَأُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۔ (سورۃ النور آیت ۵)

وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں پھر چار گواہ پیش نہیں کرتے تو انہیں اَسّی کوڑے لگاؤ اور آئندہ کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو اور یہی لوگ ہیں جو بدکردار ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس آیت کے متعلق مختصر تفسیری نوٹ میں فرماتے ہیں:۔

اس آیت میں زنا کی تہمت لگانے کا سدباب کیا گیا ہے کیونکہ ایسا الزام لگانے والوں کے لئے چار عینی گواہ پیش کرنے کا حکم ہے بصورت دیگر انہیں یہ سخت سزا ملے گی۔اس سے محض بدظنی کی بناء پر الزام لگانے والوں کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں حضرت علیؓ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

یا علی! لا تتبع النظرة النظرة فان لك الاولیٰ و لیست لك الآخرة۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ حدیث نمبر ۲۹۷۵ ترمذی، سنن ابوداؤد،)

اے علی! ایک نظر پر دوسری نہ ڈالو، پہلی نظر تو تمہاری ہے پر دوسری تمہاری نہیں۔

حضرت جریرؓ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کریں؟ فرمایا: ''فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کرلو۔''

(مشکوٰۃ جلد ۲ حدیث نمبر ۲۹۶۹ مسلم ترمذی، مشکوٰۃ، سنن ابی داؤد)

حضرت ابی امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

جس مسلمان کی نگاہ کسی عورت کے حسن پر پڑے اور وہ نگاہ ہٹا لے تو اللہ تعالیٰ اس کی عبادت میں لطف اور لذت پیدا کر دیتا ہے۔ مشکوٰۃ جلد ۲ حدیث نمبر ۲۹۸۹)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

المراۃاذا صلت خمسها و صامت شهر ها واحصنت فرجها و اطاعت بعلها فلتدخل من ای ابواب الجنة شاء ت۔

عورت جب کہ وہ پانچ وقت کی نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔ (مشکوٰۃ حدیث نمبر ۳۱۱۴۔رواہ ابونعیم فی الحلیۃ)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

اذا فاتك الحياء فا فعل ما شئت۔ کہ جب تو حیا نہ کرے تو جو چاہے کر۔

(بخاری باب الانبیاء حدیث نمبر ۳۴۸۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَاناً وَإِثْماً مُّبِيْناً۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۵۹)

اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اذیّت پہنچاتے ہیں بغیر اُس (جرم) کے جو انہوں نے کمایا ہو تو انہوں نے ایک بڑے بہتان اور کھلم کھلا گناہ کا بوجھ اُٹھا لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: ''یعنی لوگوں سے وہ باتیں کہو جو واقعی طور پر نیک ہوں۔ایک قوم دوسری قوم سے ٹھٹھا

نہ کرے ہوسکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھے ہوں ۔بعض عورتیں بعض عورتوں سے ٹھٹھا نہ کریں ہوسکتا ہے کہ جن سے ٹھٹھا کیا گیا ہے وہی اچھی ہوں اور عیب مت لگاؤ۔اپنے لوگوں کے برے برے نام مت رکھو۔بدگمانی کی باتیں مت کرو اور نہ عیبوں کو کرید کرید کر پوچھو۔ایک دوسرے کا گلہ مت کرو۔کسی کی نسبت وہ بہتان یا الزام مت لگاؤ جس کا تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں اور یادرکھو کہ ہر ایک عضو سے مواخذہ ہوگا اور کان ،آنکھ ،دل ہر ایک سے پوچھا جائے گا۔''

(روحانی خزائن جلد۱۰۔اسلامی اصول کی فلاسفی۔صفحہ ۳۵۰)

اَلْخَبِيْثَاتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبَاتِ ۔ (سورۃ النور آیت ۲۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس آیت کا درج ذیل ترجمہ بیان فرمایا ہے:۔

''ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لئے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لئے ہیں ۔اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے ہیں۔

آپؒ فرماتے ہیں کہ یہاں ایک عمومی قاعدہ پیش کیا گیا ہے کہ جو گندے لوگ ہیں وہ عموماً گندی عورتوں سے ہی شادی کرتے ہیں۔لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔اس میں استثناء بھی ہیں۔اور جو پاکباز ہیں وہ پاکباز عورتوں ہی سے شادی کیا کرتے ہیں۔اس میں بھی بعض دفعہ استثناء ہوتے ہیں۔''

آنحضورﷺ نے شریعت کی وضاحت کرتے ہوئے بے شمار نازک اور باریک مسائل بیان فرمائے مگر حیا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔آپؐ پاکیزگی اور تقویٰ کے انتہائی مقام پر فائز تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اُمّت کے باپ کی جگہ قرار دیا مگر پھر بھی آپؐ کی حیا کا بلند تقاضہ یہ رہا کہ عورتوں کی بیعت لیتے وقت کبھی عورت کا ہاتھ نہیں چھوا بلکہ زبانی بیعت لی۔ (بخاری کتاب التفسیر سورہ الممتحنہ کی تفسیر)

آنحضورﷺ نے فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے حیا چھین لیتا ہے۔جب اس سے حیا چھین لی جاتی ہے تو تُو اسے اس حال میں پائے گا کہ وہ ہر معاملہ میں خدا سے ناراض ہوگا اور اس کے نتیجہ میں وہ خدا کی ناراضگی کا مورد بنے گا اس کے نتیجہ میں اس سے امانت کا خُلق چھین لیا جائے گا

اور وہ سخت خائن بن جائے گا اور جب امانت اُٹھ جائے گی تو رحمت چھن جائے گی اور رحمت کھینچی گئی تو وہ بارگاہِ الٰہی سے مردود اور ملعون قرار دیا جائے گا اور بالآخر دین کا جوأا اپنی گردن سے اُتار پھینکے گا۔

(ابن ماجہ باب زھاب الامانۃ)

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ نبیﷺ نے فرمایا ہے:۔

ان مما ادرك الناس من كلا م النبوة :اذا لم تستحى فا فعل ما شئت ۔ (بخاری باب الانبیاء حدیث نمبر ۳۴۸۳)

لوگوں نے جو پہلے انبیاء کی باتوں میں سے روایتاً بات یاد رکھی ،ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب تُو شرم نہ کرے تو پھر جو تُو چاہے کر۔

بیہقی میں ابن عمرؓ ان کی روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

اِن الحياء و الايمان قرناء جميعاً ،فاذا رفع احدهما رفع الآخر۔

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۴۳۲)

حیا اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھی ہیں جب ایک اُٹھ جاتا ہے تو دوسرا بھی اُٹھ جاتا ہے۔

زید بن طلحہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

ان لكل دين خلقا و خلق الاسلا م الحياء۔

ہر دین کی ایک خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی خصلت حیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ،کتاب الزہد حدیث نمبر ۴۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ ایک انصاری کے قریب سے گزرے جو اپنے بھائی کو زیادہ حیا نہ کرنے کے لئے کہہ رہا تھا۔آپﷺ نے فرمایا:

دعه فان الحياء من الايمان۔

اسے چھوڑ دو کہ حیاء ایمان کا ایک حصہ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان۔حدیث نمبر ۲۴۔باب ۱۸)

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰﷺ فرماتے ہیں:۔

جس کے اندر حیا نہیں اس کا کوئی دین نہیں اور جس کو اس دُنیا میں حیا میسر نہیں آئی وہ جنّت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ (کنزالعمال جلد۳ صفحہ ۱۲۵)

عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

الحیاء لا یاتی الا بخیر۔ (صحیح البخاری جلد۲)

حیا بہتری ہی لاتی ہے۔

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:۔

الحیاء خیر کلہ۔او قال الحیاء کلہ خیر۔

(سنن ابی داؤد جلد۳ حدیث نمبر ۱۳۶۹)

حیا ساری ہی بہتر ہے یا کہ ساری حیا ہی بہتر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

الایمان بضع و ستون شعبة و الحیاء شعبة من الایمان۔

ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان۔حدیث نمبر ۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پاک دامنی کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

''پہلا خُلق اِحصان کے نام سے موسوم ہے اور اس لفظ سے مراد خاص وہ پاکدامنی ہے جو مرد اور عورت کی قوت تناسل سے علاقہ رکھتی ہے اور مُحصن یا مُحصنہ اُس مرد یا اُس عورت کو کہا جائے گا جو حرام کاری یا اس کے مقدمات سے مجتنب رہ کر اس ناپاک بدکاری سے اپنے تئیں روکیں۔ جس کا نتیجہ دونوں کے لئے اس عالم میں ذلت اور لعنت اور دوسرے جہان میں عذاب آخرت اور متعلقین کیلئے علاوہ بے آبروئی نقصان شدید ہے۔ مثلاً جو شخص کسی کی بیوی سے ناجائز حرکت کا مرتکب ہو یا مثلاً زنا تو نہیں مگر اس کے مقدمات مرد اور عورت دونوں سے ظہور میں آویں تو کچھ شک نہیں کہ اس غیرت مند مظلوم کی ایسی بیوی کو جو زنا کرانے پر راضی ہو گئی تھی یا زنا بھی واقع ہو چکا تھا۔ طلاق دینی پڑے گی اور بچوں پر بھی اگر اس عورت کے پیٹ سے ہوں گے بڑا تفرقہ پڑے گا اور مالک خانہ یہ تمام نقصان اس بدذات کی وجہ سے

اُٹھائے گا۔

اس جگہ یاد رہے کہ یہ خُلق جس کا نام اِحصان یا عفّت ہے یعنی پاکدامنی۔ یہ اسی حالت میں خُلق کہلائے گا جب کہ ایسا شخص جو بدنظری یا بدکاری کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے یعنی قدرت نے وہ قویٰ اس کو دے رکھے ہیں جن کے ذریعہ اس جُرم کا ارتکاب ہو سکتا ہے اس فعل شنیع سے اپنے تئیں بچائے۔'' (اسلامی اصول کی فلاسفی، رُوحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۱،۳۴۰)

حضرت خلیفة المسیح الرابعؒ خواتین کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''آپ جانتی ہیں عورت کی سب سے زیادہ حفاظت حیا کرتی ہے۔ اس لئے عورت کی سب سے زیادہ اور سب سے بڑی دشمن بے حیائی ہے۔ پردہ ایک ظاہری شکل بھی رکھتا ہے لیکن اگر اس ظاہری پردہ کے ساتھ حیا کا پردہ نہ ہو تو ظاہری پردہ کی کوئی حیثیت نہیں رہتی اس کے برعکس اگر ظاہری پردہ نہ بھی ہو یعنی اُس شدّت کے ساتھ نہ ہو جیسا کہ توقع کی جاتی ہے اور حیا کا پردہ ہو تو ایسی عورت زیادہ محفوظ ہے بعض خواتین یہ بہانہ بنا دیتی ہیں کہ ہم حیا کے پردہ کی پابند ہیں اس لئے ہمیں ظاہری پردہ کی ضرورت نہیں۔ یہ عذر بھی جھوٹا اور نامعقول ہے۔ بات یہ ہے کہ حیا کا پردہ ظاہری پردہ کے بغیر زیادہ دیر نہیں رہا کرتا۔ ایسی صورت میں محض حیا کا پردہ ایک نسل میں تو کچھ دیر چل جاتا ہے لیکن رفتہ رفتہ پھر مٹ جاتا ہے اور کلیۃً بے حیائی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور وہ بے حیائی پہلے سے بڑھ کر خطرناک ہوتی ہے اس لئے ظاہری پردے اور حیا کے پردے میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کا سوال نہیں ہے۔ دونوں کو یکساں تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھانے کی ضرورت ہے، یکساں مظبوط قدموں کے ساتھ انہیں اپنی زندگی کے سفر میں شامل کرنے کی ضرورت ہے، البتہ حیا کو بہرحال یہ اہمیت حاصل ہے کہ سچّی حفاظت عورت کی حیا ہی کرتی ہے۔ بایں ہما حیا کی حفاظت کرنے والے جو ظاہری ذرائع ہیں ان کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔ حیا اور حیا کی حفاظت کرنے والے ذرائع دونوں کی اہمیت اپنی اپنی جگہ پر مسلّم ہے۔ یہ استثنائی صورت ہوتی ہے کہ ظاہری طور پر ایک عورت پردہ کرتی ہے مگر حیا کی کمی کی وجہ سے وہ سوسائٹی کے لئے خطرناک بن جاتی ہے، ورنہ بالعموم ظاہری پردہ حیا کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ مشرقی کردار میں سب سے زیادہ پردے نے حیا کی حفاظت میں حصہ لیا ہے۔ اس لئے اپنی حیا کی حفاظت کریں اور جس

طرح بھی ممکن ہو اس کی حفاظت کریں کیونکہ حیا خود آپ کی حفاظت کرے گی۔۔۔۔۔

اسی لئے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ حیا کا مضمون بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: **الحیاء خیر" کُلّہ**۔ یعنی حیا ایک ایسی انسانی خوبی ہے جو تمام تر خیر ہی خیر ہے۔ اس میں توازن کا سوال نہیں اس لئے کہ حیا جتنی بھی زیادہ ہو بہتر ہی ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ ہونا اچھا ہی اچھا ہے اس کا نقصان نہیں اس کا فائدہ ہی فائدہ ہے۔۔۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حیا ایک احمدی خاتون کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ آپ کی جو تقریبات ہیں وہ اس ضمن میں حیا ماپنے کا پیمانہ یا نشان بن جاتی ہیں۔ ایک قسم کا تھرمامیٹر بن جاتی ہیں۔ خاص طور پر شادی بیاہ کی تقریبات کے متعلق اطلاعیں ملتی ہیں کہ یہاں کے ماحول سے متاثر ہو کر پردے کا پوری طرح لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ عورتوں کی محفل میں مَرد بھی آ جا رہے ہوتے ہیں۔ ویڈیو فلم بھی بن رہی ہوتی ہے۔ غزلیں بھی پڑھی جا رہی ہوتی ہیں۔ محفلیں بھی جم رہی ہوتی ہیں۔ اس قسم کا غیر اسلامی ماحول برداشت کر کے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم دوسروں کی نظر میں قدامت پرست شمار نہیں ہوں گے ان کا اندازِ فکر یہ ہوتا ہے کہ ہم ہیں تو سہی کچھ قدامت پرست لیکن اتنے بھی نہیں گئے گزرے کہ اس قسم کی بے حیائیاں نہ کر سکیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ جائز ہے۔ یہ طرزِ فکر اور طرزِ عمل ہرگز درست نہیں ہے۔ یہ ایسے اقدامات ہیں جو رفتہ رفتہ آپ کو خطرناک مقام تک پہنچا دیں گے۔ آپ یہاں احمدی معاشرے کی حفاظت کریں اور جہاں بھی معاشرتی قدریں حیا پر حملہ آور ہوں وہاں آپ حیا کی حفاظت میں سینہ سپر ہو جائیں۔''

(خطاب بیان فرمودہ اجتماع لجنہ اماءاللہ جرمنی ۸ ستمبر ۱۹۹۰ء)

پردہ کے متعلق عیسائی تعلیم:

پولس لکھتا ہے کہ اگر کوئی عورت عبادت میں دعا یا نبوت کرتے وقت اپنا سر نہیں ڈھانکتی تو وہ اپنے سر کی بے حرمتی کرتی ہے گویا اس نے سر منڈوا دیا ہے۔۔۔ اگر کوئی عورت اوڑھنی استعمال نہ کرنا چاہے تو وہ اپنا سر بھی منڈوا دے لیکن اگر وہ سر مُنڈوانے کو باعثِ شرم سمجھتی ہے تو وہ اوڑھنی سے اپنا سر ڈھانکے۔۔۔۔۔ فرشتوں کے سبب سے عورت کو چاہیے کہ اپنا سر ڈھانکے تا کہ ظاہر ہو کہ وہ مرد کے تابع ہے۔ (عیسائی جنہیں اسلامی پردہ سے اختلاف ہے۔ انہیں چاہیے کہ عیسائی تعلیم پر عمل کریں۔

عیسائی عورتوں کو اوڑھنی استعمال کروائیں یا ان کے سر منڈوا کر گنجی کر دیں۔ یاد رہے حجاب کی مخالفت کرنے والے نام نہاد عیسائی مذہبی راہنما اور دانشور ہی ہیں)

تم خود ہی فیصلہ کرو، کیا کسی عورت کا سر ڈھانکے بغیر خدا سے دُعا کرنا مناسب ہے؟ کیا فطرت خود بھی یہ نہیں سکھاتی کہ اگر کسی مرد کے سر کے بال لمبے ہوں تو یہ اس کے لئے شرم کی بات ہے؟ لیکن اگر عورت لمبے بال رکھے تو یہ اس کے لئے زینت کا باعث ہیں کیونکہ لمبے بال اسے گویا پردے کی غرض سے دیئے گئے ہیں۔ اگر کوئی اس بارے میں حجت کرنا چاہے تو اسے معلوم ہو کہ نہ ہمارا ایسا دستور ہے نہ کلیساؤں کا۔ (کرنتھیوں ۱۲:۱ باب ۱۱ آیات ۵ تا ۱۶)

اسی طرح عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ حیادار لباس پہن کر اپنے آپ کو شرم اور پرہیزگاری کے ساتھ سنواریں نا کہ بال گوندھنے اور سونے کے زیورات یا موتیوں یا قیمتی لباس سے اپنی آرائش کریں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو نیک کاموں سے آراستہ کریں جیسا کہ خداترس عورتوں کو کرنا مناسب ہے۔

(تیمتھیس ۱:۵ باب ۲ آیات ۱۱ تا ۱۵)

عورت مرد کا لباس نہ پہنے اور نہ مَرد عورت کا کیونکہ جو ایسا کرتا ہے اُس سے خداوند تمہارا خدا نفرت کرتا ہے۔ (اِستثنا باب ۲۲ آیت ۵)

افسوس عیسائی دنیا ان تمام تعلیمات کو بھول کر نام نہاد آزادی کے نعرے لگا رہی ہے۔ سر کا پردہ تو کیا کرنا ہے، ننگے جسم ہی ڈھانپ لیں تو بڑی بات ہے۔ اللہ کرے کہ عیسائی دنیا باحیا، باپردہ اور باایمان ہو جائے۔ آمین۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ہدایت دے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ درج ذیل فرمان کے مصداق بن جائیں۔ آمین۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُوْرُهُم بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَبِأَيْمَانِهِم۔ (سورۃ الحدید آیت ۱۳)

جس دن تُو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو دیکھے گا کہ اُن کا نُور ان کے آگے آگے اور اُن کے دائیں طرف تیزی سے چل رہا ہے۔ (مومنوں کو نُور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کے نتیجے میں ملتا ہے۔ اور دائیں ہاتھ سے مراد ہدایت ہی ہے۔ ترجمہ و مختصر تفسیر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خُدا کے فضل سے جنّت میں جائے گا
اِک زباں ہے، عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیثِ سیّدنا سیّد الوریٰ

☆☆

اسلام شادی کو ضروری قرار دیتا ہے

معزز قارئین! اسلام شادی کو ضروری قرار دیتا ہے۔عصر حاضر میں ایک نئی بُرائی شادی نہ کرنے کی بھی پیدا ہوگئی ہے۔اب یہ وبا مسلمانوں کے ایک مختصر گروہ میں بھی پیدا ہوگئی ہے۔لوگ شادی کو جھنجھٹ سمجھنے لگے ہیں۔جس طرح اسلام رہبانیت کو انسانیت کے لئے ضرررساں سمجھتا ہے اُسی طرح ایسے جوڑوں کو بھی قطعاً قبول نہیں کرتا جو بغیر شادی کے رہتے ہیں۔ایسے لوگوں کا جب ایک دوسرے سے جی بھر جاتا ہے وہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اپنے تعلقات کسی دوسرے سے استوار کر لیتے ہیں۔بچوں کو مصیبت خیال کیا جاتا ہے اس وجہ سے بچوں کی پیدائش کو مختلف طریقوں سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اور اگر کسی وجہ سے ایسا نہ ہوسکا تو بچے کو گرا دیا جاتا ہے۔یورپ میں سب سے زیادہ غیر شادی شدہ جوڑے پائے جاتے ہیں،اور یورپ کی آبادی میں نمایاں کمی ہو رہی ہے۔یقیناً یہ ایک بہت بڑا قومی نقصان ہے۔عجیب بات یہ ہے کہ جیسے جیسے مَرد اور عورت شادی جیسے مقدس بندھن میں بندھنے سے گریز کرنے لگے ہیں وہیں عورت سے عورت کی شادی اور مَرد سے مَرد کی شادی کا رجحان بڑھ رہا ہے۔پچھلے دنوں دو مسلمان عورتوں نے بھی انگلینڈ میں شادی کی ہے۔ظاہر ہے ان دونوں قسم کے تعلقات کے نتیجے میں نسلِ انسانی بڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ایسی قومیں جنہوں نے ایسی شادیوں کے حق میں قانون سازی کی ہے، نتیجے کے طور پر ان قوموں کو آئندہ زمانہ قریب میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔وہ ممالک جنہوں نے فطرتِ انسانی کے خلاف قانون سازی کی ہے ان کا عیسائی مذہب سے تعلق ہے اور ان کا مذہب اس طرح کی بے حیائیوں کے بارے میں کہتا ہے کہ اسی طرح سدوم اور عمورہ اور ان کے

آس پاس کے شہروں کے لوگ بھی جو۔۔۔۔حرامکاری اور بدفعلی کرنے لگے تھے،آگ سے ہمیشہ کے لئے برباد کر دیئے گئے اور ہمارے لئے باعثِ عبرت ٹھہرے۔(بائبل یہوداہ ۲۵ آیت ۷ نیو ٹیسٹامیٹ) (بائبل کے مطابق سدوم اور عمورہ میں حضرت نوحؑ کے بیٹے حام کی اولاد آباد تھی اور بنی حام کہلاتے تھے۔اور اسی بیٹے حام کا بیٹا کوش تھا اور کوش کا بیٹا نمرود تھا۔ دیکھئے پیدائش باب ۱۰ آیات ۸ اور ۱۹) قارئین کی دلچسپی کے لئے یہ بتانا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بائبل کے مطابق سدوم اور عمورہ کے لوگ بدکار تھے دس آدمی بھی نیک شریف نہ تھے۔ایسے بدبخت تھے کہ فرشتوں سے بدفعلی کے لئے حضرت لوطؑ کو مجبور کرتے رہے۔عجیب بات یہ ہے کہ بائبل میں لکھا ہے کہ لوطؑ نے ان بدکاروں کو کہا کہ دیکھو میری دو بیٹیاں ہیں جنہیں اب تک کسی مَرد نے ہاتھ نہیں لگایا۔اگر تم چاہو تو میں انہیں تمہارے پاس لے آتا ہوں اور تم اُن کے ساتھ جو چاہو کرلو۔لیکن ان آدمیوں کے ساتھ کچھ نہ کرو کیونکہ وہ میری چھت کے سایہ میں پناہ گزین ہیں۔(پیدائش باب ۱۹ آیات ۶ تا ۸) یہ بات بالکل غلط ہے کہ حضرت لوطؑ نے اپنی بیٹیوں کو بدکاروں کو پیش کرنے کی پیشکش تھی۔بائبل ہی کے مطابق ان دونوں بیٹیوں کی منگنیاں ہو چکی تھیں۔اور بائبل میں ایک اور شرمناک واقع بیان ہوا ہے کہ وہ بیٹیاں جنہیں بدکاروں نے قبول نہ کیا تھا ان بیٹیوں نے اپنے باپ کے ساتھ باری باری ہم بستری کی اور حاملہ ہوگئیں۔بائبل میں لکھا ہے کہ وہ اور اس کی دو بیٹیاں ایک غار میں رہنے لگے۔ایک دن بڑی بیٹی نے چھوٹی سے کہا: ہمارا باپ ضعیف ہے اور یہاں اِردگرد کوئی مَرد نہیں ہے جو ہم سے صحبت کرے جیسا کہ ساری دُنیا کا دستور ہے۔آؤ ہم اپنے باپ کو مَے پلائیں اور تب اُس سے صحبت کریں اور اپنے باپ کے ذریعہ اپنی نسل بچائے رکھیں۔چنانچہ اُسی رات اُنہوں نے اپنے باپ کو مَے پلائی اور بڑی بیٹی اندر جا کر اُس کے ساتھ لیٹ گئی لیکن لوط کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کب لیٹی اور کب اُٹھی۔دوسرے دن بڑی بیٹی نے چھوٹی سے کہا: گذشتہ رات میں اپنے باپ کے ساتھ لیٹی تھی۔چلو آج کی رات بھی ہم اُسے مَے پلائیں اور تُو اندر جا کر اُس کے ساتھ لیٹ جا تا کہ ہم اپنے باپ کے ذریعہ اپنی نسل بچائے رکھیں۔چنانچہ اُس رات کو بھی اُنہوں نے اپنے باپ کو مَے پلائی اور چھوٹی بیٹی جا کر اُس کے ساتھ لیٹی اور اب کے بار بھی لوط کو پتہ نہ چلا کہ وہ کب لیٹی اور کب اُٹھی۔لہٰذا لوط کی دونوں بیٹیاں اپنے باپ سے حاملہ ہوئیں۔بڑی بیٹی کے ہاں بیٹا پیدا ہوا اور اُس نے اُس کا نام موآب رکھا۔وہ

موآبیوں کا باپ ہے جو آج تک موجود ہیں۔ چھوٹی بیٹی کے ہاں بھی بیٹا پیدا ہوا اور اُس نے اُس کا نام بِن عمّی رکھا وہ عمونیوں کا باپ ہے جو آج تک موجود ہیں۔ (پیدائش باب ۱۹ آیات ۳۰ تا ۳۸) شاید اسی بے ہودہ کہانی کو سچا سمجھ کر عیسائی دُنیا نہایت شرمناک حرکات کی مرتکب ہو رہی ہے۔ اور اللہ انہیں ہدایت دے۔ پولس اپنے ایک خط میں جسے اس نے رومیوں کو بھیجا تھا لکھتا ہے کہ پس خدا نے انکے دلوں کی شرمناک خواہشات میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ عورتوں نے اپنے طبعی جنسی فعل کو غیر فطری فعل سے بدل ڈالا۔ اسی طرح مردوں نے بھی عورتوں کے ساتھ اپنے طبعی جنسی فعل کو چھوڑ دیا اور آپس کی شہوت کے غلام ہو کر ایک دوسرے سے جنسی تعلقات پیدا کر لئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی گمراہی کی مناسب سزا پائی۔ (رومیوں ۲:۲) تم مَرد کے ساتھ صحبت نہ کرنا جیسے عورت سے کی جاتی ہے۔ یہ نہایت ہی مکروہ فعل ہے۔ (احبار باب ۱۸ آیت ۲۲) اگر کوئی آدمی کسی مرد سے صحبت کرے جیسے کہ عورت سے کی جاتی ہے تو اُن دونوں نے نہایت مکروہ کام کیا ہے۔ لہذا وہ ضرور جان سے مار دئے جائیں۔ اُن کا خون اُن ہی کی گردن پر ہوگا۔ (احبار باب ۲۰ آیت ۱۳) پھر شادی کی اہمیت اور ضرورت کے متعلق پولس لکھتا ہے کہ اگر کسی کنواری لڑکی کی جوانی ڈھلی چلی جا رہی ہو اور اس کا باپ یہ سمجھتا ہے کہ وہ شادی کرنا چاہتی ہے اور پھر بھی وہ اس کی شادی نہ کرے تو وہ اپنی لڑکی کی حق تلفی کرتا ہے۔ (کرنتھیوں ۷:۳۲) اور وہ عیسائی راہنما جن کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ خدا کے مقدس ہونے کی وجہ سے وہ جس عورت سے شادی کرے وہ ضرور کنواری ہو۔ وہ کسی بیوہ، طلاق یافتہ یا بازاری عورت سے ہرگز شادی نہ کرے۔ ((احبار باب ۲۱ آیت ۱۴)

اس عیسائی تعلیم کے ہوتے ہوئے بھی عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد Gay Movement کا حصہ بن چکی ہے۔ کچھ عیسائی مذہبی راہنماؤں نے Gay Movement کی حمائت کی ہے اور بعض تو باقاعدہ خود Gay ہیں۔ اور عیسائی تعلیم میں یہ بھی ہے کہ اور وہ اولاد کو اُن کے باپ دادا کے گناہ کی سزا تیسری اور چوتھی پشت تک دیتا ہے۔ (گنتی باب ۱۴ آیت ۱۸) اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں پر رحم کرے جنہیں اپنے باپ دادا کے گناہوں کی سزا مل رہی ہے اور آئندہ بھی ملنے کا غالب امکان موجود ہے۔ عیسائی دُنیا نے انجیل کے بیان کردہ تقریباً تمام احکامات سے گویا بغاوت کر دی ہوئی ہے۔ عیسائی تعلیم ہے کہ سؤر بھی ناپاک ہے۔ تم نہ تو اُن کا گوشت کھانا اور نہ ہی اُن کی لاش کو چھونا۔ (اِستثنا

باب ۱۴ آیت ۸) افسوس کی بات ہے کہ عیسائیوں نے سؤر کھانا شرع کر دیا اور بعض عیسائیوں نے ہم جنسی جیسے بُرے اور حرام فعل کو اپنا کر سؤر کی کم از کم ایک خصلت کو اپنا لیا ہے۔ یاد رہے سؤر واحد جانور ہے جو ہم جنس پرست بھی واقع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں، عیسائیوں اور دیگر مذہب کو ماننے والوں کو آسمانی پانی سے سیراب کرے اور عقل سلیم عطا کرے۔ آمین۔

اللہ تعالیٰ بے حیائی کو قطعاً پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ ایسے مرد و خواتین کے متعلق فرماتا ہے:۔

وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُواْ عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ فَإِن شَهِدُواْ فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللّهُ لَهُنَّ سَبِيلاً۔ وَاللَّذَانَ يَأْتِيَانِهَا مِنكُمْ فَآذُوهُمَا فَإِن تَابَا وَأَصْلَحَا فَأَعْرِضُواْ عَنْهُمَا إِنَّ اللّهَ كَانَ تَوَّاباً رَّحِيماً۔ (سورۃ النساء آیات ۱۶، ۱۷)

اور تمہاری عورتوں میں سے وہ جو بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں ان پر اپنے میں سے چار گواہ بنا لو۔ پس اگر وہ گواہی دیں تو ان کو گھروں میں روک رکھو یہاں تک کہ ان کو موت آ جائے یا ان کے لئے اللہ کوئی (اور) راستہ نکال دے۔ اور تم میں سے وہ دو مرد جو اس (بے حیائی) کے مرتکب ہوئے ہوں انہیں (بدنی) سزا دو۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں تو ان سے اِعراض کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ ان آیات کی مختصر تشریح میں فرماتے ہیں:۔

”آیات ۱۶، ۱۷ کا اس جنسی بے راہروی سے تعلق ہے جسے آج کل Gay Movement کہتے ہیں۔ یعنی عورتوں کا عورتوں کے ساتھ اور مَردوں کا مَردوں کے ساتھ بے حیائی کرنا۔ عورتوں پر الزام کے لئے تو چار گواہ ضروری ہیں لیکن مَردوں کے متعلق چار گواہوں کی کوئی شرط نہیں۔ یہ عورتوں کی عصمت کی حفاظت اور الزام سے بچانے کے لئے ہے۔“

معزز قارئین! قرآن مجید تمام زمانوں میں پیش آنے والے نا صرف حالات پیش کرتا ہے بلکہ حل بھی تجویز کرتا ہے۔ چند دہائی پہلے Gay Movement کا کوئی وجود نہ تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس خبیث برائی کو حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہوگئی۔ مغرب سے شروع ہونے والی یہ خبیث برائی ساری

دنیا میں پھیلتی چلی جا رہی ہے۔ایسے باغیانہ رویے کی وجہ اللہ تعالیٰ سے دوری ہے۔اور اللہ تعالیٰ ایسے باغیوں کو ان کے جرائم کی سزا دیتا ہے۔

بہرحال اسلام شادی کو ضروری قرار دیتا ہے بلکہ بیوگان کی شادی کو بھی ضروری قرار دیتا ہے۔
صحابہؓ بے نکاح مرنے سے نفرت رکھتے تھے۔حضرت معاذؓ کی دو بیویاں طاعون کی وجہ سے وفات پا گئیں اور خود ان کو بھی طاعون ہو گیا۔فرمانے لگے جب تک کہ مَیں مروں میرا نکاح کر دو مَیں نہیں چاہتا کہ بے بیوی ہی مَر جاؤں۔ (کیمیائے سعادت از امام غزالیؒ صفحہ ۲۲۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان فرمایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نوجوان تھے اور ہمیں کوئی چیز میسر نہ تھی۔نبی کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا، نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے بھی نکاح کرنے کے لئے مالی طاقت ہو اسے نکاح کر لینا چاہیے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی بوجہ غربت نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا۔ (بخاری کتاب النکاح۔مشکوٰۃ حدیث نمبر ۲۹۴۵)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

اذا تزوج العبد فقد استکمل ، نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی۔ (بیہقی اوسط الکبیر۔مشکوٰۃ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۹۶۱)

جس نے نکاح کر لیا اس نے نصف ایمان حاصل کر لیا اور اب دوسرے نصف میں اسے تقویٰ اختیار کرنا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص شادی کرتا اور آپ ﷺ اس کو مبارکباد دیتے تو فرماتے:"اللہ تجھے برکت دے اور اس میں تیرے لیے برکت رکھے اور تم دونوں کو خیر وسلامتی کے ساتھ اکٹھا رکھے۔" (کنز العمال حدیث نمبر ۱۸۳۲۸)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ شادی کا حکم دیتے تھے اور تنہائی کی زندگی سے انتہائی سختی کے ساتھ ممانعت فرماتے تھے۔ (کنز العمال حدیث نمبر ۱۸۳۳۰)

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

اللہ تعالیٰ حیاء اور (عورت مَرد کی) شادی کو پسند کرتا ہے صرف پسند نہیں کرتا بلکہ خود بھی بہت حیادار اور ستار ہے۔ (مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۲۲۴)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرد اور عورت کا تعلق ہونا چاہئے اور کیا انہیں اکٹھے زندگی بسر کرنی چاہئے؟ قرآن کریم اس کے متعلق کہتا ہے کہ شادی ضروری ہے نا صرف یہ کہ ضروری ہے بلکہ جو بیوہ ہوں اُن کی بھی شادی کر دینی چاہئے اور شادی کرنے کی دلیل یہ دیتا ہے کہ **یَا أَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔** (سورۃ النساء آیت ۲)
"یعنی اے انسانو! اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی سے اُس کی قسم کا جوڑا بنایا۔" اس آیت یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔انسانیت ایک جوہر ہے۔یہ کہنا کہ انسانیت مرد ہے یا یہ کہنا کہ انسانیت عورت ہے غلط ہے۔انسانیت ایک علیحدہ چیز ہے۔وہ نفس واحد ہے، اس کے دو ٹکڑے کئے گئے ہیں، آدھے کا نام مرد ہے اور آدھے کا نام عورت جب یہ دونوں ایک ہی چیز کے دو ٹکڑے ہیں تو جب تک یہ دونوں نہ ملیں گے اُس وقت تک وہ چیز مکمل نہیں ہوگی، وہ تبھی مکمل ہو گی جب اُس کے دونوں ٹکڑے جوڑ دیے جائیں گے۔

یہ اسلام نے عورت مرد کے تعلق کا اصل الاصول بتایا ہے کہ مرد اور عورت علیحدہ علیحدہ انسانیت کے جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔اگر انسانیت کو مکمل کرنا چاہتے ہو تو ان دونوں ٹکڑوں کو ملانا پڑے گا۔ورنہ انسانیت مکمل نہ ہوگی اور جب انسانیت مکمل نہ ہوگی تو انسان کمال حاصل نہ کر سکے گا۔

اس آیت پر لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ معلوم ہوا حوّا آدمؑ کی پسلی سے پیدا ہوئی تھی جیسا کہ بائبل میں ہے۔لیکن یہ درست نہیں۔کیونکہ اوّل تو اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔**وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔** (سورۃ الذاریات آیت ۵۰) یعنی ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا ہے۔تو کیا انسان کا جوڑا بنانا نعوذ باللہ اسے یاد نہ رہا تھا کہ آدمؑ کی پسلی سے حوّا کو نکالا گیا۔قرآن تو کہتا ہے کہ خواہ خیالات ہوں، عقلیات ہوں، احساسات ہوں، ارادے ہوں اُن کے بھی جوڑے ہوتے ہیں۔کوئی ارادہ کوئی احساس کوئی جذبہ مکمل نہیں ہو سکتا جب تک دو مقابل کے ارادے اور دو مقابل کے

احساسات اور دو مقابل کے جذبات نہ ملیں۔اسی طرح کوئی جسم مکمل نہیں ہوسکتا جب تک دو جسم نہ ملیں۔ کوئی حیوان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک دو حیوان نہ ملیں۔کوئی انسان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک دو انسان نہ ملیں۔پس جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ہر چیز کے جوڑے بنائے گئے ہیں۔تو کون تسلیم کرے گا کہ پہلے آدمؑ کو بنایا گیا اور پھر اُسے اور اس کو دیکھ کر اس کی پسلی سے حوّا کو بنایا۔قرآن تو کہتا ہے کہ ہر چیز کے جوڑے ہیں۔اس لئے جب خدا نے پہلا ذرّہ بنایا تو اُس کا بھی جوڑا بنایا پھر خود انسان کے متعلق آتا ہے **وخلقنکم ازواجا۔** ہم نے تم سب لوگوں کو جوڑا جوڑا بنایا، پھر آدم کس طرح اکیلا پیدا ہوا۔اس کا جوڑا کہاں تھا؟ یہی الفاظ کہ **خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا** ۔(سورۃ الاعراف آیت ۱۹۰) تمہیں نفسِ واحدہ سے پیدا کیا گیا اور اُس میں سے تمہارا جوڑا بنایا، سارے انسانوں کے متعلق بھی آئے ہیں لیکن ان کے یہ معنی نہیں کئے جاتے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً**۔(سورۃ النحل آیت ۷۳) کہ اے بنی نوع انسان! اللہ نے تمہارے نفسوں سے ہی تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں۔اب کیا ہر ایک بیوی اپنے خاوند کی پسلی سے پیدا ہوتی ہے؟ اگر نہیں تو پہلی آیت کے بھی یہ معنے نہیں ہو سکتے کہ انسان کا جوڑا اُس میں سے پیدا کیا گیا۔اسی طرح سورۃ شوریٰ رکوع ۲ میں آتا ہے **جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجاً**۔(سورۃ الشوریٰ آیت ۱۲) تمہارے نفسوں سے تمہارا جوڑا اور چوپایوں میں سے اُن کا جوڑا بنایا گیا۔اگر آدم کی پسلی سے حوا پیدا کی گئی تھی تو چاہیئے تھا کہ پہلے گھوڑا پیدا ہوتا اور پھر اس کی پسلی سے گھوڑی بنائی جاتی۔اسی طرح جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو فرشتہ آتا اور اسکی پسلی کی ایک ہڈی نکال کر اس سے لڑکی بنا دیتا۔مگر کیا کسی نے کبھی ایسا دیکھا؟

تیسرے خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ **هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا۔** (سورۃ الاعراف آیت ۱۹۰) وہ خدا ہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا **وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا** اور اس سے اس کا جوڑا بھی بنایا ہے **لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا** تاکہ وہ اس سے تعلق پیدا کر کے تسکین حاصل کرے۔(یہی مضمون سورۃ الرّوم کی آیت ۲۲ میں بھی بیان ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً**

لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِيْ ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۔اور اُس کے نشانات میں سے (یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تا کہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اُس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں)

وہ لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ انسان کا جوڑا پسلی سے بنایا گیا ہے وہ بھی صرف یہی کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کی پسلی سے حوّا کو بنایا گیا۔یہ کوئی نہیں کہتا کہ حوّا کی پسلی سے آدم کو بنایا گیا لیکن اس آیت کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ مرد کی پسلی سے عورت نہیں بنی بلکہ عورت کی پسلی سے مرد بنا ہے کیونکہ اس میں **زَوْجَهَا** کی ضمیر نفسِ واحدہ کی طرف جاتی ہے جو مؤنث ہے۔اسی طرح **مِنْهَا** میں بھی ضمیر مؤنث استعمال کی گئی ہے۔اس کے بعد یہ ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے اُس نفس واحدہ سے اُس کا زوج بنایا اور زوج کے لئے **لِيَسْكُنَ** میں مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زوج نَر تھا جو ایک مادہ سے پیدا ہوا۔پس ان معنوں کے لحاظ سے یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ عورت مرد کی پسلی سے نہیں بلکہ مرد عورت کی پسلی سے پیدا ہوا ہے۔

ان آیات کا اصل مقصد یہ ہے کہ عورت مرد کا اور مرد عورت کا ٹکڑا ہے دونوں مِل کر ایک کامل وجود بنتے ہیں۔الگ الگ رہیں تو مکمل نہیں ہو سکتے۔مکمل اسی وقت ہوتے ہیں جب دونوں مل جائیں۔ اب دیکھو یہ کتنی بڑی اخلاقی تعلیم ہے جو اسلام نے دی۔اس لحاظ سے جو مرد شادی نہیں کرتا وہ مکمل مرد نہیں ہوسکتا، اسی طرح جو عورت شادی نہیں کرتی وہ بھی مکمل عورت نہیں ہوسکتی۔پھر جو مرد اپنی عورت سے حسن سلوک نہیں کرتا اور اُسے تنگ کرتا ہے وہ بھی اس تعلیم کے ماتحت اپنا حصہ آپ کاٹتا ہے۔اسی طرح جو عورت مرد کے ساتھ عمدگی سے گزارا نہیں کرتی وہ بھی اپنے آپ کو نامکمل بناتی ہے اور اس طرح انسانیت کا جزو نامکمل رہ جاتا ہے۔پس جب انسانیت مرد کا نام نہیں اور نہ انسانیت عورت کا نام ہے بلکہ مرد و عورت ان کے مجموعے کا نام انسانیت ہے تو ماننا پڑے گا کہ انسانیت کو مکمل کرنے کے لئے مرد و عورت کا ملنا ضروری ہے۔اور جو مذہب ان کو علیحدہ علیحدہ رکھتا ہے وہ انسانیت کی جڑ کاٹتا ہے۔اگر

مذہب کی غرض دنیا میں انسان کو مکمل بنانا ہے تو یقیناً مذہب اس عمل کی مخالفت نہیں کرے گا بلکہ اسے اپنے مقصد کے حصول کے لئے استعمال کرے گا۔ اور جو مذہبی کتاب بھی اس طبعی فعل کو برا قرار دے کر اس سے روکتی ہے یا اس سے بچنے کو ترجیح دیتی ہے وہ یقیناً انسانی تکمیل کے رستہ میں روک ڈال کر اپنی افضلیت کے حق کو باطل کرتی ہے۔''

(اقتباس از فضائل القرآن از حضرت مصلح موعودؓ بحوالہ قواریر۔ قوّامون حصہ اوّل)

حضرت عبداللہؓ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا تھا:۔

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءَۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء۔

اے نوجوانوں کے گروہ! جو تم میں سے شادی کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ شادی کرے کیونکہ وہ غضِ بصر کا ذریعہ اور عصمت کی حفاظت کرنے والی ہے اور جسے اس کی طاقت نہ ہو تو وہ روزے رکھے کیونکہ یہ اس کے ضبطِ نفس کا ذریعہ ہے۔ (مسلم جلد ۷ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۴۷۲)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''عورت مرد کے لئے سکون کا باعث ہے اور مرد عورت کے لئے۔ مرد و عورت دونوں کو ایک دوسرے کا لباس کہہ کر اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی نہا دھو کر نکلے لیکن میلے کچیلے کپڑے پہن لے تو کیا وہ صاف کہلائے گا۔ کوئی شخص خواہ کس قدر صاف ستھرا ہو لیکن اس کا لباس گندہ ہو تو وہ گندہ ہی کہلائے گا۔ پس **هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ** میں مرد اور عورت کو ایک دوسرے کا نیکی بدی میں شریک قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ دونوں کو ایک دوسرے کا محافظ ہونا چاہیئے۔ اس طرح بھی **لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا** کا مفہوم پورا ہوتا ہے کیونکہ وہ ایک دوسرے کے لئے بطور رفیقِ سفر کے کام کرتے ہیں۔''

(اقتباس از فضائل القرآن از حضرت مصلح موعودؓ بحوالہ قواریر۔ قوّامون حصہ اوّل)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ **لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا** کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ مَردوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ہم نے تم میں سے ہی تمہاری جنس میں سے

ہی ایک نازک صنف کو پیدا کیا ہے۔ **لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا**۔ تاکہ تم سکون کی خاطر اُس کی طرف جھکو۔ اس میں مَرد اور عورت کے تعلقات کو بہتر بنانے کا بہت بڑا راز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا**۔ تاکہ تم عورت کی طرف سکون کی تلاش میں جھکو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا مَرد بدتمیز ہو ہی نہیں سکتا۔ جس کو کسی سے سکون کی تلاش ہو وہ اس سے بداخلاقی سے پیش نہیں آ سکتا اور سکون اس کو تبھی ملے گا اگر وہ اپنی عورت کے لئے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہو گا تو معاشرے کو جنّت بنانے کے لئے ایک چھوٹے سے فقرے میں ایک بہت ہی گہری راز کی بات ہمیں سمجھا دی گئی کہ مَرد جو ہمیشہ عورت سے سکون کے متلاشی رہیں گے اور جانتے ہوں گے کہ جیسا سکون مجھے اپنے گھر میں مل سکتا ہے باہر مُیسّر نہیں آ سکتا، ان کو واقعۃً عورت سے سکون ملے گا، اور ایسی عورتوں کا رجحان ان کے متعلق ہمیشہ اچھا ہو گا اور اگر وہ سکون کے لئے باہر جائیں گے تو ایسا گھر جہنّم بن جائے گا۔

آج کے معاشرے کے تجزیہ کے وقت یہ بات سب سے زیادہ نمایاں طور پر سامنے آتی ہے کہ وہی گھر بگڑتے ہیں، وہی گھر جہنّم بنتے ہیں جن کے مَرد اپنی بیویوں سے سکون تلاش کرنے کی بجائے گھر سے باہر سکون ڈھونڈتے ہیں۔ ایسے گھر لازماً برباد ہو جایا کرتے ہیں اور ان کی اولادیں بھی تباہ ہو جایا کرتی ہیں۔ پھر آپ وہ ماں نہیں بن سکتیں جن کے پاؤں کے نیچے جنّت ہے۔۔۔

اور مَردوں کو بھی میں کہتا ہوں کہ اگر انہوں نے اس معاملہ میں تعاون نہ کیا اور ان کی اولادیں ضائع ہوئیں تو خدا ان سے پوچھے گا اور وہ خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ یہ بھی سوچیں کہ آپ کی اپنی بچیاں بھی ہیں جو دوسروں کے گھروں میں جانے والی ہیں۔ ایسے مَردوں کو خیال کرنا چاہیے کہ جب غیروں کی بچیاں اُن کے پاس آتی ہیں تو کس طرح بے چاری نہتی اور بے دست و پا ہو کر آتی ہیں۔ ایک ظالم خاوند کے پلے پڑ جائیں تو ماں باپ کو کتنی تکلیف پہنچتی ہو گی۔ اگر کوئی خاوند اپنی بیوی سے اس طرح کا ظالمانہ سلوک کرتا ہو اور اسے کوئی پرواہ نہ ہو اور کوئی خطرہ محسوس نہ کرے تو اس کو سوچنا چاہیے کہ آئندہ ہو سکتا ہے اس کی بھی بیٹیاں ہوں وہ بھی کسی کے گھر میں جائیں، وہ بھی اسی طرح بے دست و پا ہوں۔ اگر وہ اس نظر سے سوچے تو وہ تھر تھرا اُٹھے گا وہ سوچے گا کہ یہ تو بہت ہی خطرناک بات ہے لیکن عام طور پر لوگ اس بات کو بھلا دیتے ہیں۔''

(خطاب فرمودہ ۶ جولائی ۱۹۹۱ء جلسہ سالانہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا ٹورنٹو)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''آنحضرت ﷺ قرآن شریف کے شارح ہیں۔ آپ ایک موقع پر بڑے گھبرائے ہوئے تھے۔ حضرت عائشہؓ کو کہا کہ اے عائشہؓ ہمیں آرام پہنچاؤ۔ اور اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آدم کے ساتھ حوّا کو بھی بنادیا تا وہ اس کے واسطے ضرورت کے وقت سہارے کا موجب ہو۔ (حاشیہ میں بحوالہ بدر لکھا ہے کہ عورتوں کو پیدا کرنے میں سرّ یہی ہے کہ خدا کی راہ میں نفس کی قربانی کے واسطے جو ایک کوفت پیدا ہوتی ہے۔ اس کا سہارا ہو جاویں۔'' (ملفوظات جلد۳ صفحہ ۱۸۵)

دُعا اور استخارہ کی اهمیت:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''یہ بھی قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر انسان اسلام کے مطابق شادی کرے تو عام طور پر نتیجہ اچھا ہی نکلتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ اسلام کے مطابق شادی کرنے بعد بھی کوئی خرابی پیدا ہو جائے یا وہ شادی جس کی بنیاد خراب ہو بعد میں اس کی اصلاح ہو جائے لیکن یہ ایسی مستثنیات ہیں۔ جیسے بعض اوقات بیمار اچھے ہو جاتے ہیں اور تندرست مر جاتے ہیں۔ پس مسلمان کا فرض ہے کہ وہ صحیح راستہ پر چلنے کی کوشش کرے۔ شادی کے معاملہ میں اسلام نے جو چیز مقدم رکھی ہے وہ استخارہ ہے اور استخارہ اتنا کرنا چاہیے کہ کسی نہ کسی طرف دل فیصلہ کر لے اور پھر اس کے بعد بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے کیونکہ **صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنعَمتَ عَلَيْهِمْ** ۔میں شامل ہو جانے کے بعد بھی بھی **ا لمَغضُوبِ** اور **الضَّالِّيْنَ** میں مل جانے کا امکان ساتھ لگا رہتا ہے اس لئے اس وقت تک دعائیں کرتے رہنا چاہیے جب تک یوم معلوم نہ ہو جائے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ مومن کے لئے ایک یوم معلوم ہوتا ہے جس دن اس کی بعثت روحانی ہو جاتی ہے اور اس پر شیطان کا تصرف بالکل نہیں رہتا لیکن جب تک وہ دن نہ آ جائے متواتر دعاؤں میں لگے رہنا چاہیے۔'' (خطبات محمود جلد۳ صفحہ ۲۵۸)

آپؓ مزید فرماتے ہیں:۔

''نکاح سے قبل استخارہ کر لینا چاہیے۔ استخارہ دو قسم کا ہوتا ہے ایک استخارہ عام ہوتا ہے اور ایک استخارہ خاص۔ استخارہ عام پہلے کیا جاتا ہے اور استخارہ خاص بعد میں۔ مگر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ پہلے ایک عورت کو پسند کر لیتے ہیں اور پھر استخارہ کرتے ہیں ایسے استخارہ میں عموماً خیال کا اثر پڑ جاتا ہے اور وہ سمجھنے لگ جاتے ہیں کہ استخارہ ٹھیک ہوا لیکن اگر ان کا رجحان نہ ہو تو وہ اپنے خیال کے ماتحت سمجھتے ہیں کہ استخارہ الٹ پڑ گیا حالانکہ استخارے سیدھے اور الٹ نہیں پڑتے بلکہ ان کا خیال سیدھا اور الٹ پڑتا ہے جس سے وہ غلط نتیجہ اخذ کر لیتے ہیں۔

استخارہ عام یہ ہوتا ہے کہ قطع نظر کسی خاص شخصیت کے دعا کی جائے کہ اے خدا ہمارے لئے ایسا جوڑا مہیا فرما جو **جُنُود" مُجَنَّدَة"**۔ ہو۔

دوسرا استخارہ خاص اس وقت کیا جائے جب اس کا موقع آئے اور نام لے کر استخارہ کیا جائے اس طرح استخارہ عام استخارہ خاص کا محافظ ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ پہلا استخارہ کر لیتے ہیں مگر دوسرا نہیں کرتے اور بعض دوسرا کرتے ہیں اور پہلا نہیں کرتے۔ چاہیئے کہ دونوں استخارے کئے جائیں اس صورت میں نتیجہ صحیح نکلتا ہے۔ اس طرح شادی کرنے سے سو ۱۰۰ میں سے ساٹھ کو فائدہ ضرور ہوتا ہے۔ اگر ساٹھ کو فائدہ نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو یہاں تک کہ دس فیصدی فائدہ ہو تو میرے نزدیک ۹۰ فیصدی کمی کو اولادیں پورا کر دیں گی اور وہ دس فیصدی فائدہ نوے کی حفاظت کا ذریعہ ہو جائے گا۔''

(خطبات محمود جلد۳ صفحہ ۴۳۵)

قول سدید:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''دنیا میں جس قدر فتنے اور جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اگر ان پر غور کیا جائے تو ان کا اصل موجب قول سدید کا نہ ہونا ہوتا ہے۔ دنیا میں اکثر لوگ تو اس مرض میں مبتلا دیکھے گئے ہیں کہ وہ عادتاً جھوٹ بولتے ہیں۔ پھر کئی ایسے ہوتے ہیں جو عادتاً تو جھوٹ نہیں بولتے لیکن ضرورت کے موقع پر

ارادتاً جھوٹ بول لیتے ہیں ۔ پھر بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو ارادتاً تو جھوٹ نہیں بولتے لیکن ان کی طبیعت ایسی کمزور ہوتی ہے کہ ڈر کے موقع پر غلط بات ان کے منہ سے نکل جاتی ہے ۔ یہ ڈر بھی آگے کئی قسم کا ہوتا ہے ۔ کئی تو ایسے ہوتے ہیں جنہیں اپنے کسی مقصد میں ناکام رہنے کی وجہ سے نقصان کا ڈر ہوتا ہے اور کئی ایسے ہوتے ہیں جن کو نقصان کا تو کوئی ڈر نہیں ہوتا لیکن فائدہ کے ہاتھ سے چلے جانے کا ڈر ہوتا ہے ۔ اس فائدہ کے حصول کی امید میں جھوٹ بول دیتے ہیں اور پھر کئی لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں کسی فائدہ کی امید تو نہیں ہوتی لیکن محض ہر دلعزیزی حاصل کرنے کے لئے جھوٹ بول دیتے ہیں یعنی جس نے جو بات کہی اس کے سامنے جی ہاں ٹھیک ہے کہہ دیتے ہیں ۔ ایسے لوگ دنیا کی آواز اور اس کی رائے کو ہی اپنا خدا یقین کرتے ہیں ۔ اور ان میں یہ جرآت نہیں ہوتی کہ سچائی سے اپنی ذاتی رائے ظاہر کر دیں ۔ جیسی مجلس ہو وہ ایسا ہی خیال وہاں ظاہر کر دیتے ہیں اگرچہ خود دل میں برا بھی محسوس کرتے ہوں ۔

پھر اس سے بڑھ کر کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنے خیال میں سچ بولنے والے ہوتے ہیں جو وہ کہتے ہیں وہ کذب تو بے شک نہیں ہوتا لیکن قول غیر سدید ضرور ہوتا ہے ۔ عربی زبان میں قول سدید اور قول صادق میں فرق ہے ۔ دیگر مذاہب صرف یہ تعلیم دیتے ہیں کہ سچ بولو لیکن اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ تمہارا قول سچا اور ساتھ ہی سدید بھی ہونا چاہیے یہ عین ممکن ہے کہ ایک قول قول صدق ہو لیکن قول سدید نہ ہو لیکن قول سدید قول صدق ضرور ہوتا ہے ۔ قول سدید کے معنے یہ ہیں کہ اس میں کوئی کجی نہ ہو اور وہ نا صرف معناً سچ ہو بلکہ ان مخفی خیالات کے لحاظ سے بھی سچ ہو جو انسان بات کرتے وقت اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہے ۔ یہ نہ ہو کہ اس کی بات تو سچی ہو لیکن جو مفہوم وہ اس بات سے دوسرے کے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے وہ صحیح نہ ہو اور پھر یہ بھی نہ ہو کہ اس کے دل میں تو اور مفہوم ہے لیکن دوسرا اس کی بات سے کچھ اور سمجھ رہا ہو مگر جب موقع آئے اور دوسرا گرفت کرے تو تو کہہ دے میرا تو یہ مطلب نہ تھا جیسے کچھ سال ہوئے ساؤتھ افریقہ میں یہ سوال پیدا ہوا کہ وہاں ہندوستانیوں کو کیا حقوق دیئے جائیں بعض انگریزوں نے کہا کہ ہندوستانی ایسٹ افریقہ لے لیں ۔ لیکن بعد میں وہاں بھی انگریزوں نے قبضہ کر لیا ۔ جب اس پر اعتراض کیا گیا تو کہہ دیا ۔ ہم نے تو کہا تھا لے لو مگر تم نے لیا نہیں ۔ اگر تصفیہ کر لیتے تو ہم اس پر قابض نہ ہوتے ۔ تو بعض باتیں قول صدق ہوتی ہیں قول سدید نہیں ہوتیں ۔ مگر اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ

ہمیشہ قول سدید ہونا چاہیے کیونکہ بہت سے جھگڑے اور تفرقے قول سدید نہ ہونے سے ہی پیدا ہوتے ہیں خصوصاً شادی بیاہ کے تنازعات ۔

بعض لوگ کلام ایسے مخفی طور پر کرتے ہیں کہ خود ان کے نزدیک تو اس کا مفہوم اور ہوتا ہے لیکن سمجھنے والا اور مفہوم لیتا ہے اور ایسے ڈپلومیٹک الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں کہ جن سے دو مفہوم نکل سکیں ۔ ایک لڑکا اپنے والدین کو روپیہ دیتا رہتا ہے جس سے وہ اس سے بہت خوش رہتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ جائیداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے ۔ دونوں میں روپیہ کے متعلق کوئی تشریح موجود نہیں ہوتی لیکن والدین یہی سمجھتے ہیں کہ بلحاظ اولاد ہمیں یہ رقم بطور نذرانہ دیتا ہے اور جب وہ اس کے عوض میں جائداد پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو برا مناتے ہیں اور اور باہمی تنازعہ شروع ہو جاتا ہے ۔ جس کی وجہ محض قول سدید کا نہ ہونا ہے اگر روپیہ دیتے وقت یا والدین لیتے وقت اپنے اپنے خیال کو ظاہر کر دیتے تو یہ نوبت نہ آتی ۔

میں اپنے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ بہت سی لڑائیاں اور جھگڑے اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں کہ ابتداء میں صفائی سے کھول کر بات چیت نہیں کر لی جاتی ۔ ایک ہی بات کا کوئی کچھ مفہوم سمجھتا ہے اور کوئی کچھ ۔ اور جب یوم الدین یعنی فیصلہ کا وقت آتا ہے تو اصل بات ظاہر ہو جاتی ہے اور جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے ۔ لیکن اگر فریقین قول سدید کریں تو ممکن ہے اس وقت کچھ جھگڑا یا قدرے بدمزگی پیدا ہو جائے لیکن بعد میں ہمیشہ کے لئے سکھ رہے ۔ اور شادی کا معاملہ کرتے وقت اگر تمام شرائط صاف الفاظ میں اور پوری وضاحت سے طے کر لی جائیں اور کوئی غلط فہمی درمیان میں نہ رہنے دی جائے تو بعد میں بہت کم جھگڑوں کا احتمال ہو سکتا ہے مگر صاف الفاظ کے یہ معنی بھی نہیں کہ دوسرے کو گالی دی جائے ۔ صاف بات بھی نرمی سے کہی جا سکتی ہے اور دراصل اخلاق نام ہی اس پالش کا ہے جو انسان بات کرتے وقت اختیار کرتا ہے ۔ مسئلہ اخلاق انسانیت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ۔ بعض باتیں انسانیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں ۔

پھر انسانیت کے بعد یہ درجہ آ جاتا ہے کہ عادات و اخلاق کی پالش کی جائے مثلاً اگر کوئی دوسرے شخص کو مارتا ہے تو اگر میں اخلاق کا باریک فلسفہ بیان کروں تو یہی کہوں گا کہ وہ انسان نہیں کیونکہ یہ بات انسانیت سے تعلق رکھتی ہے کہ کسی کو مارا نہ جائے لیکن بات کرتے وقت اگر آداب کو اختیار نہ کیا

جائے اور لب ولہجہ ترش ہو تو یہ اخلاق کا سوال ہے۔ پس قول سدید کے یہ معنے نہیں کہ جو منہ میں آیا بکتے چلے گئے بلکہ اسے بھی خاص حدود کے اندر رکھنا چاہیے اور انسان کو چاہیے دوسرے کے جذبات کا بھی خیال رکھے اور یہ بھی دیکھے کہ دوسرے پر اس کی بات کا کیا اثر ہوگا اور اگر ان دونوں باتوں کو ملحوظ رکھا جائے اور قول سدید کو اخلاق سے برتا جائے تو کسی جھگڑے کا موجب نہیں ہوگا۔ اور کوئی ناراضگی پیدا نہیں ہوگی اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ ہم اپنے کسی دوست کو بلانا چاہتے ہیں لیکن کہتے ہیں اگر آنا ہو تو آؤ نہیں تو نہ سہی۔ اب یہ قول سدید تو ہے لیکن اس سے دوسرے کا دل ضرور دکھے گا۔

اگر انسان ہمیشہ بات ایسی کہے جو ظاہراً و باطناً ایک ہی مفہوم رکھتی ہو اور ساتھ ہی اسے ایسے رنگ میں پیش کرے کہ دوسرے پر اس کا برا اثر بھی نہ پڑے تو ایسی صلح کی بنیاد قائم ہو سکتی ہے جس سے ہمیشہ آپس میں پیار اور محبت رہے لیکن دل میں کچھ رکھنا اور ظاہر کچھ کرنا ہمیشہ فتنہ کا موجب ہوتا ہے۔ ایک شخص بیوی کو زیور بنا کر دیتا ہے بیوی اسے پہنتی ہے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد جب وہ چاہتا ہے کہ اسے فروخت کر کے مکان بنوالے تو جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے۔ بیوی کہتی ہے اس نے مجھے دے دیا تھا اور میں اس کی مالک ہوں۔ اسے واپس لینے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن خاوند کہتا ہے میں تو اس لئے دیتا ہوں کہ یہ پہنے اور میں اس کی سجاوٹ دیکھ کر مسرت حاصل کروں۔ میرا یہ مقصد ہرگز نہ تھا کہ تمام زیور اس کی ملکیت میں دے دوں۔ اب دونوں ہی سچے ہیں لیکن جھگڑے کی وجہ صرف قول غیر سدید ہے۔ اگر قبل از وقت معاملہ کی وضاحت ہو جاتی تو کبھی یہ نتیجہ نہ ہوتا۔ پس خیال رکھنا چاہیے کہ اکثر جھگڑے ایسی باتوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں جو اگرچہ جھوٹ تو نہیں ہوتیں لیکن بہ باطن ان میں فریب ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے اسلام یہی تعلیم دیتا ہے کہ ہمیشہ ایسی بات کہو جس میں پیچ نہ ہو اور جس کے متعلق تم نہ کہو کہ میری بات سچ ہے بلکہ یہ کہہ سکو کہ میرا قول قول سدید ہے اور اس میں کوئی پیچ نہیں۔''

(الفضل ۱۴ فروری ۱۹۳۰ء صفحہ ۶۔ خطبات محمود جلد ۳ صفحات ۲۵۹ تا ۲۶۲)

عورت کو شادی سے پہلے دیکھنا:

محمد بن سلمہؓ کہتے ہیں میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ میں اسے دیکھنے کے لیے اس

کے باغ میں چھپ کر جایا کرتا تھا حتیٰ کہ میں نے اسے دیکھ لیا۔ کسی نے کہا آپ ایسی حرکت کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جب اللہ تعالیٰ کسی کے دل میں کسی عورت سے نکاح کی خواہش ڈالے تو اس کی جانب دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ابن ماجہ کتاب النکاح حدیث ۱۹۳۱)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ مغیرۃ بن شعبہؓ نے ایک عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جاؤ اسے دیکھ لو کہ اس سے شاید اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دے انہوں نے ایسا ہی کیا پھر اس سے نکاح کر لیا۔ بعد میں حضور ﷺ سے اس نے اپنی بیوی کی موافقت اور عمدہ تعلق کا ذکر کیا۔

(ابن ماجہ کتاب النکاح حدیث ۱۹۳۲)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''شادی کے موقع پر جب سب باتیں رشتہ داروں میں طے ہو جائیں تو لڑکی کو دیکھ لینا بہت سے فتنوں کا سدّ باب کر دیتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک نوجوان نے کسی لڑکی سے شادی کرنی چاہی لڑکی والوں کے سب حالات اُسے پسند تھے۔ اُس نے لڑکی کے باپ سے کہا کہ مجھے اَور تو سب باتوں سے اتفاق ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں لڑکی کو بھی دیکھ لوں۔ اُس وقت پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ لڑکی کے باپ نے کہا میں ایسا کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ وہ نوجوان رسول کریم ﷺ کے پاس گیا اور اُس نے عرض کیا کہ میں فلاں لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اَور تو مجھے سب باتیں پسند ہیں میں صرف لڑکی کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں نے لڑکی کے باپ سے اس کا ذکر کیا تھا مگر اُس نے لڑکی دکھانے سے انکار کر دیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اُس نے جو کچھ کیا ہے غلط کیا ہے۔ شادی کے متعلق اگر سب باتیں طے ہو گئی ہیں تو تم لڑکی کو دیکھ سکتے ہو۔ وُہ نوجوان پھر گیا اور لڑکی کے باپ کو رسول کریم ﷺ کا ارشاد سُنایا۔ اُس نے کہا رسول کریم ﷺ نے ایسا فرمایا ہوگا مگر میری غیرت یہ برداشت نہیں کرتی خواہ تم شادی کرو یا نہ کرو مَیں تمہیں لڑکی دیکھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ باتیں اندر لڑکی بھی سُن رہی تھی۔ جب اُس کے باپ نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہوگا مگر میری غیرت یہ بات برداشت نہیں کر سکتی تو وہ پردہ ہٹا کر باہر آ گئی اور لڑکے سے مخاطب ہو کر کہنے لگی جب رسول کریم ﷺ نے

فرمایا ہے کہ تم مجھے دیکھ سکتے ہو تو میرا باپ کون ہے جو اس میں روک بنے۔ میں سامنے کھڑی ہوں دیکھ لو۔ اِس چیز کا اُس نوجوان پر اتنا اثر ہوا کہ اُس نے نظریں نیچی کر لیں اور اُس لڑکی کی طرف نہیں دیکھا اور بولا کہ جس لڑکی کے دل میں رسول کریم ﷺ کی اتنی محبت ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں اپنے باپ کی محبت کو بھی ٹھکرا سکتی ہے مَیں اُس سے بن دیکھے ہی شادی کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے بن دیکھے ہی اُس سے شادی کر لی۔ غرض ایک طرف اسلام نے پردہ رکھ کر مسلمانوں کو اُن فتنوں سے بچایا ہے جو عورت کی وجہ سے پیدا ہو سکتے تھے تو دوسری طرف اندھا دھند شادی کر لینے سے جو خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں مثلاً رنگ۔ نقش اور شکل کی وجہ سے اُن کو یہ کہہ کر دور کر دیا کہ شادی سے پہلے اگر لڑکی کو دیکھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔'' (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۰)

شادی کرنے میں لڑکے لڑکی کو آزادی حاصل ہے:

معزز قارئین! عام طور پر لڑکیوں اور لڑکوں کو والدین کے منتخب کردہ مَرد یا عورت سے شادی کرنا ہوتی ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی ذاتی اغراض اور تعلقات کو نبھانے کے لئے بچوں کو قربانی کا بکرا نہ بنائیں۔ یہاں برطانیہ میں بہت سے ایسے کیسز عدالتوں میں زیر سماعت ہیں جن میں بچوں کی زبردستی اور دھوکے سے شادی کر دی گئی تھی۔ والدین کو بچوں کے رشتے بچوں کی رضامندی کو پیش نظر رکھ کر کرنے چاہئیں۔ بعض بچوں میں بغاوت کے جراثیم والدین کے غلط فیصلوں کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر بچے ردعمل کے طور پر نہایت غیر دانشمندانہ فیصلے کرتے ہوئے بعض دفعہ گھروں کو چھوڑ کر اپنی بربادی کا سامان کر لیتے ہیں۔ اسلام زبردستی کی شادی کو قطعاً قبول نہیں کرتا۔ شادی کرنے میں لڑکے لڑکی دونوں کو آزادی حاصل ہے۔

حضور اقدس ﷺ جب کسی خاتون کی شادی کرنا چاہتے تو پردے کے پیچھے سے اس سے بات کرتے اور پوچھتے: اے بیٹی! فلاں شخص تجھے پیغام نکاح دیتا ہے اگر تُو اس کو ناپسند کرتی ہے تو ناں کر دے کیونکہ کوئی شخص ناں کرنے سے شرم نہیں کرتا اور اگر تو اس کو پسند کرتی ہے تو تیرا خاموش رہنا ہی اقرار ہے۔ (کنز العمال حدیث نمبر ۱۸۳۲۴)

حضرت مجمع بن یزید الانصاریؓ بیان کرتے ہیں حذام نامی ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی بغیر اجازت کے کر دی۔ لڑکی نے اسے برا سمجھا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور آپؐ سے ذکر کیا آپؐ نے نکاح فسخ کر دیا اس نے ابولبابہؓ بن عبدالمنذر سے نکاح کر لیا۔ یحیٰی کہتے ہیں وہ بیوہ تھیں۔

(ابن ماجہ کتاب النکاح حدیث ۱۹۴۰)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

'نکاح کا معاملہ انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے اور شاید جس قدر دنیوی معاملات ہیں ان سب سے زیادہ اس کا تعلق انسان سے ہے لیکن یہ نہایت ہی عجیب بات ہے کہ وہ معاملات جن کو انسانی زندگی سے کم تعلق ہوتا ہے ان کو تو انسان لوگوں کے سپرد کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں اور جس کا زیادہ تعلق ہے اسے اپنے ہاتھ میں رکھنا پسند کرتے ہیں۔ ایک کپڑا چھ مہینے نہیں سال، سال نہیں دو سال، دو سال نہیں تین سال، تین سال نہیں چار سال، چار سال نہیں پانچ سال چلتا ہے اور پھر پھٹ جاتا ہے۔ مگر ماں باپ کپڑے کے متعلق تو لڑکے لڑکی کو اجازت دے دیں گے بلکہ پسند کریں گے کہ لڑکا لڑکی کپڑا خود پسند کرے۔ حالانکہ اس کے انتخاب پر ان کی زندگی کا مدار نہیں ہوتا۔

کپڑے کی غرض خواہ کچھ ہو لڑکے لڑکی کی پسند کے نہ ہونے کے باوجود بھی پوری ہو جائے گی۔ کپڑے کی غرض اگر ننگ ڈھانکنا ہو گی تو وہ بھی پوری ہو جائے گی۔ اگر سردی سے بچانا ہو گی تو وہ بھی پوری ہو جائے گی گو آنکھیں اسے دیکھ کر خوش نہ ہوں اور دل میں مسرت پیدا نہ ہو لیکن اس میں تو کہتے ہیں کہ لڑکی لڑکا خود انتخاب کرے مگر وہ بات جس میں ان کی پسندیدگی اور رضامندی کے بغیر غرض پوری نہیں ہو سکتی اس میں اجازت نہیں دیتے اور وہ بیاہ شادی کا معاملہ ہے۔

شادی ساری عمر کا تعلق ہوتا ہے اگر لڑکے لڑکی کا مزاج نہ ملے ایک دوسرے کو پسند نہ کریں ان کے تعلقات عمدہ نہ ہوں تو ان کی ساری عمر تباہ ہو جاتی ہے بسا اوقات بعض خاندانوں میں محض اس لئے شادیاں ہو جاتی ہیں کہ ماں باپ نے کبھی بچپن میں اقرار کیا تھا کہ ہمارے ہاں لڑکا ہو گا اور تمہارے ہاں لڑکی تو ان کا رشتہ کریں گے۔ جب اقرار کیا جاتا ہے تو نہ لڑکے کو ہوش ہوتی ہے اور نہ لڑکی کو۔ اور بعض اوقات لڑکا لڑکی پیدا بھی نہیں ہوتے کہ اقرار کیا جاتا ہے اور اسے پورا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے

حالانکہ یہ کوئی اقرار نہیں۔کیا معلوم کہ ماں باپ لڑکے لڑکی کی شادی تک زندہ رہیں یا شادی کے بعد اتنا عرصہ زندہ رہیں کہ ان کے تعلقات اچھے یا بُرے ہونے کا اثر ان پر پڑے۔پس جن پر اس اقرار کا اثر پڑنا ہوتا ہے یعنی لڑکا لڑکی ان کو پوچھا تک نہیں جاتا۔

سو یہ نہایت ہی عجیب بات ہے کہ وہ چیزیں جن کا زندگی پر اتنا اثر نہیں پڑتا ان میں تو اختیار دیا جاتا ہے لیکن ان میں اختیار نہیں دیا جاتا جن کا زندگی سے بہت بڑا تعلق ہے یہ بڑی حماقت کی بات ہے۔

اسلام نے لڑکے لڑکی کو آزادی دی ہے شادی کے بارے میں مگر اس کے ساتھ ایک عجیب بات بھی رکھی ہے اور وہ یہ کہ لڑکا ہو یا لڑکی ماں باپ کے مشورے سے شادی کریں۔اگر بغیر مشورہ کے شادی کرے تو ماں باپ کو اختیار ہے کہ اسے کہیں کہ طلاق دے دیں اور لڑکے کو اس کی تعمیل کرنی چاہیے۔تو لڑکے کو مشورہ کرنے کا پابند قرار دیا ہے لیکن اگر ماں باپ بضد ہوں اور بغیر کوئی نقص اور خطرہ بتائے زور سے روکیں تو لڑکا شادی کر سکتا ہے۔ہاں اسے یہ حکم ہے کہ والدین کی خواہش کو جہاں تک ممکن ہو پورا کرے۔مگر جب یہ سمجھے کہ ایسا کرنا اس کے لئے مضر ہے تو شادی کر لے۔اگر لڑکا ماں باپ سے پوچھے بغیر شادی کرے تو وہ اسے طلاق دینے کا حکم دے سکتے ہیں۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ ماں باپ اس تعلق کو اور نظر سے دیکھتے ہیں اور لڑکا اور نظر سے دیکھتا ہے۔لڑکے کے سامنے حسن، جذبات اور شہوت یا اور معاملات ہوتے ہیں۔لیکن ماں باپ کے مدنظر لڑکے کا آرام اور اس کا فائدہ ہوتا ہے اس لئے شریعت نے رکھا ہے کہ والدین سے اس بارے میں مشورہ کیا جائے تاکہ ان کے مشورہ سے مفید باتیں اس کے سامنے آجائیں جن پر وہ اپنے جذبات کی وجہ سے اطلاع نہیں پا سکتا تھا لیکن اگر وہ اپنے لئے مفید سمجھے تو ماں باپ کی رضامندی کے بغیر بھی شادی کر سکتا ہے۔

لڑکی کے معاملہ میں شریعت نے والدین کو **ویٹو کا حق** دیا ہے یعنی لڑکی اگر کہے کہ فلاں جگہ شادی کرنا چاہتی ہوں والدین مناسب نہ سمجھیں تو وہ انکار کر سکتے ہیں لیکن یہ محدود حق ہے یعنی دو دفعہ کے لئے۔اگر تیسری جگہ بھی انکار کریں تو لڑکی کا حق ہے کہ قضاء میں درخواست کرے کہ والدین

اپنے فوائد یا اغراض کے لئے اس کی شادی میں روک بن رہے ہیں۔اس پر اگر قاضی دیکھے کہ یہ صحیح ہے تو لڑکی کو اختیار دے سکتا ہے کہ وہ شادی کر لے پھر چاہے وہ اس پہلی جگہ ہی شادی کرے جہاں سے والدین نے اسے روکا تھا یہ جائز شادی ہوگی۔اسی طرح شریعت نے اس بارے میں لڑکے لڑکی کو درمیان میں لا کھڑا کیا ہے مگر حالت یہ ہے کہ لوگ دونوں کی باتوں کو بُرا سمجھتے ہیں۔اگر کوئی کنواری لڑکی اس قسم کی درخواست قاضی کو دے تو بہت ممکن ہے جس سے وہ شادی کرنا چاہتی ہو وہی شادی سے انکار کر دے۔

غرض شریعت نے اس پر بڑا زور دیا ہے کہ سوچ سمجھ کر شادی کرنی چاہیے خواہ مرد ہو خواہ عورت۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ**۔(سورۃ الحشر آیت ۱۹) وہ دیکھ لے کہ کل اس کے لئے کیا نتیجہ نکلے گا۔یہ نہیں فرمایا کہ یہ دیکھنا چاہیے کہ رشتہ داروں کے متعلق کیا نتیجہ نکلے گا اور کہ ان کے ہاتھ میں کلی اختیار رہنا چاہیے۔تو لڑکے اور لڑکی کو خود شادی کے متعلق غور و فکر سے کام لینا چاہیے جس کا اسلام نے انہیں حق دیا ہے لیکن شاید ابھی یہ باتیں خواب ہیں اور ایسی خواب جس کی تعبیر آئندہ زمانہ میں نکلے گی۔تاہم ہمارا فرض ہے کہ ان کی طرف توجہ دلائیں خواہ وہ زمانہ جلد آئے یا بدیر۔"

(خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳)

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ولی کے بغیر نکاح نہیں ہے۔

(ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ کتاب النکاح حدیث ۱۹۴۹ بحوالہ مشکوٰۃ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۹۹۵)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔اگر صحبت ہو چکی ہو تو اسے اس کا مہر ملے گا اگر باہم اختلاف ہو تو سلطان اس شخص کا ولی ہے جس کا کوئی ولی نہیں۔

(ابن ماجہ کتاب النکاح حدیث ۱۹۴۷)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"عورت کی مرضی کے بغیر اس کی شادی نہیں ہوسکتی۔اسلام سے پہلے یہ رواج تھا کہ والدین جہاں چاہتے عورت کی شادی کر دیتے۔اُس کی مرضی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔اور عورت کو اُن کی

بات ماننی پڑتی تھی۔ مسلمانوں نے بھی اس زمانہ میں اگرچہ یہ حق تلف کر دیا ہے۔ مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اسلامی تعلیم ناقص ہے۔ اسلام نے یہاں تک کہا ہے کہ عورت کی مرضی کے بغیر اگر کوئی شادی ہو تو وہ باطل ہے۔ کتنا بڑا حق ہے جو قرآن کریم نے عورتوں کو دیا ہے۔ بچے کا دودھ چھڑانا بھی عورت کی مرضی پر رکھا ہے اور اسے ایسی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس کی مثال کسی اور کتاب میں نہیں ملتی۔ پھر عورت کو الگ گھر کا حق دیا ہے۔ اُس کا مہر مقرر کیا ہے اور کہا ہے کہ عورت اپنی جائداد کی آپ وارث ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۳۰۲)

اسلام لڑکیوں کی شادی کے وقت لڑکیوں کی ماؤں سے بھی مشورہ کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ مَرد نا صرف شادی کرنے والی لڑکی سے مشورہ نہیں کرتے بلکہ ان کی ماؤں سے رائے لینے کو بھی بُرا خیال کرتے ہیں ان بدخیالات کی نفی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

امر و النسآء بی بناتھن. (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۲۰۹۰ بروایت ابن عمرؓ)

عورتوں سے ان کی بچیوں کے بارے میں مشورہ کر لیا کرو۔

امام غزالیؒ لڑکی کے ولی کے فرائض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اُس ولی پر جو اپنی لڑکی کا نکاح کرتا ہے واجب ہے کہ اس کی اصلاح وفلاح کا لحاظ رکھے، ایسے شخص کو اختیار کرے جو شائستہ ہو بدخو زشت رو سے اور جو روٹی کپڑا نہ دے سکے اس سے حذر کرے۔ مَرد اگر عورت کا کفو نہ ہوگا تو نکاح درست نہیں اور فاسق اور بدکردار کے ساتھ بھی نکاح کرنا درست نہیں ہے اس واسطے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنی لڑکی کا نکاح فاسق کے ساتھ کر دیا اس کا قطع رحم ہو جائے گا اور فرمایا ہے کہ نکاح لونڈی پن ہے ہوشیار رہ کہ اپنی لڑکی کو کس کی لونڈی بناتا ہے۔ (کیمیائے سعادت از امام غزالیؒ۔ صفحہ ۲۲۹)

پیغام پر پیغام:

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

لا یبع الرجل علی بیع اخیه ولا یخطب علی خطبة اخیه الا

ان یاذن له ۔ (مسلم جلد ۷ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۵۱۷ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

کوئی شخص اپنے بھائی کے سودے پر سودا نہ کرے اور نہ اپنے بھائی کے نکاح کے پیغام پر پیغام بھیجے۔ سوائے اس کے کہ وہ اس کو اس کی اجازت دے۔

ولا یخطبن علی خطبته،ولا تسا ل المراة طلاق اختها لتستقفی ء انا ءَ ھا.

اور نہ کوئی شخص اپنے کسی بھائی کے پیغام نکاح کی موجودگی میں اپنا پیغام بھیجے اور نہ کوئی عورت (کسی مرد سے) اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ کرے (جو اس مَرد کے نکاح میں ہو) تا کہ اس طرح اس کا حصہ بھی خود لے لے۔ (صحیح بخاری باب الشروط فی النکاح حدیث نمبر ۲۷۲۳۔ مسلم کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۵۱۹)

بٹّا سٹّا:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''اسلام نے اس قسم کی شادی کو ناپسند کیا ہے کہ ایک شخص اپنی لڑکی دوسرے شخص کے لڑکے کو اس شرط پر دے کہ اس کے بدلہ میں وہ بھی اپنی لڑکی اس کے لڑکے کو دے لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اگر طرفین کے فیصلے الگ الگ اوقات میں ہوئے ہوں اور ایک دوسرے کو لڑکی دینے کی شرط پر نہ ہوئے ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۲۸)

وہ ولی بھی شریر ہے جو اپنے نفع کے لئے ولایت کا ناجائز استعمال کرتا ہے۔ ملک کا رواج ہے کہ لڑکی تب دیتے ہیں کہ جب کوئی ان کے لڑکے کے یا رشتہ دار کا بھی بندوبست کرے۔ ایسا باپ جو لڑکی کے فوائد کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اپنے فوائد کو مقدم کرتا ہے وہ سخت بُرا کام کرتا ہے اور اس قسم کے رشتوں کو بٹّا کہتے ہیں۔ اور یہ شریعت میں ناجائز ہے۔'' (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۱۴۴)

عورت کو کھیتی قرار دینے میں حکمت:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرد و عورت کس اصل پر تعلق رکھیں، یورپ کے بعض فلاسفر

ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ تربیتِ اخلاق کے لئے شادی تو ضروری ہے لیکن تعلقات شہوانی مضر ہیں ۔یہ تعلقات نہیں رکھنے چاہئیں ۔اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی جواب دیا ہے۔فرمایا ہے۔ **نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔** (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۴)

تمہاری بیویاں تمہارے لئے بطور کھیتی کے ہیں ۔تم جس طرح چاہو اُن میں آؤ۔اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب یہ کہا گیا ہے کہ ہم جس طرح چاہیں کریں تو اچھا ہم تو چاہتے ہیں کہ عورتوں سے تعلق نہ رکھیں ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہو **وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ** اس طرح آؤ کہ آگے نسل چلے اور یادگار قائم رہے۔پس تم اس تعلق کو بُرا نہ سمجھنا۔اس آیت میں مندرجہ ذیل امور بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ نر و مادہ کے تعلق کی اجازت دی ہے لیکن ایک لطیف اشارہ ہے یعنی عورت کو کھیتی کہہ کر بتایا کہ انسانی عمل محدود ہے اسے غیر محدود بنانے کے لئے کیا کرنا چاہیئے یہی کہ نسل چلائی جائے ۔پس جس طرح زمین ہو تو اُسے کاشتکار نہیں چھوڑتا۔تم کیوں اس ذریعہ کو چھوڑتے ہو جس سے تم پھل حاصل کر سکتے ہو۔اگر ایسا نہیں کرو گے تو تمہارا بیج ضائع ہوگا۔

۲۔ دوسری بات یہ بتائی کہ عورتوں سے اس قدر تعلق رکھو کہ نہ اُن کی طاقت ضائع ہو اور نہ تمہاری۔اگر کھیت میں بیج زیادہ ڈال دیا جائے تو بیج خراب ہو جاتا ہے اور اگر کھیتی سے پے در پے کام لیا جائے تو کھیتی خراب ہو جاتی ہے پس اس میں بتایا کہ یہ کام حد بندی کے اندر ہونا چاہیئے جس طرح عقلمند کسان سوچ سمجھ کر کھیتی سے کام لیتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کس حد تک اس میں بیج ڈالنا چاہیئے اور کس حد تک کھیت سے فصل لینی چاہیئے ۔اسی طرح تمہیں کرنا چاہیئے ۔

اس آیت سے یہ بھی نکل آیا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہر حالت میں اولاد پیدا کرنا ہی ضروری ہے ،کسی صورت میں بھی برتھ کنٹرول جائز نہیں وہ غلط کہتے ہیں ۔کھیتی میں سے اگر ایک فصل کاٹ کر معاً دوسری بو دی جائے تو دوسری فصل اچھی نہیں ہوگی ،اور تیسری اس سے زیادہ خراب ہوگی ۔اسلام نے اولاد پیدا کرنے سے روکا نہیں بلکہ اِس کا حکم دیا ہے لیکن ساتھ ہی بتایا ہے کہ کھیتی کے متعلق خدا کے جس قانون کی پابندی کرتے ہو اسی کو اولاد پیدا کرنے میں مدِّ نظر رکھو جس طرح ہوشیار زمیندار اس

قدر زمین سے کام نہیں لیتا کہ وہ خراب اور بے طاقت ہو جائے یا اپنی ہی طاقت ضائع ہو جائے ۔اور کھیت کاٹنے کی بھی توفیق نہ رہے یا کھیت خراب ہونے لگے۔اسی طرح تمہیں بھی اپنی عورتوں کا خیال رکھنا چاہیئے ۔اگر بچہ کی پرورش اچھی طرح نہ ہوتی ہو اور عورت کی صحت خطرہ میں پڑتی ہو تو اس وقت اولاد پیدا کرنے کے فعل کو روک دو۔

۳۔ تیسری بات یہ بتائی کہ عورتوں سے اچھا سلوک کرو تو اولاد پر اچھا اثر ہوگا ۔اور اگر ظالمانہ سلوک کرو گے تو اولاد بھی تم سے بے وفائی کرے گی ۔پس ضروری ہے کہ تم عورتوں سے ایسا سلوک کرو کہ اولاد اچھی ہو۔اگر بدسلوکی سے کھیت خراب ہوا تو دانہ بھی خراب ہوگا یعنی عورتوں سے بدسلوکی اولاد کو بداخلاق بنادے گی کیونکہ بچہ ماں سے اخلاق سیکھتا ہے۔

۴۔ چوتھی بات یہ بتائی کہ عورت سے تمہارا صرف ایسا تعلق ہو جس سے اولاد ہوتی ہو۔

بعض نادان اِس سے خلاف وضع فطری فعل کی اجازت سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے۔اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ وہ عمل کرو جس سے کھیتی پیدا ہو۔قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔اس میں خدا تعالیٰ ایک بات کو اُسی حد تک ننگا کرتا ہے جس حد تک اخلاق کے لئے اس کا عریاں کرنا ضروری ہوتا ہے۔باقی حصہ کو اشارہ سے بتاجاتا ہے پس **أَنَّى شِئْتُمْ** میں تو اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے کہ یہ تمہاری کھیتی ہے اب جس طرح چاہو سلوک کرو۔لیکن یہ نصیحت یاد رکھو کہ اپنے لئے بھلائی کا سامان ہی پیدا کرنا ورنہ اس کا خمیازہ بھگتو گے۔یہ ایک طریق کلام ہے جو دنیا میں بھی رائج ہے۔ ایک شخص کو ہم رہنے کے لئے مکان دیں اور کہیں کہ اس مکان کو جس طرح چاہو رکھو۔تو اس کا مطلب اُس شخص کو ہوشیار کرنا ہوگا کہ اگر احتیاط نہ کرو گے تو مکان خراب ہو جائے گا اور تمہیں نقصان پہنچے گا ۔اسی طرح جب لوگ اپنی لڑکیاں بیاہتے ہیں تو لڑکے والوں سے کہتے ہیں کہ اب ہم نے اسے تمہارے ہاتھ میں دے دیا ہے جیسا چاہو اس سے سلوک کرو۔اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اِسے جوتیاں مارا کرو بلکہ یہ ہوتا ہے کہ یہ تمہاری چیز ہے اسے سنبھال کر رکھو۔پس **أَنَّى شِئْتُمْ** کا مطلب یہ ہے کہ عورت تمہاری چیز ہے اگر اس سے خراب سلوک کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے لئے بُرا ہوگا۔اور اگر اچھا سلوک کرو گے تو اچھا ہوگا۔دراصل اس آیت سے غلط نتیجہ نکالنے والے اَنّٰی کو پنجابی کا ’’اناہ‘‘ سمجھ لیتے ہیں اور یہ معنی کرتے ہیں کہ ’’اَنّھے

واہ۔‘‘ (فضائل القرآن از حضرت مصلح موعودؓ صفحہ ۱۸۴ تا ۱۸۶)

شادی اورتزکیہ جذبات:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’اخلاق کی تعریف جو اسلام نے کی ہے وہ کسی اور مذہب نے نہیں کی۔ اسلام نے یہ کہا ہے کہ بعض مخصوص اعمال کو بُرا کہنا غلطی ہے۔ عمل اپنی ذات میں بُرا نہیں ہوتا بلکہ فطرتی قویٰ کا غلط استعمال اس کو بُرا بنا دیتا ہے اور اُس کا صحیح استعمال اُسے اچھا بنا دیتا ہے۔ مثلاً عیسائیت کہتی ہے کہ رہبانیت اختیار کرو۔ حالانکہ واقع یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے خود انسان کے اندر شہوت پیدا کی ہے۔ اگر کوئی مذہب یہ کہتا ہے کہ تم اپنی نسل نہ چلاؤ اور جو چیز خدا تعالیٰ نے خود پیدا کی ہے اس کا استعمال نہ کرو تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر خدا تعالےٰ نے شہوت کا مادہ انسان کے اندر کیوں پیدا کیا۔ جس طرح کھانے کی بھوک ہوتی ہے اِسی عورت اور مرد کے تعلقات کی بھی بھوک ہوتی ہے۔ جب بغیر کھانے کے انسان زندہ نہیں رہ سکتا تو میاں بیوی کے تعلقات کے بغیر اخلاق میں درستی کیسے پیدا ہوسکتی ہے۔ حماقت سے دوسرے مذاہب نے یہ سمجھ لیا ہے کہ عورت اور مرد کا تعلق بُرا ہے۔ مگر جن قوموں نے یہ قانون جاری کیا انہی کے ڈاکٹروں نے یہ ثابت کیا ہے کہ قوّتِ رجُولیت اور دماغی طاقت کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ جب کسی شخص کا دماغ پریشان رہنے لگتا ہے، خیالات پراگندہ ہو جاتے ہیں تو ڈاکٹر کہتے ہیں پرنڈرین کے ٹیکے کرواؤ۔ پرنڈرین کیا ہے۔ یہ اُسی مادہ کا کیمیاوی ٹیکہ ہے جس پر قوتِ رجُولیت کا انحصار ہے۔ ڈاکٹر کہتے ہیں کہ جب کسی انسان کی رجُولیت کمزور ہو جائے تو اُس کا دماغ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ گویا تصدیق ہے اسلام کی۔ یہ ثبوت ہے اسلام کی سچائی کا۔ عیسائیت کہتی ہے جذبات کو ماردینا چاہیے۔ رجولیت کو اُس نے گناہ قرار دیا ہے اور کہا ہے شادی نہ کرو تمہارا درجہ بڑھے گا۔ مگر اسلام کہتا ہے جذبات کو مارنا اور شادی نہ کرنا گناہ ہے۔ شادی کرو، بچے پیدا کرو اور اپنی نسل کو بڑھاؤ۔ عیسائیت کہتی ہے ایک عورت اگر شادی نہ کرے تو یہ اُس کی نیکی ہے۔ مگر اسلام کہتا ہے عورت اگر شادی نہ کرے تو یہ بدی ہے۔ بلکہ اسلام نے تو یہاں تک کہا ہے کہ عورت اگر شادی نہ کرے تو اُسے مجبور کرو کہ وہ شادی کرے۔ مرد کے متعلق بھی اسلام

یہی حکم دیتا ہے کہ وہ ضرور شادی کرے۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **تَزَوَّ جُوا وَ لُودَاوَدُودَا**۔ ایسی عورت سے شادی کرو جو خوب بچے پیدا کرنے والی ہو اور خوب محبت کرنے والی ہو۔ گویا عیسائیت نے فطرت کو مارا ہے اور اسلام نے فطرت کو اُبھارا ہے۔ اب خود ہی فیصلہ کرلو کہ تزکیہ کون کرتا ہے۔ جو شخص شادی نہیں کرتا وہ جہاں بھی عورت کو دیکھے گا چونکہ اُس کے اندر عورت کی بُھوک ہوگی اُس کا تزکیہ مٹ جائے گا۔ لیکن اگر وہ شادی شدہ ہوگا تو وہ کسی غیر عورت پر نگاہِ بد نہیں ڈالے گا۔ کیونکہ اُس کے لئے بُھوک کا سوال ہی نہیں۔ جیسے اگر کوئی شخص بُھوکا ہے تو وہ جب بھی دوسروں کو کھانا کھاتے دیکھے گا اُس کا دل للچائے گا۔ مگر جب اُس کا اپنا پیٹ بھرا ہوا ہوگا تو دوسروں کو کھانا کھاتے دیکھ کر اُس کے اندر خواہش بھی پیدا نہیں ہوگی۔ اس طرح شادی شدہ آدمی کی بُھوک مٹ جاتی ہے اور وہ غیر عورت کو دیکھ کر اُس کی خواہش نہیں کرتا۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی بہت زیادہ حریص ہو تو وُہ شادی شدہ ہونے کے باوجود غیر عورتوں کو بھی بُری نگاہ سے دیکھتا رہے جیسے عام طور پر جب پیٹ بھرا ہوا ہو تو انسان دوسرے کے کھانے کی طرف نگاہ نہیں اُٹھاتا۔ لیکن بعض حریص ایسے بھی ہوتے ہیں جنہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہوا ہوتا ہے مگر پھر بھی دوسروں کو دیکھ کر اُن کا جی للچانا شروع ہو جاتا ہے۔ بہرحال عام قانون یہی ہے کہ شادی انسان کے اندر تقویٰ پیدا کرتی ہے۔ یہی حکمت ہے جس کی بناء پر اسلام نے رہبانیت سے منع کیا ہے۔ مگر عیسائیت غیر شادی شدہ ہونا افضل قرار دیتی ہے۔ عیسائیت کہتی ہے تو اپنے جذبات کو کچل دے اور اسلام کہتا ہے تُو اپنے جذبات کا صحیح استعمال کر۔ کیونکہ اس کے بغیر تزکیہ پیدا نہیں ہوسکتا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحات ۳۲۳، ۳۲۴)

ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو رعایا کی خبر گیری کے لیے شہر مدینہ میں گشت کر رہے تھے ایک مکان سے دردناک اشعار پڑھنے کی آواز سُنی۔ آپؓ کھڑے ہوگئے اور اشعار سُننے لگے ایک عورت دردناک لہجہ میں اشعار پڑھ رہی تھی ان اشعار میں ایک شعر یہ تھا کہ

فَوَ اللّٰهِ لَو لَا اللّٰهُ تُخشٰی عَوَاقِبُهٗ لَزُحزِحَ مِن هٰذَا السَّرِیرِ جَوَانِبُهٗ

یعنی خُدا کی قسم اگر خُدا کے عذابوں کا خوف نہ ہوتا تو بلا شبہ اس چارپائی کے کنارے جنبش

میں ہو جاتے۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۱۱۳۔فصل فی نبذ من اخبارہ وقضایا۔اردو ترجمہ۔صفحہ ۱۱۷)

حضرت عمرؓ کو صحیح تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس عورت کا شوہر جہاد کے سلسلہ میں عرصہ دراز سے باہر گیا ہوا ہے۔اس پر حضرت عمرؓ نے تمام سپاہ سالاروں کو یہ فرمان لکھ بھیجا کہ کوئی شادی شدہ فوجی چار ماہ سے زیادہ اپنی بیوی سے جُدا نہ رہے۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ۔

’’عورت بہکانے والے کی صورت میں آتی ہے اور بہکانے والے کی صورت میں واپس جاتی ہے۔اس لیے جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے۔یہ بات اس چیز کو زائل کر دے گی جو اس کے دل میں ہے۔‘‘

(صحیح مسلم کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۴۷۷ نور فاؤنڈیشن ومشکوٰۃ کتاب النکاح)

نکاح کی اھمیت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

جس نے نکاح کیا اس نے اپنے آدھے دین کو حصار میں کر لیا۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! دُنیا کے بعد ہم لوگ کیا چیز اختیار کریں۔آپؐ نے فرمایا: **’لیتخذ احدکم لسانا ذاکرا و قلبا شاکرا و زوجه مومنه ۔‘‘**

یعنی زبان ذاکر اور دل شاکر اور عورت پارسا اختیار کر۔

(رواہ ترمذی حدیث نمبر ۳۰۹۴۔ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۸۵۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

’’نکاح ان ضروریات زندگی میں سے ہے جو انسانی دائرہ عمل کے تین شعبوں سے تعلق رکھتی ہیں۔بعض کام دنیا میں صرف ایک ہی شعبہ عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔بعض دو سے اور بعض تین سے اور نکاح اپنی اہمیت کے لحاظ سے ان سب سے جو تعداد میں تین ہیں تعلق رکھتا ہے،یعنی مذہبی،اخلاقی اور تمدنی ان تینوں شعبوں کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔بلکہ اگر تمدنی شعبہ کو ذرا خصوصیت دے دی جائے اور

ایک خاص مفہوم اس سے لے لیا جائے تو یہ شعبے چار ہو جاتے ہیں اور چوتھا شعبہ طبعی شعبہ ہے۔پس نکاح کا ان چاروں شعبوں کے ساتھ تعلق ہے۔مذہب کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے کہ نکاح کے ذریعہ انسان اپنی دینی حالت کو سنوارتا ہے۔اخلاق کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے کہ نکاح کے ذریعہ انسان اپنے اخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔تمدن کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے کہ اس کے ذریعہ آپس میں تعلقات بڑھتے ہیں۔طبعی تقاضوں کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے کہ اس کے ذریعہ ایک شخص طبعی تقاضوں کو پورا کرنے کے سامان حاصل کرتا ہے۔پس نکاح کا تعلق جب انسانی دائرہ عمل کے ان چار شعبوں کے ساتھ ہے تو ماننا پڑے گا کہ یہ کوئی معمولی چیز نہیں بلکہ اہم ہے۔۔۔

جب یہ ظاہر ہے کہ اس کا تعلق ان سب سے ہے تو یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کا اثر بھی انسانی اعمال پر پڑتا ہے تو یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کی خرابیوں کا اثر بھی ان چاروں شعبوں پر پڑ سکتا ہے۔پس جس طرح نکاح کا اچھا اثر انسان کے مذہب پر پڑتا ہے،انسان کے اخلاق پر پڑتا ہے،انسان کے تمدن پر پڑتا ہے،انسان کے طبعی تقاضوں پر پڑتا ہے اسی طرح اس کا مضر اثر بھی ان چاروں پر پڑتا ہے۔پس اگر نکاح سے ایک شخص کا مذہب ٹھیک ہو جاتا ہے،اگر نکاح سے ایک شخص کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں،اگر نکاح سے ایک شخص کے تمدن میں خوبیاں پیدا ہو جاتی ہیں تو نکاح سے ہی یہ بگڑ بھی تو سکتے ہیں۔بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص شادی کرتا ہے مگر اس کے مذہب پر حملہ ہو جاتا ہے،بسا اوقات ایک شخص نکاح کرتا ہے کہ اخلاق میں ترقی ہو مگر وہ اور بھی بگڑ جاتے ہیں۔بسا اوقات نکاح سے یہ غرض ہوتی ہے کہ تمدن بڑھے مگر الٹا اسے صدمہ پہنچ جاتا ہے اور یہی حال طبعی تقاضوں کا ہے۔انسان نکاح کرتا ہے مگر بسا اوقات اس کے طبعی تقاضوں کو ٹھوکر لگ جاتی ہے۔دنیا میں ان سب باتوں کی مثالیں موجود ہیں اور ہم روز ان کو دیکھتے ہیں کہ بعض دفعہ تو انسان شادی کرنے سے مذہب،اخلاق،تمدن اور طبعی تقاضوں میں فائدہ اُٹھاتا ہے اور بعض دفعہ ان چاروں کو ضائع کر لیتا ہے اور بعض دفعہ ان میں سے ایک ایک چیز ضائع ہو جاتی ہے۔بعض دفعہ مذہب کو فائدہ پہنچتا ہے تو اخلاق بگڑ جاتے ہیں۔بعض دفعہ اخلاق اور مذہب کو اگر فائدہ پہنچتا ہے تو تمدنی حالت ضائع ہو جاتی ہے۔اسی طرح بعض دفعہ طبعی تقاضوں کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔

یہی حالت نکاح کے فوائد کی ہے۔بعض دفعہ کسی شعبہ کو فائدہ پہنچتا ہے اور بعض دفعہ کسی کو۔

اور بعض دفعہ چاروں شعبوں کو ہی فائدہ پہنچ جاتا ہے۔اس کی بہترین مثال آنحضرتﷺ کے نکاح ہیں۔آپ نے کئی نکاح کئے اور آپ کو نکاح کے سارے فوائد دیئے گئے۔تمدنی فوائد بھی آپ کو ملے، مذہب بھی آپ کو بہتر دیا گیا،اخلاق بھی آپ کے دنیا کے لئے نمونہ تھے،رشتہ کر کے آپ فائدہ ہی اُٹھاتے تھے۔جسمانی قوت بھی آپ کی ایسی تھی کہ عورتیں آپ سے شادی کر کے کسی قسم کی بیماری کو پیدا نہیں کرتی تھیں۔غرض آپ نکاح سے ہر قسم کا فائدہ حاصل کرتے تھے اور آپ کے نکاح بہترین نمونہ ہیں جن سے انسان پتہ لگا سکتا ہے کہ نکاح کے فوائد کیا ہیں۔اور انسانی اعمال کے ان چاروں شعبوں پر اس کا کیا اثر ہے۔

بعض دفعہ تو واقفیت ہوتی ہے مگر تعلقات محبت نہیں ہوتے لیکن بعض دفعہ تو واقفیت ہی نہیں ہوتی۔ان کو آپس میں رنج سے رنج اور خوشی سے خوشی نہیں ہوتی لیکن اس قسم کے لوگوں میں اگر شادی ہو جائے تو شادی کے بعد وہ ایک جان ہو جاتے ہیں۔ان میں تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں اور تمدن بڑھتا ہے۔تعلق لڑکے اور لڑکی میں ہوتا ہے لیکن محبت سینکڑوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔پھر بعض دفعہ آپس کی ناراضگیاں اور رنجشیں بھی دور ہو جاتی ہیں اور دلوں سے میل دھوئی جاتی ہے اور وہ جو یا تو پہلے ایک دوسرے سے واقف نہ تھے یا اگر واقف تھے تو ایک دوسرے کے ساتھ تعلق نہ رکھتے تھے یا اگر تعلق رکھتے تھے تو آپس میں رنجشیں پیدا ہو چکی تھیں وہ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کے بعد آپس میں مل بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔

یہی حال طبعی فوائد کا ہے۔شادی نہ کرنے سے بعض بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں لیکن اگر شادی کر لی جائے تو وہ اس قسم کے گناہوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں اور اس طرح اسے مذہب کے لحاظ سے بھی فائدہ پہنچ جاتا ہے اور طبعی تقاضوں کے لحاظ سے بھی۔

جہاں نکاح کے مذہبی فوائد ہیں وہاں اس کے مذہبی نقصان بھی ہیں۔بعض دفعہ مرد کو عورت کے مذہب سے ٹھوکر لگ جاتی ہے اور بعض دفعہ عورت کو مرد کے مذہب سے نقصان پہنچ جاتا ہے۔اور عورت کو مرد کے مذہب جو نقصان پہنچتا ہے اس کی مثال نبیوں کے دشمنوں کی بیویاں ہیں جو خود اپنی ذات سے تو تحقیق کرتی نہیں اور اپنے خاوندوں کے مذہبوں پر چلتی ہیں۔اب وہ عورت جس کی شادی کسی نبی

کے دشمن کے ساتھ ہو گئی ہو وہی مذہب اپنا بھی بنائے گی جو اس کے خاوند کا ہے تو اس صورت میں اس پر غور کرو کہ کس طرح مذہب کے لحاظ سے اس عورت کو نقصان پہنچا۔

اخلاقی طور پر بھی یہی حال ہے بعض عورتیں ایسے خاوندوں سے بیاہی جاتی ہیں جو اچھے بھلے نیک ہوتے ہیں مگر شادی کے بعد ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور کئی قسم کی بداخلاقیوں میں پھنس جاتے ہیں اور اخلاق ضائع ہو جاتے ہیں۔اسی طرح عورت کو بھی یہی نقصان مرد سے پہنچ جاتا ہے۔

طبعی طور پر بھی دیکھا ہے کہ بسا اوقات اپنی تمام قابلیتوں کو نکاح کر کے ایک شخص کھو بیٹھتا ہے۔پہلے وہ اچھا بھلا ہوتا ہے مگر نکاح کے بعد نفرت پیدا ہو جانے کے سبب سب قابلیتیں ضائع ہو جاتی ہیں جن کا اثر بہت ہی برا اس پر پڑتا ہے۔اسی طرح فائدوں کے ساتھ ساتھ ان نقصانات کا سلسلہ بھی چلا جاتا ہے۔

تو نکاح ایک ایسا اہم معاملہ ہے کہ اس کا اثر دین پر بھی پڑتا ہے،مذہب پر بھی پڑتا ہے،تمدن پر بھی پڑتا ہے اور طبعی تقاضوں پر بھی پڑتا ہے اس لئے اس میں بڑی احتیاط کرنے کی ضرورت ہے۔اس لئے حکم دیا گیا ہے کہ نکاح سے پہلے نکاح کے لئے استخارہ کرو دعا کرو اور بہت گڑگڑا کے کرو کیونکہ انسان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا کیا اثر پڑے گا اور اگر اس میں غلطی ہو جائے تو ایک شخص کہیں سے کہیں جا نکلتا ہے پس اس کے لئے بڑی دعائیں کرنے کا حکم ہے۔بیسیوں آدمی ایسی غلطیوں سے مرتد ہو گئے، بیسیوں ایسے ہیں کہ بعض جگہ ان کی شادیاں ہو گئیں مگر وہ ان شادیوں کی وجہ سے مارے گئے۔پھر تمدن کو نقصان پہنچا تو لڑائیاں شروع ہوئیں اور لڑائیوں کے نقصان بعض دفعہ بڑے خطرناک اور مہلک ہو جاتے ہیں۔ادھر تمدن بگڑا۔ادھر اخلاق بگڑتے ہیں۔مثلاً کسی کی بیوی جھگڑالو اور لڑاکی ہے یا یا اس میں کوئی اور خرابی اور نقص ہے تو خاندان کے لوگ یا محلے والے اس کی شکایت کرتے ہیں،کوئی کہتا ہے تمہاری بیوی نے یہ کیا،کوئی کہتا ہے تمہاری بیوی نے یہ نقصان کر دیا اور وہ اپنی کمزوری چھپانے کے لئے لوگوں سے ڈرتا ہے۔ایسے بھی ہیں جن کے طبعی تقاضے ضائع ہو جاتے ہیں۔ایسے بھی ہیں جن کے دین کو صدمہ پہنچ جاتا ہے ایسے بھی ہیں کہ جن کے مذہب کو نقصان پہنچتا ہے تو نکاح میں احتیاط کرنی چاہیے یہی وجہ ہے کہ تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور دعاؤں اور استخاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔شادی سے پہلے کئی قسم کے

فوائد مدنظر ہوتے ہیں مگر وہ بعد میں حاصل نہیں ہو سکتے ۔ پھر جب شادی ہو جاتی ہے تو محبت کے تقاضے دیانت، امانت، مذہب، تمدن اور اخلاق پر حملہ کرتے ہیں اور یہ بھی ایک نقصان دہ چیز ہے ۔ پس اس نقصان سے بھی بچنے کی کوشش کرنے کا حکم ہے۔'' (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

''ہر ایک امر جو دنیا میں ہوتا ہے اس کا تین زمانوں سے تعلق ہوتا ہے ۔ اول ماضی ہے دوم حال ہے سوم استقبال ہے ۔ جو کام بھی ہوگا وہ کسی پچھلے کام کا نتیجہ ہوگا اور اب بھی اس کا کچھ اثر ہوگا ۔ اور آئندہ بھی اس کا نتیجہ ملے گا ۔ تمام کاموں میں سے زیادہ اہم نکاح کا معاملہ ہے جس کا تینوں زمانوں سے تعلق ہے اس لئے کہ اس میں تینوں زمانوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ماضی کی طرف تو اس آیت میں توجہ دلائی ہے کہ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُواْ رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيراً وَنِسَاء وَاتَّقُواْ اللّهَ الَّذِي تَسَاءلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيباً**۔ (سورۃ النساء آیت ۲) یہ ماضی بھی اتنا لمبا کہ فرمایا آدم کے وقت سے نظر ڈالو اور اس وقت سے غور کرتے کرتے اپنے زمانہ تک پہنچو۔ اس کے بعد حال کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی ۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيداً. يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعْ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً**۔ (سورۃ الاحزاب آیات ۷۱،۷۲) تمہارا حال یہ ہو کہ تم قول سدید کہو۔ پھر استقبال کی طرف اس آیت میں توجہ دلائی ۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ**۔ (سورۃ الحشر آیت ۱۹) خطبہ نکاح میں یہ تینوں آیتیں پڑھی جاتی ہیں ۔ اور تینوں آیتوں کا تینوں زمانوں سے تعلق ہے ایک میں بتایا کہ تمہاری ابتداء کس طرح ہوئی اور دُنیا کس طرح چلی اور اس کے آگے کیا نتائج پیدا ہوئے اور ان سے کیسے دُکھ سُکھ پیدا ہوئے ۔ پہلوں پر نظر کرو کس طرح ایک جوڑے سے ہزاروں جوڑے پیدا ہوئے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مصائب اور اور مشکلات ہوتی ہیں مگر ان سے فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں ۔

اس آیت سے نکاح کی ضرورت معلوم ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض نکاح اس قسم کے بھی

ہوتے ہیں کہ ان کی نسل سے دنیا پُر ہو جاتی ہے جیسا کہ نفس واحدہ سے اس قدر دنیا میں آدمی پھیل گئے ۔ پچھلے زمانہ پر غور کرنے سے تیسری بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپس کے تعلقات ترقیات میں ممد ہوتے ہیں ۔ ہم نہ ہوتے اگر رشتہ داریاں نہ ہوتیں، انسان بیمار ہوتا ہے بیوی سردی گرمی کا خیال رکھتی ہے اور اس کے موافق لباس وغیرہ کا انتظام کرتی ہے اور مناسب وقت پر غذا اور دوائی دیتی ہے اگر بیویاں نہ ہوں تو کئی انسان بیماری کی حالت میں گرمی یا سردی سے مَر جائیں اور ان کو کوئی پانی دینے والا نہ ہو۔ پھر بچے پیدا ہوتے ہیں اگر ماں باپ نہ ہوں تو وہ چلاّتے چلاّتے مَر جائیں ۔ پھر کہیں بہن بھائی اور دوست ہوتے ہیں جو بیماری میں انسان کے کام آتے ہیں اور دوست بھی قرابت داری میں شمار ہوتے ہیں ۔ اگر یہ تعلقات نہ ہوتے تو انسان کا کیا انجام ہوتا ۔ کئی لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے پاس کھانے کے لئے ایک دانہ نہیں ہوتا مگر ان کے رشتہ داران کی مدد کرتے ہیں ۔ پس ہزاروں خاندان ہیں جو قرابت کی مدد سے بچے ہوئے ہیں ۔ اس سے ثابت ہوا کہ موجودہ دنیا رشتہ داری کا نتیجہ ہے ۔

پہلوں نے درخت لگائے ہم اس کا پھل کھا رہے ہیں اور ہم درخت لگائیں گے تو اس سے آئندہ نسلیں پھل کھائیں گی ۔ مشہور ہے کہ ایک بوڑھا زمیندار ایک درخت لگا رہا تھا ۔ بادشاہ پاس سے گزرا اور اس سے پوچھا کہ تم یہ درخت کیوں لگاتے ہو تمہیں اس سے کیا فائدہ یہ تو دیر میں پھل دے گا اور اس وقت تم نہ ہوگے ۔ زمیندار نے کہا بادشاہ سلامت پہلوں نے درخت لگائے ان کے پھل ہم کھا رہے ہیں ہم لگائیں گے ان کے پھل ہماری آئندہ نسلیں کھائیں گی ۔ اس پر بادشاہ نے ''زِہٖ'' کہا ۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ اسے یہ بات پسند آئی ہے اور اس پر انعام دیا جائے ۔ خزانچی نے چار ہزار درہم کی تھیلی انعام دی ۔ زمیندار نے کہا بادشاہ سلامت دیکھئے میں ابھی درخت لگا ہی رہا ہوں کہ اس نے مجھے پھل دے دیا ۔ بادشاہ نے پھر ''زِہٖ'' کہا اور خزانچی نے چار ہزار درہم اور دے دیئے ۔ پھر اس نے کہا بادشاہ سلامت لوگوں کے درخت تو سال میں ایک بار پھل دیتے ہیں مگر میرے درخت نے تھوڑی دیر میں دو دفعہ پھل دیئے ۔ بادشاہ نے اس پر بھی انعام دیا اور کہا یہاں سے چلو یہ بڈھا تو ہمیں لوٹ لے گا ۔

بات یہ ہے کہ ہمیں جن چیزوں سے آرام پہنچ رہا ہے ان کے متعلق پہلوں نے تکلیفیں اُٹھائی ہیں ۔ لاکھوں موجد ہیں جو بڑی محنت سے ایک ایجاد کرتے ہیں مگر دوسرے ان سے فائدہ اُٹھاتے ہیں ۔

موجد یورپ اور امریکہ کے ہی لوگ نہیں ۔ ہزاروں لوگ ہیں جو ہر وقت ایجادوں میں مصروف ہیں مگر لوگ ان کا نام بھی نہیں جانتے ۔ یہ ایک نکتہ ہے کہ پچھلوں کی قربانی سے ہم فائدہ اُٹھا رہے ہیں ۔ اور ہر ایک شخص کا فرض ہے کہ وہ آئندہ نسلوں کے آرام کا خیال رکھے ورنہ گزشتہ زمانے کے لوگوں سے نمک حرامی ہوگی اگر ہم اپنے ہی نفس کے سکھ کا خیال رکھیں اور آئندہ نسلوں کے فائدے کو نظرانداز کردیں ۔

اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ انسان کو حال کی بھی فکر چاہیے اور وہ یہ کہ **قُولُوا قَوْلًا سَدِیْدًا** پر عمل کیا جائے ۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے قول سدید اختیار کرو ۔ یعنی تمہارے اقوال اور افعال میں صداقت ہو ۔ ان میں ٹیڑھا پن نہ ہو ۔ تمہاری حالت قول و عمل میں کجی نہ ہو بلکہ صداقت سے پُر ہو ۔ ایسا قول نہ ہو جس میں خرابیاں ہوں بلکہ ایسا ہو جو خرابیوں سے پاک ہو ۔ قول کے معنی عمل کے بھی ہیں ۔ مثلاً احادیث میں نبی کریم ﷺ کے غسل کے ذکر میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے **قَالَ بِیَدِہٖ** ۔ (صحیح بخاری کتاب الغسل) اپنے ہاتھ سے کہا اور ہاتھ سے کہنے کے یہ معنے ہیں کہ آپؐ نے ہاتھ سے پانی ڈالا ۔ تو عربی زبان کے مطابق **قُولُوا قَوْلًا سَدِیْدًا** کے یہ معنے بھی ہوئے کہ **اعملوا عملا سَدِیْدًا** ۔ اور قول بمعنی بات چونکہ ادنیٰ چیز ہے اور لوگ عموماً اس کی پرواہ کم کرتے ہیں اور یونہی بعض باتیں منہ سے نکال دیتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتیں ۔ اس لئے فرمایا کہ جب اپنے قول میں سداد پیدا کرو گے تو عمل میں سداد خودبخود پیدا ہو جائے گا ۔ درحقیقت قول کا لفظ دل کے لئے بھی آتا ہے کہ جو بات دل میں پیدا ہو اس کو قول کہتے ہیں اس لئے اس کے معنے ہوئے کہ پہلے دل کی اصلاح کرو ۔

پھر اصلاح بھی کئی قسم کی ہوتی ہے ایک اصلاح تو ایک محدود وقت کے لئے ہوتی ہے مگر فرماتا ہے کہ تم اس قسم کی اصلاح کرو کہ تمہارا اثر آگے تک پہنچے ۔ تم پر ہی یہ معاملہ ختم نہ ہو جائے تم دوسروں کے لئے روک نہ بنو بلکہ ایسے بنو کہ وہ آگے گزر جائیں ۔ چنانچہ فرمایا **وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ** ۔ (سورۃ الحشر آیت ۱۹) اگلوں کے لئے راستہ صاف کرو ۔ جس طرح انہوں نے تمہارے لئے راستہ صاف کیا اسی طرح تم اپنے حال سے فائدہ اُٹھا کر ایسے کام کرو کہ آئندہ آنے والوں کے لئے راستہ صاف صاف کیا جائے ۔

ان تین باتوں اور تین زمانوں سے سبق لو ۔ نکاح کے متعلق یہ تینوں باتیں اہم ہیں ۔ اگر لڑکی

یا لڑکے والے فتنہ کریں تو اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو سکتا ۔ لڑکے والوں کی کوشش ہوتی ہے کہ لڑکی اپنے رشتہ داروں سے نہ ملے ۔ اور لڑکی والے لڑکے کو اس کے ماں باپ سے چھڑانے کی فکر میں ہوتے ہیں ۔ حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہوتی ہے کہ اگر ان کے پہلے بھی اسی طرح کرتے اور لڑکی اور لڑکے کے متعلق ہر روز فتنے کھڑے کرتے رہتے تو یہ کس طرح پیدا ہو جاتے پس جب پچھلوں کے تعلقات کا نتیجہ ہم ہیں تو ہم کیوں وہ کام کریں جو آئندہ آنے والوں کے لئے مشکلات کا باعث ہو ۔ اگر تم اپنے تعلقات کو پاک اور فتنوں سے دور رکھو تو آئندہ نسلوں کے لئے عمدہ نتائج پیدا ہو سکتے ہیں ۔ شادی کی غرض اچھی اولاد پیدا کرنا ہے اور یہ اچھے تعلقات ہی کے باعث اچھی ہو سکتی ہے ۔ یورپ کے لوگ شادی کرتے ہیں کہ ان کے اولاد پیدا نہ ہو مگر وہ نہیں سوچتے کہ اگر ان کے والدین بھی اسی خیال کے ہوتے تو وہ کس طرح پیدا ہو جاتے پس اس سلسلہ کو آگے چلاؤ اور اپنے وجود سے اس میں رکاوٹ کا باعث نہ ہو ۔‘‘

(الفضل ۲۱ ستمبر ۱۹۲۲ء صفحہ ۵،۶ ۔ خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۰)

اغراض نکاح:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم ۔ اے فرماتے ہیں :۔

قرآن شریف سے نکاح کی اغراض چار معلوم ہوتی ہیں ۔ اوّل انسان کا بعض بعض جسمانی اور اخلاقی اور رُوحانی بیماریوں اور اُن کے بد نتائج سے محفوظ ہو جانا ۔ اس صورت کو عربی میں احصان کہتے ہیں جس کے لفظی معنے کسی قلعہ کے اندر محفوظ ہو جانے کے ہیں ۔ دوم بقائے نسل ۔ سوم حصول رفیق حیات اور سکینتِ قلب ۔ چہارم محبت اور رحمت کے تعلقات کی توسیع ۔ چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے :۔

وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاء ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ ۔ (سورۃ النساء آیت ۲۵)

اور اے مسلمانو! جائز کی جاتی ہیں تمہارے لئے تمام عورتیں سوائے ان عورتوں کے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ کہ تم ان کے مہر مقرر کر کے اُن کے ساتھ نکاح کرو ۔ مگر تمہارے نکاح کی غرض یہ ہونی چاہیے کہ تم بیماریوں اور بدیوں سے محفوظ ہو جاؤ اور یہ غرض نہیں ہونی چاہیے کہ تم شہوت کے طریق

پر عیش وعشرت میں پڑو۔

﴿ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاء إِلاَّ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللّهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُم مَّا وَرَاء ذَلِكُمْ أَن تَبْتَغُواْ بِأَمْوَالِكُم مُّحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيماً حَكِيماً۔) (سورۃ النساء مکمل آیت ۲۵)

اس آیت میں احصان والی غرض بیان کی گئی ہے یعنی (الف) یہ کہ نکاح کے ذریعہ انسان بعض ان خاص قسم کی جسمانی بیماریوں میں مبتلا ہونے سے بچ جاوے جو تجرد کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں اور (ب) یہ کہ وہ بعض رُوحانی اور اخلاقی بیماریوں سے محفوظ ہو جاوے، لیکن ناپاک خیالات اور ناپاک تعلقات میں مبتلا نہ ہو۔ اسی غرض و غایت کو ایک دوسری آیت میں یوں بیان کیا گیا ہے:۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۔ (سورۃ النساء آیت ۱۸۸)

اے مسلمان مَردو! یاد رکھو کہ تمہاری عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم اپنی عورتوں کا لباس ہو۔

یعنی تم ایک دوسرے کو بدیوں اور بیماریوں سے محفوظ کرنے کا ذریعہ ہو جیسا کہ لباس انسان کے لئے سردی اور گرمی کی تکلیف سے بچنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اس آیت میں چونکہ عورتوں کو بھی شامل کرنا تھا اس لئے طریقِ بیان زیادہ لطیف کر دیا گیا ہے نیز اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ مَرد و عورت ایک دوسرے کے لئے پردہ پوشی کا بھی ذریعہ ہیں جیسا کہ لباس بھی پردہ پوشی کا ذریعہ ہوتا ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُواْ حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُواْ لأَنفُسِكُمْ ۔

(سورۃ البقرہ آیت ۲۲۴)

یعنی ''اے مسلمانو! تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں جن سے تمہاری آئندہ نسل کی فصل نے پیدا ہونا ہے۔ پس اب تمہیں اختیار ہے کہ جس طرح چاہو اپنی کھیتیوں کے ساتھ معاملہ کرو اور جس قسم کی فصل اپنے لئے پیدا کرنا چاہو پیدا کر لو۔ (ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے تفسیری نوٹ میں اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اس آیت میں بقائے نسل کی غرض بیان کی گئی ہے یہ کہ انسانی نسل کا سلسلہ قائم رہے اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے نہایت لطیف پیرایہ میں یہ اشارہ بھی کر دیا ہے کہ جب بیویوں کے ذریعہ آئندہ نسل کا وجود قائم ہونا ہے تو پھر انسان کو چاہیے کہ اپنی بیوی کے ساتھ تعلقات رکھنے میں ایسا طریق اختیار کرے کہ جس کے نتیجہ میں آئندہ نسل خراب نہ ہو بلکہ بہتر سے بہتر نسل پیدا ہو۔ (ترجمہ قرآن کریم تفسیری نوٹ)

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجاً لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۔ (سورۃ الروم آیت ۲۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہاری جنس میں سے ہی تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں تاکہ تم اُن کے تعلق میں سکینتِ قلب حاصل کرو اور پھر اس تعلق کو خدا نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا ذریعہ بنایا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

''اس آیت میں نکاح کی تیسری اور چوتھی اغراض بیان کی گئی ہیں۔ یعنی یہ کہ خاوند کو بیوی میں اور بیوی کو خاوند میں رفیقِ حیات میسر آ جاوے اور دونوں ایک دوسرے کے تعلق میں تسکین قلب پائیں اور دوسرے یہ کہ نکاح کے ذریعہ سے خاوند اور بیوی کے متعلقین کے درمیان رشتہء وداد و اتحاد قائم ہو جاوے اور نسلی رشتہ داری کے تعلق کے علاوہ رحمی تعلق کے ذریعہ بھی مختلف خاندانوں اور مختلف قوموں کے درمیان محبت اور رحمت کی زنجیر سے منسلک ہو جانے کے موقعے میسر رہیں۔'' (سیرت النبی ﷺ)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''(نکاح کے موقع پر) آیات جو پڑھی جاتی ہیں ان میں سے ایک کو لیتا ہوں اور کسی قدر بیان کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ۔ (سورۃ الحشر آیت ۱۹)

(اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا

ہے۔ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اے لوگو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور غور کرو کہ تم نے کل کے لئے کیا کیا ہے۔

نکاح کا معاملہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے آج کا ہی معاملہ نہیں بلکہ عمر کے لئے ہے اور پھر قیامت تک کے لئے ہے اسلئے تمہیں اس میں تقویٰ مدنظر ہونا چاہیے اور تمہیں سوچنا چاہیے کہ نکاح کے بعد تم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔اس عورت اور اس کے رشتہ داروں کی طرف کیا ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔بعض لوگ بعد میں کہتے ہیں کہ ہمیں کیا معلوم تھا عورت ایسی ہوگی۔مگر ان کا فرض تھا پہلے تحقیق کر لیتے۔

پھر بعض لوگ شادی کر لیتے ہیں۔لیکن جب خرچ کی ضرورت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہاں سے لائیں۔انہوں نے پہلے ہی کیوں نہ سوچا۔ پھر بعض لوگ جھوٹ موٹ کہتے ہیں لڑکا ایسا ہے یا لڑکی ایسی ہے۔اتنی جائیداد ہے اتنا زیور دیں گے۔لیکن بعد میں ان کا جھوٹ ظاہر ہو جاتا ہے تو فساد پیدا ہوتا ہے۔ان کو حکم ہے تقویٰ سے کام لو۔اسی طرح کہتے ہیں کہ ہم تو خوبصورت سمجھتے تھے حالانکہ ہر شخص کا خوبصورتی کا معیار الگ ہوتا ہے۔پھر بعض عورتیں اس قسم کی ہوتی ہیں کہ جہاں آئیں فوراً کہتی ہیں ہمیں تو الگ کر دو۔یہ تو شریعت کہتی ہے کہ الگ مکان ہو۔مگر بعض کہتی ہیں جہاں مرد کے ماں باپ ہیں ہم اس شہر میں بھی نہیں رہ سکتیں۔پھر بعض عورتوں پر اس قسم کے ظلم ہوتے ہیں کہ الاماں۔ہزاروں بے چاری غم سے سِل میں مبتلاء ہو کر مَر جاتی ہیں۔پس فرمایا کہ پہلے سوچو اور پھر کسی جگہ معاملہ کرو۔یہ نہیں کہ پہلے کر لو اور پھر پیچھے سے فضیحت ہوتی پھرے۔اصل چیز تقویٰ ہے۔اگر خدا کا تقویٰ مدنظر ہوگا تو کام درست ہو جائیں گے اور پھر فرمایا یاد رکھو اللہ ہر کام جو تم کرتے ہو اس سے واقف ہے۔اس ذریعہ سے بھی نیتوں کی صفائی اور معاملات میں صفائی پیدا کرنے کی تعلیم دی اور یہ کیسی اعلیٰ تعلیم تھی لیکن افسوس اس کو بھی مسلمانوں نے خراب کر دیا۔" (الفضل ۲۰ جولائی ۱۹۲۰ء صفحہ ۷تا۹)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا۔ يُصْلِحْ لَكُمْ

أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً۔

(سورۃ الاحزاب آیات ۷۱،۷۲)

مسلمانو! یہ تو تمہیں کہنے کی ضرورت نہیں کہ سچ بولو اس لئے کہ تم اس پر عمل کرتے ہو اور ہر شریف سچ بولنے کو پسند کرتا ہے کیونکہ اس کے طبعی نتائج ظاہر ہیں لیکن ہم ایک زائد بات بتاتے ہیں کہ تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھو۔کیونکہ سدید کہتے ہیں ہر پیچ سے مبرا صاف سیدھی راستی کی بات۔ممکن ہے کہ ایک بات سچی ہو مگر اس میں پیچ رکھا گیا ہو کہ موقع پر اس سے نکل جائیں مگر سدید بات میں اس کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔اس میں ہر مخفی دھوکے سے اجتناب ہوتا ہے اس لئے فرمایا کہ تم قول سدید پر عمل کرو اور زائد بات یہ ہے۔کہ خدا کے تقویٰ سے بھی کام لو کہ خدا کی رضا حاصل ہو۔**يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ** ۔ اعمال کو درست کر دے گا۔۔یہ سداد پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔لیکن اگر سداد کے ساتھ تقویٰ ہوگا تو اس کا نتیجہ اس سے زائد ہوگا وہ یہ کہ **يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ** ۔تمہارے کئی قسم کے گناہ اور کمزوریاں دور ہو جائیں گی۔اور خدا تعالیٰ کی صفات تم پر جلوہ گر ہوں گی۔اگر قول سدید پر عمل کرتے ہوئے تقویٰ اللہ بھی مدنظر ہو تو نقصان کچھ بھی نہیں۔طبعی نتائج ضرور ملتے ہیں اس لئے فرمایا **فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْماً۔** اگر قول سدید پر عمل کرتے ہوئے تقویٰ اللہ بھی مدنظر ہوگا تو جو کامیابی ہوگی وہ محض قول سدید پر عمل کرنے والے لوگوں سے بہت زیادہ ہوگی جن سچائی کے طبعی نتائج پر یقین ہے۔گویا سداد پر عمل کا ایک تو طبعی نتیجہ ہوگا اور ایک تقویٰ پر عمل کرنے سے شرعی ثواب بھی مل جائے گا۔نکاح کے خطبہ میں رسول کریم ﷺ نے اس آیت کو پڑھ کر ادھر توجہ دلائی کہ اس موقع پر زیادہ پابندی سداد اور تقویٰ کی ضرورت ہوتی ہے افسوس ہے کہ وہ جن کو کہا گیا تھا کہ تم سداد پر تو عمل کرتے ہی ہو گے وہ اس پر عمل نہیں کرتے اور خصوصاً نکاحوں میں سداد کی پابندی نہیں کی جاتی۔کہا جاتا ہے کہ اب بات ڈھکی رہے۔پھر ظاہر ہو جائے گی۔اس سے علاوہ دُنیاوی نقصان کے خدا تعالیٰ کے حضور جواب دہی کرنی پڑے گی۔اگر اس گُر کو مدنظر رکھا جائے تو انسان بہت سے ثواب حاصل کر سکتا ہے (الفضل ۹ مارچ ۱۹۲۲ء صفحہ ۵،۶۔خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۲۸)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

نکاح کی غرض اسلام نے تقویٰ رکھی ہے اگر دنیاوی اغراض بھی پیش نظر ہوں تو کچھ نہ کچھ

امن ہوسکتا ہے۔ (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۱۳۰)

تقویٰ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

’’تقویٰ ہر ایک باب میں انسان کے لیے **سلامتی کا تعویز** ہے۔اور ہر ایک قسم کے فتنہ سے محفوظ رہنے کے لیے حصنِ حصین ہے۔‘‘(روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۲۔ ایام الصلح)

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے نکاح میں تقویٰ کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اگر خدا کے تم ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔تم سوتے ہوئے ہوگے اور خدا تمہارے لئے جاگے گا تم دشمن سے غافل ہوگے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔‘‘ (کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۲)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’نکاح میں بھی نبی کریم ﷺ نے ہماری توجہ کو خدا تعالیٰ کی طرف پھیرا ہے کہ نکاح میں تقویٰ اللہ مدنظر رکھو۔نکاح میں کئی غرضیں ہوتی ہیں۔مگر مسلم کی صرف ایک ہی غرض ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ حاصل ہو۔‘‘ (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۱۸۷)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’اسلام نے جو غرض نکاح کی بتائی ہے وہ تقویٰ ہے کہ دونوں میاں بیوی مل کر خدا کے غضب سے بچنے اور رحمت کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔۲۔یہ کہ نسل بڑھے۔ایسی نسل جو آئندہ کارآمد ثابت ہو۔پھر یہ بھی غرض ہے کہ میاں بیوی مل کر نیک اعمال میں ایک دوسرے کے مدومعاون ہوں اور صدق اور سداد کے قائم کرنے والے ہوں اور اس غرض کو پورا کریں جو انسان کی روز ازل سے قرار دی گئی ہے‘‘

حضرت مصلح موعودؓ پھر فرماتے ہیں:۔

’’لوگ عموماً زوجین کے انتخاب میں جمال اور مال اور حسب وجاہ کو نصب العین رکھتے ہیں۔مگر ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ فرماتے ہیں۔**فَاظْفَر بِذَاتِ الدِّینِ تَرِبَت یَدَاكَ**۔ (ترمذی باب النکاح ۹) یعنی تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں دیندار عورت انتخاب کرو تا کہ تم اس کے ذریعے سے اس

عظیم الشان امانت کو بغیر کم و کاست کے ادا کر سکو۔

دین ہی ایک ذریعہ ہے جس سے انسان پورا پورا تقویٰ حاصل کر سکتا ہے۔صرف دین ہی ایک وسیلہ ہے جس سے انسان کی عقل و فکر، اس کا علم وعرفان، اس کی استعدادیں اور قابلیتیں اور اس کے اخلاق و اعمال صالحہ محفوظ بنا سکتے ہیں اور اسی کے ذریعہ وہ اپنی ذات کو ایک اعلیٰ بقاء نوع کی صورت میں منتقل کر سکتا ہے۔اگر انسان میں اپنی روح نہیں تو کچھ بھی نہیں۔نہ جمال ہے نہ مال، نہ حب وجاہ ہے۔نہ علم وفضل کسی کام کا ہے اور نہ اخلاق ہیں اور نہ ہی امن کی زندگی۔‘‘(خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۶۵، ۷۸)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’یہ جس قدر جذبات ہیں۔محبت، غصہ، غیرت وغیرہ یہ اپنے اندر شرابی مادہ رکھتے ہیں کہ باوجود انسان جاننے کے کہ یہ بات ناروا ہے پھر بھی ان کی وجہ سے اس میں مصروف ہو جاتا ہے اس لئے وہ لوگ جو محبت کو سامنے رکھ کر شادی کرتے ہیں جب ان کا یہ جذبہ دور ہو جاتا ہے تو ان کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔ایک شخص خوبصورت عورت سے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے شادی کرتا ہے مگر اس عورت کے اخلاق اچھے نہیں، گھر میں انتظام نہیں رکھ سکتی ان کی زندگی خراب ہو جاتی ہے۔اس لئے شادی کی غرض تقویٰ اللہ، حفاظت نفس و نسل اور اپنے دینی و دنیوی امور میں بھلائی اور معاونت ہونی چاہیے۔لیکن اسلام نے اس کو سمجھا ہے اور سمجھایا ہے۔اور چونکہ علم کے ساتھ تربیت کی بھی ضرورت ہوتی ہے جب تک تربیت نہ ہو علم کچھ مفید نہیں ہوسکتا اس لئے شریعت اسلام نے تربیت کے لئے یہ رکھا ہے کہ جب میاں بیوی میں کچھ ناچاقی ہو تو **فَابْعَثُوا حَكَماً مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِّنْ أَهْلِهَا**۔(سورۃ النساء آیت ۳۶) دونوں طرف کے بزرگ جمع ہوں اور دونوں کے بیانات سُن کر جس کی غلطی ہو اس کو سرزنش کریں۔ایک دفعہ۔دو دفعہ یہ ہو۔لیکن اگر ان کی اصلاح نہ ہو تو علیحدگی ہو جائے۔رسول کریم ﷺ کے عمل سے ظاہر ہے کہ آپ اپنی بیٹی اور داماد کو نصیحت فرماتے۔اگر بیٹی کا قصور ہوتا بیٹی کو ڈانٹتے اور اگر حضرت علیؓ کی غلطی ہوتی تو ان کو سمجھاتے کیونکہ بڑے چچازاد بھائی اور ہادی ہونے کی حیثیت میں آپ کو باپ کا درجہ بھی حاصل تھا۔اسلام نے تربیت کا یہ صیغہ رکھا ہے مگر آج کل ہندوستان میں یہ صیغہ نہیں رہا۔جب عورت آتی ہے تو مطالبہ کرتی ہے کہ اس کا میاں اپنے والدین سے فوراً علیحدہ ہو جائے۔اگرچہ یہاں

تک تو درست ہے کہ علیحدہ مکان ہو اور یہ شریعت کا بھی حکم ہے کیونکہ وہ نوجوان ہیں۔ ان کو بے تکلفی کی بھی ضرورت ہے۔ اگر وہ ہر وقت قید رہیں تو پھر وہ کیسے خوش رہ سکتے ہیں مگر بعض بہوئیں یہاں تک کرتی ہیں کہ شہر تک چھڑا دیتی ہیں۔ حالانکہ میاں بیوی بے شک علیحدہ ہوں اور ان کا حق ہے مگر یہ نہیں کہ بزرگوں کی نگرانی سے نکل جائیں۔ اور پھر لڑکے والے لڑکے کو سکھلاتے ہیں۔ میاں گربہ کشتن روزِ اول۔ کہ عورت پر پہلے ہی دن رعب بٹھالو۔ لیکن کیا اس طرح تربیت ہو سکتی ہے۔ یہ اسلامی طریق نہیں بلکہ اسلامی طریق وہ ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھایا۔'' (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۶۴)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''اسلام میں جو نکاح کا مسئلہ رکھا گیا ہے یہ ان تدابیر میں سے ایک تدبیر ہے جو ہلاکت اور تباہی سے بچاتی ہے اور انسان کو سچا دوست اور مخلص مددگار مہیا کر دیتی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں بیوی کے متعلق آتا ہے کہ **لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا**۔ یعنی انسان کو جو مصائب اور تکالیف آتی ہیں اور جن کی وجہ سے قریب ہوتا ہے کہ وہ ہمت ہار دے اس وقت بیوی اس کی مددگار اور آرام کا باعث ہوتی ہے اور اس کی ہمت بڑھانے والی ہوتی ہے۔ اسی حکمت کے ماتحت خدا تعالیٰ نے نکاح کو رکھا ہے اور اس کے لئے ایسی خواہشیں اور جذبات اور طاقتیں انسان کے اندر رکھ دی گئی ہیں کہ یہ مجبور ہے کہ کوئی ایسا ساتھی پیدا ہو۔۔

اسلام میں خدا تعالیٰ نے شادی کے متعلق ایسے قواعد بنا دیے ہیں کہ ان پر کاربند ہونے سے انسان کو سچا دوست اور مخلص مددگار مل جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ایسی عورتیں بھی ہوتی ہیں جو مرد کی سخت دشمن ہوتی ہیں اور انہیں تباہ کر دیتی ہیں مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بہت سی عورتیں خاوندوں کی اور مرد عورتوں کے سچے مددگار ہوتے ہیں۔ گو بعض غلطیوں اور بدعہدیوں کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے بدظن ہو جاتی ہے لیکن یہ بیرونی عوارض اور اسباب ہیں ورنہ میاں بیوی کا تعلق ایسا ہے کہ نوّے فیصد مَرد و عورت کے تعلقات اچھے ہوتے ہیں۔ اور اس اچھا ہونے کی ایک وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اسلام نے مَرد کے فوائد کو عورت کے فوائد سے اور عورت کے فوائد کو مَرد کے فوائد سے ایسا متحد کر دیا ہے کہ ان میں سوائے دوستی اور محبت کے اور کچھ نہیں ہو سکتا کیونکہ دوستی اور محبت اور پیار کا

اصل فوائد کا متحد ہونا ہے جس قدر بھی تعلقات اور دوستیاں ہیں ان سب کی اصلیت یہی ہے۔''

(خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۱۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

''اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں کی امداد اپنے ذمہ کرم پر لی ہے۔ وہ غلام جو اپنے آقا سے آزاد ہونے کے لیے کسی قدر رقم ادا کرنے کا عہد کرے اور اپنے عہد کو پورا کرنے کی نیّت رکھتا ہو۔ خُدا کی راہ میں جہاد کرنے والا اور وہ نکاح کرنے والا یا نکاح کرنے والی جو نکاح کے ذریعہ حرام کاری سے بچنا چاہتا ہو۔'' (الجامع الترمذی، کتاب فضائل الجہاد)

حق مہر:

اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں مَردوں کو عورتوں کو مہر دینے کے متعلق فرماتا ہے:۔

وَآتُواْ النَّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِن طِبْنَ لَكُمْ عَن شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْساً فَكُلُوهُ هَنِيئاً مَّرِيئاً۔ (سورۃ النساء آیت ۵)

اور عورتوں کو ان کے مہر دِلی خوشی سے ادا کرو۔ پھر اگر وہ اپنی دِلی خوشی سے اس میں سے کچھ تمہیں دینے پر راضی ہوں تو اُسے بلا تردّد شوق سے کھاؤ۔

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُم بِهِ مِن بَعْدِ الْفَرِيضَةِ إِنَّ اللّهَ كَانَ عَلِيماً حَكِيماً۔

(سورۃ النساء آیت ۲۵)

پس اُن کو اُن کے مہر فریضہ کے طور پر دو اس بناء پر کہ جو تم اُن سے استفادہ کر چکے ہو۔ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اس بارہ میں جو تم مہر مقرر ہونے کے بعد (کسی تبدیلی پر) باہم رضا مند ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُواْ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا

مُتَّخِذِیْٓ أَخْدَانٍ وَمَن يَكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ (سورۃ المائدہ آیت ٦)

اور پاکباز مومن عورتیں اوران لوگوں میں سے پاکباز عورتیں بھی جن کوتم سے پہلے کتاب دی گئی تمہارے لئے حلال ہیں جبکہ تم انہیں نکاح میں لاتے ہوئے ان کے حق مہرادا کرو، نہ کہ بدکاری کے مرتکب بنتے ہوئے اور نہ ہی پوشیدہ دوست بناتے ہوئے۔اور جو ایمان کا ہی انکار کردے اس کا عمل یقیناً ساقط ہوجاتا ہےاور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں سے ہوگا۔

معزز قارئین! مندرجہ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ شادی کرنے والے مرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بیوی کوحق مہرادا کرے۔دُنیا کو دکھانے کے لئے بڑے بڑے مہر باندھے جاتے ہیں۔اور صرف اعلان کیا جاتا ہے ادانہیں کیا جاتا۔بعض حضرات بیویوں سے معاف کروا لیتے ہیں اور بیویاں بھی اس لئے معاف کر دیتی ہیں کہ حق مہر ملنا تو ہے نہیں تعلقات خراب کرنے کا کیا فائدہ۔

حق مہر کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’نکاح آرام، راحت، سکینت اور تقویٰ اللہ کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے مگر آج کل مسلمانوں نے رسومات اور بدعات سے اسے دکھ کا موجب بنالیا ہے۔بڑے بڑے امراء ۳۲ روپے مہر مقرر کرتے ہیں اوراس کا نام مہر شرعی رکھتے ہیں۔حالانکہ یہ ان کے لئے غیر شرعی ہے اور غرباء کئی کئی ہزار مہر مقرر کرتے ہیں حالانکہ یہ ان کے لئے گناہ ہے۔‘‘ (خطبات محمود جلد۳ صفحہ۲۰)

پھر فرماتے ہیں:۔

’’لوگ مہر یا تو ۳۲ روپے مقرر کرتے ہیں اور اسے مہر شرعی کہا جاتا ہے یا تین من سونا اور اتنے من چاندی اور اتنے گاؤں یہ دونوں فضول باتیں ہیں مہر طرفین کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیئے۔‘‘

(خطبہ نکاح بیان فرمودہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۵ء۔خطبات محمود جلد۳ صفحہ)

حضرت مصلح موعودؓ سے سوال پوچھا گیا کہ عورتوں کا مہر جو باندھا جاتا ہے وہ صرف دکھانے کے لئے ہی ہوتا ہے یا اس کا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔آپؓ نے جواب میں فرمایا:۔

’’یاد رکھیں کہ مہر دینے کے لئے ہوتا ہے اسلام اس قسم کی نمائش کو جو دھوکہ کا موجب ہو ہرگز

جائز نہیں رکھتا۔پس جو لوگ صرف دوسروں کو دکھانے کے لئے بڑے بڑے مہر باندھتے ہیں اور ادا نہیں کرتے وہ گناہگار ہیں اور جو اپنی حیثیت سے کم باندھتے ہیں وہ بھی گناہگار ہیں۔صحابہؓ کے طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے ہی ادا کر دیتے تھے پس ایسا ہی کرنا چاہیے۔ہاں اگر کوئی ایک دفعہ سارا نہ ادا کر سکے تو کچھ مدت میں ادا کر دے لیکن ادا ضرور کرے۔

معجّل اور غیر معجّل کے الفاظ بعد کی ایجاد ہیں۔شریعت اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔پس جہاں تک ہو سکے پہلے ادا کرنا چاہیے ورنہ آہستہ آہستہ۔یہ ایک قرض ہے جو عورت کی طرف سے مَرد پر ہے۔اس کا ادا کرنا بہت ضروری ہے۔‘‘ (خطبات محمود جلد۳ صفحہ۲۹،۳۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

’’میرا نکاح جب ہونے لگا تو میرے استاد جو نکاح پڑھانے والے تھے۔میں نے ان سے کہا کہ مہر مجھ کو تو ادا کرنا پڑے گا آپ کو تو ادا کرنا پڑے گا نہیں۔عورتوں میں شور مچ گیا کہ لڑکا بول پڑا۔ہمارے استاد صاحب بھی ناراض ہو گئے۔عورتیں بھی ناراض ہو گئیں۔لیکن میں نے تو پانچ سو روپے سے زیادہ منظور نہیں کیا۔‘‘ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ۲۰۴)

معزز قارئین! حق مہر طرفین کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کا حق مہر چند آیات بیوی کو سکھانا طے ہوا تھا۔چنانچہ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں آپؐ کی خدمت میں اپنے آپ کو آپؐ کے لئے وقف کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔راوی نے بیان کیا کہ پھر آنحضرت ﷺ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔پھر آپؐ نے نظر کو نیچی کیا اور پھر اپنا سر جھکا لیا۔جب اس عورت نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں فرمایا تو وہ بیٹھ گئی۔اس کے بعد آپؐ کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ کو ان سے نکاح کی ضرورت نہیں ہے تو ان سے میرا نکاح کر دیجئے۔آپؐ نے دریافت فرمایا تمہارے پاس (مہر کے لئے) کوئی چیز ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں اللہ کی قسم! آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنے گھر جا اور دیکھو ممکن ہے تمہیں کوئی چیز مل جائے۔وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا اللہ کی قسم میں نے کچھ نہیں پایا۔آنحضرت

ﷺ نے فرمایا اگر لوہے کی ایک انگوٹھی بھی مل جائے تو لے آؤ۔ وہ گئے اور واپس آ گئے اور عرض کیا اللہ کی قسم! یارسول اللہ! میرے پاس لوہے کی ایک انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ البتہ میرے پاس میرے پاس یہ ایک تہمد ہے انہیں اس میں سے آدھا دے دیجئے۔ حضرت سہل بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس چادر بھی نہیں تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے اس تہمد کا کیا کرے گی۔ اگر تم اسے پہنو گے تو ان کے لئے اس میں سے کچھ نہیں بچے گا اور اگر وہ پہن لے تو تمہارے لئے کچھ نہیں رہے گا۔ اس کے بعد وہ صحابی بیٹھ گئے۔ کافی دیر تک بیٹھے رہنے کے بعد جب وہ کھڑے ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ واپس جا رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں بلوایا جب وہ آئے تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں قرآن مجید کتنا یاد ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں سورتیں یاد ہیں۔ انہوں نے گن کر بتائیں ۔ آنحضرت ﷺ نے پوچھا کیا تم انہیں بغیر دیکھے پڑھ سکتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا پھر جاؤ میں نے انہیں تمہارے نکاح میں دیا۔ ان سورتوں کے بدلے جو تمہیں یاد ہیں۔ (صحیح بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

تُنكَحُ المَراءَ ةُ لِاَربَعٍ لِمَا لِهَا وَلِحَسَبِهَاوَ لِجَمَا لِهَاوَلِدِينِهَا فَظفُر بِذاتِ الدِّينِ تَرِبَت يَدَاكَ۔

عورت سے چار وجوہات کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کے مال کی وجہ سے اس کے خاندان کی وجہ سے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے تمہارا بھلا ہو تم دین والی سے (شادی کرکے) کامیابی حاصل کرو۔

(بخاری کتاب النکاح باب اکفاء فی الدین، مسلم کتاب الرضاع حدیث نمبر ۲۶۴۷۔ مشکوٰۃ کتاب النکاح۔ حدیث نمبر ۲۹۴۷)

یعنی بیوی کا انتخاب چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے بعض لوگ مال و دولت کی بنیاد پر بیوی کا انتخاب کرتے ہیں۔ بعض حسب و نسب پر اپنے انتخاب کی بنیاد رکھتے ہیں۔ بعض عورت کے حُسن و جمال کو دیکھتے ہیں اور بعض دین اور اخلاق کے پہلو کو مقدّم کرتے ہیں۔ مگر اے مردِ مومن تُو اخلاق اور دین کے پہلو کو مقدّم کیا کر ورنہ تیرے ہاتھ ہمیشہ خاک آلود رہیں گے۔

اس حدیث کے ضمن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے فرماتے ہیں:۔

''یہ وہ مبارک تعلیم ہے جو نہ صرف مسلمانوں کے گھروں کو جنّت کا نمونہ بنا سکتی ہے بلکہ اُن کی نسلوں کو بھی دین و دُنیا میں ترقی دینے کی بنیاد بننے کا بھاری ذریعہ ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ذاتی نمونہ بھی اس معاملہ میں یہ ہے کہ آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ کے ساتھ کر دی تھی اور اس معاملہ میں عربوں کے قدیم رسم و رواج اور خیالات کی قطعاً پرواہ نہیں کی۔ اسی طرح خود آپ ﷺ نے عربوں کی ہر معروف قوم میں شادی کی یعنی قریش میں بھی کی، غیر قریش میں بھی کی اور بنی اسرائیل میں بھی کی اور عرب میں یہی تین قومیں آباد تھیں۔ مگر افسوس ہے کہ آج کل کئی مسلمان اپنی قوم سے باہر شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ مثلاً ایک سید اس بات پر مصر ہوتا ہے کہ اُس کی لڑکی صرف سیّد کے گھر جائے اور ایک راجپوت کا اس بات پر اصرار ہوتا ہے کہ اُس کی لڑکی صرف راجپوت کی بیوی بنے۔ اور ایک ککے زئی اس بات پر ضد کر کے بیٹھ جاتا ہے کہ اُس کی لڑکی صرف ککے زئی کے ساتھ بیاہی جائے۔ اور اس طرح آنحضرت ﷺ کی زرّیں تعلیم اور آپؐ کے مبارک اُسوہ کو پس پُشت ڈال دیا گیا ہے۔'' (سیرت النبی ﷺ)

عن معقل بن يسار قال قال رسول الله ﷺ:تَزَوَّ جُو الوَدُودَالوَ لُودَ فَاِ نِّی مُكَا ثِرٌ بِكُمُ الْاُمَمّ۔

حضرت معقل بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ:

تمہیں چاہیے کہ محبت کرنے والی زیادہ بچے دینے والی عورتوں کے ساتھ شادیاں کیا کرو، تاکہ تمہاری تعداد ترقی کرے اور مَیں قیامت کے دن اپنی اُمّت کی زیادتی پر فخر کر سکوں۔

(ابوداؤد و نسائی بحوالہ مشکوٰۃ کتاب النکاح۔ حدیث نمبر ۲۹۵۶)

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

تُو با اخلاق اور دیندار رفیقہ حیات کا انتخاب کر، اس طرح تُو نا صرف اپنی آئندہ زندگی کو کامیاب بنائے گا بلکہ تیری اولاد ایسی ہوگی جو دیندار اور با اخلاق ہوگی۔ اور تیرے ذکر کو دوام بخشے گی۔

(ابن ماجہ، ابوداؤد، حیاۃ المسلمین باب فصل النکاح، ابواب النکاح)

جس طرح عورتوں کی ذمہ داریاں ہیں ان کے حقوق بھی ہیں اگر ایک عورت نیک اعمال بجا لائے گی تو وہ بھی اسی طرح جنت میں جائے گی جس طرح نیک اعمال بجالانے والا مرد۔اور پھر آپؐ نے یہ فرما کر کہ آدھا دین عائشہؓ سے سیکھو نصف دین سیکھنے کے لئے تمام مردوزن کو حضرت عائشہؓ کا مرہونِ مِنت بنا دیا۔اوراس طرح انسان کی صحیح تربیت میں آدھا حصہ عورت کا ہے۔

(روایت ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے نابینا عورت کے ساتھ نکاح کیا اوراس کی بہن جو خوبصورت تھی اس کی خواہش نہ کی۔اس واسطے کہ آپ نے سنا تھا کہ یہ نابینا کافی عقل مند ہے اوراس خوبصورت سے بہتر ہے)

اہم نصیحت:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''جو شخص زندگی وقف کرتا ہے وہ ایک ایسا تعلق دین اور اسلام سے پیدا کر لیتا ہے کہ گویا وہ سلسلہ کی اولاد ہے اور جو سلسلہ کی اولاد بن جائے وہ کسی صورت میں ہمیں اپنی اولادوں سے کم نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا تعلق دینی لحاظ سے ہے اور رشتہ داروں کا دنیوی لحاظ سے۔گو رشتہ داروں کا دینی لحاظ سے بھی تعلق ہوتا ہے مگر ظاہری اور ابتدائی تعلق ان کا دنیوی لحاظ سے ہی ہوتا ہے۔'' (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۵۹۷)

مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۵۴ء کو بعد نماز عصر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مکرم چوہدری کرم الٰہی صاحب ظفر مبلغ سپین کا نکاح پڑھا۔خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حضرت مصلح موعودؓ فرمایا:۔

''نکاح تو ہوتے ہی رہتے ہیں مگر ان نکاحوں کے ساتھ بہت کچھ اونچ نیچ بھی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لڑکے اور لڑکی والے دونوں تقویٰ کے نام پر وجاہت پسندی میں مشغول ہوتے ہیں۔یعنی نام اس کا تقویٰ رکھ دیتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ تقویٰ کے ساتھ دور کا تعلق رکھنے والی بات بھی نہیں ہوتی۔مثلاً ایک مالدار لڑکی ہوتی ہے اور کوئی شخص اس سے شادی کرنا چاہتا ہے اب اس کے دل میں تو یہ ہوتا ہے کہ اس لڑکی سے شادی کر لینے کے نتیجہ میں مال و دولت اس کے ہاتھ آجائیں گے لیکن وہ خود اور اس کے متعلقین جب لوگوں سے بات کریں گے تو اس رنگ میں کریں گے کہ یہ لڑکی بڑی دیندار ہے اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ حاصل کیا جائے۔گویا دیندار مالدار لڑکی ہی ہوتی ہے کوئی غریب لڑکی دیندار

نہیں ہوسکتی۔یہی لڑکی والوں کا حال ہوتا ہے وہ خیال کرتے ہیں کہ اگر ان کی لڑکی کا نکاح فلاں لڑکے سے ہو جائے تو وہ آسودہ حال ہو جائیں گے لیکن گردوپیش کے حالات سے ڈرتے ہوئے اوراس چیز سے خوف کھاتے ہوئے کہ اگر وہ دنیاداری کو ظاہر کریں گے تو لوگ کیا کہیں گے وہ رنگارنگ کے پردے ڈال کر باتیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں فلاں لڑکا بڑا متقی ہے بڑا مخلص ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہماری لڑکی کا رشتہ اس سے ہو جائے۔حالانکہ متقی اور دیندار لڑکے غریب بھی ہو سکتے ہیں دیندار اور متقی ہونے میں امیر کی کیا شرط ہے۔یہ طبقہ اپنے حالات کے لحاظ سے بہت ہی قابل افسوس ہوتا ہے اور مجھے تو ان لوگوں سے خاص طور پر تنفر ہوتا ہے کہ وہ دین کو دنیوی اغراض کے لئے ڈھال بناتے ہیں۔اگر لڑکی والے کہیں کہ وہ اپنی لڑکی کی کسی مالدار لڑکے سے شادی کرنا چاہتے ہیں یا لڑکے والے کہیں کہ وہ اپنے گھر کوئی مالدار بہو لانا چاہتے ہیں تو چاہے اسے کوئی کتنا ہی معیوب قرار دے ہم اسے دین کی فروخت نہیں سمجھیں گے اگرچہ یہ اچھی خواہش نہیں ہوگی کہ کوئی کہے میں اپنی لڑکی کی شادی کسی مالدار لڑکے سے کرنا چاہتا ہوں یا میں اپنے گھر مالدار بہو لانا چاہتا ہوں کم از کم اس نے اپنا دین تو نہیں بیچا سیدھے سادے طور پر اپنی خواہش کو ظاہر کر دیا۔لیکن جب مال کو تقویٰ کے پردہ میں لینے کی کوشش کی جائے تو یہ نہایت افسوس ناک بات ہوتی ہے۔

پھر ان سے بھی گھٹیا قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ظاہراً حقارت کرتے ہیں یعنی ایک شخص جو اپنی زندگی دین کی خدمت کے لئے لگا دیتا ہے اسے اپنی لڑکی دینا پسند نہیں کرتے وہ اس سے گریز کرتے ہیں۔گویا ان کے نزدیک جس شخص کی جیب میں روپے ہوں وہ تو قیمتی وجود ہے لیکن اگر اس کے دل میں نور ہو تو وہ قیمتی نہیں۔آخر جو شخص اپنی زندگی وقف کرتا ہے اور اسے دین کے لئے لگا دیتا ہے اور دوسرا شخص خدا تعالیٰ سے دور ہوتا ہے یا اس قدر قریب نہیں ہوتا جتنا ایک زندگی وقف کرنے والا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک مومن خدا کا قرب حاصل کرنے والے کو تو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اوراس سے نسبتاً خدا تعالیٰ سے دور شخص کو عظمت اور عزت کی نگاہ سے دیکھے۔'' (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۶۶۵، ۶۶۶)

بیوہ کی شادی:

معزز قارئین! ہمارے اسلامی معاشرے میں جہاں اور بہت سی دوسری جہالت پر مبنی بُرائیوں نے پنجے گاڑ رکھے ہیں وہیں ایک بُرائی بیواؤں کی شادی نہ کرنا ہے۔عزت وغیرت کے نام پر بیواؤں کی زندگیاں تباہ کی جارہی ہیں بیواؤں کے نکاح کے متعلق قرآن اوراحادیث میں واضح احکامات موجود ہیں۔حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’بیوہ کے نکاح کا حکم اسی طرح ہے جس طرح کہ باکرہ کے نکاح کا حکم ہے۔چونکہ بعض قومیں عورت کا نکاح خلافِ عزّت خیال کرتے ہیں اور یہ بدرسم بہت پھیلی ہوئی ہے۔اس واسطے بیوہ کے نکاح کے واسطے حکم ہوا ہے۔لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر بیوہ کا نکاح کیا جائے۔نکاح تو اسی کا ہوگا جو نکاح کے لائق ہے اور جس کے واسطے نکاح ضروری ہے۔بعض عورتیں بوڑھی ہو کر بیوہ ہوتی ہیں۔بعض کے متعلق دوسرے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ نکاح کے لائق نہیں ہوتیں مثلاً کسی کو ایسا مرض لاحق ہے کہ وہ قابلِ نکاح ہی نہیں یا ایک کافی اولاد اور تعلقات کی وجہ سے ایسی حالت میں ہے کہ اس کا دل پسند ہی نہیں کرسکتا کہ وہ اب دوسرا خاوند کرے۔ایسی صورتوں میں مجبوری نہیں کہ عورت کو خواہ مخواہ جکڑ کر خاوند کرایا جائے۔ہاں اس بدرسم کو مٹا دینا چاہیئے کہ بیوہ عورت کو ساری عمر بغیر خاوند کے جبراً رکھا جاتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد۵صفحہ۳۲)

اللہ تعالیٰ سورۃ النور کی آیت ۳۳ میں فرماتا ہے:۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِن يَكُونُوا فُقَرَاء يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔

(اور تمہارے درمیان جو بیوائیں ہیں ان کی بھی شادیاں کراؤ اور اسی طرح جو تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے نیک چلن ہوں ان کی بھی شادی کراؤ۔اگر وہ غریب ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں غنی بنادے گا اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے)

حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’اس آیت میں حکم دیا کہ بدی کو دور کرنے کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ بیواؤں کی شادی کرو۔اسی طرح جو غلام بیویاں رکھنے کے قابل ہوں اُن کی بھی شادیاں کرو۔تا کہ بے شادی غلام گھروں میں آ کر خرابی نہ کریں اسی طرح اپنی لونڈیوں کی بھی شادی کرو۔اور اگر تمہارے غلاموں میں سے بعض غریب ہوں تو اُن کا نکاح کرنے سے ڈرو نہیں۔کیونکہ اگر وہ نیک بنیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں غنی بنادے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس رزق بھی ہے اور وہ اپنے بندوں کے حالات کو بھی جانتا ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں جہاں اور بہت سی خرابیاں پائی جاتی ہیں وہاں ایک یہ بھی خرابی پائی جاتی ہے کہ لوگ بیواؤں کی شادی کرنا بڑا بھاری گناہ سمجھتے ہیں۔اور اگر بعض لوگ گناہ نہیں سمجھتے تو کم از کم اسے اپنی غیرت اور حمیّت کے منافی ضرور سمجھتے ہیں۔گویا اُن کے نزدیک عورت ایک جانور سے بھی بدتر ہے کہ جانور تو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جاسکتا ہے مگر عورت ایک خاوند سے جدا ہو کر دوسرے کے پاس نہیں جاسکتی۔اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کہیں بیوہ کی شادی ہو تو تمام گھر ماتم کدہ بن جاتا ہے۔اور اس خاندان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا جاتا ہے اور اُن کو بڑا مظلوم سمجھا جاتا ہے۔وہ مرد کو تو اس بات کا حقدار سمجھتے ہیں کہ اپنی بیوی کے فوت ہونے پر دوسری شادی کرے مگر عورت کو یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ وہ اپنے خاوند کے فوت ہونے پر دوسرا شوہر کرے۔حالانکہ قرآن شریف صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ **هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔** (سورۃ الاعراف آیت ۱۹۰) یعنی وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ہے اور اُسی قسم سے اُس کا جوڑا بنایا گویا جیسے احساسات اور جذبات مردوں میں پائے جاتے ہیں ویسے ہی جذبات اور احساسات عورتوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔اگر مرد اپنی بیوی کے فوت ہونے پر چاہتا ہے کہ وہ دوسری شادی کرے تو بیوہ کی شادی میں روک بنتا ہے کہ وہ عورت کو اپنے جیسا انسان نہیں سمجھتے اور اس کے جذبات اور احساسات کو کچلنا چاہتے ہیں۔پس بیوگان کی شادی بڑی بھاری اہمیت رکھنے والی چیز ہے۔اور قرآن کریم نے اس کو اُن احکام میں شامل کیا ہے جن سے اخلاقی برائیوں کا انسداد ہوتا ہے۔اس لئے اس سے غفلت درحقیقت قومی اخلاق کو بگاڑنا اور بدی کو فروغ دینا ہے۔

(تفسیر کبیر جلد۶ صفحہ۳۰۶،۳۰۷)

ایک حدیث میں جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ بیواؤں کے نکاح کے متعلق ہدایت دیتے ہوئے فرمایا:۔

لا تنكح الايم حتى تستامر ولا تنكح البكر حتى تستاذن ۔

بیوہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے مشورہ کرلیا جائے ۔اور نہ کنواری کا نکاح کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے ۔اس پر صحابہؓ نے عرض کیا: **یا رسول اللہ ! و کیف اذنها ؟** یارسول اللہ! اس کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا: **ان تسکت** ۔یہ کہ وہ خاموش رہے۔ (مسلم جلد ۷ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۵۲۹ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

بیوہ اور مسکین کے لئے امدادی کوشش کرنے والا ۔اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کی طرح ہے یا اُس شخص کی مانند ہے جو دن کو ہمیشہ روزے رکھے اور راتوں کو قیام کرے۔

(صحیح جلد ۳ کتاب الادب حدیث ۹۴۴)

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سب سے زیادہ بیواؤں اور مسکینوں کی مدد کر کے خوشی محسوس کرنے والے تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ایک دفعہ میں نے یہ شعر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے پڑھا۔

ترجمہ: وہ سفید نورانی چہرے والا شخص جس کے منہ کا واسطہ دے کر بادل سے بارش طلب کی جاتی ہے یتیموں کے لئے موسم بہار اور بیواؤں کی عزت کا محافظ ہے۔

اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ بے اختیار پکار اُٹھے بخدا وہ تو محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت)

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ میں تکبّر نام کو نہ تھا نہ آپؐ ناک چڑھاتے اور اس بات پر نہ بُرا مناتے اور نہ ہچکتے کہ آپؐ بیواؤں اور مسکینوں کے ساتھ چلیں اور ان کے کام آئیں اور ان کی مدد کریں یعنی بے سہارا عورتوں اور مسکینوں اور غریبوں کی مدد کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے۔ (مسند دارمی فی تواضع رسول اللہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

سب سے بڑا صدقہ تیری وہ بیٹی ہے جو (طلاق پا کر یا بیوہ ہو کر) تیری طرف پلٹ آئے اور تیرے سوا اس کے لئے کمانے والا کوئی نہ ہو۔ (صحیح بخاری، ابن ماجہ)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

الا لا يبيتن رجل عند امراة ثيب الا ان يكون ناكحا او ذا مَحرم ۔ (صحیح مسلم جلد ۱۲ کتاب الادب حدیث نمبر ۴۰۲۲)

خبردار! کوئی شخص کسی بیوہ کے پاس (اکیلے) رات نہ گزارے سوائے اس کے کہ اس نے اس سے نکاح کیا ہوا ہو یا وہ محرم ہو۔

وہ (حضرت اُم سلمہؓ) کہتی ہیں جب حضرت ابوسلمہؓ فوت ہوئے تو میں نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور میں نے کہا یا رسول اللہ! ابوسلمہؓ فوت ہوگئے ہیں۔آپؐ نے فرمایا تم یہ کہو! **اللّٰهم اغفرلی وله واعقبنی منه عقبی حسنة** ۔مجھے اور اسکو بخش دے اور مجھے اس سے بہتر بدلہ عطا فرما۔ وہ کہتی ہیں میں نے یہ دُعا کی ۔پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی کے بدلہ میں وہ دیا جو میرے لئے اس سے بہتر ہے یعنی محمد ﷺ۔ (مسلم جلد ۴ حدیث نمبر ۱۵۱۸(۶) شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ کہتی تھیں جب حضرت ابوسلمہؓ فوت ہوگئے میں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے صحابیؓ حضرت ابوسلمہؓ سے بہتر کون ہوسکتا ہے؟ پھر اللہ نے مجھے عزم کی توفیق دی تو میں نے یہ دُعا کی ۔(**اللّٰهم اغفرلی وله واعقبنی منه عقبی حسنة**) وہ فرماتی ہیں پھر میری شادی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوئی۔ (مسلم جلد ۴ حدیث نمبر ۱۵۱۸(۶) نور فاؤنڈیشن)

حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

میں اور کالے رخساروں والی عورت قیامت میں ایسے ہوں گے اور یزید بن زریعؓ نے درمیانی اور شہادت والی انگلی سے اشارہ کیا یعنی وہ جاہ و جمال والی عورت جس کا خاوند فوت ہوگیا اور اس نے اپنے نفس کو یتیم بچوں کی وجہ سے روکے رکھا یہاں تک کہ وہ جدا ہوگئے یا مَر گئے۔ (سنن ابوداؤد)

معزز قارئین! آیئے دیکھتے ہیں عیسائی مذہب بیوہ عورتوں کے متعلق کیا تعلیم دیتا ہے۔

پولس گرنتھیوں میں لکھتا ہے کہ اور جو عورتیں بیوہ ہو چکی ہیں ان سے میرا کہنا یہ ہے کہ اگر وہ میری طرح غیر شادی شدہ رہیں تو اچھا ہے لیکن اگر ضبط کی طاقت نہ ہو تو شادی کر لیں کیونکہ شادی کر لینا نفس کی آگ میں جلتے رہنے سے بہتر ہے۔ (گرنتھیوں ۷:۳۱)

پولس لکھتا ہے کہ ان بیواؤں کو جو سچ مچ ضرورت مند ہیں، مناسب عزت دے۔ اگر کسی بیوہ کے لڑکے یا پوتے ہوں تو انہیں چاہیے کہ وہ اپنے مذہبی فرض کو پہچان کر اپنے بزرگوں کا حق ادا کریں کیونکہ یہ خدا کی نظر میں پسندیدہ ہے۔ جو عورت سچ مچ بیوہ ہے اور بالکل اکیلی ہے وہ خدا پر بھروسہ رکھتی ہے، رات دن دعا کرتی ہے اور خدا سے مدد مانگتی ہے۔ لیکن جو بیوہ عیاّشی میں زندگی گزارتی ہے وہ جیتے جی مردہ ہے۔ ان باتوں کے بارے میں انہیں نصیحت کرتا کہ کوئی ان پر انگلی نہ اٹھا سکے۔

کوئی بیوہ اس وقت تک بیواؤں کی فہرست میں نہ کی جائے جب تک وہ ساٹھ برس کی نہ ہو جائے اور لازم ہے کہ وہ ایک ہی شوہر کی بیوی رہی ہو۔ نیک کام کرنے میں مشہور ہو، اس نے بچوں کی تربیت کی ہو، پردیسیوں کی مہمان نوازی کی ہو، مقدسوں کے پاؤں دھوئے ہوں، مصیبت زدوں کی مدد کی ہو اور ہر نیک کام کرنے میں مشغول رہی ہو۔

مگر جوان بیواؤں کو ان میں شامل نہ کرنا کیونکہ وہ مسیح کی اطاعت سے منہ موڑ کر اپنے نفس کی غلام ہو جاتی ہیں اور پھر سے بیاہ رچانے کی فکر میں لگ جاتی ہیں۔ اور ملامت کے لائق ٹھہرتی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے پہلے عہد کو توڑ دیا۔ اس کے علاوہ وہ گھر گھر پھرتی ہیں، وہ نہ صرف بیکار رہتی ہیں بلکہ بک بک کرتی رہتی ہیں۔ وہ دوسروں کے معاملوں میں دخل دیتی ہیں اور ناشائستہ باتیں کہتی ہیں۔ اس لئے میں جوان بیواؤں کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ بیاہ کریں، ان کے اولاد ہو، وہ اپنا گھر بار سنبھالیں اور کسی مخالف کو موقع نہ دیں کہ وہ انہیں بدنام کرتا پھرے۔ اصل میں بعض بیوائیں گمراہ ہو کر شیطان کی پیروی کرنے لگی ہیں۔ (تیمتھیس ۵:۵ آیات ۳ تا ۱۵ اباب ۵)

تعدد ازدواج:

معزز قارئین! زمانہ جاہلیت میں جہاں اور بہت سے دوسرے بُرے افعال عربوں میں

رواج پا چکے تھے وہاں ایک اور بُرائی جو عربوں نے بلکہ اقوام عالم نے اپنا رکھی تھی وہ یہ تھی کہ ایک ہی وقت میں بہت ساری بیویاں کرنا یعنی بیویوں کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔ اسلام نے اس بُرائی کو دور کر دیا ہے اور ایک مَرد کے لئے زیادہ سے زیادہ ایک وقت میں چار بیویوں سے نکاح کرنے کی پابندی قائم کر دی ہے۔ اور اس کے ساتھ بہت سی دوسری شرائط بھی لگا دی ہیں۔ تعدد ازدواج کو اسلام نے لازمی قرار نہیں دیا بلکہ جائز ضرورتوں کے باوجود لازمی قرار نہیں دیا۔ تعدد ازدواج کے لئے ضروری ہے کہ مَرد عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے کرنے کے قابل ہو۔

تعدد ازدواج کے لئے مندرہ ذیل دو شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ اسلام کی بیان کردہ تعدد ازدواج کی اغراض کا پیدا ہو جانا۔

۲۔ اور انسان کا عدل کر سکنے کے قابل ہونا۔

جو ان شرطوں کے معیار پر پورا نہیں اُترتا اُسے ایک ہی شادی پر اکتفا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُواْ فِي الْيَتَامَى فَانكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاء مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُواْ فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ذَلِكَ أَدْنَى أَلَّا تَعُولُواْ۔ (سورۃ النساء آیت ۴)

اور اگر تم ڈرو کہ تم یتامیٰ کے بارے میں انصاف نہیں کر سکو گے تو عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو۔ دو دو اور تین تین اور چار چار۔ لیکن اگر تمہیں خوف ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو پھر صرف ایک (کافی ہے) یا وہ جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یہ (طریق) قریب تر ہے کہ تم ناانصافی سے بچو۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے فرماتے ہیں:۔

''اس آیت کریمہ میں تعدد ازدواج کے حکم کو یتامیٰ کے ذکر کے ساتھ ملا کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دراصل یتامیٰ کی کثرت بھی تعدد ازدواج کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ ہے اور چونکہ یتامیٰ کی کثرت ایک طرف تو بیوگان کی کثرت کو چاہتی ہے اور دوسری طرف وہ آئندہ کے لئے نسل

کی قلّت کا اندیشہ پیدا کرتی ہے اور ویسے بھی یہ تینوں حالتیں جنگ کا لازمی نتیجہ ہیں۔اس لئے گویا اس آیت میں ہی خدا تعالیٰ نے نہایت لطیف پیرایہ میں تعددِ ازدواج کی ساری زائد اغراض کو جمع کر دیا ہے۔یعنی حفاظتِ یتامیٰ ،انتظامِ بیوگان اور علاجِ قلتِ نسل۔اور پھر مزید تشریح و توضیح کے لئے ان کا علیحدہ علیحدہ ذکر بھی کیا ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَأَنكِحُوا الْأَيَامَى مِنكُمْ ۔ (سورۃ النور آیت ۳۳)

یعنی ”اے مسلمانو! (اب جب ہم نے تمہارے لئے تعدد ازدواج کا استثنائی علاج تجویز کر دیا ہے تو) اب تمہیں ایسا انتظام کرنا چاہیے کہ حتیّ الوسع کوئی غیر شادی شدہ عورت خواہ کنواری ہو یا بیوہ ہو بغیر شادی کے نہ رہے“۔

اس آیت میں غیر شادی شدہ عورتوں خصوصاً بیوگان کی شادی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

پھر حدیث میں آتا ہے:۔

عن معقل بن یسار قال قال رسول اللہ ﷺ :تَزَوَّجُو الوَدُودَالوَلُودَ فَاِنّی مُکَاثِرٌ بِکُمُ الاُمَمَ۔

معقل بن یسارؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب سے فرماتے تھے کہ چاہیے کہ محبت کرنے والی زیادہ بچے دینے والی عورتوں کے ساتھ شادیاں کیا کرو، تا کہ تمہاری تعداد ترقی کرے اور مَیں قیامت کے دن اپنی اُمّت کی زیادتی پر فخر کر سکوں۔ (ابوداؤد و نسائی بحوالہ مشکوٰۃ کتاب النکاح)

اس حدیث میں تکثیرِ نسل والی غرض کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

اس طرح یہ کل سات اغراض ہوتی ہیں جو اسلام نے تعدد ازدواج کے متعلق بیان کی ہیں یعنی جسمانی اور رُوحانی بیماریوں سے حفاظت ،بقائے نسل ،رفاقتِ حیات اور تسکینِ قلب ،محبت اور رحمت کے تعلقات کی توسیع ،انتظامِ یتامیٰ ،انتظامِ بیوگان اور ترقی نسل۔ان اغراض کو حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ اچھی بیوی کا انتخاب ہے۔۔۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام نے نکاح کی اغراض چار اور تعدد ازدواج کی اغراض سات بیان کی ہیں۔اور اسلام نے بیوی کے انتخاب کے متعلق یہ ہدایت دی ہے کہ اس میں عورت کی ذاتی خوبی

کے علاوہ مصالحِ مذہب اور مصالحِ قوم وملّت اور مصالحِ سیاست وحکومت کو ترجیح دینی چاہیئے۔اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ نکاح کے معاملہ میں دوسری خوبیوں کو نہ دیکھا جائے۔چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو عورت کی دوسری خوبیوں کے مدنظر رکھنے کی بھی اجازت دی ہے بلکہ بعض اوقات اس کی تحریک فرمائی ہے کہ دوسری باتوں کو بھی دیکھ لیا کرو، چنانچہ باوجود پردہ کے حکم کے آپؐ یہ تحریک فرماتے تھے کہ نکاح سے پہلے مَرد کو چاہیے کہ عورت کو خود دیکھ لے۔“ (سیرت النبیؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

”اس آیت کریمہ میں یہ حکم نہیں ہے کہ ضرور دو دو، تین تین، چار چار شادیاں کرو۔بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتے ہو۔جبکہ اس سے پہلے عربوں میں شادیوں کی کوئی حد مقرر نہیں ہوتی تھی۔پس زیادہ شادیوں کی اجازت سے بڑھ کر یہ شادیوں پر پابندی قائم کرنے والی آیت ہے۔اور خصوصاً ایسے حالات میں جبکہ جنگوں کی وجہ سے بہت سی قیدی عورتیں ہاتھ آتی ہیں اور یتامیٰ کی کفالت کے لئے بھی ایک ہی بیوی کافی نہیں ہوسکتی۔اس لئے اس صورت میں ایک سے زیادہ شادی کی اجازت ہے بشرطیکہ انصاف پر قائم رہ کر ایسا کیا جائے۔اس آیت کے دونوں کناروں پر انصاف کی شرط کو اوّلیت دی گئی ہے۔وہ لوگ جو اس بہانے کہ ایک سے زیادہ شادی کی اجازت ہے پہلی بیوی کو **کَا لمُعَلَّقَہ** چھوڑ دیتے ہیں وہ ہرگز اسلامی حکم کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ نفسانی خواہش سے زیادہ شادیاں کرتے ہیں۔“ (مختصر تفسیری نوٹ۔ترجمہ قرآن مجید)

عورتوں کو کچھ نصیحت:

تعدد ازدواج کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

”ہمارے اس زمانہ میں بعض خاص بدعات میں **عورتیں** بھی مبتلا ہیں وہ **تعدّد نکاح** کے مسئلہ کو نہایت بری نظر سے دیکھتی ہیں گویا اُس پر ایمان نہیں رکھتیں ان کو معلوم نہیں کہ خدا کی شریعت ہر ایک قسم کا علاج اپنے اندر رکھتی ہے۔پس اگر اسلام میں تعدّد نکاح کا مسئلہ نہ ہوتا تو ایسی صورتیں کہ جو مردوں کے لیے نکاح ثانی کے لیے پیش آ جاتی ہیں اس شریعت میں ان کا کوئی علاج نہ ہوتا۔مثلاً اگر عورت

دیوانہ ہو جائے یا مجذوم ہو جائے یا ہمیشہ کے لیے کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہو جائے جو بیکار کر دیتی ہے یا کوئی اور ایسی صورت پیش آ جائے کہ عورت قابل رحم ہو مگر بیکار ہو جاوے اور مرد بھی قابل رحم کہ وہ تجرد پر صبر نہ کر سکے تو ایسی صورت میں مرد کے قویٰ پر یہ ظلم ہے کہ اس کو نکاح ثانی کی اجازت نہ دی جاوے درحقیقت خدا کی شریعت نے انہیں امور پر نظر کر کے مردوں کے لیے یہ راہ کھلی رکھی ہے اور مجبوریوں کے وقت عورتوں کے لیے بھی راہ کھلی ہے کہ اگر مرد بیکار ہو جاوے تو حاکم کے ذریعہ سے خلع کرا لیں جو طلاق کے قائم مقام ہے۔ خدا کی شریعت دوا فروش کی دوکان کی مانند ہے پس اگر دوکان ایسی نہیں ہے جس میں سے ہر ایک بیماری کی دوا مل سکتی ہے تو وہ دوکان چل نہیں سکتی پس غور کرو کہ کیا یہ سچ نہیں کہ بعض مشکلات مردوں کے لیے پیش آ جاتی ہیں جن میں نکاح ثانی کے لیے مضطر ہوتے ہیں۔ وہ شریعت کس کام کی جس میں کل مشکلات کا علاج نہ ہو۔ دیکھو انجیل میں طلاق کے مسئلہ کی بابت صرف زنا کی شرط تھی اور دوسرے صدہا طرح کے اسباب جو مرد اور عورت میں جانی دشمنی پیدا کر دیتے ہیں اُن کا کچھ ذکر نہ تھا اس لیے عیسائی قوم اس خامی کو برداشت نہ کر سکی اور آخر امریکہ میں ایک **طلاق** کا قانون پاس کرنا پڑا سو اب سوچو کہ اس قانون سے انجیل کدھر گئی اور اے عورتو فکر نہ کرو جو تمہیں کتاب ملی ہے وہ انجیل کی طرح انسانی تصرّف کی محتاج نہیں اور اُس کتاب میں جیسے مردوں کے حقوق محفوظ ہیں عورتوں کے حقوق بھی محفوظ ہیں اگر عورت مرد کے تعدّد ازواج سے ناراض ہے تو وہ بذریعہ حاکم خلع کرا سکتی ہے۔ خدا کا یہ فرض تھا کہ مختلف صورتیں جو مسلمانوں میں پیش آنے والی تھیں اپنی شریعت میں ان کا ذکر کر دیتا تا شریعت ناقص نہ رہتی سو تم اے عورتو اپنے خاوندوں کے ان ارادوں کے وقت کہ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں خدا تعالیٰ کی شکایت مت کرو بلکہ تم دعا کرو کہ خدا تمہیں مصیبت اور ابتلاء سے محفوظ رکھے بیشک وہ مرد سخت ظالم اور قابل مواخذہ ہے جو **دو جوروئیں** کر کے انصاف نہیں کرتا مگر تم خود خدا کی نافرمانی کر کے موردِ قہر الٰہی مت بنو ہر ایک اپنے کام سے پوچھا جائے گا۔'' (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۸۰، ۸۱ کشتی نوح)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''ہماری جماعت کے لوگوں کو چاہیے کہ عام مسلمانوں نے جو اپنے طرزِ عمل سے کثرتِ ازدواج کو بدنام کر رکھا ہے وہ برخلاف اس کے اپنے عدل و حسن سلوک سے یہ ثابت کرنے کی کوشش

کریں کہ دو بیویاں کرنا بالکل ممکن العمل اور مستحسن امر ہے۔ جن مسلمانوں کی بدسلوکی نے عورتوں کو اس مفید و واجبی اجازت سے بدظن کر رکھا ہے حتیٰ کہ مَردوں کی ایسی ہی کمزوریاں اور ناانصافیاں بعض جاہل و بے دین عورتوں کے ارتداد تک کا موجب بن جاتی ہیں انہیں خدا کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا کہ ان کی غلط کاری سے دینِ حق کو ضعف پہنچا اور اس کے پاک نام پر حرف آیا۔''

(خطبہ نکاح بیان فرمودہ ۲۷ جون ۱۹۱۵ء۔ خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۱۲)

آپؓ مزید فرماتے ہیں:۔

''عورتوں میں قدرتاً اس کے خلاف احساس ہوتا ہے اور رسول کریم ﷺ نے اس کے متعلق فرمایا ہے اور ہم روزانہ دیکھتے ہیں کہ عورتوں میں پایا جاتا ہے۔ یہ احساس جو عورتوں کو دوسری شادی کے خلاف ہوتا ہے اسے وہ شریعت کے احترام کی وجہ سے اور اپنی شرافت کے باعث دباتی ہیں مگر درحقیقت ان کے دل کے کونہ میں ایک چنگاری جل رہی ہوتی ہے اور خواہ اس میں سے دھواں نہ نکل رہا ہو مگر راکھ کے نیچے آگ ضرور دبی ہوتی ہے اور عورت کا دل اسے محسوس کر رہا ہوتا ہے اس لئے اگر وہ دوسری شادی کرنے کو برا نہ کہے تو یہ ضرور کہتی ہے کہ اگر دوسری شادی نہ ہوتی تو اچھا ہوتا وہ عورتیں نادان اور بیوقوف ہیں جو دوسری شادی کو برا کہہ کر کافر بنتی ہیں کیونکہ ان کے لئے ایک راستہ کھلا ہے اور وہ ان کے نفس کی یہ خواہش ہے کہ اگر دوسری شادی نہ ہوتی تو اچھا ہوتا اور یہ خواہش کوئی گناہ نہیں۔۔۔۔

دوسری شادی کے متعلق دوست جانتے ہیں۔ میری یہی رائے ہے کہ جو دوسری شادی کا بوجھ برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لئے اسلام پسند کرتا ہے۔ لیکن تجربہ بتاتا ہے اور اس کی وجہ سے میری پہلی رائے کسی قدر بدلی ہے کہ لاکھوں کروڑوں میں سے کوئی انسان ہے جو دوسری شادی کی برداشت کی طاقت رکھتا ہے۔ مسئلہ کے لحاظ سے میری وہی رائے ہے جو پہلے تھی مگر مَردوں کے حالات دیکھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو عورتوں میں انصاف کرنا چاہیں ان میں سے بہت سے نہیں کر سکتے۔ ادھر عورتوں میں جو بردباری اور تحمل ہونا چاہیے وہ نہیں ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی انسان ان مشکلات کو حل نہیں کر سکتا اور جماعت کے متعلق میرا جو تجربہ ہے وہ یہی ہے کہ اکثر لوگ نہیں کر سکتے تو میں یہی کہوں گا کہ لوگ اپنے ایمان، اپنی بیویوں کے ایمان اور دوسرے لوگوں کے ایمان کی حفاظت کی خاطر

ایک ہی بیوی کریں۔۔۔۔

اس سے زیادہ بیوقوفی نہیں ہوسکتی کہ کہیں کہ خدا نے ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا حکم نہیں دیا۔انسانوں کو ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ دوسری شادی نہ صرف جائز ہوتی ہے کیونکہ جائز کا تو ہر مسلمان قائل ہے بلکہ ضروری ہوتی ہے۔قوم کے لحاظ سے یا دینی لحاظ سے ایسی ضرورت ہوتی ہے کہ ایک انسان دوسری شادی کرے۔اس لئے جس طرح اس شخص کے لئے جو دوعورتوں میں انصاف نہیں کرسکتا یا ایسی بیویاں نہیں پاسکتا جو بردباری سے گزارہ کرسکیں میں کہوں گا اسے دوسری شادی نہیں کرنے چاہیے اور اگر وہ کرتا ہے تو مجرم ہے اسی طرح جو شخص قومی، تمدنی، مذہبی ضرورت کے وقت دوسری شادی کرنے سے جی چراتا ہے وہ بھی میرے نزدیک ویسا ہی مجرم ہے۔۔۔۔

درحقیقت اسلامی احکام کو تسلیم کرکے انسان اگر عدل کی کوشش کرے تو دوسری شادی اس کے لئے اس طرح ٹھوکر اور تکلیف کا باعث نہ ہو جس طرح عام طور پر ہوتی ہے کیونکہ انسان اپنے لئے مشکل خود پیدا کرتا ہے اور اپنے لئے جہنم خود تیار کرتا ہے۔دوسروں کی ملامت کی اسے ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ ملامت اپنے نفس سے اور جہنم گھر سے پیدا ہوتی ہے۔آسمان سے آگ یا باہر سے شعلہ آنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن اگر ایک نفس پرست انسان ایک بیوی کو مکھی کی طرح نکال دے اور دوسری کے ساتھ عیش وعشرت کرنا شروع کردے تو اگر وہ کوشش کرے کہ جہنم سے بھاگ جاؤں تو کہاں بھاگ سکتا ہے۔اگر ایک جہنم سے بھاگے تو دوسری اس کے لئے تیار ہے۔ہاں جو خود اپنی غلطی محسوس کرکے اس جہنم میں کود پڑتا ہے وہ بڑے جہنم سے بچ جاتا ہے مگر جو ایسا نہیں کرتا اس کے لئے اور جہنم جو بہت سخت ہے تیار ہوتی ہے اور رسول کریم ﷺ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا انسان قیامت کے دن آدھا اُٹھایا جائے گا۔(ترمذی ابواب النکاح) اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی سالم اُٹھایا جائے گا اس لئے آدھے دھڑ والا دوزخی ہوگا۔'' (خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۲۱۰ تا ۲۱۱)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو کوئی ایک بیوی کی طرف مائل رہے گا (انصاف نہیں کرے گا) قیامت کے دن اس کا آدھا بدن ٹیڑھا ہو جائے گا۔(اگر بیویاں دو ہوں یا چار ہوں۔مرد کے لئے ان کے درمیان عدل رکھنا ضروری ہے اور رات کو بھی برابری کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔محبت اور

مباشرت میں برابری ضروری نہیں کیونکہ یہ امر انسان کے اختیار میں نہیں)

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس کوئی چیز (ہدیہ) لائی جاتی تو آپ تمام گھر والیوں کو تقسیم کرتے تھے تاکہ ان کے درمیان امتیاز اور فرق نہ ہو۔(کنزالعمال حدیث نمبر ۱۸۳۳۶)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ جب سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی عورتوں کے درمیان قرعہ ڈالتے اور جس کا نام نکلتا اس کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے۔ (کنزالعمال حدیث نمبر ۱۸۳۳۷)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضور ﷺ اپنی عورتوں کے درمیان (ہر چیز کی) تقسیم فرمادیا کرتے تھے اور عدل کے ساتھ کام لیتے تھے اور بارگاہ ربّ العزت میں عرض کرتے تھے: ''اے اللہ! جس چیز کا مَیں مالک ہوں اس میں میری یہ تقسیم ہے، سو جس چیز (محبت قلبی) کا مَیں مالک نہیں بلکہ تُو مالک ہے اس میں مجھے ملامت نہ فرما۔'' (کنزالعمال حدیث نمبر ۱۸۳۳۸)

شیطانی عمل:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَمِنۡ آيَاتِهِ أَنۡ خَلَقَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَاجاً لِّتَسۡكُنُوا إِلَيۡهَا وَجَعَلَ بَيۡنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحۡمَةً إِنَّ فِيۡ ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوۡمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۔(سورۃ الروم آیت ۲۲)

اور اس کے نشانات میں سے (ایک یہ بھی) ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنائے تاکہ تم اُن کی طرف تسکین (حاصل کرنے) کے لئے جاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔یقیناً اس میں ایسی قوم کے لئے جو غور وفکر کرتے ہیں بہت سے نشانات ہیں۔

معزز قارئین! ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو شیطان کے چیلے بنتے ہوئے میاں بیوی کے درمیان بدگمانیاں پیدا کرکے اُن کی راہیں جدا کرکے خوش ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے تو میاں بیوی کے درمیان محبت اور رحمت رکھی ہے اور ایسے نانہجار جو شیطان کی چاکری کرتے ہوئے میاں بیوی کے

درمیان نفرت اور بدگمانی کی دیوار کھڑی کر دیتے ہیں اُن کے متعلق ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

ابلیس اپنے مرکز سے زمین کے ہر گوشے میں اپنے پیروکار روانہ کرتا ہے۔ پھر وہ پیروکار واپس آکر اپنی اپنی کاروائیاں سناتے ہیں، کوئی کہتا ہے میں نے فلاں شر پھیلایا۔ مگر ابلیس ہر ایک سے کہتا ہے کہ تُو نے کچھ نہ کیا۔ پھر ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے ایک عورت اور اس کے شوہر کے درمیان جدائی ڈالی ہے۔ یہ سن کر ابلیس اسے گلے لگالیتا ہے اور کہتا ہے کہ صرف تُو کام کر کے آیا ہے۔

معزز قارئین! یہ ایسی شیطانی حرکت ہے جس کے نتیجے میں نا صرف میاں بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے بلکہ دو خاندانوں پر تباہی آتی ہے۔ اس کے نتیجے میں بچوں کی زندگی بھی تباہ ہو جاتی ہے اور ایسے بچے احساس کمتری کا شکار ہو کر خود بھی بھٹک جاتے ہیں اور معاشرے کے لئے بھی تباہی کا باعث بنتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کہ عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اکسائے، یا کسی غلام کو اس کے آقا کا مخالف بنائے۔ (سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۱۷۵۹۔ کتاب الادب)

زریں نصائح

شادی شدہ خواتین کے لئے چند زریں نصائح وارشادات پیش خدمت ہیں۔

نصائح حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

جب لڑکی بیاہی جاتی ہے تو اُس کے ہاتھ میں دو چابیاں ہوتی ہیں ایک صلح کے دروازے کی اور ایک لڑائی کے دروازے کی چابی۔ وہ جس دروازے کا چاہے کھول سکتی ہے۔ خوش نصیب ہوتی ہیں وہ عورتیں جنہوں نے صلح کا دروازہ کھولا۔ لڑکی کو اپنے ساس، سسر کی نہایت تابعداری کرنی چاہیے کیونکہ بعد از شادی لڑکی کا تعلق اپنے والدین سے بڑھ کر اپنے ساس سسر سے ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے اُن کے ادب کو ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہیے۔ تعلیم کا یہی فائدہ ہے لڑکی اپنے آپ کو نہایت درجہ تابعدار ثابت

کرے۔ سخت ہی بدبخت ہیں وہ عورتیں جو کہ اپنے شوہروں کو اُن کے والدین سے برگشتہ کرنے کی تجویزیں کرتی ہیں۔ اُن کو کبھی فلاح دارین حاصل نہیں ہوگا۔ (سیرت حضرت نواب مبارکہ بیگم صفحہ ۳۴۳)

نصائح حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ:

اپنے شوہر سے پوشیدہ یا وہ کام جس کو اُن سے چھپانے کی ضرورت سمجھو ہرگز کبھی نہ کرنا۔ شوہر نہ دیکھے مگر خدا دیکھتا ہے اور بات آخر ظاہر ہو کر عورت کی وقعت کو کھو دیتی ہے۔ اگر کوئی کام اُن کی مرضی کے خلاف سرزد ہو جائے تو ہرگز کبھی نہ چھپانا صاف کہہ دینا کیونکہ اس میں عزّت ہے اور چھپانے میں آخر بے عزّتی اور بے توقیری کا سامنا ہے۔ کبھی اُن کے غصے کے وقت نہ بولنا تم پر یا کسی نوکر پر یا بچہ پر خفا ہوں اور تم کو علم ہو کہ اس وقت یہ حق پر نہیں ہیں۔ جب بھی اس وقت نہ بولنا۔ غصہ تھم جانے پر پھر آہستگی سے حق بات اور اُن کا غلطی پر ہونا اُن کو سمجھا دینا۔ غصہ میں مَرد سے بحث کرنے والی عورت کی عزّت باقی نہیں رہتی اگر غصہ میں کچھ وہ سخت کہہ دیں تو کتنی ہتک کا موجب ہو۔ ان کے عزیزوں کو، عزیزوں کی اولاد کو اپنا جاننا کسی کی بُرائی تم نہ سوچنا خواہ تم سے کوئی بُرائی کرے تم دل میں بھی سب کا بھلا ہی چاہنا اور عمل سے بھی بدی کا بدلہ نہ کرنا۔ دیکھنا پھر ہمیشہ خدا تمہارا بھلا کرے گا۔

(سیرت حضرت اماں جان حصہ دوم صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸)

نصائح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل:

آپؓ نے اپنی بیٹی حفصہ صاحبہ کو شادی کے وقت درج ذیل نصیحت فرمائی۔

بچہ! اپنے مالک، رازق اللہ کریم سے ہر وقت ڈرتے رہنا اور اس کی رضامندی کا ہر دم طالب رہنا۔ اور دعا کی عادت رکھنا، نماز اپنے وقت پر اور منزل قرآن کریم کی بقدر امکان بدوں ایام ممانعت شرعیہ ہمیشہ پڑھنا۔ زکوٰۃ، روزہ، حج کا دھیان رکھنا اور اپنے وقت پر عمل درآمد کرتے رہنا گلہ، جھوٹ بہتان، بے ہودہ قصے کہانیاں یہاں کی عورتوں کی عادت ہے اور بے وجہ باتیں شروع کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں کی مجلس زہر قاتل ہے۔ ہوشیار خبردار رہنا۔۔۔ علم دولت ہے بے زوال۔ ہمیشہ پڑھنا چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کو قرآن پڑھانا۔ زبان کو نرم، اخلاق کو نیک رکھنا۔ پردہ بڑی ضروری چیز ہے۔۔۔۔

اللہ تمہارا حافظ و ناصر ہو اور تم کو نیک کاموں میں مدد دیوے۔ (حیاتِ نور صفحہ ۸۳)

نصائح حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ:

شادی کے بعد پہلے بیوی میاں کی لونڈی بنتی ہے تو پھر میاں بیوی کا غلام بنتا ہے۔

میاں بیوی کی پرائیویٹ باتیں کبھی کسی سے نہ کرو عورتیں اپنی سہیلیوں سے اور مرد اپنے دوستوں سے ایسی باتیں کرتے اور اپنی شیخی بگھارتے ہیں جو نہایت بُری اور نامناسب بات ہے۔

میاں جب باہر سے آئے تو تیار رہو۔ جب باہر جائے جب بھی تمہارا حلیہ درست ہوتا کہ جب وہ تمہارا تصور کرے تو خوشکن ہو نہ کہ بال پھلائے ہوئے ایک بدبودار عورت کا۔

غصے کے وقت میاں سے زبان مت چلاؤ بعد میں غصہ ٹھنڈا ہونے پر اس کی زیادتی پر آرام سے شرمندہ کرو۔

باہر سے آنے پر کبھی لڑائی نہ کرو خواہ تمہیں کتنا ہی غصہ ہو۔ ہر لحاظ سے آرام پہنچا کر بے شک بھڑاس نکالو۔

میاں بیوی کمرے میں ہوں تو کبھی کسی بات پر چیخ نہ مارو سننے والے کچھ کا کچھ سوچیں گے۔

میاں بیوی کے رشتے میں جھوٹی انا نہیں ہونی چاہیئے ۔اگر اپنی غلطی ہے تو میاں بیوی کو منا لے اس میں کوئی بےعزّتی نہیں ہے

لڑ کر کبھی گھر سے جانے کی دھمکی نہ دو۔ اگر مرد غصہ میں آکر کہہ دے اچھا جاؤ تو کتنی بےعزّتی ہے اور میکے میں جا کر بیٹھنا تو اُس وقت ہی ہے جب خدانخواستہ واقعی نہ جانا ہو۔ ورنہ ایسی بات قدر کی بجائے بےعزّتی کرواتی ہے۔

کوئی کام میاں سے چھپ کر نہ کرنا جو بات چھپانے کو جی چاہے وہ ہرگز نہ کرنا۔ اگر میاں کو پتہ چل جائے تو ساری عمر کے لئے بےاعتباری ہو جائے گی اور بےعزتی الگ۔

میکہ کی بات سسرال اور سسرال کی بات میکہ میں نہ کرنا تمہارے دل سے تو وہ بات مٹ جائے گی لیکن بڑوں کے دل میں گرہ پڑ جائے گی۔

(سیرت و سوانح سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ صفحہ ۲۵۳ تا ۲۵۵)

نصائح حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب:

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب اپنی بیٹی حضرت مریم صدیقہ صاحبہ (چھوٹی آپا) کی شادی کے موقع پر نصائح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

بیوی کا پہلا فرض ہے کہ جب وہ خاوند کے گھر جائے تو اُس کی مرضی پہچاننے کی کوشش کرے اور اُس کی طبیعت اور مزاج کا علم حاصل کرے۔ پھر اگلا مرحلہ یعنی خاوند کو راضی رکھنا بہت آسان ہو جاتا ہے مگر بعض باتیں ایسی ہیں جو عموماً خاوند کی تکلیف کا باعث بنتی ہیں اُن سے خاص کر احتراز کرنا چاہیے وہ باتیں یہ ہیں۔

ایک بات یہ ہے کہ بیوی اکثر خرچ کے لئے تقاضا کرتی ہے۔ خرچ حکمت سے لینا چاہیے نہ کہ تقاضا اور جنگ کر کے اور جب خاوند کے پاس روپیہ موجود نہ ہو اُس وقت مطالبہ کرنا اُس کو تکلیف دینا ہے۔ ایک بات یہ کہ بیوی اکثر اوقات بدمزاج یا خاموش رہے اور جب خاوند گھر آئے تو اُسے سچے دل سے خوش آمدید نہ کہے یا اُس کی بات کاٹے یا ایسے الفاظ لوگوں کے سامنے کہے جس میں خاوند کی کسی قسم کی تحقیر ہو یا بہت نخرے کرے اور ناز برداری کی خواہش رکھے اُس کی خیر خواہی کی بات نہ مانے مثلاً اگر وہ کہے کہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ تو جواب دے کہ مجھے بھوک نہیں وہ کوئی دوا تجویز کرے تو کہے کہ یہ مجھے مفید نہیں ہوگی۔ میں اسے استعمال نہ کروں گی۔ وہ کوئی کپڑا یا تحفہ لائے تو اُسے حقارت سے دیکھے۔ غرض ایسی بیسیوں چھوٹی بڑی باتیں ہیں جن میں بیبیاں اکثر فیل ہو جاتی ہیں اور اپنی زندگی کو تلخ کر لیتی ہیں۔

بحث کرنا اور مخالف جواب دینا یہ خاوند کے دل سے بیوی کی محبت کو اس طرح اُڑا دیتا ہے جس طرح ربڑ پنسل سے لکھے کو۔ اور یہ عادت آج کل کی تعلیم یافتہ لڑکیوں میں بہت ہی ۔ مریم صدیقہ! صبح کی نماز کے بعد قرآن مجید کی تلاوت اگر ہمیشہ کرتی رہو گی تو تمہارے دل میں ایک نور پیدا ہوگا۔

جس بی بی کو گھر کی صفائی، پکانا، سینا اور خانہ داری آتی ہے وہ خاوند کو زیادہ خوش رکھ سکتی ہے بہ نسبت اُس کے جو نکمّی ناولیں یا قصے ہی پڑھتی رہتی ہے یا اپنے بناؤ سنگھار میں لگی رہتی ہے۔

بے قراری کا اظہار ایک معیوب بات ہے صبر ایک اعلیٰ خُلق ہے۔ خصوصاً عورتوں کے لئے اور بھوک، بیماری، درد اور اذیت پر صبر کرنا صدق، تقویٰ اور ایمان کی علامت ہے۔

(مصباح جولائی ۲۰۰۴ء)

نصائح جمال احمد صاحب عرب:

محترم جمال احمد صاحب عرب نے اپنی بیٹی کو شادی کے موقع پر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:۔

بیٹی! جس خدا نے تجھے پیدا کیا ہے اُس کو کبھی نہ بھولنا وہ بھی کبھی نہ بھولے گا۔ کوئی نماز ضائع نہ ہونے دینا اور کوشش کرنا کہ تمہارا شوہر بھی نمازی بن جائے اور روزانہ صبح نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت بھی ضرور کرتی رہنا اور خدا کے بعد اپنے خاوند کی پوری پوری اطاعت کرنا اور اپنی خوشی پر اُس کی خوشی مقدم کرنا۔ اگر تم کو کوئی تکلیف ہو تو بجائے ماں باپ کے پاس شکایت کرنے کے خدا کے آگے رونا اور اُس سے دُعا مانگنا کیونکہ وہ دُعا کرنے والوں کے لئے ماں باپ سے بہت زیادہ مہربان ہے۔

(مصباح مارچ ۲۰۰۷ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ:

آپ میں سے ہر وہ عورت جس کے گھر میں کوئی فتنہ ہوا اور اتحاد میں خلل پیدا ہوتا ہو اپنے خدا کے سامنے اُس کی ذمہ دار ہے اور اُس کے متعلق اپنے ربّ کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا کیونکہ اُس نے اپنے گھر کی پاسبانی نہیں کی۔ (ماہنامہ مصباح جون جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۸۵)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع:

احمدی عورت واقعتاً اس بات کی اہلیت رکھتی ہے کہ اپنے گھروں میں وہ کشش دے جس کے نتیجے میں وہ محور بن جائے اور اُس کے گھر کے افراد اس کے گرد گھومیں۔ اُنہیں باہر چین نصیب نہ ہو بلکہ گھر میں سکینت ملے۔ ایک دوسرے سے پیار و محبت کے ساتھ اپنی زندگی گزاریں کہ لذت یابی کا محض ایک ہی رُخ سَر پر سوار نہ رہے جو جنون بن جائے اور جس کے بعد دنیا کا امن اُٹھ جائے۔ خدا تعالیٰ نے

پیار و محبت کے جو لطیف رشتے عطا فرمائے ہیں اُن رشتوں کے ذریعہ وہ سکینت حاصل کریں جیسے خون کی نالیوں سے ہر طرف سے دل کو خون پہنچتا ہے وہ دل بن جائیں اور ہر طرف سے محبت کا خون اُن تک پہنچے اور جسم کے ہر عضو کو اُن کی طرف سے سکینت کا خون پہنچے۔ (حوا کی بیٹیاں اور جنّت نظیر معاشرہ صفحہ ۷۵)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس:

پس جب شادی ہوگئی تو اب شرافت کا تقاضہ یہی ہے کہ ایک دوسرے کو برداشت کریں نیک سلوک کریں۔ ایک دوسرے کو سمجھیں، اللہ کا تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اللہ کی بات مانتے ہوئے ایک دوسرے سے حسن سلوک کرو گے تو بظاہر ناپسندیدگی، پسند میں بدل سکتی ہے اور تم اس رشتے سے زیادہ بھلائی اور خیر پا سکتے ہو۔ کیونکہ ہمیں غیب کا علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتا ہے اور سب قدرتوں کا مالک ہے وہ تمہارے لئے اس میں بھلائی اور خیر پیدا کر دے گا۔ (مشعل راہ جلد ۵ حصہ ۴ صفحہ ۱۱۶)

☆☆

تربیتِ اولاد

تسخیرِ خَلق خُلق و محبت سے تم کرو
ہر ایک سے خلوص و محبت نصیب ہو
نکلیں تمہاری گود سے پَل کر وہ حق پرست
ہاتھوں سے جن کے دین کو نصرت نصیب ہو
ایسی تمہارے گھر کے چراغوں کی ہو ضیاء
عالم کو جن سے نورِ ہدایت نصیب ہو

معزز قارئین! اولاد کی اچھی تربیت ہی وہ عظیم الشان کام ہے جس کے نتیجے میں قوموں، قبیلوں اور خاندانوں کے وقار کو چار چاند لگتے ہیں۔ وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کی تربیت احسن رنگ میں کرتے ہیں وہ خود اور ان کے بچے دنیا میں بھی جنّت میں رہتے ہیں اور اخروی جنّت کے حصول کے لئے

بھی وہ ایک دوسرے کے ممد ومعاون بن جاتے ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچوں کی تربیت نہ کرنے والے والدین کونہایت سخت الفاظ سے مخاطب کیا ہے۔آپؑ فرماتے ہیں کہ’’اور جوشخص مجھ پر ایمان لانے والے ان چھوٹے بچوں میں سے کسی کے ٹھوکر کھانے کا باعث بنتا ہے تو ایسے شخص کے لئے بہتر ہے کہ چکّی کا بھاری پاٹ اُس کی گردن سے لٹکا کر اُسے سمندر میں پھینک دیا جائے۔‘‘(مرقس ۹:۴۲)

بچوں کی تربیت کا زمانہ اُن دعاؤں سے ہی شروع ہو جاتا ہے جو بچوں کے والدین اپنے لڑکپن میں چپکے چپکے اپنے شریک سفر کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور کرتے ہیں۔پھر بچے کی خواہش پر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑانا اور پھر پیدائش سے پہلے آنے والے مہمان کے لئے کی جانے والی دعائیں بھی تربیت اولاد کا ایک نہایت اہم حصہ ہیں۔پھر بچے کی پیدائش کے بعد بچے کے کان میں اذان اور تکبیر کہنا،عقیقہ کرنا،سر کے بال صاف کرنا،اچھا سا نام رکھنا اور ختنہ کرنا بھی بچوں کی تربیت کا حصہ ہیں۔کسی نیک بزرگ کے ہاتھوں بچے کو پہلی خوارک دینا بھی سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔پھر بچے کو وقت پر کھانا کھلانا اور بچے کی صفائی ستھرائی کا خاص خیال رکھنا اور بچے کی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ اُسے اسلامی آداب سکھاتے چلے جانا والدین کے فرائض میں شامل ہے۔

جب تک مسلمان والدین کی اکثریت اپنے بچوں کی تربیت میں مشغول رہی مسلمان دینی اور دنیاوی ترقی کے زینے بلاتردد چڑھتے رہے اور اقوام عالم کے لئے اسلامی تربیت سے آراستہ پاکیزہ وجود مشعل راہ بنے رہے۔موجودہ دور میں مسلمانوں کی بربادحالی کی ایک بہت بڑی وجہ بچوں کی مناسب تربیت کا نہ ہونا ہی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ مسلمانوں کی موجودہ حالت زار کی وجوہات بتاتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’انہوں نے ایک وقت اپنی اولادوں کی تربیت کے فرض سے کوتاہی کی اور ان کی ناجائز محبت ان پر غالب آ گئی۔یا انہوں نے شادیوں میں احتیاط سے کام نہ لیا اور ایسی عورتوں کو اپنے گھروں میں لائے جو اسلامی تربیت کی قابلیت نہیں رکھتی تھیں۔اور وہ عظیم الشان عمارت جو صحابہ رسول کریم ﷺ کے ہاتھوں تیار ہوئی تھی اپنی بنیادوں پر گر گئی۔**إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعونَ**۔ اگر آگے ہی کو وہ قوم جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کے لئے چنا ہے۔اس امر کا خیال رکھے۔تو انشاء اللہ دنیا میں ایک

زبردست تغیر پیدا ہو سکتا ہے۔رسول کریم ﷺ نے بھی اس فرض کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے:’’**كُلُّكُم رَاعٍ وَّ كُلُّكُم مَسئولٌ عَن رَعِيته**۔‘‘تم میں سے ہر ایک شخص علاوہ اپنی ذات کی ذمہ داری کے بعض دوسرے وجودوں کا بھی ذمہ دار ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے صرف یہی نہیں پوچھے گا کہ تم نے کیا عمل کئے۔بلکہ یہ بھی پوچھے گا۔کہ جن کی ذمہ داری تمہارے سر پر تھی۔انہیں تم نے کس قابل بنایا۔پس خالی اپنے نفس کی طہارت انسان کے کام نہیں آسکتی۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۲)

معزز قارئین! حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

كلكم راع و مَسئول عن رعيته ،والامام راع و مَسئول عن رعيته ،والرجل راع فی اهله و مَسئول عن رعيته،والمراة فی بيت زوجها راعية و مَسئو لة عن رعيتها ،والخادم فی مال سيده را ع و مَسئول عن رعيته۔(قال : و احسب ان قد قال:" و الرجل راع فی مال ابيه۔")

(بخاری باب الوصایا حدیث نمبر ۲۷۵۱)

تم میں سے ہر کوئی نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔حاکم بھی نگہبان ہے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔اور عورت اپنے گھر کی نگہبان ہے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھی جائے گی اور غلام اپنے صاحب کے مال کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔(حضرت ابن عمرؓ) کہتے تھے:اور میں سمجھتا ہوں کہ آپؐ نے یہ بھی فرمایا:’’کہ مرد اپنے باپ کے مال کا نگہبان ہے۔‘‘

اس ضمن میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے فرماتے ہیں:۔

’’رسول اللہ ﷺ نے بچوں کی پیدائش سے بھی پہلے اس کی تربیت کے آسان اور موثر طریق بیان کرتے ہوئے فرمایا:"**كُلُّكُم رَاعٍ وَّ كُلُّكُم مَسئولٌ عَن رَعِيته**۔"

(چالیس جواہر پارے صفحہ ۱۴۸ حدیث ۳۸)

تم میں سے ہر ایک بادشاہ ہے اور اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنے دائرہ کے اندر

ایک حاکم کی حیثیت رکھتا ہے اور تم میں سے ہر ایک کو اپنے ماتحتوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ ہر شخص اپنی رعیت کا خدا تعالیٰ کے روبرو جواب دہ ہوگا۔

اس ارشاد سے آپ نے ہر ماں باپ، ہر بھائی، ہر چچا، ہر دادا، خاندان کے ہر بڑے بزرگ اور ہر استاد کے ذمہ لگا دیا ہے کہ تم بچوں کے اخلاق عادات اور تعلیم کے خدا کے روبرو ذمہ دار ہو۔ تم سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں فلاں نیکی ان میں موجود نہیں اور کیوں ترقی کی اہلیت کے باوجود انہوں نے ترقی نہیں کی۔ اور کیوں مقدرت کے باوجود تعلیم ان کے مناسب حال ان کو نہیں دی۔''

عبیداللہ بن زیاد حضرت معقلؓ بن یسار مزنی کی مرض الموت میں ان کی عیادت کے لئے گیا تو حضرت معقلؓ نے کہا میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے اگر مجھے علم ہوتا کہ میری زندگی ابھی باقی ہے تو میں تمہارے پاس بیان نہ کرتا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپ ﷺ فرماتے تھے:۔

ما من عبد يسترعيه اللّٰه رعية يموت يوم يموت وهو غاش رعيته الا حرم اللّٰه عليه الجنّة۔

(مسلم جلد ا کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۹۵ (۱۴۲) شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

جس بندے کو اللہ تعالیٰ کسی رعیت کا نگران بنا دے اور جب وہ مرے اس حال میں مرے کہ وہ رعایا کو دھوکہ دیتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنّت حرام کر دیتا ہے۔

معزز قارئین! بعض لوگ بچوں کی تربیت سے کناہ کشی اختیار کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ زمانہ ان کی تربیت کر دے گا انہیں یاد رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ نے زمانے کو ان کا نگران نہیں بنایا ہے بلکہ والدین کو ان کا نگران بنایا ہے اور اگر والدین اپنی ذمہ داریوں کا حق ادا نہیں کرتے تو وہ خدا کے حضور جواب دہ ہیں۔ اسی ذمہ داری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔ (سورۃ التحریم آیت ۷)

یعنی ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اُس پر بہت سخت گیر قوی فرشتے (مسلط) ہیں۔ وہ اللہ کی، اُس بارہ میں جو وہ انہیں حکم دے، نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیے جاتے ہیں۔''

خدا تعالیٰ کے اس واضح فرمان میں مومنین کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچائیں۔ مومن کی انتہائی منزل جنّت ہے اور جنّت ہی رضائے الٰہی ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيْرا۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۲)

یعنی ''اور اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔''

ان الفاظ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اگر تم اولاد کی عمدہ تربیت اور اعلیٰ تعلیم کا خیال نہیں رکھو گے تو تم انہیں قتل کرنے والے ٹھہرو گے اور اگر کوئی قوم دیر تک زندہ رہنا چاہتی ہیں تو وہ آئندہ نسل کی اچھی تربیت کے نتیجہ میں ہمیشہ زندہ رہ سکتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''**وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ** یعنی اس خوف سے کہ اولاد پر روپیہ خرچ ہوگا ان کو ہلاک نہ کرو۔ یہ حکم لڑکیوں کے قتل کرنے کے متعلق نہیں ہے کیونکہ قرآن کریم میں لڑکیوں کے قتل کی کسی جگہ بھی یہ وجہ بیان نہیں فرمائی کہ لوگ خرچ کے ڈر سے ان کو قتل کر دیتے ہیں۔ بلکہ یہ وجہ بتائی ہے کہ ان کی پیدائش کو اپنے لئے ذلّت کا موجب سمجھتے ہیں اس لئے ان کو مار ڈالتے ہیں۔ اسی طرح اس آیت کے یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے ہیں کہ بوجہ غربت اور تنگی کے اولاد کو قتل نہ کرو۔ کیونکہ **إِمْلَاقٍ** کے معنے غربت اور تنگی کے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے معنے مال کے خرچ ہونے کے ہیں۔ اور آیت کے یہ معنے ہیں کہ اس ڈر سے نہ مارو کہ روپیہ خرچ ہوگا۔

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس ڈر سے کہ روپیہ خرچ نہ ہو کوئی اولاد کو قتل کرتا بھی ہے؟

سو جہاں تک دنیا کا تجربہ ہے اس قسم کے واقعات صحیح الدماغ لوگوں میں تو ملتے نہیں۔ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جن کے پاس روپیہ نہیں ہوتا وہ بھی اولاد کو نہیں مارتے۔ پس معلوم ہوا کہ اس قتل کا کوئی اور مفہوم ہے۔ اور ہمیں انسانوں میں اس جرم کی تلاش کرنی چاہیئے۔ سو جب ہم مختلف انسانوں کی حالتوں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ بخل کی وجہ سے اولاد کی صحیح تربیت نہیں کرتے۔ پوری غذا نہیں دیتے یا ایسی غذا نہیں دیتے جو نشوونما کے لئے ضروری ہو۔ ایسے بخیل تو بے شک فاتر العقلوں میں ہی ملتے ہیں جو زہر سے یا گلا گھونٹ کر اپنی اولاد کو اس خوف سے مارتے ہوں کہ ان پر ہماری دولت خرچ ہوگی۔ مگر ایسے بخیل عام صحیح الدماغ لوگوں میں کثرت سے ملتے ہیں۔ کہ پاس روپیہ ہے لیکن بچوں کو بخل کی وجہ سے اچھی غذا نہیں دیتے۔ لباس مناسب نہیں دیتے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ وہ خوراک کی کمی کی وجہ سے بیمار ہو جاتے ہیں بعض دفعہ لباس کی کمی کی وجہ سے نمونیہ وغیرہ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ دنیا میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ملتے ہیں اور ہر ملک میں ملتے ہیں۔ اسی طرح قتل سے مراد اخلاق **رُوحانی قتل** بھی ہوسکتا ہے۔ کہ روپیہ کے خرچ کے ڈر سے اچھی تعلیم نہیں دلاتے اور گویا بچہ کی اخلاقی یا روحانی موت کا موجب ہو جاتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کو نصیحت کرتا ہے کہ اس فعل سے اجتناب کریں اور وہ اخراجات جو بچوں کی صحت اور اخلاق کی درستی کے لئے ضروری ہیں۔ ان سے کبھی دریغ نہ کیا کریں۔ اور قتل کا لفظ اس لئے بیان کیا ہے کہ اولاد کو قتل کرنے سے انسان فطرتاً تنفر کرتا ہے۔ پس اس لفظ کے استعمال سے اس کی توجہ اس طرف پھرائی کہ تم کسی صورت میں بھی اولاد کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ ایک اور قسم کے قتل کے تم مرتکب ہو رہے ہو۔ یعنی اولاد کی خوراک اور لباس کا خیال نہیں رکھتے اور ان کی صحتوں کو برباد کر دیتے ہو۔ یا ان کی تربیت کا خیال نہیں رکھتے اور ان کے اخلاق برباد کر دیتے ہو۔

قتل کا لفظ استعمال کرنے کی میرے نزدیک یہ بھی وجہ ہے کہ اگر صرف یوں کہا جاتا کہ اولاد پر ضرور خرچ کیا کرو۔ تو ان الفاظ میں ان بالواسطہ اثرات کی طرف اشارہ نہ ہوتا جو اولاد کی زندگی پر پڑتے ہیں۔ لیکن ان الفاظ کے استعمال نے تمام بالواسطہ تاثیرات کو بھی اپنے اندر شامل کر لیا ہے۔ مثلاً بیوی کی خوراک اور مناسب لباس کا خیال نہ رکھنا۔ یا دودھ پلانے یا ایام حمل میں اس پر کام کا بہت بوجھ

ڈال دینا یہ سب امور ہیں جن سے اولاد پر برا اثر پڑتا ہے اور یا تو بچے ضائع ہو جاتے ہیں یا ان کی صحتیں کمزور ہو جاتی ہیں۔

لَا تَقْتُلُوْا کے الفاظ میں ان سب امور کی مناہی آجاتی ہے اور یہ غرض دوسرے الفاظ سے پوری نہ ہوسکتی تھی۔

اس آیت یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں جو بعض صوفیاء کرتے ہیں۔ کہ اولاد کی پیدائش کو صرف اس خطرہ سے روکنا منع ہے کہ اگر اولاد زیادہ ہو جائے گی۔ تو پھر کھائے گی کہاں سے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اولاد کی پیدائش بند کرنا قتل اولاد کے حکم میں ہے اور قتل اولاد ہر حال میں منع ہے اور بُرا ہے تو معنے یہ ہوئے کہ املاق کی وجہ سے قتل اولاد (یعنی اس کی پیدائش کو روکنا) منع ہے۔ البتہ بعض اور صورتوں میں جائز بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً عورت بیمار ہو۔ اس وقت جائز ہوگا کہ اولاد پیدا کرنا بند کر دے۔ کیونکہ جس چیز کی وجہ سے قتل اولاد کو روکا گیا ہے وہ غیر محسوس ہے۔ ایسی وجہ کی بناء پر اولاد کی پیدائش کو روکنا ناجائز ہے۔ لیکن کسی محسوس اور مشاہد نقصان کی وجہ سے اولاد کی پیدائش کو روکنا منع نہیں۔

علاوہ پیدائش میں روک ڈالنے کے جو بچہ بن چکا ہو بعض حالات میں اس کا مارنا بھی جائز ہوتا ہے مثلاً کسی حاملہ عورت کے متعلق زچگی کے وقت یہ شبہ ہو کہ اگر بچہ کو طبعی طور پر پیدا ہونے دیا گیا تو والدہ فوت ہو جائے گی۔ اس صورت میں بچہ کو ضائع کر دینا جائز ہے۔ کیونکہ بچہ کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ وہ مردہ پیدا ہوگا یا زندہ۔ یا زندہ رہے گا یا نہیں۔ مگر ماں سوسائٹی کا ایک مفید وجود ہے۔ اس لئے وہمی نقصان سے حقیقی نقصان کو زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ اور بچہ کو تلف کر دیا جائے گا۔

غرض **لَا تَقْتُلُوْا** کے الفاظ استعمال کرنے کے بعد **خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ** کی شرط لگا کر قرآن کریم نے اولاد کی تربیت، اس کی پرورش، ماں کی پرورش اور اس کی زندگی کی قیمت کے متعلق ایک وسیع مضمون بیان کیا ہے اور ایسے مختصر الفاظ میں کہ اس کی مثال دوسری کتاب میں نہیں مل سکتی۔ بلکہ حق یہ ہے کہ یہ مضمون ایسا اچھوتا ہے کہ دوسری کسی مذہبی کتاب نے اسے چھوا تک نہیں۔۔۔۔

اس آیت میں **نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم** فرما کر اس امر پر زور دیا ہے کہ انسان کے رزق میں اس کی اولاد کا رزق شامل ہے۔ پس اس سے محروم نہیں کرنا چاہیئے۔ اسی وجہ سے **نَرْزُقُهُمْ** کو

پہلے رکھا اور باپ کے رزق کو بعد میں بیان کیا ہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۴ صفحہ ۳۲۷، ۳۲۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

''ماں باپ کے حقوق کے علاوہ اولاد کے حقوق کا بھی قرآن کریم نے تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اور تمام بنیادی اصولی امور کو کھول کھول کر پیش فرما دیا ہے۔ فرمایا ہے:۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ .. (سورۃ الانعام آیت ۱۴۱)

ان لوگوں نے سخت نقصان اُٹھایا جنہوں نے اپنی اولاد کو بغیر علم کے قتل کر دیا اور اسی طرح اس رزق کو حرام قرار دیا جو اللہ نے ان پر حلال کیا تھا۔

اس مضمون میں مزید فرمایا:۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۲)

اور اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

ان دونوں آیات میں جو قتل اولاد کا ذکر ہے اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کو ہتھیاروں سے قتل نہ کرو بلکہ ایک مراد تو یہ ہے کہ ان کی ایسی گندی تربیت نہ کرو جو کہ ان کے قتل کے مترادف ہو اور دوسرے یہ تاکید بھی فرمائی گئی کہ اس ڈر سے کہ ہمیں ان کے پالنے پوسنے پر خرچ کرنا پڑے گا، خاندانی منصوبہ بندی نہ کرو کیونکہ تمہیں بھی ہم ہی رزق عطا کرتے ہیں اور تمہاری اولاد کو بھی ہم ہی رزق عطا کریں گے اس ضمن میں قرآن کریم دراصل ایک عالمی جہاد کا اعلان کرتا ہے جو آئندہ زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ماں باپ اپنے رزق کے ڈر سے اپنی اولاد کو ضائع کر دیتے ہیں اور یہ مضمون ضائع کرنے کا قتل کے تابع بیان فرمایا گیا ہے، اس کے بہت سے معنے ہیں۔ پہلا حق تو اولاد کا یہ ہے کہ غربت کی وجہ سے یا املاق کے خوف سے یعنی رزق کے خوف سے تم نے اپنی اولاد کو قتل

نہیں کرنا یہ وہ حق ہے جو آج دُنیا میں نہ صرف یہ کہ ادا نہیں کیا جا رہا بلکہ دن بدن اس کی تعلیم دنیا کو دی جا رہی ہے کہ رزق کی کمی کے خوف سے اپنی اولاد کو ضرور قتل کرنا ہے یعنی مانع حمل ذرائع اختیار کرنے ہیں طبعاً نادانی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اس مضمون کا تعلق سابق زمانوں سے تھا جس زمانے میں عرب اپنی اولاد کو قتل کیا کرتے تھے اُس زمانہ کی قرآن کریم باتیں بیان فرما رہا ہے۔ ہرگز ایسی بات نہیں۔ عرب لڑکیوں کو اگر قتل کر بھی دیتے تھے تو اوّل تو یہ شاذ شاذ کی باتیں ہوا کرتی تھیں، روزمرہ کا دستور نہیں تھا۔ ورنہ عرب دنیا سے تو لڑکی ناپید ہو جاتی اور دوسرے لڑکوں کو تو وہ بہر حال قتل نہیں کرتے تھے اور اولاد کا اطلاق لڑکوں پر بھی ہوتا ہے اور لڑکی پر بھی ہوتا ہے۔ تو آج کل جو فیملی پلاننگ کی تعلیم دی جا رہی ہے یہ بتا کر دی جاتی ہے کہ اگر تم نے بچے پیدا کرنے نہ روکے تو فاقوں سے مَر جاؤ گے۔ قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے اس کے خلاف جہاد کیا جبکہ ابھی کوئی خطرہ در پیش نہیں تھا۔ قرآن کریم کے مطابق یہ خدا تعالیٰ کے اوپر حرف ہے اور خدا تعالیٰ کی منصوبہ بندی کے اوپر ایک حرف ہے یعنی اس نے جو کائنات کا نقشہ بنایا ہے تم اس کو نعوذ باللہ من ذٰلک جاہل سمجھتے ہو کہ اس کو اپنی تخلیق کے لئے منصوبہ بندی نہیں آتی۔ جہاں بھی خاندانی منصوبہ بندی سے روکا ہے وہاں واضح کر دیا ہے کہ رزق کی کمی کے خطرہ کے پیش نظر خاندانی منصوبہ بندی منع ہے۔ چنانچہ صحابہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں فیملی پلاننگ کی بعض صورتیں اختیار کرتے تھے۔۔۔

بعض غریب ملکوں میں بیوقوف حکومتیں مغرب کی منصوبہ بندی کے جھانسے میں پھنس کر جب خاندانی منصوبہ بندی کرتی ہیں تو خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان لوگوں کو گھاٹا کھانے والے قرار دیا ہے۔ بہت سے امیر ممالک اپنے ملکوں میں تو آبادی بڑھانے کے لئے ہر قسم کے جتن کرتے ہیں مثلاً جرمنی اور ناروے وغیرہ میں زیادہ بچوں پر وظائف دیے جاتے ہیں اسی طرح انگلستان میں بھی بچوں کو وظیفے ملتے ہیں تو یہ بھی تو پیدائش کی رفتار بڑھانے کے لئے ایک محرک ہے۔ ناروے کے متعلق تو ماہرین کی یہ پیشگوئی ہے کہ اگر نارویجین قوم میں بچوں کی پیدائش میں کمی کا یہی حال رہا تو اگلے پندرہ بیس سال یا پچاس سال میں ناروے پر باہر کی آئی ہو مہاجر قومیں قابض ہو جائیں گی اور ناروے کے اصل باشندے اقلیت بن جائیں گے۔''

(عدل، احسان اور ایتاءِ ذی القربیٰ حصہ ۴ صفحہ ۲۴۵ تا ۲۴۷)

اسی موضوع کے متعلق چند احادیث پیش خدمت ہیں:۔

حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **ان تدعو للّٰہ ندا وھو خلقك**۔ کہ تُو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔اس نے کہا: پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: **ان تقتل ولدك مخافة ان يطعم معك**۔ پھر یہ کہ تو اپنے بچہ کو اس ڈر سے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گا قتل کر دے۔وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: پھر کون سا؟ آپؐ نے فرمایا: **ان تزانی حليلة جارك**۔ پھر یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ (مسلم جلد ا کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۷۱ شائع کردہ نورفاؤنڈیشن)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

كفى بالمرء اثما ان يحبس عمن يملك قوته۔

آدمی کے گناہ گار ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ان سے ان کی خوراک روک لے جن پر وہ اختیار رکھتا ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۴ کتاب الزکوۃ حدیث نمبر ۱۶۴۸)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

دينار انفقته فى سبيل الله و دينار انفقته فى رقبة و دينار تصدقت به على مسكين و دينار انفقته على اهلك اعظمها اجرا الذى انفقته على اهلك۔ (مسلم جلد ۴ کتاب الزکوۃ حدیث نمبر ۱۶۴۷ شائع کردہ نورفاؤنڈیشن)

ایک دینار جو تم نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور ایک دینار جو تم نے گردن (آزاد کرنے کے لئے) خرچ کیا۔ایک دینار جو تم نے مسکین کو صدقہ دیا۔ایک دینار جسے تم نے اپنے اہل پر خرچ کیا۔ان میں سے اجر کے لحاظ سے سب سے بڑا وہ ہے جسے تم نے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:۔

انفقى او انضحى او انفحى ولا تحصى فيحصى الله عليك۔

خرچ کرو یا فرمایا خوشبو چھڑکو (یا فرمایا) خوشبو پھیلاؤ اور بند کر کے نہ رکھو ورنہ اللہ بھی تم پر بند

کر دے گا۔ (مسلم جلد ا کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۶۹۴ شائع کردہ نورفاؤنڈیشن)

ایک دن رسول اللہ ﷺ بیٹھے تھے صبح تڑکے ایک جوان قوی ادھر سے گزرا اور ایک دکان میں چلا گیا۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ افسوس یہ اتنے تڑکے راہ خدا میں اُٹھا ہوتا۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو کیونکہ وہ اگر خود یا اپنے ماں باپ یا بیوی لڑکوں کو خلق سے لاپرواہ کرنے جاتا ہے تو بھی وہ خدا کی راہ میں ہے اور اگر تفاخر اور لاف اور تونگری کے لئے جاتا ہے تو شیطان کی راہ میں ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص خلق سے بے پرواہ ہونے کو یا اپنے پڑوسیوں یا عزیزوں کے ساتھ بھلائی کرنے کو دنیا میں طلب حلال کرتا ہے قیامت کے دن اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح منور اور تاباں ہوگا۔اور فرمایا کہ سچا سوداگر قیامت کے دن صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ (بحوالہ اکسیر ہدایت از امام غزالیؒ)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں کسی جگہ اپنی موت کو اس سے زیادہ دوست نہیں رکھتا ہوں کہ مَیں بازار میں اپنے عیال کے واسطے طلب حلال کرتا ہوں اور میری موت آجائے۔

ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:۔

میرے خدا نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر تمہاری اُمّت اپنی اولاد پر بھی خرچ کرے گی تو خدا اس کو ویسی ہی جزا دے گا جیسی غریبوں پر صدقہ کرنے کے نتیجہ میں اس کو جزا ملتی ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ نے یہ نصیحت فرمائی تو ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اگر تُو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی غرض سے اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالے تو اس کا بھی ثواب ملے گا۔

یقیناً وہ انسان جو اپنی اولاد پر مال خرچ کرنے سے گھبراتا ہے وہ اسلامی تعلیمات کے منافی کام کرتا ہے۔دین اسلام تو جانوروں کے حقوق کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ایک عورت پر اس لیے عذاب نازل ہوا کہ اس نے ایک بلی کو بھوکا پیاسا رکھا تھا۔حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

عذبت امراة فى هرة ربطتها حتى ماتت فدخلت فيها النار ،لا هى اطعمتها ولا سقتها اذ حبستها ولا هى تركتها تاكل من خشاش

الارض۔ (بخاری کتاب الانبیاء حدیث نمبر ۳۴۸۲)

یعنی (بنی اسرائیل کی) ایک عورت کو ایک بلی کی وجہ سے عذاب دیا گیا تھا جسے اس نے قید کر رکھا تھا جس سے وہ بلی مَر گئی تھی اور اس کی سزا میں وہ عورت دوزخ میں گئی۔ جب وہ عورت بلی کو باندھے ہوئے تھی تو اس نے اسے کھانے کے لئے کوئی چیز نہ دی، نہ پینے کے لئے اور نہ اس بلی کو چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔

پھر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۔ (سورۃ التغابن آیات ۱۵،۱۶)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہارے ازواج میں سے اور اولاد میں سے بعض تمہارے دُشمن ہیں۔ پس ان سے بچ کر رہو اور اگر تم عفو سے کام لو اور درگذر کرو اور معاف کر دو تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ خلیفۃ المسیح الرابع فرماتے ہیں:۔

''اس آیت میں جو اولاد کے فتنہ کا ذکر ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ علی الاعلان فتنہ پیدا کریں گے بلکہ اپنے اہل وعیال کے ذریعہ انسان آزمایا جاتا ہے اور جو اس آزمائش میں ناکام ہو جائے وہ فتنہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ (ترجمہ قرآن)

عزل۔برتھ کنٹرول:

(ازدواجی تعلقات کرتے ہوئے خاوند کا انزال سے پہلے الگ ہو جانا عزل کہلاتا ہے)

ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ عزل کے متعلق پوچھنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ما عليكم ان لا تفعلوا ؛ما من نسمة كائنة الى يوم القيامة الا وهى كائنة۔ (بخاری جلد ۴ کتاب العتق۔حدیث نمبر ۲۵۴۲ نور فاؤنڈیشن)

تم عزل کر سکتے ہو، اس میں کوئی قباحت نہیں لیکن جن متنفس کی بھی قیامت تک کے لئے پیدائش مقدر ہو چکی ہے وہ تو ضرور پیدا ہو کر رہیں گی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس عزل کا ذکر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا ایک شخص کی بیوی دودھ پلا رہی ہوتی ہے اور وہ اس سے تعلق قائم کرتا ہے اور وہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ حاملہ ہو۔ اور دوسرا شخص ہے جس کے پاس لونڈی ہوتی ہے۔ وہ اس سے تعلق قائم کرتا ہے اور وہ ناپسند کرتا ہے کہ وہ اس سے حاملہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:۔

فلا عليكم ان لا تفعلو اذاكم فانما هو القدر۔

تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم ایسا نہ کرو۔ یہ تو تقدیر کی بات ہے۔

(مسلم جلد ۷ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۵۸۹)

رسول اللہ ﷺ سے ایک مرد نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایک لونڈی میری خادمہ ہے میں نہیں چاہتا کہ وہ حاملہ ہو کیونکہ پھر کام نہ کر سکے گی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تُو عزل کر اگر تقدیر میں ہے تو خود بخود فرزند پیدا ہو گا۔ پھر وہ شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! فرزند پیدا ہوا۔

(مشکوٰۃ حدیث نمبر ۳۰۴۶ اکسیر ہدایت از امام غزالیؒ)

حضرت جابرؓ کا قول ہے کہ **کنا نعزل والقرآن ینزل** یعنی ہم عزل کرتے تھے اور قرآن اُترتا تھا۔ ہمیں ممانعت نہیں ہوئی۔ (مشکوٰۃ حدیث نمبر ۳۰۴۵)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''عزل کے جائز ہونے کے متعلق بھی احادیث آتی ہیں مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے عزل کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا بے شک کرو جس متنفّس کو خدا نے پیدا کرنا ہے وہ تو اُسے بہرحال پیدا کر کے رہے گا۔ (بخاری کتاب الصد باب کان امر اللہ قدراً مقدوراً)

پس چونکہ عزل کا جواز بعض دوسری احادیث سے ثابت ہے اس لئے گو یہ حدیث بڑے بلند پایہ کی ہے مگر میرے نزدیک اس کے یہی معنے ہیں کہ بلا ضرورت ایسا کرنا ٹھیک نہیں۔ اگر کوئی شخص بلا ضرورت ایسا کرتا ہے تو وہ وادِ خفی سے کام لیتا ہے یعنی وہ شخص جس کی عزل سے غرض نسل انسانی کا

انقطاع ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجرم اور گناہ گار ہے ورنہ کئی اور صورتیں ایسی ہوسکتی ہیں جن میں عزل ہوسکتا ہے۔مثلاً ایک شخص کی بیوی بیمار ہے۔وُہ دوسری شادی کی توفیق نہیں رکھتا لیکن خود اُس میں خدا تعالیٰ نے قوائے شہوانیہ پیدا کئے ہیں۔دوسری طرف ڈاکٹر کہتا ہے کہ اگر عورت کو حمل ہوگیا تو اس کی جان کو خطرہ ہوگا ایسی حالت میں نا صرف عزل جائز ہوگا بلکہ اگر حمل ہو جائے تو اُس کا نکلوا دینا بھی جائز ہو گا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰ ۃ والسلام سے میں نے خود سنا ہے کہ ایسی حالت میں اگر کوئی عورت حمل نہیں نکلواتی اور وہ مر جاتی ہے تو ہمارے نزدیک وہ خودکشی کرنے والی ہے۔آپ نے فرمایا ایسی حالت میں ضروری ہے کہ بچہ کو نکلوا دیا جائے۔کیونکہ بچہ کے متعلق تو ہمیں کچھ علم نہیں کہ اُس نے کیسا بننا ہے مگر ایک زندہ وجود ہمارے سامنے ہوتا ہے اور اُس کی جان کی حفاظت اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ اس کو بچایا جائے اور اور اس کے بچہ کو تلف ہونے دیا جائے لیکن اگر کوئی **خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ** کی وجہ سے عزل کرتا یا حمل کو نکلواتا ہے تو وہ ایک ناجائز فعل کا ارتکاب کرتا ہے۔بہرحال عزل کے جواز یا عدم جواز کا فتویٰ عورت کے حالات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اگر ضرورت کے موقع پر ایسا کیا جاتا ہے تو یہ جائز ہے۔اگر بلاضرورت کیا جاتا ہے تو ناپسندیدہ ہے اور اگر نسل انسانی کے انقطاع کے لئے ایسا کیا جاتا ہے تو حرام ہے۔مثلاً یوروپ والے صرف نسل انسانی انقطاع کے لئے ایسا کرتے ہیں اور چونکہ اس کے نتیجہ میں قوم تباہ ہوتی ہے اس لئے یہ فعل یقیناً ناجائز اور حرام ہوگا۔اور اگر کوئی بلاضرورت کرتا ہے تو وہ ایک مکروہ کام کرتا ہے اور اگر ضرورت حقہ پر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ ایک جائز کام کرتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۲۳)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے:۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُم مُّلَاقُوهُ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ۔ (سورۃ البقرہ آیت ۲۲۴)

حضرت مصلح موعودؓ مندرجہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

’’اس آیت سے یہ بھی نکل آیا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہر حالت میں اولاد پیدا کرنا ہی ضروری ہے،کسی صورت میں بھی برتھ کنٹرول جائز نہیں وہ غلط کہتے ہیں۔کھیتی میں سے اگر ایک فصل

کاٹ کر معاً دوسری بو دی جائے تو دوسری فصل اچھی نہیں ہوگی،اور تیسری اس سے زیادہ خراب ہوگی۔اسلام نے اولاد پیدا کرنے سے روکا نہیں بلکہ اِس کا حکم دیا ہے لیکن ساتھ ہی بتایا ہے کہ کھیتی کے متعلق خدا کے جس قانون کی پابندی کرتے ہو اسی کو اولاد پیدا کرنے میں مدّ نظر رکھو جس طرح ہوشیار زمیندار اس قدر زمین سے کام نہیں لیتا کہ وہ خراب اور بے طاقت ہو جائے یا اپنی ہی طاقت ضائع ہو جائے۔اور کھیت کاٹنے کی بھی توفیق نہ رہے یا کھیت خراب ہونے لگے۔اسی طرح تمہیں بھی اپنی عورتوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔اگر بچہ کی پرورش اچھی طرح نہ ہوتی ہو اور عورت کی صحت خطرہ میں پڑتی ہو تو اس وقت اولاد پیدا کرنے کے فعل کو روک دو۔‘‘ (فضائل القرآن از حضرت مصلح موعودؓ صفحہ ۱۸۴ تا ۱۸۶)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’پس ہر عزل وادالخفی کے ماتحت نہیں آسکتا۔وہی عزل اس جرم کا مرتکب بناتا ہے جو قومی تباہی کا موجب بن جائے جیسے فرانس وغیرہ ممالک میں اس کا رواج ہو رہا ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وہاں کی آبادی خطرناک طور پر کم ہوگئی ہے اور وہ قوم دوسروں کے مقابلہ میں بالکل مقہور اور ذلیل ہو گئی ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **تَزَوَّجُوا الْوَلُودَ الْوَدُودَ**۔‘‘

(نسائی جلد ۲ کتاب النکاح۔مشکوٰۃ کتاب النکاح۔حدیث نمبر ۲۹۵۶))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

جو عورتیں کثرت سے بچے جننے والی ہوں اُن سے شادیاں کیا کرو۔

(تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۲۲۳۔مشکوٰۃ کتاب النکاح)

اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے متعلق فرماتا ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْناً وَأَقِيْمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ إِلَّا قَلِيْلاً مِّنكُمْ وَأَنتُم مُّعْرِضُونَ ۔

اور جب ہم نے بنی اسرائیل کا میثاق (اُن سے) لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین سے احسان کا سلوک کرو گے اور قریبی رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے

بھی۔اورلوگوں سے نیک بات کہا کرواور نماز کو قائم کرواور زکوٰۃ ادا کرو۔اس کے باوجود تم میں سے چند کےسواتم سب (اس عہد سے) پھر گئے۔اورتم اعراض کرنے والے تھے۔ (سورۃ البقرہ آیت ۸۴)

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہم سب کو ہدایت پر رکھے۔بنی اسرائیل کی طرح ہم عہد سے پھرنے والے نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت گزار بنائے،والدین سے نیک سلوک کرنے، رشتہ داروں،یتیموں اور مسکینوں کے احسن رنگ میں حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

اچھی بیوی کا انتخاب:

معزز قارئین ! نیک اولاد حاصل کرنے کے لئے بچوں کی نیک تربیت کے لئے یقیناً ایک دیندار خاتون کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی طرف متوجہ کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

تُنکحُ المراءَ ةُ لِاَربَعِ لِمَالِها و لِحَسبِهَا و لِجما لِها ولِدینها فَا ظفُر بِذاتِ الدِّینِ تَرِبَت یَداكَ۔

(روایت حضرت ابو ہریرہؓ۔صحیح مسلم جلد ۲ حدیث نمبر ۲۶۴۷۔بخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین)

کسی عورت سے نکاح کی چار ہی بنیادیں ہوسکتی ہیں۔اس کے مال کی وجہ سے۔اس کے خاندان کی وجہ سے۔اس کے حسن و جمال کی وجہ سے۔اس کی دینداری کی وجہ سے۔سوائے مرد! تُو دیندار اور با اخلاق عورت کے انتخاب کو ہمیشہ مقدم رکھ ورنہ تیرے ہاتھ ہمیشہ خاک آلود رہیں گے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

تُو با اخلاق اور دیندار رفیقہ ءحیات کا انتخاب کر،اس طرح تُو نا صرف اپنی آئندہ زندگی کو کامیاب بنائے گا بلکہ تیری اولاد ایسی ہوگی جو دیندار اور با اخلاق ہوگی۔اور تیرے ذکر کو دوام بخشے گی۔

(ابن ماجہ،سنن ابی داؤد،حیاۃ المسلمین۔باب فضل النکاح،ابواب النکاح۔)

اور مثال دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

اونٹ پر سوار ہونے والی عورتوں میں سے قریش کی عفیفہ عورتیں بہتر ہیں کہ وہ بچوں پر ان کی کمسنی میں بہت مہربان اور خاوند کے مال کی خوب نگران ہوتی ہیں۔

(روایت حضرت ابو ہریرہؓ بخاری۔مشکوٰۃ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۹۴۹)

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

’’یقیناً نیک اور خوش اخلاق بیوی کا اولاد پر گہرا اثر ہوتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ طبعاً بچے کو ماں کی طرف زیادہ رغبت ہوتی ہے اور بچہ ماں کے ساتھ ہی زیادہ وقت گزارتا ہے۔اگر ماں نیک اور با اخلاق ہوگی تو اس کی اولاد بھی اچھی تربیت کے پالنے میں جوان ہوگی۔باپ اپنی بیرونی مصروفیات کی وجہ سے اولاد کی طرف مکمل طور پر توجہ نہیں دے سکتا۔مرد خواہ کتنا ہی نیک ہو اگر اس کی بیوی اس کا ساتھ نہ دے تو اس کی اولاد کے ضائع ہوجانے کا شدید خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔

ہمارے آقا نے فرمایا ہے کہ جنّت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔پس ماں چاہے تو اپنی نیک تربیت سے اپنے بچوں کو جنّتی بنا سکتی ہے۔اور بدتربیت سے جہنمی بھی بنا سکتی ہے۔‘‘

نیک اولاد پیدا کرنے کا گر:

بعد اس کے جب ایک مومن ایک دیندار بیوی کا انتخاب کر لے نیک اولاد کی خواہش کرے۔حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے نیک اولاد پیدا کرنے کا ایک گُر مندرجہ ذیل دُعا کو بتایا ہے۔(تعلقات قائم کرنے سے پہلے یہ دُعا کرنی چاہیے)

اَللّٰھُمَ جَنِبنَا الشَّیطٰنَ وَجَنِّبِ الشیطانَ مَا رَزَقنَا۔

اے خدا ہمیں بھی شیطان سے محفوظ رکھنا اور جو کچھ بھی تُو ہمیں عطا کرے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ (روایت ابن عباسؓ۔احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام۔بخاری کتاب الدعوات)

نیک اولاد کے حصول کے لیے مندرجہ ذیل دُعا بھی کثرت سے کرنا چاہیے۔

رَبِّ هَبْ لِیْ مِن لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً إِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَاء ۔اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذرّیت عطا کر۔یقیناً تُو بہت دُعا سُننے والا ہے۔ (سورۃ الِ عمران ۳۹)

اور جب اولاد پیدا ہوجائے تو یہ دُعا کریں۔

أَنْ أَعْمَلَ صَالِحاً تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۔

ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہواور میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کردے۔ (سورۃ احقاف آیت ۱۶)

آپ ﷺ نے اپنے پاک نمونے سے والدین کوتلقین فرمائی کہ اگرتم چاہتے ہوکہ تمہاری قومی زندگی لمبی ہواوراگرتم چاہتے ہوکہ تمہاری اولادنسلاً بعدنسلٍ اسلامی تعلیم پرعمل پیرارہے تواپنے بچوں کی نگرانی سے غفلت نہ برتو اوران کے اندراچھے اخلاق اورعمدہ اوصاف اوربہتر عادات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہواورہرآن یہ دُعائیں پڑھتے رہو۔

ہرقسم کے شرک سے بچنے کے لیے یہ دُعا کریں۔

وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الأَصْنَامَ ۔ (سورۃ ابراہیم آیت ۳۶)

اور مجھےاورمیرے بیٹوں کواس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔

نماز کی پابندی کی توفیق پانے کے لیے یہ دُعا کریں۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاء۔

یعنی اے میرے ربّ! مجھےنماز قائم کرنے والا بنااورمیری نسلوں کوبھی۔اے ہمارے ربّ! اورمیری دُعا قبول کر۔ (سورۃ ابراہیم آیت ۴۱)

پھراللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً۔ (سورۃ الفرقان آیت ۷۵)

اوروہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اوراپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کراورہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

حضرت مصلح موعودؓفرماتے ہیں:۔

''پس اب اس دعا کا معنی یہ ہوگا کہ اے خدا! ہمیں ہمارے زندگیوں کے ساتھیوں سے خواہ وہ مرد ہوں خواہ وہ عورتیں ہوں آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اورہماری اولاد کی طرف سے ہمیں آنکھوں کی

ٹھنڈک عطا فرما۔ **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً۔** اورہمیں متقیوں کا امام بنانا۔ایسی نسل پیچھے چھوڑنے کی توفیق عطا فرما جوتیری نظر میں متقی ہوں۔''

حضرت مرزا طاہراحمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: ۔

عبادالرحمان اپنی اولاد کے لیے اوراپنے اہل وعیال کے لیے یہ دُعائیں کرتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً۔ کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنی جناب سے اپنے ازواج کی طرف سے،وذریتنا اوراپنی اولادوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً۔** اورہمیں متقیوں کا امام بنا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض دفعہ لوگ ازواج سے مرادصرف بیویاں لیتے ہیں اورتفسیر صغیر میں بھی یہی ترجمہ ہے کہ ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اوراولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما یہ ترجمہ کرنے کی وجہ غالباً یہ بنی کہ شروع میں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے مردوں سے متعلق بات ہو رہی ہے۔عبادالرحمان،خدا کے بندے اور **وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ** میں بھی مردوں کا ذکر ہے کہ وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں لیکن درحقیقت خدا تعالیٰ نے جہاں مردوں کے صیغے میں بات کی ہے وہاں مومن عورتیں شامل ہیں اوران کواس خطاب سے نکالنے کا ہمیں کوئی حق نہیں کیونکہ نہ صرف عربی طرز کلام ہے بلکہ دنیا کی دوسری قوموں میں بھی جب ہم بنی نوع انسان کا ذکر کرتے ہیں تو بسا اوقات مردوں کے صیغے میں بات ہورہی ہوتی ہے اورمراد عورتیں بھی ہوتی ہیں۔بڑے اورچھوٹے سب اس میں شامل ہوتے ہیں تو طرز کلام یہ ہے جوآسان ہے کہ ایک ہی صیغے کا ذکر ہوجائے اوراس میں جنس کی ہرقسم کے،ہرنوع کے افراد کے لئے دعا سکھائی گئی ہے اوراس دعا سے غفلت کے نتیجے میں مَیں سمجھتا ہوں بہت سے گھر بے وجہ مصیبتوں اورآزمائشوں میں مبتلا ہیں۔سنجیدگی سے ہروہ خاونداورہروہ بیوی جواپنے لئے یہ دعا کرتی ہےان کو میں یقین دلاتا ہوں کہ اس دعا کے نتیجے میں ان کے گھروں کے نقشے بدل جائیں گےاورساری جماعت کا معاشرہ اتنا پاکیزہ ہوجائے گا اوراتنا بلند ہوجائے گا کہ واقعی وہ اس بات کا مستحق ہوگا کہ بنی نوع انسان کی راہنمائی کرسکے اورہم ساری دنیا کو جنّت دینے والے بن جائیں۔اللہ تعالیٰ احباب

جماعت کو توفیق عطا فرمائے۔

یہ دُعا ہے جس کے نتیجے میں ہمارے گھروں کے ماحول سدھر سکتے ہیں۔ جو خطوط مجھے ملتے ہیں، بلا استثناء ان میں روزانہ کچھ خطوط ضرور ایسے ہوتے ہیں جن میں گھریلو زندگی کی ناچاقیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والے عذاب کا ذکر ہوتا ہے اور ایسے خطوط بعض دفعہ بچوں کی طرف سے بھی ملتے ہیں۔ بچے لکھتے ہیں ہمارے ماں باپ کی آپس میں ناچاقیاں ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف گندی زبان استعمال کرتے ہیں گھر جہنم بنا ہوا ہے اور ہم جو بہن بھائی ہیں یوں لگتا ہے کہ بے سہارا ہیں اور ہمارے سر پر کوئی چھت نہیں ہے۔ اس صورت حال سے ہم بہت ہی تنگ ہیں اور مشکل یہ ہے کہ ہم کسی کی طرف داری کر نہیں سکتے۔ اگر کسی کو سچا سمجھیں تب بھی ہم کسی ایک کی طرف داری نہیں کر سکتے۔ پھر بیویوں کے خط آتے ہیں۔ خاوندوں کے خط آتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض خط بہت ہی پیارے ملتے ہیں۔ جس میں ایک بہو اپنی ساس کی، اپنے خسر کی، اپنے خاوند کی، اپنے سارے ماحول کی تعریف کر رہی ہوتی ہے۔ ان کے لیئے دعاؤں کے لیے لکھ رہی ہوتی ہے۔ کہتی ہے میں تو ایک جنت نشان گھر میں آ گئی ہوں۔ اس طرح یہ لوگ میرا خیال کرتے ہیں۔ اس طرح مجھے پیار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جن کو اعلیٰ اخلاق عطا ہوا امر واقعہ یہ ہے کہ ان کے گھر جنّت نشان ہی بنتے ہیں۔ اخلاق کی کمی کے نتیجے میں یہ دنیا ہمارے لئے جہنم بن سکتی ہے اور امر واقع یہ ہے کہ اگر اخلاق گھروں کو جہنم بنا سکتے ہیں تو یہی اخلاق قوموں کو بھی جہنم میں دھکیل سکتے ہیں۔ یہی اخلاق بنی نوع انسان کے لئے جہنم پیدا کر دیتے ہیں۔ پس اخلاق کی بہت بڑی اہمیت ہے اور اعلیٰ خلق کے نتیجے میں صرف ہمارے گھر ہی جنّت نشان نہیں بن سکتے بلکہ ہماری گلیاں، ہمارے شہر، ہمارے وطن اور اس کے بعد پھر ساری دنیا کے لئے تمام سطح ارض جنّت بن سکتی ہے لیکن اس کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ میں نے پہلے بھی بارہا احباب جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ اس دعا سے غیر معمولی استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ پھر آگے اولاد پر بھی ممتد ہو جاتی ہے اور اولاد پر بھی اس کا فیض جاری ہوتا ہے، کیونکہ اس دعا میں یہ سکھایا گیا ہے **مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا** اور ذریت میں صرف پہلی نسل مراد نہیں ہے بلکہ بعد میں آنے والی نسلوں کا سلسلہ اس کے اندر آ جاتا ہے قیامت تک کے لئے انسان اپنی اولاد کے لئے جو دعائیں کرنا چاہتا ہے

اس کے لئے اس سے بہتر دعا نہیں ہو سکتی کہ اے خدا! ہماری اولاد کو، اولاد در اولاد کو، سلسلہ اولاد کو ہماری آنکھوں کے لئے ٹھنڈک بنانا اور وہ ٹھنڈک ان معنوں میں ہو کہو **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً**۔ کہ ہمیں متقیوں کا امام بنانا۔ غیر متقی کا امام نہ بنانا یہ بہت ہی کامل دعا ہے اور قیامت تک اثر پیدا کرنے والی ہے اور پھر یہ بھی ہمیں توجہ دلاتی ہے کہ اگر تم نے اپنے لئے اس دنیا میں جنّت پیدا کر لی اور تمہاری اولاد کو یہ توفیق نہ ملے کہ وہ متقی ہو تو تم نے جو کچھ حاصل کیا تھا عملاً اس کو کھو بیٹھو گے۔ تمہارا سارا سرمایہ ضائع ہو جائے گا۔ تمہاری ساری محنتوں کا پھل جاتا رہے گا اس لئے صرف اپنے لئے فکر نہ کیا کرو۔ اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کی بھی فکر کیا کرو۔

اس مضمون پر غور کر کے اگر آپ یہ دعا کریں تو آپ کے گھر کے ماحول کا ایک بہت ہی دلکش نقشہ آنکھوں کے سامنے ابھرتا ہے۔ بعض میاں بیوی ایک دوسرے سے راضی ہوتے ہیں مگر ان کے آپس میں راضی ہونے بناء تقویٰ نہیں ہوتی۔ ایسے میاں بیوی بھی تو ایک دوسرے سے راضی ہوتے ہیں جن کے **گھر میں** Disco چل رہا ہے۔ گانے بجانے ہو رہے ہیں۔ کئی قسم کی بیہودگیاں ہو رہی ہیں۔ بظاہر وہ گھر جنّت ہے لیکن اس دعا کے آخری حصے نے بتا دیا کہ وہ جنّت محض ایک فرضی اور خیالی جنّت ہے اور عارضی حیثیت کی ہے کیونکہ ایسے لوگوں کی اولادیں پھر متقی نہیں بن سکتیں۔ ایسے لوگوں کی آنے والی نسلیں ان کے لیے حقیقی معنوں میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان مہیا نہیں کر سکتیں تو **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً**۔ نے صرف مستقبل کی بات نہیں کی بلکہ اس زمانے میں جو ہمیں نصیب ہوا ہے ہمارے گھروں کا نقشہ بھی کھینچ دیا جس میں تقویٰ کی باتیں ہوں۔ اگر تقویٰ کی باتیں نہ ہوں تو اگلی نسل کو تقویٰ کہاں سے نصیب ہو جائے گا۔ پس آنکھوں کی ٹھنڈک وہ جس کا تقویٰ سے گہرا تعلق ہو۔

(۱۷ مئی ۱۹۹۱ء خطبہ جمعہ۔ خطبات طاہر)

پھر اللہ تعالیٰ سورۃ الفرقان کی آیات ۷۶، ۷۷ میں فرماتا ہے:۔

أُوْلَئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَاماً۔ خَالِدِيْنَ فِيهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرّاً وَمُقَاماً۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اس باعث کہ انہوں نے صبر کیا بالا خانے بطور جزاء دیے جائیں گے

اور وہاں ان کا خیر مقدم کیا جائے گا اور سلام پہنچائے جائیں گے۔ وہ ہمیشہ ان (جنّتوں) میں رہنے والے ہوں گے۔ وہ کیا ہی اچھی ہیں عارضی ٹھکانے کے طور پر بھی اور مستقل ٹھکانے کے طور پر بھی۔

معزز قارئین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم ایمان لانے والوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ اپنے اہل وعیال کو آگ سے بچاؤ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر انسان خود کو اور اہل وعیال کو آگ سے نہیں بچا سکتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر دُعائیں کریں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے بیوی بچوں کے لئے دُعائیں کرتے رہیں تا کہ ہم اور ہمارے بیوی بچے اللہ کے فضلوں اور رحم کو حاصل کرنے والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ انعامات کے وارث بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

دُعا کے قبول ہونے کے طریق:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے خط لکھا کہ میں چھ سال سے شادی کی کوشش کر رہا ہوں مگر ناکام ہوں آپ میرے لئے دُعا کریں۔ میں نے اُس کے لئے دُعا کی تو مجھے معلوم ہوا کہ قبول ہو گئی۔ میں نے اُس شخص کو خط لکھا اُس کا جواب آیا کہ جس وقت آپ کا خط آیا اُسی وقت یہاں کا ایک رئیس میرے گھر آیا اور کہا کہ میری لڑکی جوان ہے اور میں اُس کی شادی تمہارے ساتھ کرنی چاہتا ہوں۔ پس خدا کو ایسے طور سے سنتا ہے کہ ناواقف کو یقین ہی نہیں ہوتا۔ اگر ہمیں رزق کی ضرورت ہے تو خدا رازق ہے اور اگر ہمیں پردہ پوشی کی ضرورت ہے تو خدا کا نام ستّار ہے اور اگر عزّت کی ضرورت ہے تو خدا کا نام مُعز بھی ہے۔ پس دُنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں کہ خدا کے ناموں میں نہ پائی جائے۔ جب تمام اچھی صفتیں خدا میں پائی جاتی ہیں تو ہمیں جو چیز مطلوب ہو خدا کی اُسی صفت کا نام لے کر جس کے ماتحت چیز ہو ہمیں دُعا مانگنی چاہیے۔ اب میں چند دُعا کے قبول ہونے کے طریق بیان کرتا ہوں:۔

ا۔ پہلی بات یہ ہے کہ حرام مال کھانے والے کی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں اِس لئے ہمیشہ پاک مال کھانا چاہیے۔

۲۔ دوسری بات یہ ہے کہ دُعا کرنے والا توجہ سے دُعا کرے اور یقین رکھے کہ خدا فضل اور رحم کرنے والا ہے۔ اگر توجہ سے کرے تو ضرور قبول ہوگی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح کی دُعا مانگنی ہو تو اُسی نام سے مانگا کرو۔ مثلاً پرورش میں کچھ نقص ہو تو دُعا کرے اے ربّ مجھے پاک کر اور جب رزق مانگے تو کہے اے رزاق مجھے رزق دے۔ جب تم اس کے ناموں سے دُعا مانگو گی تب خدا بہت دُعائیں سُنے گا۔

۴۔ دُعا مانگنے والا لوگوں پر خود بھی رحم کرے تو خدا اُس کی دُعا کبھی رد نہیں کرتا کیونکہ خدا کو غیرت آجاتی ہے کہ جب یہ بندہ دوسرے کی درخواست ردّ نہیں کرتا تو میں بادشاہ ہو کر کیوں ردّ کروں۔

(الفضل ۶ مارچ ۱۹۲۲ صفحہ ۶)

بچہ فطرت صحیحہ پر :

معزز قارئین! ہر بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے اور بچے کی پیدائش کے بعد والدین اسے اپنے دین یا عقیدے پر قائم کر لیتے ہیں اور اسے فطری ہدایت سے محروم کر دیتے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ تفسیر کبیر میں **اشتروا الضللة بالھدٰی**۔ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے میں فرماتے ہیں کہ:۔

''(اس آیت) کے ایک معنے تو یہ ہیں کہ ان لوگوں نے ہدایت دے کر گمراہی کو خرید لیا ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ ان لوگوں کے سامنے ہدایت اور ضلالت دونوں پیش کی گئی تھیں انہوں نے ضلالت اختیار کر لی۔ اور ہدایت ترک کر دی۔

پہلے معنوں کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کو فطرت صحیحہ عطا کی ہے اور اسے بہترین قویٰ دئے ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا**۔ (سورۃ الرّوم آیت ۳۱) اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور دوسری جگہ فرماتا ہے: **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ**۔ (سورۃ التین آیت ۵) کہ ہم نے انسان کو بہترین طاقتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اسے اعلیٰ سے اعلیٰ قویٰ دئے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی یا

اپنے والدین کی خرابیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے فطرتِ صحیحہ اور پاک قُویٰ سے محروم ہو جاتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **ما من مولود الا يولد الفطرة فابوا ه يهود انه اويمجسا نه او ينصرانه** ۔(مسلم جلد۴ کتاب القدر) کہ بچہ تو فطرۃِ صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین اس کے بچپن سے فائدہ اُٹھا کر اسے اپنے دین پر کر لیتے ہیں اور اسے یہودی یا مجوسی یا عیسائی بنا لیتے ہیں گویا وہ ان کی فطرتی ہدایت کو قربان کر دیتے ہیں اور اس کے بدلہ میں اسے گمراہی خرید دیتے ہیں۔ یا پھر وہ بڑا ہو کر خود اپنی اچھی طاقتوں کو بُرے طریق پر استعمال کر کے خراب کر لیتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے اسے جرآت عطا کی ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اس سے کسی کی مدد کرے وہ ظلم کرنے لگ جاتا ہے۔ اسی طرح اور اچھے جوہر جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کئے ہیں بُرے استعمال کی وجہ سے ضائع کر دیتا ہے۔ پس اس جگہ ہدایت سے وہ فطرتی نیک طاقتیں مراد ہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہیں۔ اور **اشتریٰ** کا مطلب یہ ہے کہ شریر لوگ ان پاک قویٰ کو جو ان کی ترقی کے لئے ان کو دیئے گئے تھے بُرے مواقع پر استعمال کر کے ان سے گمراہی اور ضلالت خرید لیتے ہیں اور دینی اور دنیوی دونوں فائدوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

دوسرے معنوں کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ایک طرف تو خدا تعالیٰ نے انسان کو نیکی اور بدی کے امتیاز کی مقدرت اور اختیار دیا ہے۔۔ دوسری طرف نبیوں کے ذریعہ اس کے پاس نیکی کی تعلیم اور ہدایت بھیج دیتا ہے مگر ساتھ ہی شیطان اپنی بُری تعلیم اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی عقل سے کام نہیں لیتے وہ خدا تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو چھوڑ دیتے ہیں اور شیطان یا اس کے چیلوں کی پیش کی ہوئی گمراہی کی باتوں کو قبول کر لیتے ہیں اور اس طرح ہدایت کو ردّ کر کے ضلالت کو اختیار کرنے والے ہو جاتے ہیں۔" (تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۱۸۶)

فِطۡرَتَ اللّٰہِ الَّتِیۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیۡہَا ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے بندوں کو فطرت پر پیدا کیا ہے اور ہر انسان اسی ایک دین پر پیدا ہوتا ہے۔ یعنی پاک صاف فطرت لے کر۔ بعد میں بڑے ہو کر مختلف اثرات کے نتیجہ میں وہ بھٹک جاتا ہے۔ اس

آیت کی رُو سے خواہ، ہندو، عیسائی، یہودی یا مشرک کا بچہ ہو، پیدائش کے وقت معصوم ہی ہوتا ہے۔

(مختصر تفسیری نوٹ بحوالہ ترجمہ قرآن مجید از حضرت مرزا طاہر احمد صاحب)

بچّہ کی پیدائش کے بعد:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو اُس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے تو اس کو ام الصبیان کی بیماری نہیں ہوتی۔ (الجامع الصغیر جلد۲ صفحہ ۱۸۲)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

حقُّ الوَلَدِ عَلٰی وَلِدِہٖ اَن یُحسِنَ اسمَہٗ وَیُحسِن مُرضِعَہٗ وَ یُحسِنُ اَدَبَہٗ

یعنی بیٹے کا حق اس کے باپ کے ذمے یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کا عمدہ ٹھکانہ بنائے اور اسے پسندیدہ آداب سکھائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کے ہاں کوئی لڑکی ہو پھر وہ اس کو زندہ درگور نہ کرے اور نہ ہی اپنے لڑکوں کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنّت میں داخل کرے گا۔

(الفضل سیرت النبی نمبر ۱۹۸۳ء، شبلی جلد ۶ صفحہ ۳۷۸)

بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اس کو غسل دیا جاتا ہے جس سے گندگی اور آلائش سے پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ پھر بچے کو گھٹی دی جاتی ہے جس سے پیٹ کی صفائی ہو جاتی ہے۔ بال اُتروانے کا حکم ہے اگر بال نہ اُتروائے جائیں تو گندگی اور کند ذہنی سے بچے کا واسطہ ساری عمر کا ہو جاتا ہے۔ عقیقہ کرنا بھی احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت سمرہؓ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

لا تسم غلامات رباحا ولا يسارا ولا افلح ولا نافعا.

(مسلم جلد ۱۲ کتاب الادب حدیث نمبر ۳۹۷۰)

اپنے لڑکے کا نام رباع، یسار، افلح اور نافع نہ رکھو۔ (شہنشاہ، برّہ اور عاصیہ نام رکھنے سے بھی رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے)

عن عائشة ان رسول الله ﷺ كان يوتى بالصبيان فيبرك عليهم و يحنكهم۔ (صحیح مسلم جلد ۱۲ کتاب الادب حدیث نمبر ۳۹۸۶)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بچوں کو لایا جاتا تو آپؐ انہیں برکت دیتے اور اُنہیں گھٹی دیتے۔

حضرت ابوموسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکے کی پیدائش ہوئی۔ میں اسے لے کر نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اسے کھجور کی گھٹی دی۔

(صحیح مسلم جلد ۱۲ کتاب الادب حدیث نمبر ۳۹۸۳)

رسول الله ﷺ اور بچّے:

آج سے تقریباً پندرہ سو سال پہلے رسول اکرم ﷺ نے اس وقت بچوں کو رحمت اور آرام کا ذریعہ قرار دیا تھا جب مرادیں مانگنے کے لیے بچوں کو ذبح کیا جا رہا تھا اور ناک اونچی رکھنے کے لیے بچوں کو زندہ گڑھوں میں دفن کیا جا رہا تھا۔ آنحضور ﷺ نے اس وقت ان پر تحفظ وسلامتی اور محبت وشفقت کا ایک سائبان تان دیا تھا جب دنیا کے دوسرے حصوں میں بچوں کے تحفظ وسلامتی کے لیے کوئی قانون نہ بنا تھا۔ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بچوں سے بڑی محبت تھی۔ آپ کو بچے جہاں بھی ملتے انہیں محبت سے گود میں اُٹھا لیتے، بوسہ لیتے، پیار کرتے اور ان سے کھیلتے۔ جب نیا میوہ آپؐ کے پاس آتا تو سب سے کم عمر بچے کو جو اس وقت موجود ہوتا عطا فرما دیتے۔ راستے میں جو بچے مل جاتے تو خود ان کو سلام کرتے اور ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے۔

عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ مر على غلمان فسلم عليهم۔ (صحیح مسلم جلد ۱۲ کتاب الادب حدیث نمبر ۴۰۱۷)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرے تو

آپؐ نے انہیں سلام کہا۔

آپؐ نے بچوں سے اپنی شفقت، محبت اور انسیت کا اظہار یوں فرمایا:

وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے۔

آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے:

مسلمانو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ کرنے میں انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو"۔ (طبرانی)

حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے بچوں کے ساتھ عزت سے پیش آؤ اور ان کی اچھی تربیت کرو۔ (ابن ماجہ ابواب الادب باب برالوالد)

ایک دفعہ ایک صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا دل بہت سخت ہے۔ ہمارے حبیب آقا آنحضور ﷺ نے فرمایا:

یتیم کے سر پر ہاتھ رکھو، ان سے پیار کیا کرو اللہ تمہارا دل نرم کر دے گا۔

ایک مرتبہ ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ایک یتیم بچے سے کچھ یوں محبت فرمائی۔ اسے گود میں اُٹھایا، اسے گھر لے گئے، کھانا کھلایا، کپڑے پہنائے اور اپنے بچوں کی طرح رکھا۔

آنحضرت ﷺ بچوں کی بہت دلجوئی فرماتے حرم مبارک سے نکل کر مسجد تشریف لاتے تو راستے میں بلاامتیاز بچوں کو پیار کرتے اور گود میں اُٹھا لیتے اور اگر آپؐ کے پاس کوئی کھانے کی چیز ہوتی تو تھوڑی تھوڑی سب بچوں میں تقسیم کر دیتے۔ اور ان کو سمجھاتے جاتے کہ **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ**۔ پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ سیدھے ہاتھ سے کھاؤ۔ آہستہ کھاؤ اپنے سامنے سے کھاؤ۔ بچے کو جو چیز پسند ہوتی اپنے ہاتھ سے اُٹھا کر دیتے اور محبت سے کھلاتے۔ ایسا کرنے کا مقصد خدا کا شکر گزار بندہ ہونے کے علاوہ بچوں میں شکر گزار بندہ بننے کی صلاحیت پیدا کرنا ہوتا۔ (زادالمعاد، اسوہ رسول کریم ﷺ صفحہ ۱۶۳)

آپؐ بچوں کو سیر کے لیے بھی ساتھ لے جاتے ان کے کھیل میں بھی شریک ہوتے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بچوں سے کوئی نقصان ہو جائے یا کام میں دیر ہو جائے تو گھر والے سخت سرزنش کرتے

ہیں مگر ہمارے حبیب آقا حضرت محمد ﷺ کا یہ حال تھا کہ اپنے غلاموں سے بھی سخت الفاظ نہ بولتے تھے بلکہ کسی کو کبھی جھڑ کا نہ ڈانٹا۔ بچوں کو جسمانی سزا دینے کے سخت خلاف تھے۔

(شمائل ترمذی، الفضل سیرت النبی نمبر ۱۹۸۳)

آنحضرت ﷺ بچوں کے آرام وسکون کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مَیں نماز شروع کرتا ہوں تو ارادہ ہوتا ہے کہ دیر سے ختم کروں مگر کسی بچے کے رونے کی آواز کان میں پڑ جاتی ہے تو نماز مختصر کر دیتا ہوں۔ یہ بچے پر بھی رحم ہے اور ماں پر بھی۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ جلد اول حدیث ۶۶۹)

حضرت حسنؓ و حسینؓ سے آپ کو بے حد پیار تھا۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ امام حسنؓ کو پیار کر رہے تھے اور ان کو چوم رہے تھے۔ ایک بدو سردار اقرع بن حابس آیا اس نے جب یہ نظارہ دیکھا تو کہا یا رسول اللہ! آپؐ بچوں کو پیار کر رہے ہیں؟ میرے تو دس بچے ہیں لیکن میں ایک کا بھی منہ نہیں چومتا۔ آپؐ نے فرمایا: اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو مَیں کیا کر سکتا ہوں۔ نیز فرمایا: **مَن لَا یَر حَم لَا یُرحَم**۔ جو شخص کسی پر رَحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

(مسند احمد جلد ۴ حدیث ۷۲۸۷ الادب المفرد، صحیح بخاری، کتاب الاول جلد سوم صفحہ ۳۴۴، الفضل سیرت النبی نمبر ۱۹۸۳ء صفحہ ۱۷)

اسی طرح ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا:

اَکثِرُ وامن قِبلَةَ اَولَادِکُم فَاِنَّ لکُم بِکلِ قِبلَةَ دَرَجَة" فَی الجَنَّةِ۔

اے لوگو! بچوں کو چُوما کرو کیونکہ ان کو چُومنے کے بدلے میں تم کو جنّت میں ایک درجہ ملے گا۔

(صحیح بخاری الادب المفرد باب رحمت العیال)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا ویعرف شرف کبیرنا۔

(ترمذی کتاب البر والصلہ)

جو بچوں کے ساتھ رحمت و شفقت کا سلوک نہیں کرتا اور بڑوں کی عزت نہیں کرتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

پھر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

اکرموا اولادکم فان من اکرم الاولادستر من النارولا کل معهم براۃمن النار۔ (سنن ابن ماجہ ابواب الادب)

اے لوگو اپنے بچوں کی عزت کیا کرو کیونکہ ان کی عزت کرنا دوزخ کا پردہ ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

مزید آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

اکرموا اولادکم واحسنوا ادابکم۔ (ابن ماجہ ابواب الادب)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانو! اپنی اولاد کا اکرام کرو اور ان کی اچھی تربیت کیا کرو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ایک باپ کا اپنے بیٹے پر ادب سکھانے سے بڑھ کر اور کوئی احسان نہیں۔ (ترمذی)

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے بچوں کو دیکھ کر فرمایا: تم بے شک ماں باپ کو بخیل بھی بناتے ہو اور بزدل بھی بناتے ہو لیکن تم جنّت کی خوشبو بھی ہو۔ (ترمذی، سیرت حضرت محمد ﷺ صفحہ ۲۴۷)

ایک دفعہ پیارے نواسے نے نانا سے کہا میں اونٹ پر سواری کروں گا کیونکہ آگے ایک بچہ اونٹ پر جا رہا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فوراً اس کو کندھے پر بٹھا لیا اور اونٹ کی طرح چلنا شروع کر دیا اور آواز بھی لگانے لگے۔ اس طرح حسنؓ اور حسینؓ خوش ہو گئے۔ کسی نے راستے میں دیکھ کر کہا کتنی پیاری سواری ہے تو فوراً آپ ﷺ نے فرمایا: سوار بھی کتنا پیارا ہے۔ (ترمذی صفحہ ۳۱۲، موجِ کوثر صفحہ ۲۱۲، ۲۱۳)

آنحضرت ﷺ اپنے نواسوں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ ایک روز رسول اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اچانک حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کھیلتے ہوئے آ گئے ان دونوں نے سرخ قمیصیں پہنی ہوئی تھی۔ دونوں کم عمری کی وجہ سے بھاگتے ہوئے بار بار آ جاتے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھ کر خطبہ دینا بند کر دیا۔ منبر سے اُترے اور ان دونوں کو اُٹھا کر پاس بٹھا لیا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کا فرمان سچ ہے، واقعی اولاد بڑی آزمائش والی چیز ہے۔ میں ان دونوں کو دیکھ کر نیچے اُترے بغیر نہ رہ سکا، میں نے ان کی خاطر خطبہ ترک کر دیا اور انہیں اُٹھا لیا۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا۔ ایک دن حسینؓ کو پکڑا ہوا ہے اس کے

پاؤں حضورﷺ کے پاؤں پر ہیں اور آپؐ فرما رہے ہیں ۔آجاؤ،اوپر چڑھو ۔ یہاں تک کہ حسینؓ کے پاؤں حضورؐ کے سینے پر آ گئے ۔ پھر حضورؐ نے حسینؓ کو کہا منہ کھولو۔ حسینؓ نے منہ کھولا تو حضورؐ نے منہ چوم لیا اور فرمایا: بارِ الٰہ مَیں اس سے محبت کرتا ہوں تُو بھی اس سے محبت رکھ۔ (سیرت حضرت محمدﷺ صفحہ ۲۵۳)

ایک روز آنحضرتﷺ کو کسی شخص نے کھانے پر بُلایا تھا۔ آپؐ کے ساتھ بعض صحابہؓ بھی تھے۔ گلی میں حضورﷺ نے حسینؓ کو دیکھا تو حضورﷺ صحابہؓ سے آگے بڑھے اور دونوں بازو پھیلا دیے۔ حسینؓ کبھی اِدھر دوڑتے کبھی اُدھر۔ حضورؐ نے اسے پکڑا۔ ایک ہاتھ حسینؓ کی ٹھوڑی پر رکھا اور دوسرا سر کے نچلے حصے پر اور حسین کا منہ چوما۔ (ترمذی کتاب المناقب)

حضرت اُسامہ بن زیدؓ اپنے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتﷺ گود میں لے کر ایک ران پر اپنے نواسے حسنؓ کو بٹھا لیتے اور دونوں کو سینے سے لگا کر بھینچتے اور فرماتے اے اللہ! میں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو بھی ان دونوں سے محبت کر۔ (بخاری مناقب الحسن والحسین)

ایک دفعہ آپؐ کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ کے بیٹے اُسامہؓ کو چوٹ لگ گئی۔ حضورﷺ خود اس کا خون صاف کرتے تھے اور ماں کی طرح پیار کرتے ہوئے فرماتے تھے ۔ اگر اُسامہ لڑکی ہوتی تو مَیں اسے زیور پہناتا۔ (مسند احمد جز سادس صفحہ ۲۲۲)

حضرت اُسامہؓ بچے تھے ان کی ناک بہہ رہی تھی آپﷺ نے صاف کرنا چاہا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مَیں صاف کر دیتی ہوں تو آپؐ نے فرمایا: تُو اُسامہؓ سے محبت کر کیونکہ مَیں بھی اس سے محبت واُلفت رکھتا ہوں۔ (بخاری کتاب الفضائل اصحاب)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

کہتے ہیں آنحضرتﷺ جب لڑکوں کی طرف راستہ میں دیکھا کرتے تھے تو اتنی شفقت کیا کرتے تھے کہ وہ لڑکے سمجھا کرتے کہ یہ ہمارا باپ ہے۔ (ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۳۷۱)

آنحضرﷺ کی بیٹی حضرت زینبؓ کی لختِ جگر امامہؓ سے شفقت کا یہ عالم تھا کہ حضور نماز پڑھتے ہیں اور آپﷺ نے امامہؓ کو اُٹھایا ہوا تھا جب رکوع اور سجدہ کرتے تو ان کو نیچے اُتار دیتے اور جب سجدے سے اُٹھتے تو اُن کو پھر اُٹھا لیتے۔ (صحیح بخاری کتاب الادب جلد ۳ صفحہ ۳۴۴)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا حضورﷺ کا خادم تھا وہ ایک دفعہ بیمار ہو گیا تو حضورﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس کے سرہانے تشریف فرما ہوئے اس حدیث سے حضورﷺ کا پاک اور اعلیٰ نمونہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضورﷺ ایک نوکر کی عیادت کے لیے جو مسلمان بھی نہیں تھا تشریف لے گئے اور اس کا حال پوچھا۔ (بخاری کتاب الجنائز حدیث نمبر ۲۱۶)

جب آنحضرتﷺ کی خدمت میں نئے موسم کا پھل پیش ہوتا تو آپؐ اس کو آنکھوں اور ہونٹوں پر رکھتے، پھر یہ الفاظ ارشاد فرماتے:۔

اللّٰھم کما اریتنا اولہ فارنا آخرہ ۔ (زاد المعاد)

’’اے اللہ! جس طرح تُو نے ہمیں اس پھل کا شروع دکھلایا اسی طرح اس کا آخر بھی ہمیں دکھا۔‘‘ پھر آپؐ کی خدمت میں جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا اس کو وہ عنایت فرماتے۔ (اسوہ رسول اکرم صفحہ ۱۳۸)

آپﷺ لڑائی میں تاکید فرماتے تھے کہ مسلمان کبھی خود حملہ نہ کریں، ہمیشہ دفاعی طور پر لڑیں۔ اور یہ کہ عورتوں اور بچوں کو نہ ماریں۔ بوڑھوں اور معذوروں کو نہ ماریں۔ جو ہتھیار ڈال دیں ان کو نہ ماریں، عمارتیں نہ گرائیں۔ درختوں کو نہ کاٹیں، فصلوں کو تباہ نہ کریں اور گاؤں کو نہ لوٹیں۔

ہمارے حبیب آقا حضرت محمدﷺ نے فرمایا ہے کہ:

کبھی بچوں کے چہرے پر نہ مارو۔ (سنن ابوداؤد، حیاۃ المسلمین)

بچّوں کی تربیت اور رسول اللہﷺ:

معزز قارئین! ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰﷺ بچوں سے بے حد شفقت فرماتے تھے۔ جہاں آپ بچوں سے محبت فرماتے تھے وہاں ان کی تربیت کا بھی خیال رکھتے تھے۔ رسول اللہﷺ کا ہی مقدس ارشاد ہے کہ **مثل الذی یتعلم العلم فی صغرہ کا النقش علی الحجر۔** یعنی بچپن میں علم سیکھنے والے کی مثال پتھر پر نقش کی طرح ہے۔ (الجامع الصغیر للسیوطی جلد ۲، ۳ صفحہ ۱۵۳)

ہمارے حبیب آقا رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

ادبو اولاد کم علی ثلاث خصال حب نبیکم وحب اھل بیتہٖ

وقرائة القرآن فان حملة القرآن فی ظل اللّٰہ یوم لا ظل الا ظله مع انبیاء ہٖ واصفیاء ہٖ۔ (الجامع الصغیر للسیوطی جلد اصفحہ ۱۸)

کہ اپنی اولاد کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ یہ تین خوبیاں بطور عادت وخصلت کے ان میں راسخ ہو جائیں۔ا۔اپنے نبیؐ کی محبت۔۲۔اہل بیت کی محبت۔۳۔قرآن کریم کا پڑھنا۔کیونکہ قرآن کریم کے حاملین اس روز اللہ تعالیٰ کے انبیاء اصفیاء کے ساتھ اللہ کے سائے کے نیچے ہوں گے جس روز اس کے سائے کے سوا کہیں بھی کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

حضرت عثمان بن عفان سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے:

خیر کم من تعلم القرآن و علمه۔ یعنی تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔(صحیح بخاری۔سنن ابی داؤد۔ابونعیم)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اذا اکل احد کم فلیاکل بیمینه واذا شرب فلیشرب بیمینه فان الشیطان یاکل بشماله ویشرب بشماله۔(مسلم جلد یازدہم کتاب الاشربۃ حدیث نمبر ۳۷۵۰)

جب تم میں سے کوئی کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور پیئے تو اپنے دائیں ہاتھ سے پیئے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور بائیں ہاتھ سے پیتا ہے۔

حضرت عمر بن ابی سلمہؓ بیان کرتے ہیں مَیں رسول اللہ ﷺ کی گود میں تھا اور میرا ہاتھ بڑے پیالے میں گھوم رہا تھا آپ ﷺ نے مجھے فرمایا:۔

یا غلام سمَّ اللّٰہ وکل بیمینک وکل مما یلیك۔

اے بچے اللہ کا نام لو اور اپنے دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

(مسلم جلد یازدہم کتاب الاشربۃ حدیث نمبر ۳۷۵۳)

عن ابی سعید الخدری انه قال نهی رسول اللّٰہ ﷺ عن اختناث الا سقیة ان یشرب من افواهها و حدثنا ہ عن الزهری بهذا الاسناد مثله غیر انه قال واختنا ثها ان یقلب راسها ثمَّ یشرب منه۔

(مسلم جلد یازدہم کتاب الاشربۃ حدیث نمبر ۳۷۵۶)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ نے مشکیزوں کو منہ لگا کر پانی پینے سے منع فرمایا ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ **اختناثها** یہ ہے کہ اس کا منہ اُلٹایا جائے اور پھر اس سے پیا جائے۔

زجر عن الشرب قائماً۔ (مسلم جلد یازدہم کتاب الاشربۃ حدیث نمبر ۳۷۵۷)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت انسؓ کو جب آپؓ بچے تھے ہدایت فرمائی کہ بچے نماز میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھا کرو۔اور اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرو۔

ایک مسلمان بچہ جس کا نام افلح تھا وہ نماز میں سجدے کی حالت میں پھونکیں مار رہا تھا۔تو آپؐ نے فرمایا: اے افلح! نماز میں پھونکیں نہ مارا کرو۔منہ کو مٹی لگتی ہے تو لگنے دو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت عبداللہؓ آنحضرت ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔جب وہ ابھی چھوٹے تھے تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ نمازِ تہجد ادا کرنے کی خاطر اپنی خالہ کی وجہ سے ایک رات آپ کے گھر میں ٹھہر گئے۔وہ کہتے ہیں کہ جب حضورؐ تہجد کے لیے رات کو کھڑے ہوئے تو مَیں بھی وضو کر کے آپؐ کے ساتھ بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔تو حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پیچھے سے اپنے دائیں طرف کھڑا کر دیا۔(مشکوٰۃ)

اس عمل سے آپؐ نے یہ سمجھا دیا کہ جب دو آدمی نماز پڑھیں تو مقتدی امام کے دائیں طرف کھڑا ہوتا ہے اور یہ کہ تہجد کی نفلی نماز بھی باجماعت پڑھی جا سکتی ہے۔حدیث میں یہ بھی آتا ہے کہ باجماعت نماز ہو تو آنحضرت ﷺ بچوں کی صف پیچھے بنانے کا ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

ایک لڑکا عمر نامی جس کو حضور ﷺ نے پالا تھا۔کھانا کھانے کے وقت سالن کے پیالے میں اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا: بچے! اللہ کا نام لے کر شروع کرو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ (مشکوٰۃ)

حضرت ابن ابی سلمہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوا تو آپ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''بیٹے میرے قریب آجاؤ اور اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو۔ اور پھر ہدایت فرمائی بیٹے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔'' (صحیح بخاری کتاب الطعام)

آنحضرتﷺ جب کسی کو کوئی چیز دیتے اور کوئی چیز لیتے تو سیدھے ہاتھ سے لیتے اور دیتے۔ (شمائل ترمذی)

جو شخص **بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ**۔ پڑھے بغیر کھانا شروع کر دیتا تو آپؐ اُس کا ہاتھ پکڑ لیتے اور اُس کو بسم اللہ پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ (اسوہ رسول اکرمؐ صفحہ ۱۳۱)

حضرت امام حسنؓ جب چھوٹے تھے تو ایک دن کھانا کھاتے وقت آپؐ نے اُن سے فرمایا: **بیمینك وکل ممّا یلیك۔** کہ دائیں سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: ''حضرت امام حسنؓ کی عمر اس وقت اڑھائی برس کے قریب ہوگی۔ ہمارے ملک میں اگر بچہ سارے کھانے میں ہاتھ ڈالتا اور سارا مُنہ بھر لیتا ہے بلکہ ارد گرد بیٹھنے والوں کے کپڑے بھی خراب کرتا ہے تو ماں باپ بیٹھے ہنستے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے یا یونہی معمولی بات کہہ دیتے ہیں جس سے اُن کا مقصد بچہ کو سمجھانا نہیں بلکہ دوسروں کو دکھانا ہوتا ہے۔ حدیث میں ایک اور واقعہ بھی آتا ہے کہ ایک دفعہ بچپن میں امام حسنؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور مُنہ میں ڈال لی تو رسولِ کریمﷺ نے اُن کے مُنہ سے اُنگلی ڈال کر نکال لی۔ جس کا یہ مطلب تھا کہ تمہارا کام خود کام کر کے کھانا ہے نہ کہ دوسرے کے لئے بوجھ بننا۔'' (مصباح مئی ۱۹۴۵ء، منہاج الطالبین صفحہ ۵۳، ۵۴)

آنحضرتﷺ نے ایک بچے کو فرمایا:

اے بچے جب تم گھر میں جاؤ تو پہلے سلام کیا کرو یہ تیرے لیے اور تیرے گھر والوں کے لیے باعثِ برکت ہے۔

آپﷺ کا مقدس ارشاد ہے کہ ''افشو السّلام'' یعنی السلام علیکم کہنے کو رواج دو اور پھیلاؤ۔

(احادیث الاخلاق صفحہ ۸۶، ۱۱۸)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا:

لا ترسلو ا فواشیکم وصبیا نکم اذا غابت الشمس حتی تذهب فحمة العشاء فان الشیاطین تنبعث اذا غابت الشمس حتی تذهب فحمة العشاء۔ (مسلم جلد یازدہم کتاب الاشربۃ حدیث نمبر ۳۷۴۳)

جب سورج غروب ہو جائے تو اپنے جانوروں اور بچوں کو باہر نہ جانے دو یہاں تک کہ شروع رات کی تاریکی جاتی رہے کیونکہ جب سورج غروب ہوتا ہے تو شیطان نکلتے ہیں یہاں تک کہ شروع رات کی تاریکی جاتی رہے۔

آنحضورﷺ کھانے کے بعد یہ دُعا فرماتے تھے: **اللّٰھم زدنا خیر منه۔** یعنی اے اللہ! ہمیں اس سے زیادہ اور بہتر عطا فرما۔

ایک دفعہ ایک بچہ کھجور کے درخت سے کچھ کھجوریں گرانے کے لئے پتھر مار رہا تھا تو لوگ اس کو پکڑ کر آنحضرتﷺ کی خدمت میں لے آئے تو ہمارے مہربان آقاﷺ نے فرمایا: اے بچے! جو کھجوریں از خود گر گئی ہوں ان کو بیشک اُٹھا لیا کرو۔ مگر پتھر نہ مارا کرو۔ اور اس کے ساتھ اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے دُعا فرمائی۔ (الفضل ۱۳ اکتوبر ۱۹۷۳ء)

ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے جبکہ وہ ابھی بچے ہی تھے تو صدقہ کی کھجور اپنے منہ میں ڈال لی تو آنحضرتﷺ نے ان کے منہ میں اُنگلی ڈال کر نکال کر پھینک دی اور فرمایا: تمہیں معلوم ہے ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (صحیح بخاری ابواب الزکوٰۃ حدیث نمبر ۱۳۹۷)

ہمارے حبیب آقا حضرت محمدﷺ نے والدین کو توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:

احسنوا اولادکم علی البر۔ (جامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ:۔

اذا انتعل احدکم فلیبدا بالیمنی و اذا خلع فلیبدا بالشمال ولینعلهما جمیعا او لیخلعهما جمیعا۔ (مسلم جلد یازدہم کتاب الاشربۃ حدیث نمبر ۳۸۹۹)

جب کوئی تم میں سے جوتا پہنے تو دائیں سے ابتداء کرے اور جب اتارے تو بائیں سے

ابتداء کرے اور چاہیے کہ یا دونوں جوتے پہنے یا دونوں ہی اتار دے۔(ایک جوتی میں نہ چلے)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بچّے:

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عاشق صادق بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کی تربیت کے متعلق فرماتے ہیں:۔

ہم نے تو اپنی اولاد وغیرہ کا پہلے ہی فیصلہ کیا ہوا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کا مال ہے اور ہمارا اس میں کچھ تعلّق نہیں۔اور ہم بھی خدا تعالیٰ کا مال ہیں۔جنہوں نے پہلے ہی سے فیصلہ کیا ہوتا ہے ان کو غم نہیں ہوا کرتا۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۳۰۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

خدا تعالیٰ غنی ہے۔بیکانیر وغیرہ میں جو قحط پڑے، تو بچّوں تک کو کھا گئے۔یہ اسی لیے ہوا کہ وہ کسی کے ہو کر نہیں رہے۔خدا کے ہو کر رہتے تو بچّوں پر یہ بَلا نہ آتی۔حدیث اور قرآن شریف سے ثابت ہے اور ایسا ہی پہلی کتابوں سے بھی پایا جاتا ہے کہ والدین کی بدکاریاں بچّوں پر بھی بعض وقت آفت لاتی ہیں۔اسی کی طرف اشارہ ہے **وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا**۔ (سورۃ الشمس آیت ۱۶) جو لوگ لا اُبالی زندگی بسر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔دیکھو دُنیا میں جو اپنے آقا کو چند روز سلام نہ کرے تو اس کی نظر بگڑ جاتی ہے۔تو جو خدا سے قطع کرے پھر خدا اس کی پرواہ کیوں کرے گا۔اسی پر وُہ فرماتا ہے کہ وُہ اُن کو ہلاک کر کے اُن کی اولاد کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو متقی صالح مر جاوے اس کی اولاد کی پرواہ کرتا ہے۔جیسا کہ اس آیت سے بھی پتہ لگتا ہے۔ **وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحاً**۔ (الکہف ۸۳) اس باپ کی نیکی اور صلاحیت کے لیے خضر اور موسیٰ جیسے اولوالعزم پیغمبر کو مزدور بنا دیا کہ وہ ان کی دیوار درست کر دیں۔اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا کیا درجہ ہوگا۔خدا تعالیٰ نے لڑکوں کا ذکر نہیں کیا چونکہ ستّار ہے۔اس لیے پردہ پوشی کے لحاظ سے اور باپ کے محلّ مدح میں ذکر ہونے کی وجہ سے کوئی ذکر نہیں کیا۔

پہلی کتابوں میں بھی اس قسم کا مضمون آیا ہے کہ سات پُشت تک رعایت رکھتا ہوں۔حضرت

داؤد علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ مَیں نے کبھی متقی کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے نہیں دیکھا۔غرض نشاط خدا کا رِزق ہے جو غیر کو نہیں ملتا۔ (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۲۵۷)

ایک بچّہ کی خبر لگی کہ اس نے کوئی شرارت کی ہے۔یعنی آگ سے کچھ جلا دیا ہے۔

فرمایا: بچّوں کو تنبیہ کر دینا بھی ضروری ہے۔اگر اس وقت ان کو شرارتوں سے منع نہ کیا جاوے تو بڑے ہو کر انجام اچھا نہیں ہوتا۔بچپن میں اگر لڑکے کو کچھ تادیب کی جاوے تو وہ اس کو خوب یاد رہتی ہے کیونکہ اس وقت حافظہ قوی ہوتا ہے۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۰)

امر حدیث سے ثابت ہے اور نیز اس وقت کے الفاظ کان میں پڑے ہوئے انسان کے اخلاق اور حالات پر اثر رکھتے ہیں۔لہٰذا یہ رسم اچھی ہے اور جائز ہے۔ (ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۸۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

تو غرض مقصد یہ ہے کہ اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر ہونی چاہیئے۔اس لحاظ سے اور خیال سے نہ ہو کہ وہ ایک گناہ کا خلیفہ باقی رہے۔خُدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی۔حالانکہ خدا تعالیٰ نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی۔یہ سُلطان احمد اور فضل احمد قریباً اسی عُمر میں پیدا ہو گئے تھے۔اور نہ کبھی مجھے یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وُہ بڑے بڑے دُنیادار بنیں اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر مامُور ہوں۔غرض جو اولاد معصیت اور فِسق کی زندگی بسر کرنے والی ہو اس کی نسبت تو سعدیؒ کا یہ فتویٰ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے

کہ پیش از پدر مُردہ بہ ناخلف

پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے، مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وُہ اولاد کی تربیت اور ان کو عُمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں، نہ کبھی ان کے لیے دُعا کرتے ہیں اور نہ مراتبِ تربیّت کو مدّ ِنظر رکھتے ہیں۔

میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دُعا نہیں کرتا۔بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے

ہیں۔ابتدا میں جب وہ بدی سیکھنے لگتے ہیں،تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ایک لڑکا اپنے جرائم کی وجہ سے پھانسی پر لٹکایا گیا۔اس آخری وقت میں اس نے خواہش کی کہ میں اپنی ماں سے مِلنا چاہتا ہوں۔جب اُس کی ماں آئی تو اُس نے ماں کے پاس جا کر اُسے کہا کہ مَیں تیری زبان کو چوسنا چاہتا ہوں۔جب اُس نے زبان نکالی تو اُسے کاٹ کھایا۔دریافت کرنے پر اُس نے کہا کہ اسی ماں نے مجھے پھانسی پر چڑھایا ہے ،کیونکہ اگر یہ مجھے پہلے ہی روکتی،تو آج میری یہ حالت نہ ہوتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں۔مگر نہ اس لیے کہ وہ خادمِ دین ہو بلکہ اس لیے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیّت کا فِکر نہیں کیا جاتا۔نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو دُرست کیا جاتا ہے۔یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہوسکتا جو اقرب تعلّقات کو نہیں سمجھتا۔جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی اُمّید اس سے کیا ہوسکتی ہے؟۔اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے۔**رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً۔** (الفرقان آیت ۷۵)یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچّوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما دے اور یہ تب ہی میسر آ سکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی نہ بسر کرتے ہوں بلکہ عِبادُ الرّحمان کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شئے پر مقدّم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا **وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَاماً۔** اولاد اگر نیک اور متّقی ہو تو ان کا امام ہی ہوگا۔اس سے گویا متّقی ہونے کی بھی دُعا ہے۔

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد صفحہ ۵۶۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''بہت سے لوگ جو اہل و عیال کا تہیّہ کرتے ہیں اور ان کے سارے ہم و غم اسی پر آ کر ختم ہو جاتے ہیں کہ اُن کی اولاد ان کے بعد اُن کے مال و اسباب اور جائیداد کی مالک اور جانشین ہو۔اگر انسان اسی حد تک محدود ہے اور وہ خدا کے لیے کچھ بھی نہیں کرتا تو یہ جہنّمی زندگی ہے اس کو اس سے کیا فائدہ؟ جب یہ مر گیا تو پھر کیا دیکھنے آئے گا کہ اس کی جائیداد کا کون مالک ہوا ہے اور اس سے اس کو کیا

آرام پہنچے گا اس کا تو قصہ پاک ہو چکا اور یہ کبھی پھر دنیا میں نہیں آئے گا۔اس لیے ایسے ہمّ و غم سے کیا حاصل جو دنیا میں جہنمی زندگی کا نمونہ ہے اور آخرت میں عذاب دینے والا'' (ملفوظات جلد۳صفحہ ۵۹۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل اور بچّے

حضرت خلیفہ الاوّل کے بیٹے عبدالحیٔ قرآن ختم کر کے آئے۔تو آپؓ نے فرمایا:۔

بیٹا!ہم تم سے دس باتیں چاہتے ہیں۔ان میں سے ۱۰/۱ آج تم نے کر لی ہیں۔قرآن شریف پڑھو اور پھر اسے یاد کرو۔پھر اس کا ترجمہ پڑھو۔پھر اس پر عمل کرو۔پھر اسی طرح ساری زندگی گزارو یہاں تک کہ تمہیں موت آ جائے۔قرآن پڑھاؤ اور پھر اسے یاد کراؤ۔پھر ترجمہ سناؤ۔پھر عمل کرو۔کراؤ۔پھر اسی حالت میں تم کو موت آجائے۔''

(سوانح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نور اللہ مرقدہ از رضیہ درد صفحہ۲۳،۲۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

''میری بیوی کو جب میرے لڑکے محمود احمد کا حمل ہوا تو میں نے اس سے کہا کہ تم لکھا بہت کرو۔مدعا اس سے یہ تھا کہ تجربہ کروں کہ یہ بچہ لکھنے کا شوقین ہوگا یا نہیں؟ چنانچہ جس وقت محمود احمد کے انتقال کا زمانہ قریب تھا۔میں نے ایک قلم لیا اور ایک روپیہ لیا۔دونوں اس کے سامنے کیے۔اس نے ہر مرتبہ قلم ہی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ۲۰۵)

میرے بہت سے لڑکے مرے۔جب کوئی لڑکا مرتا تو میں یہی سمجھتا کہ اس میں کوئی نقص ہوگا۔خدا تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ دے گا۔خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے مایوس ہونا تو کافروں کا کام ہے۔خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی جب قدر نہیں کی جاتی تو وہ نعمتیں چھن جاتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جاتی ہی نہیں مگر ناشکری سے۔جب نعمت چلی جائے تو آدمی مایوس نہ ہو۔

میرے بچے جب مرے تو میرے دل میں یہی ڈالا گیا کہ اگر تم مرتے تب بھی یہ تم سے جدا ہو جاتے۔'' (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ۲۰۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور بچّے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

بعض لوگ بچّوں کو چڑاتے ہیں اور ان کے سامنے ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ماروں۔مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک دو دفعہ کے بعد وہ بچّہ وہی شکل بنا کر اُسی طرح ہاتھ اُٹھا کر کہنے لگ جاتا ہے ماروں۔بعض احمق کو پیار سے گالیاں دیتے ہیں بچے آگے سے اُسی طرح گالیاں دینے لگ جاتے ہیں۔بعض عورتیں اپنے بچوں سے ہمیشہ منہ بنا کر اور تیوری چڑھا کر بات کرتی ہیں تو اُن کے بچے بھی ہمیشہ منہ پھلا کر بات کرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔اس کے برخلاف جو ہنس مکھ ہوں۔بچوں سے نیک سلوک کی عادی ہوں اُن کی اولاد بھی ویسی ہی ہنس مکھ ہوتی ہے۔

ماؤں کو چاہیئے کہ بچوں سے ایسا سلوک کریں جس کو نقل کرنے پر وہ ساری عمر ذلیل وخوار نہ ہوں ہمیشہ کے لئے اُن کے اخلاق درست ہو جائیں۔ (الفضل ۳ستمبر ۱۹۱۳ء بحوالہ اوڑھنی والیوں کے پھول)

بے دین اور دین سے متنفر وہی بچہ ہوگا (الّا ماشاءاللہ) جس کے والدین اس کے سامنے دین کا استخفاف کرتے ہوں۔ماں اگر نماز نہیں پڑھتی، نماز کے اوقات کا احترام ملحوظ نہیں رکھتی تو ضرور ہے کہ بیٹا بھی بڑا ہو کر ایسا ہی کرے۔جس بچے کے ماں باپ نمازی ہوں مَیں نے اکثر دیکھا ہے کہ وہ باوجود کچھ نہ سمجھنے کے اسی طرح نماز کے وقت پر نماز کی رکعتیں پڑھتے ہیں۔یہ عادت ایسی مبارک ہے کہ جوانی میں آخر کام آتی ہے۔اور یہ ابتدائی بیج اپنے اندر ایسے خوشگوار ثمرات رکھتا ہے کہ بڑی عمر میں ڈھیروں روپیہ خرچ کرنے پر بھی حاصل نہیں ہوتا۔

جب کوئی چیز آئے تو ماں بچے کو سکھائے کہ یہ اللہ میاں نے بھجوائی ہے جو ہمیں رزق دیتا ہے، ہماری حاجتیں پوری کرتا ہے، ہماری دُعاؤں کو سنتا ہے، ہمیں چاہیئے کہ اس کا شکر ادا کریں۔

بچہ کھانے پینے بیٹھے ماں باتوں ہی باتوں میں اُسے سمجھا سکتی ہے کہ یہ کھانا کتنی محنت اور کس قدر تبدیلیوں کے بعد تیرے سامنے آیا ہے حالانکہ تجھے کچھ بھی محنت کرنی نہیں پڑی یہ سب اُس پاک مولیٰ کا احسان ہے جس نے اوّل ان چیزوں کو پیدا کیا پھر ایسے اسباب مہیّا کئے کہ وہ تیرے لئے تیار ہو اور اب وہی پاک ذات ہے جو تیرے لئے اسے نافع بنائے۔

اسی طرح مائیں اگر چاہیں تو بچوں کو سوتے وقت تارے چاند ورآسمان۔دن کو دوسرے نظارہ ہائے قدرت کی طرف متوجہ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ دلا سکتی ہیں۔

مَیں احمدی ماؤں کو خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے ننھے منھے بچوں میں خدا پرستی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے ہر وقت کوشاں رہیں۔وہ انہیں لغو، مخرب اخلاق اور بے سروپا کہانیاں سنانے کی بجائے نتیجہ خیز، مفید اور دیندار بنانے والے قصّے سُنائیں۔اُن کے سامنے ہرگز کوئی ایسی بات چیت نہ کریں جس سے کسی بدخُلق کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو۔بچہ اگر نادانی سے کوئی بات خلاف مذہب اسلام کہتا ہے یا کرتا ہے اسے فوراً روکا جائے اور ہر وقت اس بات کی کوشش کریں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے قلب میں جاگزیں ہو۔

اپنے بچوں کو کبھی آوارہ نہ پھرنے دو، اُن کو آزاد نہ ہونے دو کہ حدوداللہ کو توڑنے لگیں، اُن کے کاموں کو انضباط کے اندر رکھو اور ہر وقت نگرانی رکھو، اپنے ننھے بچوں کو اپنی نوکرانیوں کے سپرد کر کے بالکل بے پرواہ نہ ہو جاؤ کہ بہت سی خرابیاں صرف اسی ابتدائی غفلت سے پیدا ہوتی ہیں۔

ماں اپنے بچے کو باہر بھیج کر خوش ہوتی ہے کہ مجھے کچھ فرصت مل گئی ہے لیکن اُسے کیا معلوم ہے کہ میرا بچہ کِن کِن صحبتوں میں گیا اور مختلف نظاروں سے اُس نے اپنے اندر کیا بُرے نقش لئے جو اُس کی آئندہ زندگی کے لئے نہایت ضرر رساں ہو سکتے ہیں۔پس احتیاط کرو کہ اس وقت کی تھوڑی سی احتیاط بہت سے آنے والے خطروں سے بچانے والی ہے۔خود نیک بنو اور خدا پرست بنو کہ تمہارے بچے بھی بڑے ہو کر نیک اور خدا پرست ہوں۔ (الفضل ۱۰ستمبر ۱۹۱۳ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز **نوجوانوں سے خطاب** کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

آپ جو خدام الاحمدیہ کی عمر کے ہیں یہ عمر کی ایک ایسی Range ہے یعنی پندرہ سے چالیس سال تک کی۔جس میں باپ بھی ہیں، بھائی بھی ہیں، بیٹے بھی ہیں۔تو بحیثیت باپ آپ کی ذمہ داری ہے کہ نئی نسل میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین پیدا کرنے کے لئے اپنے عمل سے اپنے بچوں کے سامنے یہ نمونہ پیش کریں کہ تمہاری فلاح اور تمہاری کامیابی اور تمہاری آئندہ کی ترقی خدا کے ساتھ تعلق

پیدا کرنے میں ہے اور خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کا بہترین ذریعہ وقت پر نمازوں کی ادائیگی اور باجماعت نمازوں کی ادائیگی ہے۔ بھائی کی حیثیت سے بھی یہ ذمہ داری ہے کہ چھوٹے بہن بھائیوں کے لئے نیک نمونہ بنیں۔ یہاں پھر میں کہوں گا کہ ماں باپ کی اصل میں ذمہ داری ہے کہ وہ بڑے بچے کی خاص طور پر ایسی تربیت کریں۔ تو آپ میں سے بہت سارے ایسے ہیں جن کے بچے بھی اس عمر کو پہنچ گئے ہیں جن کی تربیت کی ضرورت ہوگی۔ عموماً جماعت کے لئے بھی مَیں عرض کر رہا ہوں کہ ایسی تربیت کریں بڑے بچے کی کہ چھوٹے بچے خود بخود اُس سے نمونہ حاصل کریں اور پھر آپ کو تربیت میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔ اگر بڑا بچہ نمازوں کا عادی ہو جائے گا تو چھوٹا بچہ خود بخود اپنے ماحول کو دیکھ کر نمازیں پڑھنے لگ جائے گا۔ تو خدام الاحمدیہ جو بظاہر نوجوانوں کی ایک تنظیم ہے لیکن عملاً اس میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ عمر کے فرق کی وجہ سے سیکھنے والے بھی موجود ہیں اور سکھانے والے بھی۔ اس میں متاثر کرنے والے بھی موجود ہیں اور اس میں متاثر ہونے والے بھی اور اس میں اچھائی اور برائی کا رنگ دینے والے بھی موجود ہیں اور رنگ پکڑنے والے بھی۔ پس اگر آپ میں سے ہر ایک اگر نیکی کو قائم کرنے والا اور بُرائی کو دور کرنے والا بن جائے اور نمازوں کو قائم کرنے والا بن جائے تو سمجھ لیں کہ آپ کامیاب ہو گئے۔ اور جس قوم کے نوجوانوں میں عبادالرحمٰن یعنی عبادت کرنے والے اُس کے حقیقی بندے پیدا ہو جائیں تو اس کو پھر دُنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ پس اس طرز پر اپنی زندگی ڈھالیں اور اپنے چھوٹوں کی بھی تربیت کریں۔ (مشعل راہ جلد پنجم صفحہ ۱۲)

عورتوں کو سات اہم نصائح:

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

۲۔۱۔ عورتیں دو قسم کی بُری باتیں بچوں کو سکھا دیتی ہیں۔ ایک تو مذہب کے متعلق اور دوسرے اسلام کے متعلق۔ یعنی بچوں کو کہتی رہتی ہیں کہ احمدی بہت بُرے ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک نیا مذہب نکال لیا ہے ہم تو وہی کریں گے جو ہمارے باپ دادا کرتے آئے اور دوسرے اسلام کے متعلق مثلاً یہ سکھاتی ہیں کہ سر جھٹکا کرو، اسلام علیکم نہ کہا کرو۔ تو بچے میں وہی عادتیں گھر کر جاتی ہیں۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ عورتیں بچوں کو خدمت دین سے متنفر کر دیتی ہیں۔ یہ سب بُرے خیال عورتیں ہی بچوں میں ڈال دیتی ہیں جس کی وجہ سے وہ دین کے نزدیک بھی نہیں جاتے۔

۴۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اُن کو عملاً سست کر دیتی ہیں اور وہ اُس کا نام محبت رکھتی ہیں۔ مثلاً نماز کے لئے جگاتی نہیں یا وضوء نہیں کرنے دیتیں کہ سردی لگ جاوے گی۔ اور وہ اس وجہ سے دین کے کاموں میں سُست رہ جاتا ہے حالانکہ محنت کرنے سے زیادہ زور پیدا ہوتا ہے اور ہمّت بڑھتی ہے۔ تو بعض عورتیں بچوں کو بچپن میں مشق نہیں کرواتیں جس کی وجہ سے اگر بچہ کسی کام کو کرنا بھی چاہے تو نہیں کر سکتا۔ خالی ایمان کچھ نہیں کر سکتا جب تک کہ مشق نہ ہو۔ اخلاص بھی کچھ کام نہیں کرنے دیتا جب تک کہ مشق نہ ہو۔ اخلاص بھی کچھ کام نہیں کرنے دیتا وہ بڑا ہو کر ماں کو دُعائیں دینے کی بجائے بُرا بھلا ہی کہے گا کہ اگر بچپن ہی میں مجھے مشق کروائی ہوتی تو آج مجھے عشاء اور تہجد وغیرہ کی نمازوں میں اور دوسرے دینی کاموں میں ذرا بھی دقّت محسوس نہ ہوتی۔

۵۔ پانچویں بات یہ ہے مرد تو باہر چلا جاتا ہے اور عورت بچوں کی پرواہ نہیں کرتی اور وہ اور بچوں کے ساتھ گلیوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ مرد اپنی سب سے زیادہ قیمتی چیز اولاد کو عورت کے سپرد کر کے جاتا ہے وہ اس امانت میں خیانت کرتی ہے۔

یہ پانچوں بداثر ہیں جو عورت بچوں پر ڈالتی ہے اور وہ یہ نہیں جانتی کہ اس کی حفاظت میرے ذمہ ہے۔ کیا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو دو سو روپیہ دے جاوے تو وہ اس رقم کو گلی کے کسی بچے کے ہاتھ دے دے گی؟ نہیں۔ تو کیا وجہ ہے کہ وہ اس چیز کو جو ہیروں، لعلوں اور موتیوں بلکہ بادشاہوں سے زیادہ قیمتی ہے اُس کو گلی کے آوارہ بچوں کے سپرد کر دیتی ہے۔

۶۔ چھٹی بُری عادت جو ماؤں میں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ وہ بچوں کی غلطیوں کو چھپاتی ہے۔ بھلا کسی نے کسی عورت کو دیکھا کہ وہ بچے کی بیماری کو چھپائے۔ نہیں کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اگر وہ اس بیماری کا علاج نہ کرے گی تو وہ مر جائے گا لیکن وہ اس کی روحانی بیماریوں کو چھپاتی ہیں۔ بھلا کسی نے کسی عورت کو دیکھا کہ وہ بچے کی بیماری کو چھپائے۔ نہیں کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اگر وہ اس کی بیماری کا علاج نہ کرے گی تو وہ مَر جاوے گا لیکن وہ اس کی روحانی بیماری کو چھپاتی ہے۔ اگر بچپن میں کوئی مرض پیدا ہو جاوے

اور بچپن میں ہی اس کی اصلاح نہ کی جاوے تو بڑے ہونے کے بعد بڑی بڑی قربانیوں کے بغیر اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی مگر عورتیں پردہ ڈالتی ہیں۔بعض دفعہ بچہ جھوٹ بولتا ہے اور باپ سمجھانا چاہتا ہے تو ماں کہہ دیتی ہے کہ نہیں یہ بات اس طرح تھی اور خود بھی جھوٹ بول دیتی ہے۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ خراب ہوتا چلا جاتا ہے۔

۷۔ساتویں بات یہ ہے کہ عورتیں بچوں کی صحت کا خیال نہیں رکھتیں جس کی وجہ سے وہ بڑے ہوکر کوئی بڑے کام نہیں کرسکتے۔

یہ سات ایسے کام ہیں جن کی کنجی عورت کے ہاتھ میں ہے۔ان کاموں کے کرنے کے لیے عالم ہونے کی ضرورت نہیں۔اسلام کی اصل باتیں تو ہر ایک عورت جانتی ہے۔اگر عورتیں بچوں کو بچپن میں دین کے موٹے موٹے مسئلے سکھا دیا کریں تو پھر دیکھو کہ نو دس برس کی عمر تک بچوں میں وہ غیرت پیدا ہوجاوے گی کہ وہ بہت کچھ سکھانے کی وجہ سے بھی ان باتوں سے نہ پھر سکیں گے۔اور جو بُری باتیں مَیں نے بیان کی ہیں اُن کے برعکس وہ نیک باتیں بھی سکھا سکتی ہیں جن کی وجہ سے بچے میں عیب پیدا ہو ہی نہیں سکتے اور اصل محبت تو یہی ہے تم ان باتوں کو یاد رکھو۔یہ باتیں تمہاری اہمیت کے متعلق ہیں۔

جب تک تم ترقی نہ کرو دین کامیاب نہیں ہوسکتا۔ہماری ترقیاں،ہماری قربانیاں زیادہ سے زیادہ بیس یا پچیس سال تک رہیں گی مگر اگر تم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو تو قیامت تک اس ترقی کو قائم رکھ سکتی ہو۔کیونکہ آئندہ نسلوں کو سکھانے والی تم ہی ہو۔ہمارا اثر ظاہری ہے۔تمہارا اثر دائمی ہے۔اس سے تم سمجھ لو کہ تمہارے اُوپر زیادہ بوجھ ہے۔

یہ تمہیں ہو کہ اسلام کو قائم رکھ سکتی ہو،شیطان کا سَر کاٹ سکتی ہو اور دین کی ترقی کو ایسی صورت میں مستحکم کرسکتی ہو کہ تمام قومیں دیکھ کر حیران رہ جائیں۔آخر میں میری یہ دُعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کے مَردوں اور عورتوں کو اپنے فرائض میں مستحکم کرے اور ہم اپنے فرائض اچھی طرح سے ادا کرسکیں اور ہم اُس مظبوط چٹان کی طرح ہوجاویں کہ کوئی دشمن ہمارا مقابلہ نہ کرسکے۔آمین۔

(الفضل ۲۲ جنوری ۱۹۲۳ء صفحہ ۵ تا ۷)

بچّوں کی تربیت کے متعلق خصوصی نصائح

حضرت مصلح موعودؓ بچوں کی تربیت کے متعلق خصوصی نصائح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

بے استقلالی:

۱۔ بچوں کو بے استقلال نہیں ہونا چاہیے۔والدین انہیں پورے استقلال سے کام کرنے کا عادی بنائیں۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یورپ کے متعلق میں نے کئی بار پڑھا ہے کہ کلب میں جو لوگ جاتے ہیں وہ بیس بیس سال متواتر جاتے رہے۔جب یورپ کے لوگ معمولی معمولی باتوں میں جو کھیل اور تفریح سے تعلق رکھتی ہیں اس قدر استقلال دکھائیں تو ہم ان باتوں میں کیوں استقلال نہ دکھائیں جو ہماری ترقی سے تعلق رکھتی ہیں۔

بلند آواز:

۲۔بچوں کی آواز بلند ہونی چاہیے۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''میرے نزدیک بچّہ کا یہ پیدائشی حق ہے کہ ماں باپ اس کی آواز اونچی بنائیں تا کہ بچّہ دُنیا سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنی آواز سنا سکے۔جس بچّہ کی آواز طوطی کی سی ہوگی وہ دُنیا کے نقار خانہ میں اپنی آواز نہیں سُنا سکے گا۔فرماتے ہیں: میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ رشتے چنتے وقت ایسا رشتہ تلاش کرنا چاہیے جس کی آواز بلند ہو۔''

اعلیٰ اخلاق:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''دو خصلتیں ایسی ہیں جو دونوں ایک ساتھ مومن میں اکٹھا جمع نہیں ہوں گی۔ایک کنجوسی اور دوسری بد اخلاقی۔'' (الجامع الترمذی کتاب البر والصلۃ جلد ۳ صفحہ ۳۸۸)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''اخلاق اور اعمال کی درستگی کے لئے صرف ارادہ ہی کر لینا کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ مشق اور محنت کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔محنت اور مشق کے بغیر محض ارادہ کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔لیکن جہاں ارادہ کے ساتھ مشق کا ہونا ضروری ہے وہاں پر یہ بات بھی ہے کہ وہ مشق اور محنت بھی خاص حالات اور

واقعات میں سے جو اخلاق اور اعمال کی درستگی کے لئے مناسب اور موزوں ہیں ان میں سے سب سے بڑھ کر بچپن کا زمانہ ہے۔ بچپن کے زمانہ میں جس آسانی کے ساتھ ایک بچہ کسی کسب کو سیکھ سکتا ہے اور اس کے لئے محنت اور مشقت کی تکلیف برداشت کرسکتا ہے بڑی عمر میں برداشت نہیں کرسکتا۔ بچے کے احساسات اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ محنت اور مشقت کو بہت کم محسوس کرتا ہے۔ وہ اُس خالی پیالے کی طرح ہوتا ہے جس میں ہر ایک چیز ڈالی جاسکتی ہے بچہ ہر ایک کام کے سیکھنے کے لئے تیار ہوتا ہے اس لئے جس امر کی اُس کو مشق کرائی جائے وہ باآسانی کرسکتا ہے۔ (اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۱۵۴،۱۵۵)

اگر کوئی قوم اعلیٰ اخلاق اور پسندیدہ اعمال میں ترقی کرسکتی ہے تو اس کے لئے بہترین ذریعہ یہی ہے کہ وہ اپنی اصلاح کی بھی کوشش کرے مگر اپنی نسل کی اصلاح اور اُس کے اخلاق کی خاص نگرانی کرے۔ بچپن کے زمانہ میں جہاں بچہ بہت جلد اور آسانی کے ساتھ اخلاق فاضلہ سیکھ سکتا ہے وہاں اگر اُس کی نگرانی نہ کی جائے اور اُس کے اخلاق خراب ہو جائیں تو ایسا خطرناک ہو جاتا ہے کہ دوسرے بچوں کے اخلاق کو بھی بگاڑ دیتا ہے۔ بڑے بڑے آدمی تو چونکہ عیب کو عیب سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں اس لئے اس سے بچنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ لیکن بچوں میں چونکہ نقل کرنے کی عادت ہوتی ہے اس لئے وہ جو کچھ دوسرے کو کرتے دیکھتے ہیں وہی کرنے لگ جاتے ہیں۔ ایک لڑکے کو اگر جھوٹ بولنے کی عادت ہوگی یا گالیاں دینے یا چوری کرنے کی تو جتنے لڑکوں کا اُس سے تعلق ہوگا وہ سارے کے سارے ان حرکات میں اُس کی نقل کریں گے اور اس طرح وہ بھی جھوٹ بولنے، گالیاں دینے اور چوری کرنے کے عادی ہو جائیں گے۔ تو بچپن کا زمانہ نا صرف نہ یہ کہ اخلاق فاضلہ سیکھنے کا بہت بڑا میدان ہے بلکہ دوسروں کے اخلاق بگاڑنے کا بھی بہت بڑا ذریعہ ہے۔

جھوٹ:

ایک بچہ کو جھوٹ بولنے کی عادت ہوتی ہے وہ سو یا دو سو لڑکے جھوٹ بولنے والے بہت آسانی سے پیدا کرسکتا ہے۔ ایک لڑکا جسے چوری کی عادت ہوتی ہے وہ باآسانی سو دو سو لڑکا چوری کرنے والا پیدا کرسکتا ہے۔ غرض بچپن میں جن کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں وہ نا صرف اپنے آپ کو تباہ کر

لیتے ہیں بلکہ اوروں کی تباہی کا بھی باعث بنتے ہیں اور بچپن کی عادت کا اس قدر اثر ہوتا ہے کہ بڑے ہو کر اُن کی اصلاح مشکل ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے فلاسفر اور سمجھدار ہو کر بھی اُن کے سامنے عاجز رہ جاتے ہیں۔ پس اخلاق فاضلہ کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ اپنی آئندہ نسلوں کی اصلاح اور درستی کی پوری پوری فکر اور نگرانی کی جائے اور یہ بات کوئی معمولی بات نہیں بلکہ بہت بڑی بات ہے۔ اس کے لئے سب سے پہلا طریق وسطی اور میانہ روی ہے۔ نہ تو بچے پر اتنی سختی کی جائے کہ اُسے دوسرے بچوں سے ملنے کا موقع ہی نہ دیا جائے اور نہ اتنی نرمی کی جائے کہ خواہ وہ کچھ کرتا پھرے اُس کی نگرانی نہ کی جائے۔ اگر اُسے دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کودنے سے روک دیا جائے گا تو اس سے اُس کے اخلاق درست نہیں ہوسکیں گے کیونکہ ایسی صورت میں وہ اس بات کے لئے تیار رہتا ہے کہ بدی اُس کے سامنے آئے اور وہ جھٹ اُسے قبول کرلے کیونکہ بدی کا مقابلہ کا ارادہ کی قوت سے ہوتا ہے اور وہ اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک بچہ اچھے اور بُرے دونوں قسم کے بچوں سے نہ ملے۔ جس بچے کو گھر بند رکھا جائے اور کسی سے ملنے نہ دیا جائے وہ پچاس برس کی عمر میں بھی لڑکا ہی رہے گا۔ کیونکہ اُس کی مثال اُس کانچ کے برتن کی سی ہوگی جسے ذرا ٹھوکر لگی اور وہ ٹوٹ گیا۔ جب بھی کوئی بدی اُس کے سامنے آئے گی وہ مقابلہ نہیں کرسکے گا لیکن اگر وہ لوگوں سے ملتا رہے تو اُس کے اندر شناخت پیدا ہو جاتی ہے کہ نیکی کیا ہے اور بدی کیا ہے اور بدی سے بچنے کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جن بچوں کی ہمیشہ سختی کے ساتھ نگہداشت کی جاتی ہے وہ بہت کمزور ہوتے ہیں اور وہ اگر نیکی بھی کرتے ہیں تو عادت کے ماتحت نہ کہ بدی کے مقابلہ کی طاقت کی وجہ سے۔ یہی وجہ ہے کہ بدی کے پیش ہونے پر بہت جلد اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جن کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے اور کسی قسم کی نگرانی نہیں کی جاتی اُن کی مثال اُن بھیڑوں کی ہے جنہیں بھیڑیوں کے آگے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اگر وہ بداخلاقی سے بچے رہیں یا اُن کی کسی طرح اصلاح ہو جائے تو اِس میں اُن کے ماں باپ کا کوئی حصہ نہیں ہوتا لیکن اگر وہ تباہ ہو جائیں اور اُن کے اخلاق برباد ہو جائیں تو اس کے ذمہ دار ماں باپ ہوتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے فرض کی ادائیگی سے غفلت کی اور اپنی اولاد کی کچھ نگرانی نہ کی۔ غرض بچوں کے اخلاق کی درستی میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے نہ تو اتنی تنگی کرنی چاہیے کہ وہ کسی

سے مل ہی نہ سکیں اور نہ اتنی آزادی دینی چاہیے کہ وہ جو چاہیں کرتے پھریں اور اُن کی کوئی نگہداشت نہ کی جائے۔

بچے عام طور پر اخلاق ماں باپ سے نہیں سیکھتے بلکہ زیادہ تر اخلاق دوسرے بچوں سے سیکھتے ہیں مگر ماں باپ کے لئے یہ پتہ لگاتے رہنا فرض ہے کہ بچے کیا سیکھ رہے ہیں۔اور یہ کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ بچے جو کچھ دوسروں سے سیکھتے ہیں وہ جھٹ دوسروں کے سامنے بھی کرنے لگ جاتے ہیں اس طرح اُن کے عیوب کا پتہ لگ جاتا ہے۔اگر ماں باپ عمدگی سے ان کی اصلاح کرنی چاہیں تو بہت آسانی سے کر سکتے ہیں لیکن بہت ہیں جو بچے کی ایسی حرکات پر جو ناپسندیدہ ہوتی ہیں پیار اور محبت کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اگر ایک آدھ دفعہ کہہ بھی دیا تو پھر خیال نہیں رکھتے۔اور بہت سے ایسے ہیں کہ اگر اُن کو اُن کے بچوں کے عیب بتلائے جائیں تو وہ لڑنے لگ جاتے ہیں اور خواہ مخواہ اپنے بچے کی تائید کرنے لگ جاتے ہیں اور بعض اوقات بچوں کی لڑائی کی وجہ سے بڑوں میں لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔تو سب سے پہلی اور نہایت ضروری بات یہ ہے کہ ماں باپ بچوں سے ناجائز محبت نہ کریں۔اگر کوئی اُن کے بچے کے متعلق شکایت کرے تو اس کی اصلاح کی تجویز کریں۔اگر بچہ جھوٹ بولتا ہے یا چوری کرتا ہے یا کوئی اور بدی اس میں ہے تو اسے سرزنش کریں لیکن ایسی بھی سختی نہ ہو کہ بچہ ان سے چھپ کر بدی کرنے لگے۔بعض لوگ اتنی سختی کرتے ہیں کہ بچہ پھر یہ کوشش کرتا ہے کہ میرے عیب کا ماں باپ یا کسی اَور کو پتہ نہ لگے۔اس طرح وہ پوشیدہ عیب کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اور ایسے بچوں کے عیوب کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے۔اس لئے ہمیشہ اس بات کی بھی نگرانی کرنی چاہیے کہ بچہ چھپ چھپ کر عیب نہ کرے تا اُس کے عیوب کا پتہ لگتا رہے اور اس طرح بڑی آسانی سے اُس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۹)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

سب سے پہلی بات جو بچے کی تربیت کے واسطے ماں باپ کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بچے کے ذہن میں کسی بدی کی نسبت یہ خیال نہ پیدا ہونے دیں کہ اس کی کوئی اہمیت نہیں تا وہ اس بدی کو حقیر نہ سمجھنے لگ جائے۔بہت سے ماں باپ ہیں جو دل سے چاہتے ہیں کہ بدی کا اثر اُن کے بچوں پر نہ

ہو لیکن وہ اپنا نمونہ ایسا اُن کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ بچوں کی نگاہ میں وہ بدی حقیر ہو جاتی ہے اور اس کی وجہ سے بدی کا خیال اُن کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔مثلاً عام طور پر ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ بچہ جھوٹ نہ بولے لیکن خود اُس کے سامنے جھوٹ بول لیتے ہیں۔بعض اوقات ایک کام سے جو انہوں نے کیا ہوتا ہے مگر بچے سے اس کو چھپانے کے لئے (کیونکہ اُس کا چھپانا بچے کے حق میں مفید ہوتا ہے) وہ انکار کر دیتے ہیں۔یا اگر بالکل صاف انکار نہیں کرتے تو ٹال مٹول اور ہیر پھیر کرنے لگ جاتے ہیں تا بچے کا خیال اس کی طرف سے بدل جائے لیکن بچے کا ذہن خدا نے ایسا بنایا ہوتا ہے کہ وہ نہایت ہوشیار ہوتا ہے کیونکہ وہ ترقی کر رہا ہوتا ہے اور اپنا علم بڑھا رہا ہوتا ہے اس لئے وہ ہر بات کی زیادہ چھان بین اور جستجو کرتا ہے اور بات کو فوراً تاڑ جاتا ہے۔ماں باپ تو یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم اس کی خیر خواہی کر رہے ہیں کہ اُس سے اس بات کو چھپا رہے ہیں اگر نہ چھپائیں تو اس کو نقصان ہوگا لیکن اُن کی اس روش سے وہ یہ سبق حاصل کر رہا ہوتا ہے کہ ایک کام کر کے پھر اس سے انکار بھی کیا جا سکتا ہے یا اس کو ادھر اُدھر کی باتوں سے چھپایا بھی جا سکتا ہے کیونکہ وہ خوب سمجھتا ہے کہ ماں باپ نے ایسا کام کیا تو ضرور ہے مگر اب وہ اُس سے چھپا رہے ہیں۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۱۶۱، ۱۶۲)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

پہلی غلطی اولاد کی تربیت میں جو والدین سے سرزد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ گو وہ دل سے چاہتے ہیں کہ بچوں کو نقصان اور عیب سے بچائیں مگر خود پوری پوری احتیاط نہیں کرتے اور اپنا نمونہ اور عمل اُن کے سامنے اچھا پیش نہیں کرتے جس کی وجہ سے وہ خود بچوں کو جھوٹ سکھانے کا موجب ہو جاتے ہیں۔مثلاً بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ والدین کوئی چیز گھر میں لاتے ہیں بچہ بیمار ہوتا ہے اُس کو کھلانے میں نقصان کا خطرہ ہوتا ہے اِس لئے جب وہ مانگتا ہے تو کہہ دیتے ہیں وہ چیز تو گھر میں آئی ہی نہیں حالانکہ بچے کو اس کی خبر ہو چکی ہوتی ہے۔گو وہ اپنے ذہن میں سمجھ لیں کہ ہم نے جھوٹ نہیں بولا کیونکہ بچہ کا فائدہ کر رہے ہیں مگر اس میں کیا شک ہے کہ وہ جھوٹ بول رہے ہوتے ہیں اور در پردہ بچے کو جھوٹ کی تعلیم دے رہے ہوتے ہیں یا پھر بعض دفعہ وہ انکار تو نہیں کرتے مگر یہ کہہ دیتے ہیں ہم نے وہ چیز کھا لی ہے حالانکہ بچہ خوب جانتا ہے کہ انہوں نے ابھی کھائی نہیں یا کہہ دیتے ہیں وہ چیز تو کوئی اُٹھا لے گیا یا ضائع

ہوگئی حالانکہ بچہ جانتا ہے کہ نہ کوئی اُٹھالے گیا اور نہ وہ ضائع ہوئی۔ وہ چیز واقع میں آئی اور والدین نے اُس سے چھپ کر کھائی جسے اُس نے چلمن کے پیچھے سے دیکھا ہوتا ہے۔ اس طرح وہ ماں باپ سے جھوٹ بولنے کا سبق سیکھتا ہے اور اس کے دل میں اس عیب کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ اور وہ جھوٹ بولنے لگ جاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خواہ زبانی میرے ماں باپ مجھے منع کرتے ہیں مگر موقع پر وہ خود بھی جھوٹ بول لیتے ہیں اس لئے یہ کوئی بُری بات نہیں۔

چوری:

اسی طرح ایک اور عیب چوری ہے۔ میرے نزدیک چوری جھوٹ سے بھی دیانتداری کے ساتھ ماں باپ بچوں کو سکھاتے ہیں اور گویا خصوصیت سے بچوں کو اس کی تعلیم دیتے ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ ماں باپ ایک چیز بچے کو نہیں دینا چاہتے لیکن اُس کے اصرار کی وجہ سے اسے دے دیتے ہیں اور پھر نظر بچا کر اس سے چھپا لیتے ہیں۔ بیشک اُن کا یہ فعل اخلاقاً چوری نہیں کہلا سکتا کیونکہ وہ اُن کی اپنی چیز ہے جسے وہ بچہ کو نہیں دینا چاہتے اور نظر بچا کر اُٹھا لیتے ہیں۔ مگر اس سے بچوں کے اندر اس بات کی حِس پیدا ہو جاتی ہے کہ ایسا بھی کیا جا سکتا ہے اور پھر وہ بھی کوشش کرنے لگ جاتے ہیں کہ ہم بھی چیز چھپائیں۔ تو ماں باپ کی اس روش کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جھوٹ سے بڑھ کر نہایت آسانی سے چوری کی عادت اُن سے سیکھ لیتا ہے۔ الغرض پہلا طریق جو بچوں کی تربیت کے لئے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ماں باپ ایسا طریق اختیار نہ کریں اور اپنے افعال کو ایسے رنگ میں بچے کے سامنے پیش نہ کریں کہ جس سے بچے کے ذہن میں بد افعال کی طرف توجہ پیدا ہو۔

غربت:

دوسرا نقص بچوں کی تربیت میں مَیں نے دیکھا ہے اِس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ ماں باپ غریب ہوتے ہیں یا امیر۔ ان دونوں صورتوں میں بچوں میں دو نقص پیدا ہو جاتے ہیں جو مَیں آگے بیان کروں گا۔ غریبوں میں غربت کی وجہ سے بعض نقائص پیدا ہو جاتے ہیں اور امیروں کی اولاد میں آسودگی اور وسعتِ مال کی وجہ سے بعض نقائص پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض امیروں کو مَیں نے دیکھا ہے بچوں کو اتنا

خرچ دے دیتے ہیں جس سے اُن کی عادات اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں اور ان میں آوارگی پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بچے کی وقتی ضرورت سے زیادہ جیب خرچ کا اس کے پاس جمع ہونا تمام بدصحبتوں اور بد اخلاقیوں کا منبع ہے کیونکہ وہ بچے جن کے اخلاق خراب ہو چکے ہوتے ہیں جب اُن کے ہاتھ میں اپنا کوئی پیسہ نہیں ہوتا جن سے وہ اپنی آوارگی کی عادات کو پورا کر سکیں تو وہ پھر امیر لڑکوں کی تلاش میں رہتے ہیں اور اُن سے تعلق پیدا کر کے جہاں وہ اپنی بد عادات کو اُن کے پیسوں کے ذریعہ پورا کرتے ہیں وہاں اُن امیر لڑکوں کے اخلاق اور عادات کو بھی بگاڑ دیتے ہیں۔

اِس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ بچہ کے ہاتھ میں بالکل پیسہ دیا ہی نہ جائے کیونکہ بچوں کو اُن کی ضرورت کے مطابق دینا بھی ضروری ہے تا کہ اس سے ان کے اندر خرید و فروخت کا ملکہ پیدا ہو لیکن اتنا خرچ ان کو نہیں دینا چاہیے جسے وہ اپنے پاس جمع رکھ سکیں کیونکہ ایسی حالت میں شریر اور آوارہ لڑکے اُن کے پاس جمع ہو کر اُن کے اخلاق کو خراب کر دیتے ہیں اور اُن کو بھی آوارہ بنا دیتے ہیں۔ چونکہ غریب لڑکوں کے گرد جمع ہو کر اُن کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اِس لئے جن لڑکوں کو بُری عادتیں پڑ جاتی ہیں وہ امیر لڑکوں کو تاکتے رہتے ہیں اور آوارہ گرد لڑکے اپنی بد عادات کے پورا کرنے کے لئے امیروں کے لڑکوں کی تلاش میں لگے رہتے ہیں۔

مجھے نہایت سخت حیرت ہوئی اپنے ایک معزز دوست پر کہ وہ اپنے بچے کو پچاس روپے ماہوار صرف جیب خرچ دیتے تھے اور ابھی کہتے تھے مَیں نے اس کا جیب خرچ آگے سے کم کر دیا ہے۔ مَیں اس لئے اسے اتنا جیب خرچ دیتا ہوں کہ تا قادیان میں اس کا دل لگا رہے۔ وہ ایک مخلص شخص ہیں اور اُن کا لڑکا بھی ابھی گو بچہ ہے لیکن جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں مخلص ہے۔ مگر یہ طریق بچے کے اخلاق کو سخت بگاڑنے والا ہے۔ بچے کو اس کا جیب خرچ روزانہ اتنا دینا چاہیے جس سے اس کی اس وقت کی ضرورت پوری ہو جائے۔ پھر ماں باپ کو یہ بھی دیکھ لینا چاہیے کہ جس ضرورت کے لئے اُس نے پیسے لئے ہیں اُس پر اُس نے خرچ بھی کئے ہیں یا نہیں۔ پہلے اس سے دریافت کر لینا چاہیے کہ کس ضرورت کے لئے وہ پیسے لیتا ہے۔ مثلاً وہ خربوزے لینا چاہتا ہے یا آم خریدنا چاہتا ہے یا کیا۔ اور پھر اس بات کی تحقیق کر لینی چاہیے کہ بتائی ہوئی ضرورت کے مطابق اُس نے چیز لی بھی ہے یا نہیں۔ اگر اس طرح نگرانی کی

جائے تو بچے آوارگی سے بچ جائیں گے اور ان کے پاس آوارہ اور بدعادات لڑکے جمع نہ ہوسکیں گے۔

ایک نقص بچوں کے اخلاق کو بگاڑنے والا غربت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ ایسے ماں باپ بعض دفعہ خود حریص ہوتے ہیں وہ کوئی چیز لاتے ہیں تو خود کھالیتے ہیں اور بچہ کو نہیں دیتے اس لئے بچہ گھر سے چوری نکال کر کھانے کا عادی ہو جاتا ہے اور پھر آہستہ آہستہ باہر کی بھی چوری کرنے لگ جاتا ہے اس طرح اس کے اخلاق خراب ہو جاتے ہیں اور وہ آوارہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے ماں باپ کو چاہیے کہ اگر کوئی چیز گھر میں آئے تو پہلے بچوں کو دیں پھر آپ کھائیں۔

دوسرا نقص جو اس غربت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے وہ اس طرح کہ بعض ماں باپ ایسا تو نہیں کرتے کہ چیز خود کھالیں اور بچے کو نہ دیں لیکن جب بچے کے دل میں کسی چیز کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور وہ خود نہیں خرید سکتے تو دوسروں سے مانگ کر کہ ہمارے بچے کا بھی دل کر رہا ہے اس طرح وہ دے دیتے ہیں۔ مگر اس طریق سے بجائے اس کے کہ بچے کی خواہش کو مار دیں اور بھی اُس کی خواہشات کو اُبھارتے ہیں حالانکہ اگر بچے کو سمجھایا جائے کہ بچہ ہم غریب ہیں ہم یہ چیز نہیں خرید سکتے تو بچے جیسا صابر بھی کوئی نہیں وہ اتنا کہہ دینے سے بھی خوش ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اپنے پاس کچھ نہیں اور بچے کی خواہش کو دوسروں سے چیز لے کر پوری کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچے کے اندر اور قناعت کا مادہ نہیں پیدا ہوگا اور اس کی حرص بہت بڑھ جائے گی۔ پس غرباء کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی خواہشات کو اُبھاریں نہیں بلکہ اُن کو مارنے کی کوشش کریں تا ان کے اندر اور قناعت کا مادہ پیدا ہو۔

پھر ایسے مقامات پر بچے کو کھڑا نہیں رہنے دینا چاہیے جہاں امراء اچھی چیزیں کھا رہے ہوں۔ بچوں کو ہی ایسے مقامات پر کھڑا ہونے سے نہیں روکنا چاہیے بلکہ بڑوں کو بھی یہی حکم ہے۔ **لا تمدن عينيك الى ما متغنابه**۔ کہ جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے اگر وہ دوسروں کے پاس ہے تو اُس کو دیکھنا بھی گناہ ہے کیونکہ اس سے خواہش بد پیدا ہوگی۔ بعض غریب آدمی بچوں کو ایسے مقامات پر کہ جہاں امراء لوگ کھاتے پیتے ہوں کھڑے ہونے اور دیکھنے سے نہیں روکتے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی اُن کے اندر حرص پیدا ہو جاتی ہے اور جب ان کی حرص پوری نہیں ہوتی تو پھر کسی نہ کسی طرح اس چیز کے حاصل کرنے کی بے جا کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے ماں باپ کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ بچوں

کو ایسی جگہ سے روکیں اور وہاں اُن کو کھڑا نہ ہونے دیں اور ایسی حالت میں کسی کا کچھ دیکھنا بھی عیب ہے جس سے لالچ اور حرص پیدا ہوتی ہے جو بچوں کی آوارگی کا موجب ہوتی ہے۔ غرض والدین اپنے بچوں کی تربیت کے لئے اگر ان باتوں کی احتیاط رکھیں تو ان کے اخلاق کی درستگی میں بہت کچھ تقویت پیدا ہوسکتی ہے۔

نماز باجماعت :

پس نماز باجماعت کی عادت ڈالو اور اپنے بچوں کو بھی اس کا پابند بناؤ۔ کیونکہ بچوں کے اخلاق اور عادات کی درستی اور اصلاح کے لئے میرے نزدیک سب سے زیادہ ضروری امر نماز باجماعت ہی ہے۔ مجھے اپنی زندگی میں اتنے لوگوں سے ملنے اور مختلف حالات کی جانچ پڑتال کا موقع مِلا ہے اور ساتھ ہی خدا تعالیٰ نے میری طبیعت کو ایسا حساس بنایا ہے کہ سوسال کی عمر پانے والے بھی اپنی عمر کے تجربوں کے بعد دنیا کی اونچ نیچ اور اچھے بُرے کو اتنا محسوس نہیں کر سکتے جتنا میں محسوس کرتا ہوں۔ مَیں نے اپنے تجربہ میں نماز باجماعت سے بڑھ کر کوئی چیز نیکی کے لئے ایسی مؤثر نہیں دیکھی۔ سب سے بڑھ کر نیکی کا اثر کرنے والی نماز باجماعت ہے۔ اگر مَیں **ان الصلوٰة تنهى عن الفحشاء و المنكر** کی پوری پوری تشریح نہ کر سکوں تو مَیں اپنی زبان کا قصور سمجھوں گا ورنہ میرے نزدیک نماز باجماعت کا پابند انسان خواہ وہ اپنی بدیوں میں ترقی کرتے کرتے ابلیس سے بھی آگے نکل جائے پھر بھی میرے نزدیک اُس کی اصلاح کا موقع ہاتھ سے نہیں گیا۔ ایک شمہ بھر اور ایک رائی کے برابر بھی میرے خیال میں نہیں آتا کہ کوئی شخص نماز باجماعت کا پابند ہو اور پھر اس کی اصلاح کا کوئی موقع نہ رہے خواہ وہ کتنا ہی بدیوں میں مبتلا کیوں نہ ہو گیا ہو۔ نیکی کے متعلق نماز کے مؤثر ہونے کا مجھے اتنا کامل یقین ہے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر بھی کہہ سکتا ہوں کہ نماز باجماعت کا پابند خواہ کتنا ہی بداعمال کیوں نہ ہو گیا ہو اس کی ضرور اصلاح ہوسکتی ہے اور وہ ضائع نہیں ہوتا۔ اور مَیں شرح صدر سے کہہ سکتا ہوں کہ آخری وقت تک اس کے لئے اصلاح کا موقع ہے۔ اگر وہ نماز باجماعت کا پابند اس رنگ میں ہو کہ اُس کو اس میں لذّت اور سرور حاصل ہو۔

(تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۶۵۱، ۶۵۲)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ''میرے نزدیک اُن ماں باپ سے بڑھ کر اولاد کا کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے۔'' (اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۱۶۷)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''بڑا آدمی اگر خود باجماعت نماز نہیں پڑھتا تو وہ منافق ہے مگر وہ لوگ جو اپنے بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے وہ اُن کے خونی اور قاتل ہیں۔اگر ماں باپ بچوں کو نماز باجماعت کی عادت ڈالیں تو کبھی اُن پر ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ یہ کہا جا سکے کہ ان کی اصلاح ناممکن ہے اور وہ قابل علاج نہیں رہے۔'' (تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۶۵۳)

جھوٹ، چوری اور گالی:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

'' اگر بچپن میں جھوٹ یا یا چوری وغیرہ کی بدعادات پڑ جائیں تو بڑے ہو کر اُن کو کتنے ہی وعظ اور نصیحت کئے جائیں، کتنا ہی سمجھایا جائے اور کتنی ہی ملامت کی جائے لیکن وہ ان افعال کو بُرا سمجھتے ہوئے بھی ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔میں نے دیکھا ہے ایسے لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور پھر روتے ہیں کہ ہم سے یہ غلطی ہو گئی، چوری کرتے ہیں اور پھر افسوس کرتے ہیں کہ ہم سے ایسا ہوا بلکہ میں نے دیکھا ہے انہوں نے خود ہی اپنی غلطی کو محسوس کر کے چوری کا اقرار کیا اور اس کا ازالہ بھی کر دیا۔لیکن پھر بھی چوری کی عادت سے باز نہیں رہ سکتے ۔تو بچپن کی عادات انسان کے ساتھ جاتی اور باقی رہتی ہیں ۔الا ماشاء اللہ۔اس لئے بچپن میں بچوں کو اخلاق فاضلہ کی مشق کرانی چاہیے اس سے آئندہ نسلوں کے اخلاق کی حفاظت ہو جائے گی ۔یہ بچپن میں تربیت نہ ہونے کا نتیجہ ہے کہ کئی ایسے آدمی ہیں جو بہت مخلص اور نیک ہیں لیکن بے ساختہ اُن کے مُنہ سے گالیاں نکل جاتی ہیں۔بعض مصنف ہیں جو مخلص ہیں لیکن باوجود احتیاط کے اُن کے قلم سے درشت الفاظ نکل جاتے ہیں اور جب سمجھایا جائے تو نہایت سنجیدگی اور متانت سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو کوئی سخت لفظ نہیں لکھا۔یہ بچپن کی عادت کا نتیجہ ہے کہ وہ اس فعل کی مضرّتوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس سے بچ نہیں سکتے۔''

بے جا محبت:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''دوسری بات جو اُن کی تربیت میں نقص ڈالنے والی ہے وہ یہ ہے کہ بے جا محبت کی وجہ سے بچوں کے بے جا آرام و آسائش کا خیال رکھا جاتا ہے اور ان کو سختی اور مشقت کی عادت نہیں ڈالی جاتی ۔جب بچے کھیلنے کودنے کے لئے سخت گرمی اور دھوپ میں ننگے سر ننگے پاؤں نکل جاتے ہیں یا سردی میں پھرتے رہتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ نماز باجماعت پڑھانا ان پر سختی اور مشقت تصور کی جائے ۔اگر اپنی ضرورتوں کے لئے وہ نہ گرمی کی پرواہ کرتے ہیں نہ سردی کی اور اس میں کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں کرتے تو نماز باجماعت میں اُن کو کیا تکلیف ہو سکتی ہے۔غرض بچوں میں برداشت اور جفاکشی کی عادت پیدا کرنی چاہیے۔''

ناز و نخرے کے سامان:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''آج کل بہت سے اس قسم کے سامان پیدا ہو گئے ہیں جو بچوں میں محنت اور جفاکشی کی رُوح کو فنا کرنے والے ہیں اور عام طور پر سکولوں میں ایسے ناز ونخرے کے سامانوں کا رواج پایا جاتا ہے۔مثلاً سر کے اگلے حصّہ میں خاص صورت کے لمبے بال رکھنا۔اس قسم کے نا زنخروں کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہمیں خوبصورت سمجھا جائے، ہم سے لوگ پیار کریں یہ بالکل زنانہ خصلتیں ہیں اور مَیں نے دیکھا ہے ہمیشہ ایسے لڑکوں کی چال، اُن کا لب ولہجہ، اُن کی گفتگو بالکل زنانہ طرز پر ہوتی ہے۔پس کھانے پینے میں، لباس میں بچوں کو ناز ونخرے میں نہ ڈالنا چاہیے۔''

گوشت عدم استقلال کا موجب:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''میرے نزدیک بچوں کے لئے گوشت کھانے کی کثرت بھی ان کے عدم استقلال کا

موجب ہو جاتی ہے کیونکہ اُن کی ہڈیاں ابھی کمزور ہی ہوتی ہیں کہ ضرورت سے پہلے اُن کے اعضاء تناسل اور قویٰ شہوانیہ جوش میں آجاتے ہیں اِس لئے بچوں کے واسطے سبزیاں اور ترکاریاں زیادہ مفید ہوتی ہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ بچوں کو گوشت بالکل ہی نہ دیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کثرت اُن کے حق میں مضر ہے۔ الا ماشاءاللہ۔ کیونکہ بعض بچے جن کی چھاتی کمزور ہوتی ہے اُن کے لئے یا جن کے متعلق ڈاکٹری مشورہ ہو اُن کو گوشت کھلانا ضروری ہوتا ہے مگر عام حالتوں میں بچوں کے لئے سبزی ہی زیادہ مفید ہوتی ہے۔"

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹)

بچوں کو با اخلاق، بہادر اور کھلاڑی بنائیں:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"دوسری بات یہ ہے کہ اخلاق کے متعلق جو بات مدِّنظر رکھنی چاہیے اور جو اعلیٰ خُلق ہے اور دوسرے اخلاق پر حاوی ہے وہ دلیری اور جرأت ہے۔ کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بچوں کو بہادر اور دلیر بنایا جائے ماسٹر صاحب نے مثال بیان کی ہے کہ ڈھاب میں نہانے سے جب بچوں کو روکا جاتا ہے تو اُن کے والد مخالفت کرتے اور کہتے یہ تیرنا جانتے ہیں یہ نہیں ڈوبیں گے مگر وہ دوسروں کو تو ڈبو دیتے ہیں جو تیرنا نہیں جانتے۔ میرے نزدیک اگر بچے بے احتیاطی سے ڈوبتے ہیں تو اُن کو بچانا چاہیے لیکن اگر تیرنا سیکھتے ہوئے باوجود ممکن احتیاط کے ڈوبتے ہیں تو کیا حرج ہے؟ انگریزوں میں تیرنے کے مقابلے ہوتے ہیں۔ کشتیاں دوڑنے کا مقابلہ کرتی ہیں اور بعض اوقات ٹوٹتی اور ڈوبتی ہیں۔ جانیں بھی ضائع ہوتی ہیں لیکن یہ نہیں کہ آئندہ کے لئے مقابلہ چھوڑ دیں۔ پھر جاتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔"

والدین بچوں کو بزدل بناتے ہیں:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"جب تک ماں باپ یہ نہ سمجھیں کہ بچہ کا دلیری اور جرأت کا کام کرتے ہوئے مر جانا اچھا ہے بہ نسبت اس کے نکمّا بن کر زندہ رہنے کے۔ اس وقت تک اصلی جرأت و دلیری بچوں میں پیدا نہیں کی جا سکتی مگر بڑی خرابی یہ ہے کہ ماں باپ خود بچوں کو نکمّا اور بزدل بناتے ہیں۔ ذرا اندھیرا ہو تو کہتے

ہیں باہر نہ جانا۔ ذرا کوئی مشقت کا کام کرنے لگے تو روک دیتے ہیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ چھوئی موئی بنا رہے۔ اور اس طرح بچے کسی کام کے نہیں رہتے۔ ماں باپ کا تو یہ کام ہونا چاہیے کہ جان بوجھ کر بچوں کو اندھیرے میں بھیجیں اور ہر طرح جرأت اور دلیری سکھائیں۔

وہ بچے جو تیرنا نہیں جانتے ان کو اکیلے پانی میں نہیں جانا چاہیے مگر تیرنے والے ان کو اپنے ساتھ لے جائیں اور تیرنا سکھائیں۔ یہ نہایت ضروری ہنر ہے اس لئے ضرور سکھانا چاہیے اور اپنے بزرگوں کی پیروی کرنی چاہیے۔ حضرت اسماعیل شہیدؒ کے متعلق لکھا ہے وہ ایک جگہ گئے اور سُنا کہ ایک سکھ ہے جو بہت تیرتا ہے اور کوئی مسلمان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ سُن کر انہوں نے تیرنا شروع کر دیا اور آخر اس سے بڑھ گئے۔ تو ہر کام میں مومن کو دوسروں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ بشرطیکہ وہ شریفانہ ہنر ہو یہ نہیں کہ کوئی مسلمان کسی ڈاکو سے بڑھ کر ہو جائے یا کسی چور سے بڑھ جائے بلکہ یہ کہ مثلاً کُشتی لڑنا، سواری کرنا، تیرنا وغیرہ جسمانی طاقت کے کاموں میں بڑھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

پس احمدی بچوں میں قوت اور بہادری پیدا کرنی چاہیے۔ انگریزوں میں یہاں تک احتیاط کی جاتی ہے کہ فٹ بال کھیلتے ہوئے یا کسی اَور کھیل میں اگر کسی لڑکے کی ہڈی بھی ٹوٹ جائے تو بھی کھیل بند نہیں کریں گے۔ اس کو کھیل کے میدان سے اُٹھا کر علیحدہ لے جائیں گے اور کھیل برابر جاری رہے گا کیونکہ کھیل بند کرنے سے لڑکوں پر بُرا اثر پڑتا ہے اور ان کے دلوں میں خوف اور بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ انگریزوں کی چھوٹی سی قوم دُنیا پر حکومت کر رہی ہے مگر ہمارے ہاں اگر کسی کو کھیل میں معمولی سی چوٹ آجائے تو آئندہ کھیل کو بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تو تیرنا بہت اچھا ہنر ہے ۔۔۔۔ مجھے یاد ہے جب بچپن میں مجھے تیرنا نہیں آتا تھا تو دوسروں کو دیکھ کر میرے دل پر بہت بُرا اثر پڑتا تھا کہ کیوں نہیں آتا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں تیرنے والوں کے سپرد کر دیا کہ تیرنا سکھائیں۔ تو بچوں کو تیرنا ضرور سکھانا چاہیے۔

میرا تو دل چاہتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ روپیہ دے تو گھوڑے رکھے جائیں اور ان پر بچوں کو سواری سکھائی جائے اور وہ پورے پورے سوار ہوں لیکن جب تک اتنا مال نہیں ملتا بچوں کو دوسری کھیلوں کا کھلاڑی بنانا چاہیے۔ کیونکہ اچھے کھلاڑی کے اخلاق بھی اچھے ہوتے ہیں۔ برخلاف اس کے جو بچے

بچپن میں ان باتوں میں پڑتے ہیں جو بڑوں سے تعلق رکھتی ہیں وہ بڑے ہوکر بالکل نکمّے ثابت ہوتے ہیں۔ایک شخص جواب وکالت کرتا ہے اور سلسلہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہا۔طالب علمی کی حالت میں بڑی لمبی لمبی نمازیں پڑھتا اور نمازوں میں اتنا روتا کہ چیخیں نکل جاتیں۔مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہام ہوا تھا کہ مسلمانوں کا لیڈر۔وہ کہتے میرا دل چاہتا ہے کہ اسے مسجد سے اُٹھا کر نیچے پھینک دوں۔یہ کیوں روتا ہے۔اس نے کونسے گناہ کئے ہیں۔اسی طرح میاں عبدالسلام حضرت خلیفہ اوّل کے لڑکے جب دُعا ہونے لگے رونے لگ جاتے۔حضرت مولوی صاحب روکتے اور فرماتے یہ اعصابی کمزوری ہے۔بڑا آدمی تو سمجھتا ہے کہ میری عمر کا بڑا حصہ ضائع ہوگیا ہے مجھ سے کئی کوتاہیاں ہوئی ہیں خدا معاف کردے اس لئے روتا ہے۔بچہ اگر اس رنگ میں روتا ہے کہ میری اگلی عمر اچھی اور اعلیٰ ہو تو یہ جائز ہے۔اور اگر اس لئے روتا ہے کہ اس کے گناہ بخشے جائیں تو وہ نقال ہے اُس نے گناہ ہی کب کئے ہیں کہ بخشوا تا ہے۔ہاں اگر اس کی یہ خواہش اور اُمنگ ہے کہ دین کا خادم بنوں اور اس پر اسے رونا آتا ہے تو جائز ہے۔

پس بچوں کے لئے کھیلنا کُودنا بہت ضروری ہے۔ہاں کھیل میں اخلاق سکھانا چاہئیں۔مثلاً یہی کہ کہا جائے کہ اگر کوئی گالی دے تو اس کو گالی نہ دی جائے۔اور پھر گروپ کے لڑکوں کے متعلق رپورٹ منگوائی جائے کہ کون سے لڑکے ہیں جنہوں نے گالی کا جواب گالی سے دیا۔اگر کوئی ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے۔اسی طرح یہ کہ ہر ایک غریب اور مسکین کو مدد دیں اور اس قسم کے واقعات آکر سُنائیں کہ اس طرح کے لڑکے کو مدد کرنے کا موقع ملا ہے مگر اس نے مدد نہیں کی۔مثلاً کوئی چھوٹا بچہ ہے۔ادھر گائے آئی ہے لڑکا پاس کھڑا تھا اسے چاہیے تھا کہ چھوٹے بچے کو پرے ہٹا لیتا مگر اس نے نہ ہٹایا تو اس کی باز پرس کی جائے یا مثلاً کوئی برقع پوش عورت تھی جس پر جانور حملہ کرنے لگا تھا اور لڑکا پاس کھڑا تھا مگر اسے بچانے کی کوشش کرنے کی بجائے ہنس رہا تھا تو اس کو بھی تنبیہ کی جائے ایسے واقعات پر سرزنش کی جائے اور آئندہ کے لئے عہد لیا جائے کہ ایسا نہ کریں گے اس طرح عملی طریق سے اخلاق سیکھ سکتے ہیں۔ان کی مثال طوطے کی سی ہوتی ہے جو کہتا ہے میاں مٹھو چُوری کھانی ہے مگر نہ یہ جانتا ہے کہ میاں مٹھو کیا ہے اور نہ اسے یہ خبر ہوتی ہے کہ چُوری کیا ہے۔

بچوں کو اگر یوں کہا جائے کہ حاجتمند کی مدد کیا کرو تو کہیں گے ہاں کریں گے مگر انہیں یہ نہیں معلوم ہوگا کہ کیا کرنا ہے لیکن جب عملی طور پر انہیں سکھایا جائے گا اور ہوشیار لڑکے امداد دینے کے واقعات سنائیں گے تو دوسروں کو پتہ لگے گا کہ اس طرح مدد کرنی چاہیے۔سکاوٗٹ بوائے کو اسی طرح سکھایا جاتا ہے کہ بچوں کے گھر بنا کر اور ان میں ضروری اشیاء رکھ کر آگ لگاتے ہیں اور پھر آگ کو بجھانا اور چیزوں کو بچانا سکھایا جاتا ہے۔تو سبقاً سبقاً بچوں کو یہ باتیں سکھانی چاہئیں اور گروپ میں ہی سکھائی جا سکتی ہیں۔الگ الگ ایسا انتظام نہیں ہوسکتا۔اسی طرح ڈوبتے کو بچانا سکھانے کے لئے بھی گروپ ضروری ہے اور بچوں کو مشق کرانی چاہیے۔اس میں دوسرے لوگ بھی اگر دلچسپی لیں تو زیادہ مفید ہوسکتا ہے۔مگر ہمارے ملک کے اخلاق ایسے ہیں کہ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی کھیل میں شامل ہو تو حیرت اور تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے حالانکہ رسول کریم ﷺ کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ شامل ہو جاتے تھے۔ماں باپ کو بھی چاہیے کہ بچوں کے اِس قسم کے کاموں میں کبھی کبھی شامل ہو جایا کریں۔پھر غریبوں اور مسکینوں کی مدد کرنا سکھانا چاہئے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ جیبیں بھری ہوں بلکہ یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی تکلیف میں ہے، اندھی ہے اور بچہ اُس کے ساتھ ہے جسے وہ اُٹھا نہیں سکتی تو لڑکا اُٹھالے۔اگر کوئی گر جاتا ہے تو اُسے اُٹھائے۔اسی قسم کے اور بیسیوں کام ہیں۔'' (بحوالہ اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۵ الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۲۳ء)

اچھی تربیت سے اچھے قائم مقام پیدا کرو:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیشہ ہمیش سے اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے۔پیدائش ہوتی ہے اور اس کے نتیجہ میں ایک انسان پیدا ہو جاتا ہے اس کی مثال کبھی گھاس کی طرح ہوتی ہے اور کبھی ایک تناور درخت کی۔اسی طرح موتیں آتی ہیں موتوں کا سلسلہ ہمیشہ سے ہے لوگ مرتے ہیں اور پیدا ہوتے ہیں۔احادیث میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ہر دن اور رات کے وقت فرشتے آتے ہیں اور آواز دیتے ہیں: لِدُوا لِلمَوتِ وَابنُوا لِلخَرَابِ۔

بچے جنو تا ایک دن جا کر مریں۔مکان بناوٗ تا ایک دن گرے۔تو مکان گرتے ہیں اور بچے مرتے ہیں۔یہ سلسلہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ہمیں اس کو دیکھتے ہوئے ایک سبق حاصل کرنا چاہیے جوان

آیات میں ذکر ہے **یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔**
(سورۃ الحشر ۱۹) اے مومنو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور چاہیے کہ ہر جان اس بات پر غور کرے کہ کل کے لئے اس نے کیا چھوڑا ہے یعنی اولاد وغیرہ۔ اس غد کو انسان دیکھتا ہے اور بسا اوقات اپنے مرنے سے پہلے معلوم کر لیتا ہے کہ کیا چھوڑا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ وہ دیکھے کہ وہ کیسی دُنیا چھوڑ جائے گا۔ اگر اس کی اولاد دیندار ہوگی، متقی ہوگی، ان میں صلاحیت ہوگی، قربانی اور ایثار کا مادہ ہوگا، اگر وہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھتی ہوگی تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی اگلی دُنیا اچھی ہے اور اگر اس کی اولاد ایسی نہیں، وہ دیندار متقی نہیں، قربانی اور ایثار کا مادہ ان میں نہیں پایا جاتا، دین کو دُنیا پر مقدم کرنے والی نہیں تو یہ اس کے لئے بھی اور اس کی اولاد کے لئے بھی بلکہ دُنیا کے لئے بھی بُرا ہوگا۔

ہم تھوہر کا درخت لاتے ہیں یا نیم کا درخت لگاتے ہیں یا اس قسم کا کوئی اور درخت لگاتے ہیں اور ہم خیال کرتے ہیں کہ ہماری اولاد اور دُنیا اس سے فائدہ اُٹھائے گی اور پھل کھائے گی تو ہم سے زیادہ احمق کون ہے۔ اگر ہم عمدہ پھل کی گٹھلیاں اور بیج لگاتے ہیں جو شیریں ہوتے ہیں انسان کی زبان کو لذّت دیتے ہیں یا انسان کے دماغ کو طراوت بخشنے والے ہوتے ہیں تو یقیناً ہم خوش ہوں گے اور چار پانچ سال گزرنے کے بعد ہم اور ہماری اولاد اس کا پھل کھائے گی۔

غرض یہ آیت نہایت ہی اہم ہے اس کو نظر انداز کرنے سے تباہی آتی ہے جو اس کو مدنظر نہیں رکھتے وہ اولاد کو اس نظر سے نہیں دیکھتے۔ ایک شخص گٹھلی کو اس لئے بوتا ہے کہ ایک دن وہ درخت بنے اور پھل دے، لوگ اس سے فائدہ اُٹھائیں اس نقطہ نگاہ سے اگر اولاد کی تربیت کی جائے تو دُنیا کا مستقبل ایک حد تک خوش کُن ہو سکتا ہے اور اگر اس نقطہ نگاہ سے اولاد کی تربیت نہیں کی جاتی تو دُنیا کا مستقبل خوش کُن نہیں ہو سکتا۔ بلی بھی اپنے بچے سے محبت کرتی ہے۔ کتے بھی اپنے کتورے سے محبت کرتے ہیں۔ مگر وہ اُمید نہیں کر سکتے کہ ان کی دُنیا اچھی ہوگی۔ بلی بھی اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے، سانپ بھی اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے، بچھو بھی اپنی اولاد سے محبت کرتا ہے۔ یہ تو ایک ابتدائی چیز ہے اس مومن کی بچوں سے محبت اور سانپ اور بچھو کی اپنے بچوں سے محبت میں کیا فرق ہے؟ یہی فرق کہ سانپ اولاد سے اس لئے محبت نہیں کرتا کہ وہ بڑا ہو کر کسی کو کاٹے گا اور وہ اس کی وجہ سے مر جائے گا بچھو اپنے بچوں سے اس

لئے محبت نہیں کرتا کہ بڑے ہو کر یہ انسان کو کاٹیں گے اور اس کی زندگی دوبھر ہو جائے گی لیکن مومن بچوں سے اس لئے محبت کرتا ہے کہ اس کو آدمی بنائے تا دین کی ترقی کے لئے کام کرے اور اسلام کے غلبہ کے لئے کام کرے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ ایسا کرے گا تو میرا بچہ ہے ورنہ سانپ کا بچہ ہے اور کیا کوئی سانپ کے بچہ سے محبت کرتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ ابا جان کیا آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضرت حسنؓ نے سوال کیا۔ کیا آپ کو خدا سے محبت ہے؟ آپؓ نے فرمایا: ہاں۔ حضرت حسنؓ نے کہا کہ پھر تو آپ مُشرک ہیں آپ مجھ سے بھی محبت کرتے ہیں اور خدا سے بھی محبت کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ٹھیک ہے کہ مَیں تم سے بھی محبت کرتا ہوں اور خدا سے بھی محبت کرتا ہوں مگر تمہاری محبت اگر خدا کی محبت سے ٹکرا جائے تو مَیں اس کو مسل ڈالوں گا۔ جب تک یہ روح کام نہیں کرتی ہمارا ارادہ اور ایمان اصلاح کے لئے کافی نہیں ہو سکتا کسی بڑے سے بڑے آدمی کا ایمان بھی دُنیا کی اصلاح کے لئے کافی نہیں ہو سکتا، ایک نبی کا ایمان بھی آئندہ دُنیا کی اصلاح کے لئے کافی نہیں خود رسول اللہ ﷺ کا ایمان بھی آئندہ زمانے کی اصلاح کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے: **بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ**۔ (سورۃ المائدہ ۶۸) کہ جو پیغام تم لائے ہو لوگوں تک پہنچاؤ تو تمہارا وجود مستقبل کی دُنیا کے لئے مفید ہو۔ ورنہ تمہارا وجود اپنے لئے مفید ہوگا اس دُنیا کے لئے مفید ہوگا مگر اگلوں کے لئے نہیں ہوگا۔ لیکن اگر تم تبلیغ کرو گے اور اپنے قائم مقام پیدا کرو گے تو تمہارا نُور ہر زمانہ میں روشنی دیتا رہے گا۔ جب اس نقطہ نگاہ کو دُنیا سمجھ لے اور اولاد کی محبت امانت سمجھ کر کرے کہ وہ قربانی کے بکرے ہیں جو تیار کئے گئے ہیں۔ عید کے بکرے کو اس لئے نہیں کھلاتے کہ وہ اس کو چومیں گے اور چاٹیں گے۔ اس نقطہ نگاہ سے اگر اولاد کی تربیت کی جائے اور اولاد پیدا کی جائے تو یقیناً دین کی ترقی کا موجب ہوگی اور اگر اس طرح تربیت نہیں کی جاتی تو پھر کچھ بھی نہیں۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو ہر قسم کی مخلوق کا جامع بنایا ہے، سارے حیوانوں کا بھی جامع بنایا ہے، انسان کا بچہ سانپ اور بچھو کا بھی بچہ بن سکتا ہے، بھیڑیئے کا بچہ بن سکتا ہے، شیر کا بچہ بھی بن سکتا ہے اور انسان کا بچہ بھی بن سکتا ہے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے فرشتوں کا بچہ کہلانے کا مستحق

بھی ہوسکتا ہے۔'' (خطبات محمود جلد سوم صفحات ۶۳۶ تا ۶۳۸)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''ہماری بات جوں جوں ترقی کر رہی ہے اس کے سامنے نہایت اہم کام آ رہے ہیں اور ہم نہیں جانتے ہمیں آگے قدم بڑھانے کے لئے کیا کیا قربانیاں دینی پڑیں گی۔اور خدا ہی جانتا ہے کتنے مستقبل قریب میں ہمارے سپرد حکومتوں کا انتظام ہوگا اور اس کے لئے ہمیں کن حالات میں سے گزرنا ہوگا۔ پس ضروری ہے کہ ہماری جماعت کی عورتیں بہادر اور مظبوط دل ہوں تا کہ ان کی اولاد بہادر اور جری ہو۔ میں جہاں اپنی جماعت کی عورتوں کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ تعلیم میں، تربیت میں، نظام میں، خدمت دین میں ترقی کریں وہاں یہ بھی کہتا ہوں کہ اولاد کو بہادر بنائیں اور اس کے دل ایسے مظبوط کریں کہ جو بھی قربانی انہیں کرنی پڑے وہ خوشی سے کریں۔ وہ جب قربانی کے لئے گھروں سے نکلیں تو خوش خوش نکلیں نہ کہ دل کو دُکھ دینے والے نظارے دیکھتے ہوئے نکلیں۔ چونکہ اب مغرب کی اذان ہوگئی ہے اس لئے مَیں تقریر بند کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں خدا تعالیٰ ہماری جماعت کے مردوں اور عورتوں میں ایسی روح پیدا کرے جس سے بہترین نظام قائم ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ہی روحانیت بھی عطا کرے تا ایسا نہ ہو کہ نظام باقی رہ جائے اور روحانیت نہ رہے۔'' (الفضل ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

تربیتِ اولاد کے دس سنہری گر:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے کے بیان فرمودہ تربیت اولاد کے لیے دس سنہری اصول درج ذیل ہیں:

۱۔ مسلمان مرد دیندار اور با اخلاق بیویوں کے ساتھ شادیاں کریں۔تا کہ نا صرف ان کا گھر ان کی اپنی زندگی میں جنت نمونہ بنے بلکہ اولاد کے لئے بھی نیک تربیت اور نیک نمونہ میسر آنے سے دائمی برکت کا دَور قائم ہو جائے گا۔

۲۔ ہر عورت خود بھی دیندار بنے اور دین کا علم سیکھے۔اور پھر دین کے احکام کے مطابق اپنا عمل بنائے تا کہ وہ گھر کی چار دیواری میں دین کا چرچا رکھنے دین کی تعلیم دینے اور دین کے مطابق عملی

نمونہ پیش کرنے کے ذریعہ اپنے بچوں کی زندگیوں کو بچپن سے ہی دینداری اور نیکی کے رستہ پر ڈال سکے۔اچھی اولاد کے لئے اچھی ماں کا وجود ایک بالکل بنیادی چیز ہے اور اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔کاش دُنیا اس حقیقت کو سمجھے۔

۳۔ بچوں کی تربیت کا آغاز ان کی ولادت کے ساتھ ہی ہو جانا چاہیے اور خواہ وہ بظاہر ماں باپ کی بات سمجھیں یا نہ سمجھیں بلکہ خود وہ بظاہر اپنی آنکھیں اور کان استعمال کر سکیں یا نہ کر سکیں ماں باپ کو یہی سمجھنا چاہیے کہ وہ ہمارے ہر فعل کو دیکھ رہے اور ہمارے ہر قول کو سُن رہے ہیں۔اسلام نے بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اذان دلا کر اسی نفسیاتی نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۴۔ ماؤں کا فرض ہے کہ بچپن میں ہی اپنے بچوں کے دلوں میں ایمان بالغیب کا تصور راسخ کر دیں اور ان کی طبیعت میں یہ بات پختہ طور پر جما دیں کہ اس دُنیائے شہود میں رُوحانی اور مادی نظام کی حقیقی تاریں ایک پردہءغیب کے پیچھے سے کھینچی جا رہی ہیں جس کا مرکزی نقطہ خدا ہے اور باقی ارکان فرشتے اور کتابیں اور رسول اور یوم آخر اور تقدیر خیر و شر ہیں۔جس شخص نے اس نکتہ کو پالیا اس کے لئے فلسفہءحیات و موت ایک کھلا ہوا منشور بن کر سامنے آجاتا ہے۔

۵۔ ماؤں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کو بچپن سے ہی نماز کا پابند بنائیں۔کیونکہ عمل کی زندگی میں نماز خالق اور مخلوق کے درمیان کی وہ کڑی ہے جس سے دل کا چراغ روشن رہتا ہے اور انسان گویا رُوحانیت کے مخفی تاروں کے ذریعہ خدا کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے جس ماں نے اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنا دیا اور اُن کے دل میں نماز کا شوق پیدا کر دیا اُس نے اِس کے دین کو ایک ایسے کڑے کے ساتھ باندھ دیا جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتا۔ایسے بچے خدا کی گود میں ہوتے ہیں اور اُن کی مائیں خدا کے دائمی سایہ کے نیچے عمل کے میدان میں یہ بچوں کا سبق نمبرا ہے اور نتائج کے لحاظ سے پوری کتاب درس۔

۶۔ ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں میں بچپن سے ہی انفاق سبیل اللہ اور دین کے لئے خرچ کرنے کی عادت ڈالیں اور اُن میں یہ احساس پیدا کرائیں کہ ہر چیز جو انہیں خدا کی طرف سے ملی ہے خواہ وہ مال ہے یا دل و دماغ کی طاقتیں ہیں یا علم ہے یا اوقاتِ زندگی ہیں ان سب میں سے خدا اور جماعت کا حصہ نکالیں اور خصوصاً انہیں بچپن میں ہی اپنے ہاتھ سے چندہ دینے اور غریبوں کی مدد کرنے

اور جماعتی کاموں میں اپنے وقت کا حصہ خرچ کرنے کا عادی بنائیں۔ یہ حکم نماز کے بعد اسلام کا دوسرا ستون ہے اور اس کے بغیر کوئی شخص حکومت الٰہی کی لڑی میں پرویا نہیں جا سکتا۔

۷۔ ماؤں کا فرض ہے کہ اپنے بچوں کو ہمیشہ شرک خفی کے گڑھے میں گرنے سے ہوشیار رکھیں۔ دُنیا کی ظاہری تدبیروں کو اختیار کرنے کے باوجود ان کا دل ہر وقت اس زندہ ایمان سے معمور رہنا چاہیے کہ ساری تدبیروں کے پیچھے خدا کا ہاتھ کام کرتا ہے اور

وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

۸۔ بچوں کو ماں باپ اور دوسرے بزرگوں کا ادب سکھایا جائے۔ خواہ وہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار اور ہمسایہ ہوں یا اجنبی۔ ادب دینی طریقت کی جان ہے۔ اور پھر بچوں کے اندر خصوصیت سے والدین کی اطاعت اور خدمت اور احترام کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ اس کی طرف سے غفلت برتنے کو ہمارے آقا ﷺ نے اسلام میں گناہ نمبر ۲ شمار کیا ہے۔

۹۔ ہر احمدی ماں کا فرض ہے کہ وہ بچوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا کرے۔ صداقت تمام نیکیوں کا منبع اور جھوٹ تمام بدیوں کا مولد ہے سچ بولنے والا بچہ خدا کا پیارا اور قوم کی زینت اور خاندان کا فخر ہوتا ہے اور قول زُور سے بڑھ کر اخلاق میں پستی پیدا کرنے والی اور بدی کے ناپاک انڈوں کو سینے والی کوئی چیز نہیں۔

۱۰۔ ماں باپ کا فرض ہے کہ ہمیشہ اپنی اولاد کی تربیت کے لئے خدا کے حضور دُعا کرتے رہیں کہ وہ انہیں نیکی کے رستہ پر قائم رکھے اور دین و دُنیا کی ترقی عطا کرے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

(اچھی مائیں صفحات ۲۵ تا ۲۸ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

احمدی ماؤں سے درد مندانہ اپیل:

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے فرماتے ہیں:۔

پس اے احمدی ماؤ! تم پر ایک بہت بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں قوم کے وہ نونہال پلتے ہیں جو آج کل کے جوان ہیں۔ آج کے بیٹے اور کل کے باپ ہیں۔ آج کے تابع

اور کل کے متبوع ہیں۔ آج کے محکوم اور کل کے حاکم ہیں۔ عنقریب ان کے ہاتھوں میں سلسلہ کے کاموں کی باگ ڈور جانے والی ہے۔ پس اپنی اس نازک ذمہ داری کو پہچانو اور اپنے بچوں کی زندگیوں کو ایسے قالب میں ڈھال دو کہ جب ان کا وقت آئے تو وہ آسمانِ ہدایت پر ستارے بن کر چمکیں۔ تم شاید خود بھی اپنی قدر کو نہ پہچانتیں مگر تمہارے رسولؐ نے تمہاری قدر کو پہچانا ہے اور تمہیں اپنی محبوب ہستی قرار دیا ہے پس اِس عظیم الشان نعمت کی قدر کرو کہ تم محبوبِ خدا کی محبوب ہو اور اس ذمہ داری کو ادا کرو جو خدا نے تمہارے کندھوں پر ڈالی ہے۔ یہ ذمہ داری بہت بھاری ہے مگر یقین رکھو کہ اِس رستہ کے ہر قدم پر خدا کے فضل اور رحمت کا سایہ تمہارے سر پر ہوگا اور اس کے رسولؐ اور اس کے مسیح علیہ السلام کی پاک دُعائیں تمہارے ساتھ ساتھ چلیں گی۔ اے ہمارے خالق اور مالک! اے ہمارے آسمانی آقا! ہماری کمزور کشتیوں کے طاقتور ناخدا! تُو ہر احمدی ماں کے دل میں یہ جذبہ پیدا کردے کہ وہ اپنی اولاد کو تیری ایک مقدس امانت سمجھتے ہوئے اس کی تعلیم و تربیت کو ایسی بُنیادوں پر قائم کردے جو تیری رضا اور اسلام اور احمدیت کی ترقی کا موجب ہو اور تُو احمدی بچوں کو بھی یہ توفیق عطا فرما کہ وہ اپنی نیک ماؤں کی تربیت کے نقوش کو صالح اور سلیم بچوں کی طرح قبول کریں۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَاماً۔ (سورۃ الفرقان آیت ۷۵)

رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدتَّنَا عَلَى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (سورۃ آل عمران ۱۹۵)

آمین یا ارحم الراحمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین۔

خاکسار راقم آثم

مرزا بشیر احمد آف قادیان، حال ربوہ، جنوری ۱۹۵۳ء

(بحوالہ اچھی مائیں صفحات ۲۸ تا ۲۹ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

جاہل ماؤں کا ظلم:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

بسا اوقات ہم نے دیکھا ہے کہ اگر باپ بچے پر نماز کے چھوڑنے یا کسی بداخلاقی کی وجہ سے سرزنش کرتا ہے تو جاہل ماں اس کی طرف سے غصہ سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتی ہے اور جونہی کہ وہ باہر جاتا ہے بچے کو گلے لگا کر اُس کے ساتھ آہیں بھرتی ہے اور اُس کی دلجوئی شروع کر دیتی ہے اور اُس کے منہ سے ایسے الفاظ نکلتے ہیں جن سے انجان بچے کے ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ اس کا باپ واقع میں بڑا ظالم ہے نماز جیسی بات پر اُس نے ایسی سختی کی۔ ہوتے ہوتے نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ایک طرف ماں کی قدر اس کے دل سے جاتی رہتی ہے اور دوسری طرف باپ سے اطاعت کی رغبت کم ہوتے ہوتے آخر کار حقوق والدین ترک کر کے کفر الٰہی نتیجہ ہوتا ہے۔ ابتداء میں تو یہ معمولی بات نظر آتی ہوتی ہوگی مگر اس کا نتیجہ اخلاق وتقویٰ کی تباہی ہو جاتا ہے۔ بچے کی سادہ فطرت راست گوئی کی طرف مائل ہوتی ہے اور اگر اس نے کوئی نقصان کر دیا ہے تو پوچھنے پر وہ صاف کہہ دے گا کہ اس نے کیا ہے۔ مگر یہ مائیں ہی ہوتی ہیں جو اُسے سکھاتی ہیں کہ کہو میں نے نقصان نہیں کیا اور اس طرح وہ انہیں آگاہ کرتی ہیں کہ دنیا میں واقعات کے خلاف کہنا کوئی شئے ہے۔ (خطبہ نکاح فرمودہ مصلح موعودؓ ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء)

نماز قائم کریں:

معزز قارئین! ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ سبھی جانتے ہیں کہ بغیر ستون کے کوئی عمارت تعمیر نہیں کی جاسکتی۔ اسی طرح اگر کوئی روحانی عمارت تعمیر کرنا چاہتا ہے تو نماز جیسے ستون کے بغیر ایسا کرنا ناممکن ہے۔ دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے سب نے وحدہ لاشریک سے تعلق پیدا کرنے کے لئے نماز قائم کرنے کی طرف بھرپور توجہ دلائی۔

چنانچہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نماز کی تاکید ان الفاظ میں فرمائی۔

يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔ (سورۃ لقمان آیت ۱۸)

اے میرے پیارے بیٹے! نماز کو قائم کر اور اچھی باتوں کا حکم دے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کر۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عبادت کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے:

إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي۔

یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کر اور میرے ذکر کے لیے نماز کو قائم کر۔ (سورۃ طٰہٰ آیت ۱۵)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا کہ مومنوں سے کہہ دیں:

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (سورۃ النور آیت ۵۷)

اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں کہ جب رات دو تہائی گزر چکی ہوتی تو آپ ﷺ باآواز بلند فرماتے: ''لوگو! خُدا کو یاد کرو زلزلہ قیامت آنے والا ہے، اس کے پیچھے آنے والی گھڑی سَر پر ہے۔ موت اپنے سامان کے ساتھ آ پہنچی ہے۔ موت اپنے سامان کے ساتھ آ پہنچی ہے۔'' (ترمذی کتاب صفۃ القیامۃ، حدیث ۲۳۸۱)

نبی کریم ﷺ کی فرض نمازیں نسبتاً مختصر ہوتی تھیں تا کہ کمزور، بیمار، بچے، بوڑھے اور مسافر کے لیے بوجھ نہ ہو لیکن آپؐ کی تنہا نفل نمازوں کی شان تو بہت نرالی تھی۔ فرماتے تھے کہ بندہ نوافل کے ذریعہ بدستور اللہ کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ خُدا اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں ہو جاتا ہے۔ تہجد کی نماز رسول اللہ کی روح کی غذا تھی۔ آپؐ فرماتے تھے کہ اللہ نے ہر نبی کی ایک خواہش رکھی ہوتی ہے اور میری دلی خواہش رات کی عبادت ہے۔ (المعجم الکبیر جلد ۱۲ صفحہ ۸۴)

ماؤں کی ذمہ داری:

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

''الغرض ماؤں کی ذمہ داری اِس قدر اہم ہے کہ اگر مخلص مرد چاہیں کہ وہ اپنی اولادوں کی تربیت کریں تو اُن میں ایسا کرنے کی طاقت نہ ہوگی ۔ کیونکہ بچوں کی تربیت کرنے کی طاقت اور ملکہ عورت میں ہی ہے اس لئے تمہیں چاہیے کہ تم اپنی اس ذمّہ داری کو معمولی سمجھ کر نظرانداز نہ کرو بلکہ پوری توجہ سے اس فریضہ کو ادا کرو۔ تم میں سے کتنی ہیں جو یہ چاہتی ہیں کہ تمہارا بچہ خوبصورت ہو، تندرست ہو ، اگر وہ بدصورت ہوتا ہے یا کالا ہوتا ہے تو تم سارے جہاں کے پوڈر لگا لگا کر اُس کو خوبصورت بنا کر دیکھنے کی کوشش کرتی ہو۔ لیکن اگر تم اُس کو انسانوں والی شکل دے بھی دو مگر اُس کی رُوح انسانوں والی نہ ہو تو کیا تم اُس کو دیکھ کر خوش ہوگی ؟ اگر تم اپنے بچوں کی رُوح کی خوبصورتی کی پرواہ نہ کروگی تو تم اُس کی سخت ترین دشمن ثابت ہوگی کیونکہ تم نے ظاہری زیبائش اور آرائش میں کوئی کمی نہ کی مگر اُس کے اندر شیطان پیدا ہوگیا۔ پس اگر آج کی عورتیں اپنے بچوں کا خیال چھوڑ دیں گی تو آئندہ نسل انسان نہیں بلکہ سانپ اور بچھو پیدا ہوں گے ۔ تو پھر کیا تم اُس وقت جب سانپ اور بچّھو انسانوں کی شکل میں آجائیں اُن کو دیکھ کر خوش ہوگی ؟ اگر تمہارے ہی بچّے تمہاری تربیت کے نتیجہ میں کسی دن نیک ہوں گے تو تمہارے لئے اور تمہاری رُوحوں کے لئے دُعائیں کریں گے ورنہ وہ تم لعنت کے سوا اور کیا بھیجیں گے ۔ ایسی کئی مثالیں ہیں کہ مائیں اپنے بچوں کو چوری اور ڈاکے اور جھوٹ کی عادتیں ڈالتی ہیں ۔ ۔ مثلاً ایک بچہ کو چوری کی عادت تھی وہ باہر سے سکول سے چیزیں چُرا چُرا کر گھر لاتا اور ماں اُس سے وہ چیزیں لے لیتی ۔ ایسی ہی باتوں کے نتیجہ میں وہ پکا چور اور قاتل بن گیا۔ اُسے پھانسی کی سزا ملی ۔ جیسا کہ قاعدہ ہے ۔ اُس لڑکے سے بھی پھانسی دیئے جانے سے قبل پوچھا گیا تمہاری آخری خواہش کیا ہے؟ اُس نے کہا کہ مجھے میری ماں سے ملادو۔ جب اُس کی ماں آئی تو اس نے اس کے کان میں بات کہنے کے بہانے پر اس کے کان کو دانتوں سے کاٹ ڈالا۔ لڑکے نے اس فعل کی نسبت دریافت کئے جانے پر بتلایا کہ اگر یہ میری ماں نہ ہوتی تو آج میں پھانسی نہ چڑھتا۔ اس نے ہی مجھے انسان سے شیطان بنایا ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ عملی طور پر ہی بدیاں اور بُری باتیں مائیں اپنے بچوں کو سکھائیں بلکہ بے پروائی اور بے توجہی سے جو بدیاں بچے میں پیدا ہوجائیں یا جو بُری عادتیں سیکھ لیتا ہے اس کی ذمہ داری بھی عورتوں پر ہی آتی ہے ۔ تم میں سے بہت ہیں جو یہ کہیں گی کہ میرا بچّہ بے شک کلمہ نہ پڑھے لیکن زندہ

رہے۔ لیکن تم میں سے کتنی ہیں جو یہ کہیں کہ میرا بچّہ کلمہ پڑھ لے پھر بے شک مرجائے ۔ ایک عورت اپنے بیمار بچّہ کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئی اور کہنے لگی میرا بچّہ عیسائی ہوگیا ہے آپ اس کا علاج بھی کریں لیکن جو بات وہ اصرار کے ساتھ کہتی تھی وہ یہ تھی کہ آپ اس سے ایک کلمہ پڑھوا دیں پھر بے شک یہ مرجائے مجھے کوئی پرواہ نہیں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لڑکے کو چونکہ وہ بیمار تھا حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا آپؓ اس کی بیماری کا علاج بھی کریں اور کچھ تبلیغ بھی کریں لیکن وہ لڑکا بڑا پختہ تھا وہ کلمہ پڑھنے سے بچنے کی خاطر ایک رات بھاگ کر چلا گیا۔ رات کو ہی اُس کی ماں کو بھی پتہ چل گیا وہ بھی اُس کے پیچھے دوڑ پڑی اور بٹالہ کے نزدیک سے اُسے پکڑ کر پھر واپس لائی ۔ آخر خدا نے اُس کی سُنی اُس کا بیٹا ایمان لے آیا۔ بعد میں گو وہ فوت بھی جلد ہوگیا مگر اُس عورت نے کہا میرے دل کو ٹھنڈ پڑ گئی ہے موت سے پہلے اُس نے کلمہ تو پڑھ لیا ہے۔ یہ ہوتی ہے صحیح تربیت اور یہ ہوتی ہے وہ رُوح جو اسلام عورت میں پھونکنا چاہتا ہے۔ اس قسم کی تربیت کرنے والی عورتیں جو اپنے بچّوں کو نیک اور تربیت یافتہ دیکھنا پسند کرتی ہیں ۔ وہ اپنے لئے ہی نہیں بلکہ ساری قوم کے لئے فائدہ مند ہوتی ہیں ۔ وہ ساری قوم کو زندہ کرنے والی ہوتی ہیں ۔ امام بخاریؒ بہت بڑے آدمی تھے ۔ اُن کے بڑے ہونے میں اُن کی ماں کا بہت بڑا حصہ تھا۔ تو کیا تم سمجھتی ہو کہ ایسی ماں سے فائدہ اُٹھانے والے کا ثواب اُن کی ماں کو نہ ملتا تھا ؟ نہیں امام بخاریؒ کی نیکیوں کے ثواب میں اُن کی ماں بہت حد تک حصّہ دار تھیں ۔ اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ کی والدہ تم نہیں کہہ سکتیں کہ معمولی عورت تھیں ۔ وہ ہرگز معمولی عورت نہ تھیں ۔ کیا ابوحنیفہؒ کو بنانے والی معمولی عورت ہوسکتی ہے؟ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب کوئی انسان کسی بڑے درجے کو پہنچے گا تو اُس کے ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کو اس کے ساتھ رکھا جائے گا اور وہ بھی اس کے ثواب کے مستحق ہوں گے ۔ مومن کے بنانے میں اُس کے ماں باپ کا حصّہ ہوتا ہے ۔ ایک ہندو ماں کا یا ایک عیسائی ماں کا بچہ اگر مسلمان ہوجائے تو یہ مت خیال کرو کہ اُس کی ماں کو ثواب نہ ملا ہوگا ۔ اگرچہ اُس کی ماں پوری طرح نہ بخشی جائے گی لیکن پھر بھی اُس کے گناہوں میں کمی ہوگی ۔ تم میں سے اکثر جہاد کی خواہش مند ہیں لیکن آؤ مَیں تمہیں بتلا دوں کہ یہ جہاد ہی ہے اگر تم اپنے بچّوں کی صحیح تربیت کروگی اور اُن کو نیک بناؤ گی ۔

تم اَور حکومتوں میں تو کہہ سکتی ہو کہ اگر بچوں کی خدمت میں لگی رہیں گی تو ہم تاجر کیسے بنیں گی۔ اگر اُن کی تربیت میں ہی لگی رہیں تو وزیر، وکیل اور جرنیل کیسے بنیں گی اور دُنیا میں امن قائم نہیں کر سکتیں۔ لیکن تم اسلام میں رہ کر یہ نہیں کہہ سکتیں۔ بے شک تم عیسائی قوم کو اس کا جواب نہیں دے سکتیں لیکن اسلام نے تو تمہارا یہ اعتراض دور کر دیا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ اگر تمہارا بیٹا جرنیل بنے گا اور وزارت کے کام کر کے دُنیا میں امن قائم کرے گا تو اس کا ثواب بھی تم کو ملے گا کیونکہ یہ تم ہی تھیں جس نے ایسا بیٹا بنایا جس نے دُنیا میں کارہائے نمایاں کئے۔ غرض جس جنت کا تمہارا بیٹا وارث ہوگا اُسی جنت کی اسلام نے تم کو حقدار ٹھہرایا ہے۔ پس تمہاری تمام تر کامیابی کا انحصار تمہاری اولاد کی تربیت پر ہی ہے۔ تم نماز و روزہ اور صدقہ وخیرات کی پابند رہو۔ اگر تم ان باتوں پر کاربند نہ ہوگی تو تمہاری اولادیں کس طرح احکام شریعت کی پابند ہوں گی۔ تم اپنے نیک نمونہ سے ہی ایک حد تک اپنی اولاد کی تربیت کر سکتی ہو کیونکہ قاعدہ ہے کہ انسان جو نمونہ دکھاتا ہے اردگرد کے لوگ اس کا نمونہ قبول کرتے ہیں اور بچہ میں تو نقل کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اگر مائیں اپنی اولادوں کے لئے نیک نمونہ نہیں بنتیں تو یقیناً اُن کی اولادوں کی تربیت اچھی طرح ہونا ناممکن ہے۔'' (بحوالہ اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۳)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

کفایت شعاری کسی قوم کے افراد کا پہلا اور اہم فرض ہے۔ اور کفایت شعاری ہی وہ اصل ہے جس پر عمل کر کے کوئی قوم ترقی کر سکتی ہے۔ تم اپنے خاوندوں کو اسراف سے روکو اور اپنے بچوں کو غلامی سے بچاؤ۔ پس کچھ نہ کچھ پس انداز کرتے رہنا چاہئے اور کھانے پینے میں سادگی اختیار کرنی چاہئے۔

(اوڑھنی والیوں کے لئے پھول صفحہ ۳۲۶)

انبیاء کی اپنی اولاد کے لئے دُعائیں:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَا الْبَلَدَ آمِناً وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ۔ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيراً مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (سورۃ ابراہیم آیات ۳۶،۳۷)

اور (یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا اے میرے ربّ! اس شہر کو امن کی جگہ بنا دے۔ اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچا کہ ہم بتوں کی عبادت کریں۔ اے میرے ربّ! انہوں نے یقیناً لوگوں میں سے بہتوں کو گمراہ بنا دیا ہے۔ پس جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت مصلح موعود سورۃ ابراہیم کی آیت ۳۷ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

محبت الٰہی کا کیسا پاک مظاہرہ ہے۔ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں میری اولاد اگر شرک نہ کرے گی۔ تب تو وہ میری اولاد ہے۔ ورنہ نہیں۔ اس آیت سے یہ بھی مستنبط ہے۔ کہ بہت سے گناہوں کا باعث اولاد کی محبت بھی ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم نے ہمیں سبق دیا ہے۔ کہ اولاد کی محبت اس حد تک ہونی چاہئے جس سے وہ بگڑ نہ جائے۔ ایسی محبت جو اولاد کو خراب کردے محبت نہیں دشمنی ہے۔ جسمانی آرام سے روحانی اور اخلاقی درستی کا خیال مقدم رہنا چاہئے۔ اگر اولاد باوجود کوشش کے درست نہ ہو۔ تو ایک وقت ایسا آ سکتا ہے۔ کہ اس سے قطع تعلق کرنا ضروری ہو۔ کیونکہ جب ان کو معلوم ہو۔ کہ ماں باپ ہماری غلطی سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ تو وہ غلط راہ پر چلتے جاتے ہیں۔ لیکن جب ان کو معلوم ہو۔ کہ ہماری غلطی پر مناسب گرفت ہوتی ہے۔ تو ان کی اصلاح ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے ہمیں چاہئے۔ کہ خدا کی محبت پر خدا محبت غالب رکھیں۔ کہ یہ خدا تعالیٰ کی ہی خوشنودی کا موجب نہیں۔ بلکہ اپنی اولاد کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے۔

وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ پہلے عرض کیا تھا۔ کہ میری اولاد میں سے اگر کوئی شرک میں پڑ جائے۔ تو وہ میری اولاد سے نہیں۔ مگر نبی میں رحم بھی ہوتا ہے اولاد کو اولاد نہ سمجھنا اور خدا کی محبت کو ترجیح دینا اَور چیز ہے۔ اور ان کے لئے خدا سے رحم کی درخواست کرنا اَور چیز ہے۔ پس حضرت ابراہیمؑ دعا کرتے ہیں۔ کہ اوّل تو میری اولاد کو شرک سے بچائیے۔ لیکن اگر ان میں سے کوئی میرے طریق کے خلاف کرے۔ تو میں تو اسے یہی کہوں گا۔ کہ وہ میری اولاد نہیں۔ مگر تُو چونکہ غفور رحیم ہے۔ اس لئے تیرے غفور رحیم ہونے سے میں یہی امید کرتا ہوں۔ کہ تُو ان کے گناہ بخشیو۔ اور ان کی ترقی کے سامان پیدا کرتے رہیو۔ اس میں یہ بتایا۔ کہ اولاد سے ناراضگی کا یہ مطلب نہیں۔ کہ ان سے دل

بھی سخت کر لے ۔ بلکہ سزا ظاہری ہو۔ دل میں ان کے لئے دُعا کرتا رہے۔ اور ان کی اصلاح مدّ نظر رکھے۔ نہ کہ ان کی تباہی چاہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۴۸۴، ۴۸۵)

حضرت ابراھیم علیہ السلام:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ۔فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيْمٍ ۔فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّيْ أَرَى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَى قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيْ إِن شَاء اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ۔فَلَمَّاأَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ۔وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِيْ الْمُحْسِنِيْنَ ۔إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلَاء الْمُبِيْنُ ۔وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۔ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ۔سَلَامٌ عَلَى إِبْرَاهِيْمَ ۔ (سورۃ الصّافّات آیات ۱۰۱ تا ۱۰۸)

اے میرے ربّ! مجھے صالحین میں سے (وارث) عطا کر۔ پس ہم نے اُسے ایک بُردبار لڑکے کی بشارت دی۔ پس جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے پھرنے کی عمر کو پہنچا اس نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً میں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس غور کر تیری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ یقیناً اگر اللہ چاہے گا تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔ پس جب وہ دونوں رضا مند ہو گئے اور اس نے اُسے پیشانی کے بَل لٹا دیا۔ تب ہم نے اُسے پکارا کہ اے ابراہیم! یقیناً تُو اپنی رؤیا پوری کر چکا ہے۔ یقیناً اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ ایک بہت کھلی کھلی آزمائش تھی۔ اور ہم نے ایک ذبحِ عظیم کے بدلے اُسے بچالیا۔ اور ہم نے بعد میں آنے والوں میں اس کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔

اس طرح حضرت اسماعیلؑ اپنے والد کی خواب پوری کرنے کے لیے گردن کٹانے کے لیے تیار ہو گئے۔ والد کی اطاعت اور پھر اس کا عظیم الشان اجر ملنے کی یہ بے نظیر مثال ہے۔

والدین بھی دُعائیں کریں

معزز قارئین! ہم سب کو مندرجہ ذیل قرآنی دُعا کثرت سے پڑھنی چاہیے۔ جسے اللہ تعالیٰ حکمت عطا کر دے اور نیک لوگوں میں شامل فرما دے اُس کے نا صرف اہل و عیال بلکہ تمام انسان جن سے اُس کے تعلقات ہوتے ہیں، امن میں آجاتے ہیں۔

رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْماً وَأَلْحِقْنِيْ بِالصَّالِحِيْنَ۔ (سورۃ الشعراء آیت ۸۴)

اے میرے ربّ! مجھے حکمت عطا کر اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کر۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

ثَلَاث دَعَوَاتٍ مُستَجَابات لَاشَكَّ فِيهِنَّ: دَعوَةُ المَظلُومِ وَدَعوَةُ المُسَافِرِ وَدَعوَةُ الوَالِدِ لِوَلَدِهٖ۔ (سنن الترمذی کتاب الدعوات)

یعنی تین دُعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں۔ مظلوم کی دُعا، مسافر کی دُعا اور والدین کی دُعا۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے فرماتے ہیں:۔

حق یہ ہے کہ ماں باپ کی دُعا اولاد کے حق میں اکسیر کا رنگ رکھتی ہے کیونکہ دُعا کی قبولیت کے لئے جس قسم کے قلبی جذبہ اور ذہنی کیفیت کی ضرورت ہوتی ہے وہ ماں باپ کی دُعا میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔ پس تربیت کے ظاہری اسباب کو اختیار کرنے کے علاوہ اسلام یہ زرّین ہدایت بھی فرماتا ہے کہ ماں باپ کو چاہیے کہ اپنے بچوں کے لئے ہر وقت دُعا میں لگے رہیں اور ان کے لئے خدا کے آستانہ پر گرے رہ کر دین و دُنیا کی حسنات کے طالب ہوں، میں نہیں سمجھتا کہ کوئی دیندار ماں اپنی اولاد کے لئے دُعا مانگنے میں غفلت سے کام لیتی ہو لیکن اگر کوئی ماں ایسی ہے تو اس سے بڑھ کر شقاوت اور محرومی میرے خیال میں نہیں آسکتی۔ کاش احمدی مائیں دُعا کی قدر اور دُعا کی طاقت کو پہچانیں اور اس رُوحانی نُسخہ کے ذریعہ اپنے بچوں کی دین و دُنیا کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔ یہ نُسخہ بہت مجرب اور بہت پرانا ہے اور سارے نبیوں اور سارے ولیوں کا آزمایا ہوا ہے پس

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما (بحوالہ اچھی مائیں صفحہ ۲۴)

معزز قارئین! مومنین کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو اپنی دُعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایسی دُعائیں سکھائی ہیں جن کو زندگی کا حصہ بنانے سے بیوی بچوں پر اللہ تعالیٰ کا خاص رحم اور فضل نازل ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے پیارے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:۔

پس دُعاؤں پر اگر آپ غور کریں جو قرآن کریم میں محفوظ کی گئی ہیں تو عظیم الشان حکمتوں کے سمندر ہیں جو کوزوں میں بند کئے گئے ہیں اور دعائیں قبول کیوں ہوتی ہیں؟ اور کس وجہ سے ہوتی ہیں؟ وہ تمام باتیں وہ مصلحتیں بھی ان دعاؤں کے اندر مضمر ہیں، بظاہر نظر سے چھپی ہوئی ہیں لیکن اگر آپ غور کریں تو آپ کو سمجھ آسکتی ہے۔ پس وہ والدین جو اپنے لئے ایسی اولاد کی دُعا کرتے ہیں کہ جو محض ایک طبعی تقاضے کی دعا ہوا کرتا ہے کہ ہمیں بیٹا دے، ہمیں بیٹا دے، ہمیں بیٹا دے۔ کیوں دے؟ اس سے کوئی بحث ان کو نہیں ہوتی۔ نیک ہو یا بد ہو۔ اس سے ان کو کوئی بحث نہیں ہوتی وہ تو اپنے طبعی تقاضے کی وجہ سے بس اس تمنا میں مَر رہے ہوتے ہیں کہ ہم بے اولاد مَرے جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے جن انبیاء کی دعائیں ہمارے لئے محفوظ رکھی ہیں۔ جن بزرگ خواتین کی دعائیں ہمارے لئے محفوظ فرمائی ہیں وہاں ہمیشہ ایسی اولاد کی تمنا کی گئی ہے جو نیک ہو، جو خدا والی ہو، جو بزرگوں کے ولی بننے کی اہلیت رکھتی ہو، اور جو اپنے بزرگ والدین کی نیکیاں ورثے میں پانے والی ہو۔ پس احمدیوں کو بھی جو اولاد کی نعمت سے محروم ہیں اس جذبہ کے پیشِ نظر اسی سنت کے مطابق دعائیں کرنی چاہئیں، اور ہمیشہ نیک اولاد کی دعا کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں اس کے سوا اولاد کی جو دعائیں ہیں سب مردود اور دنیا کے قصے ہیں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ (۳مئی ۱۹۹۱ء ہالینڈ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔ (سورۃ ال عمران آیت ۹) **رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَاماً۔** (سورۃ الفرقان آیت ۷۵)

اس دعا کو جماعت احمدیہ بڑی کثرت سے پڑھے۔ ہمارا یہ فرض ہے کیونکہ جو کام اس وقت

ہونے والا ہے اس دنیا میں اور جو جماعت احمدیہ کے سپرد کیا گیا ہے وہ ایک نسل کا کام نہیں۔ ایک صدی تو قریباً گزر گئی چند سال باقی رہ گئے، کئی نسلیں آئیں اور گئیں۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، انہیں ثبات قدم عطا کیا، ہدایت پر قائم رہے، قربانیاں دیتے رہے، قربانیوں میں آگے بڑھتے رہے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پہلے سے زیادہ حاصل کرتے رہے۔ اب ہم ہیں، ہمیں ہر وقت فکر رہنی چاہیے، ایک تو اپنے متعلق کہ خدا تعالیٰ ہمیں ٹھوکر سے بچائے۔ ہمیں دوسروں کے لئے فتنہ بھی نہ بنائے۔ اس سے بھی ہمیں بچائے۔ ہماری نسلوں کو بھی اس ارفع و اعلیٰ مقام قرب پر قائم رکھے کہ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی دینی اور دنیوی نعماء انسان کو ملتی ہیں۔ **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ۔** کثرت سے پڑھیں اور چوکس اور بیدار ہو کر اپنی زندگیاں گزاریں اور کم عمر نسل کی تربیت چھوٹی عمر سے ہی شروع کر دیں۔

تربیت پر پورا زور خرچ کریں۔ مادی تدابیر بھی اختیار کریں اور دعاؤں کے ساتھ بھی کام لیں کہ دعا سب سے بڑی تدبیر ہے۔ دنیا میں بڑا گند پھیلا ہوا ہے۔ یہ گند بڑا دولتمند ہے۔ بڑا مہذب کہلاتا ہے۔ اس کی نقل کرنا فخر سمجھا جاتا ہے۔ یہ جو کیفیت ہے یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہم خدا تعالیٰ سے مدد مانگیں اور کوشش کریں، انتہائی طور پر تدبیر اور دعا کے ساتھ کہ ہماری آئندہ آنے والی نسلیں بھی ان ذمہ داریوں کو اسی طرح بشاشت کے ساتھ اور ہمت کے ساتھ اور ایثار کے ساتھ اور قربانی کے ساتھ ادا کرتی چلی جائیں جس طرح آج اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا کر رہا ہے۔ آمین۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ دسمبر ۱۹۸۰ء)

مومنین کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اولاد حاصل کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دُعا کریں۔

رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ۔

اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دُعا سُننے والا ہے۔ (سورۃ ال عمران ۳۹)

ماں کی دُعا: امام بخاری کی والدہ بڑی عابدہ اور صاحب کرامات تھیں۔ خدا سے دعا کرنا۔ گریہ زاری کرنا ان کا حصہ خاص تھا۔ امام بخاری کی آنکھیں صغرسنی میں خراب ہوگئی تھیں۔ بصارت

جاتی رہی۔علاج سے عاجز آ گئے۔امام بخاری کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں کہ "تمہارے رونے اور دعا کرنے سے تمہارے بیٹے کی آنکھیں خدا نے درست کر دیں" وہ فرماتی ہیں کہ "جس رات کو میں نے خواب دیکھا اسی صبح کو میرے بیٹے کی آنکھیں درست ہو گئیں، روشنی پلٹ آئی اور وہ بینا ہو گئے۔"

(سیرت البخاری صفحہ ۴۲۔طبع اول ۱۳۲۹ء محمد عبدالسلام مبارک پوری اسرار کریمی پریس الہٰ آباد)

چار باتیں:۔

نبی کریمﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، ناحق خُون کرنا اور جھوٹی بات کہنا کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔رسول اللہﷺ نے فرمایا: چار باتیں انبیاء علیہ السلام کی سنّت ہیں۔حیا کرنا۔خوشبو لگانا۔مسواک کرنا۔اور نکاح کرنا۔رسول اللہﷺ نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں اگر کسی شخص کو میسر آ جائیں تو اس پر دونوں جہانوں کی برکات کا گویا نزول ہو گیا۔چار چیزیں یہ ہیں شکر گزار دل۔ہمیشہ ذکر الٰہی اور حمد خُدا سے تر رہنے والی زبان۔مصائب و آلام پر صبر تحمّل سے کام لینے والا بدن۔ایسی بیوی جو اپنے میاں کی ذات یا اس کی مِلک کے متعلق کسی قسم کی خیانت سے کام لینے والی نہ ہو۔رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ منافق کی چار علامتیں ہیں۔جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔جب بولے جھوٹ بولے۔جب معاہدہ کرے اس کی خلاف ورزی کرے اور جب جھگڑے تو گالیاں دے۔رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان کی بدبختی کے چار نشان ہیں۔گزرے ہوئے گناہوں کو بھول جانا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد ہیں۔گزشتہ نیکیوں کو یاد رکھنا حالانکہ وہ نہیں جانتا وہ نیکیاں قبول ہوئیں یا نہیں۔دُنیا میں اپنے سے زیادہ مرتبہ رکھنے والے کو حریص نگاہوں سے دیکھنا۔دینی معاملات میں اپنے سے کمتر شخص کو دیکھ کر اس سے مقابلہ کرنا۔آپﷺ نے سعادت کی بھی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں جو یہ ہیں۔گزشتہ گناہوں کو یاد رکھنا۔گزشتہ نیکیوں کو بھلا دینا۔دینی معاملات میں اپنے سے زیادہ خدمات کرنے والے کو دیکھنا اور اس کی تقلید کرنا۔دینی معاملات میں اپنے سے کمتر شخص کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شُکر بجالانا۔رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ چار انسانی جوہر ہیں جنہیں چار

چیزیں ضائع کر دیتی ہیں۔فرمایا: عقل جوہر ہے جسے غضب ضائع کر دیتا ہے۔دین جوہر ہے جسے حسد تباہ کر دیتا ہے۔حیا جوہر ہے جسے طمع ضائع کر دیتا ہے اور اعمال صالحہ جوہر ہیں جنہیں غیبت تباہ کر دیتی ہے۔رسول کریمﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں راستوں میں بیٹھنا پڑے راہ کا حق ادا کرو۔صحابہؓ نے عرض کیا کہ راستے کا کیا حق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: راہ پوچھنے والے کو راہ بتانا۔سلام کا جواب دینا۔نگاہ نیچی رکھنا۔اچھی باتوں کا حکم دینا اور بُری باتوں سے روکنا۔آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے کہ بہترین کلام چار ہیں۔ا۔سبحان اللہ۔۲۔الحمد اللہ۔۳۔لا الہ الا اللہ۔۴۔اللہ اکبر۔جنّت میں داخل ہونے کے طریق رسول اللہﷺ کچھ اس طرح بیان فرمائے ہیں۔اے لوگو سلام پھیلاؤ۔رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔بھوکوں کو کھانا کھلاؤ۔اور راتوں کو نماز پڑھو تو سلامتی سے جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(بحوالہ الفضل ۳۰ اکتوبر ۱۹۳۶ء)

نوجوان لڑکے لڑکیوں کے لئے پچاس نصائح:

ا۔شرک کے قریب بھی نہ جائیں۔صرف اللہ تعالیٰ ہی حاجت روا ہے اس لئے تمام حاجات پوری کرنے کے لئے اُسی کے در پر سر جھکائیں۔اللہ ہی سے ڈریں۔اور اسی پیغام کی تبلیغ کریں۔

۲۔حضرت ابو سعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کو ربّ، اسلام کو دین اور محمدؐ کو رسول مان لے اس کے لئے جنّت ضروری ہے۔حضرت ابو سعیدؓ نے یہ سن کر عرض کیا دوبارہ ارشاد فرمائیں۔آپؐ نے دوبارہ یہی ارشاد فرمایا۔مزید فرمایا: ایک اور چیز ایسی بھی ہے جس کی وجہ سے اللہ بندے کو سو درجے جنت میں بلند کرتا ہے اور ہر درجے کے درمیان بلندی کا اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان ہے۔حضرت ابو سعیدؓ نے عرض کیا وہ کیا چیز ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا: جہاد فی سبیل اللہ۔جہاد فی سبیل اللہ۔جہاد فی سبیل اللہ۔ (صحیح مسلم ونسائی)

۳۔خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیﷺ جو اللہ تعالیٰ کے سب سے پیارے رسول ہیں سے اپنے سب قریبیوں سے زیادہ محبت کریں۔اور محبت کا تقاضہ ہے کہ آپؐ کی سیرت پر بھی عمل کریں۔

۴۔نمازوں کی پابندی کریں۔رسول اللہﷺ نے فرمایا ہے کہ "نماز دین کا ستون ہے"۔یاد

رکھیں نوجوانی کی عبادت اعلیٰ درجہ کی عبادت ہوتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

بين الرجل و بين الشرك والكفر ترك الصلاة۔

آدمی اور شرک وکفر کے درمیان فرق نماز ترک کرنا ہے۔

(مسلم جلد ۱ کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۰۸ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! کون سا عمل جنّت کے سب سے زیادہ قریب ہے؟ آپؐ نے فرمایا: **الصلاة على مواقيتها** ۔ نماز اس کے اوقات پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! اور کیا؟ آپؐ نے فرمایا: **بر الوالدين** ۔والدین سے نیک سلوک کرنا۔ میں نے عرض کیا اور کیا؟ آپؐ نے فرمایا: **الجهاد فى سبيل الله**۔ اللہ کی راہ میں جہاد۔ (مسلم جلد ۱ کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۱۳ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

۵۔ نمازیں مسجد میں ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جمعہ کی نماز باقاعدگی سے پڑھیں۔

۶۔ قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے کا باقاعدگی سے مطالعہ کریں۔ ترجمہ اور تفسیر بھی پڑھیں۔ قرآن کریم کو غور وفکر اور تدبر سے پڑھیں اور قرآن کریم میں بیان کردہ احکامات پر عمل بھی کریں۔

۷۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی علمِ قرآن عطا کرتی ہیں۔

۸۔ خلیفہ وقت کی آواز پر ہمیشہ لبیک کہیں۔ خلیفۂ وقت کو دُعا کے لئے باقاعدگی سے خط لکھیں۔ اور خود بھی دُعائیں کریں۔

۹۔ حضور انور کا بیان فرمودہ خطبہ جمعہ باقاعدگی سے سُنیں۔

۱۰۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی کوشش کریں۔

۱۱۔ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولیں۔ جھوٹ تمام بُرائیوں کی جڑ ہے۔ بے ہودہ مذاق سے بھی پرہیز کریں۔ جو بھی وعدہ کریں اسے پورا کریں۔ وعدوں کو پورا نہ کرنا بھی جھوٹ ہے۔

۱۲۔ دیانت اور امانتوں کا حق ادا کریں۔ وعدوں کو پورا کریں۔

۱۳۔ پاک صاف زبان استعمال کریں۔ ایک حدیث میں منافق کی یہ نشانی بھی بیان ہوئی ہے کہ جب جھگڑتے ہیں تو گالی گلوچ سے کام لیتے ہیں۔ (جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا، امانت میں خیانت کرنا بھی منافق کی بڑی علامات ہیں)

منافق کے بارے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

من شر الناس ذا الوجهين الذى ياتى هو لا ء بوجه وهو لاء بوجه۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۷۰۰)

لوگوں میں سے بدترین دورنگی والا ہے۔ جو ان لوگوں کے پاس ایک رخ سے جاتا ہے تو دوسرے لوگوں کے پاس اور رخ سے جاتا ہے۔

۱۴۔ ماں باپ کا ادب کریں اور دُعا کریں۔ ماں باپ کی دلجوئی کریں اور اُن کا کہنا مانیں۔

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:۔

افضل الاعمال او العمل الصلاة لو قتها و بر الوالدين:۔

بہترین اعمال یا عمل یہ ہے کہ نماز اس کے وقت پر ادا کرنا اور والدین سے حسن سلوک کرنا۔

(مسلم جلد ۱ کتاب الایمان حدیث نمبر ۱۱۵ شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

۱۵۔ بیماروں کی عیادت کریں۔

حضرت ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

عائد المريض فى مخر فة الجنت حتى يرجع۔

مریض کی عیادت کرنے والا جب تک واپس نہیں جاتا جنّت کے باغ میں ہوتا ہے۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۴۳)

حضرت اُم سلمہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

اذا حضرتم المريض او الميت فقولوا خيرا فان الملائكة يومنون على ما تقولون. (صحیح المسلم۔ کتاب الجنائز)

جب تم مریض یا مرنے والے کے پاس آؤ تو اچھی بات کہو کیونکہ فرشتے جو تم کہتے ہو اس پر آمین کہتے ہیں۔

۱۶۔اپنے اساتذہ کی عزت کریں اسی طرح اپنے سے بڑوں کا بھی ادب کریں۔

۱۷۔نام نہاد دُعا گو بزرگوں سے بچیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھیں۔پیر بنیں۔پیر پرست نہ بنیں۔

۱۸۔باطنی صفائی کے ساتھ ساتھ ظاہری صفائی کا بھی خیال رکھیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ صفائی نصف ایمان ہے۔

۱۹۔صادقوں کی صحبت اختیار کریں۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِيْنَ۔

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

۲۰۔سلام کو رواج دیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

"السلام قبل الكلام" بات کرنے سے پہلے سلام (کریں)۔

۲۱۔غریبوں محتاجوں اور بے کسوں کی مدد کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

جب تک بندہ اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ اس ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے۔ (مشکوۃ)

۲۲۔معاشرے میں صلح صفائی سے رہیں کہ مومن بھائی بھائی ہیں۔فضول گفتگو نہ کریں۔لڑائی جھگڑا نہ کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے :۔

المومن مالف۔ ولا خير فيمن لا يالف ولا يؤلف۔ (مسند احمد بن حنبل)

مومن محبت کی جگہ ہے جو محبت نہیں کرتا اور نہ اس سے محبت کی جائے وہ خیر سے خالی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا مسلمان افضل ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

۲۳۔کرسی سے اُٹھ کر ملیں۔مصافحہ کیا کریں۔(لڑکیاں مردوں سے مصافحہ نہ کریں۔لڑکے بھی خواتین سے مصافحہ نہ کریں)

۲۴۔تنگی ہو یا آسانی نظام جماعت کی اطاعت کریں۔

۲۵۔علمی معیار بلند کریں۔

۲۶۔فارغ نہ رہیں۔اردو اور دیگر زبانیں سیکھیں۔

۲۷۔صحت کا خیال رکھیں۔عبادت اور خدمت دین کے لئے صحت ضروری ہے۔

۲۸۔سگریٹ نوشی اور نشہ آور چیزیں نا صرف استعمال نہ کریں بلکہ ایسی بُری عادت رکھنے والوں کی صحبت سے بھی بچیں۔شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے۔یعنی خباثتوں کی ماں۔اور نشہ انسان سے نرم دلی، احترام انسانیت اور تقویٰ سے محروم کر دیتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر وہ مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے۔

۲۹۔مجالس کے آداب کا خیال رکھیں۔لغو مجالس میں شریک نہ ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کچھ لوگ اکٹھے ہوں اور بغیر اللہ کا ذکر کئے الگ ہو جائیں تو ضرور اُن کا حال ایسا ہی ہے گویا وہ مُردہ گدھے کے پاس سے واپس آ رہے ہیں اور اُن کی مجلس اُن کے لئے افسوسناک بات بن جائے گی۔رستوں پر مجلسیں نہ جمائیں رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد مبارک کو بھی یاد رکھیں: **الجليس الصالح خير من الواحدة۔** (مشکوۃ) اور اچھا ہم نشین بہتر ہے اکیلا رہنے سے۔

۳۰۔لغویات سے بچیں۔حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ہر قسم کا جھوٹ، غلط اور گناہ کی باتیں، تاش کھیلنا، اس قسم کی اور کھیلیں، آج کل دکانوں پر مشینیں پڑی ہوتی ہیں چھوٹے بچوں کو جوئے کی عادت ڈالنے کے لئے، رقم ڈالنے کے بعد بعض نمبروں کی گیمیں ہوتی ہیں کہ یہ ملاؤ، اتنے پیسے ڈالو تو اتنے پیسے نکل آئیں گے تو اس طرح جیتنے سے اتنی بڑی رقم حاصل ہو جائے گی۔یہ سب لغو چیزیں ہیں۔اسی طرح بیٹھ کر مجلسیں جمانا، گپیں ہانکنا، پھر دوسروں پر بیٹھ کے اعتراض وغیرہ

کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جو لغویات میں شامل ہیں۔

۳۱۔رستوں کا حق ادا کریں۔حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا رستوں میں بیٹھنے سے بچو۔انہوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ ہمیں اپنی مجالس کے بغیر چارہ نہیں جن میں ہم باتیں کریں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :۔

فاذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطریق حقه ،قالوا وما حقه قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف و النهی المنکر۔

(صحیح مسلم جلد یازدہم کتاب اللباس والزینۃ حدیث نمبر ۳۹۴۶)

اگر تم مجلس لگانے پر اصرار کرتے ہو تو پھر رستہ کو اس کا حق دو۔انہوں نے عرض کیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نظر نیچی رکھنا، تکلیف دینے سے رُکنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور ناپسندیدہ بات سے روکنا۔

۳۲۔لڑکے اپنے سروں کو ڈھانپنے کی عادت ڈالیں اور لڑکیاں مکمل اسلامی پردہ کریں۔

۳۳۔کھانا ضائع نہ کریں۔کھانے میں بے جا نقص نہ نکالیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا۔جب آپ پسند فرماتے تو تناول فرما لیتے۔اگر پسند نہ فرماتے تو چھوڑ دیتے۔

۳۴۔اگر کوئی دعوت پر بلائے تو ضرور جائیں، بے جا بہانے نہ بنائیں۔

حضرت ابن عمر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ائتو ا الدعوۃ اذا دعیتم ۔ (مسلم جلد ۷ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۵۶۳)

جب تمہیں بلایا جائے تو دعوت کے لئے آؤ۔

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ:۔

اذا دعا احدکم اخاه فلیجب عرسا کان او نحوه ۔

جب کوئی اپنے بھائی کو بلائے تو چاہیے کہ وہ قبول کرے، شادی ہو یا اس طرح کی کوئی اور (تقریب)۔ (مسلم جلد ۷ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۵۶۴)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو دعوت کو قبول نہیں کرتا وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے۔ (مسلم جلد ۷ کتاب النکاح حدیث نمبر ۲۵۷۲)

دعوت کھاتے وقت رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل مقدس ارشاد کو بھی پیش نظر رکھیں۔

حضرت جابرؓ اور ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

المومن یاکل فی معی واحد والکافر یاکل فی سبعة امعاءِ۔

مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

(مسلم جلد یازدہم کتاب الاشربۃ حدیث نمبر ۳۸۲۷)

۳۵۔چھوٹوں سے پیار کریں اور بڑوں کا احترام کریں۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

لیس منا من لم یرحم صغیرنا و یعرف حق کبیر نا ۔

وہ ہم میں سے نہیں جو چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کا حق نہ پہچانے۔

(الحاکم المستدرک)

۳۶۔مہمان نواز بنیں۔تحائف دیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تحائف دینے سے محبت بڑھتی ہے۔ (موطا امام مالکؒ کتاب الجامع)

۳۷۔پڑوسیوں کا خیال رکھیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:۔

ما زال جبریل یوصینی بالجار حتی ظننت انه لیور ثنه ۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۷۴۲)

جبرائیل مجھے مسلسل پڑوسی کے بارہ میں تاکید کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ ضرور اسے وارث بھی قرار دے دے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو

شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے مہمان کی ضیافت کرے اور جو شخص اللہ اور
قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔(صحیح بخاری)

۳۸۔گھر کے کام کاج میں والدین کا ہاتھ بٹائیں۔

۳۹۔نظام وصیت میں شامل ہوں۔حضور انور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نے فرمایا ہے کہ
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے جلد از جلد اس نظام وصیت میں شامل ہو جائیں
اور اپنے آپ کو بھی بچائیں اور اپنی نسلوں کو بھی بچائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے بھی حصہ پائیں۔

۴۰۔تمام چندہ کی تحریکات میں شامل ہو جائیں۔بزرگوں کے کھاتوں کو بھی زندہ
رکھیں۔صدقہ دینے کی عادت ڈالیں۔

۴۱۔عاجزی اور انکساری اختیار کریں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:۔

ما نقصت صدقة من مال وما زاداللّٰه عبدابعفو الا عزا.
وما تواضع احد للّٰه الا رفعه اللّٰه۔ (صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب)

صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا اور عفو کرنے سے اللہ بندہ کو عزت میں ہی بڑھاتا ہے اور کوئی بھی
اللہ کی خاطر انکساری نہیں کرتا ہے مگر اللہ اس کا درجہ بڑھاتا ہے۔

۴۲۔اپنے مسلمان بھائیوں کی پردہ پوشی کریں۔ایک دوسرے کی کمزوریاں تلاش نہ کریں
اور بُرائیوں کی تشہیر نہ کریں۔

سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔

ومن ستر مسلما ستره اللّٰه يوم القيامة۔

(صحیح مسلم جلد ۱۳ کتاب البر والصلۃ والادب حدیث نمبر ۴۶۶۳)

اور جو ایک مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

۴۳۔ جماعتی اجلاسات میں باقاعدگی سے شرکت کریں۔عہدداران کی مکمل اطاعت کریں
۔عہدہ حاصل کرنے کی خواہش نہ رکھیں۔اگر اللہ تعالیٰ کوئی جماعت عہدہ دے دے تو پھر جی جان سے

کام کریں۔یاد رکھیں تمام عہدداران خدا کے حضور جواب دہ ہیں۔

۴۴۔واقفین اور مربیان کا احترام کریں۔

۴۵۔خوش مزاجی کو اپنائیں۔ہمیشہ مُسکراتے رہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:۔

تبسمك فی وجه اخيك لك صدقة۔

اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے۔

بشرو ولا تنفروا و يسروا ولا تعسروا۔ (بخاری،مسلم)

خوشی کی بات کہو اور نفرت کی بات نہ کہو اور آسان معاملات دکھاؤ اور مشکل منظر نہ پیش کرو۔

۴۶۔ اخلاق کے معیار بلند کریں۔

کسی نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا فلاں عورت بہت نیک ہے، روزے رکھتی ہے
، راتوں کو عبادت کرتی ہے، لیکن بداخلاق ہے اور اپنے ہمسایوں کو اپنی زبان سے آزار پہنچاتی ہے۔آپؐ
نے فرمایا:

لا خير فيها فهی فی النار۔ (معارف الحدیث، ریاض الصالحین)

جس میں کوئی بھلائی نہیں ہے وہ دوزخی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ہی ارشاد مبارک ہے کہ:۔

و خالق الناس بخلق حسن۔(ترمذی) اور لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

۴۷۔رزق حلال کمایں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضه۔ (مشکوٰۃ)

رزق حلال کی تلاش فریضہ(ایمان) کے بعد اولین فریضہ ہے۔

۴۸۔اپنے مقام اور اعزاز کی ہمیشہ حفاظت کریں۔احمدی ہونا بہت بڑے اعزاز کی بات
ہے۔مومن کی ایک نشانی حیادار ہونا بھی ہے۔ہمیشہ بے حیائی سے بچیں۔غیبت، حسد اور بدظنی نہ
کریں۔اپنے بھائی کی برائیوں کی جستجو بھی احمدی کی شان کے خلاف ہے۔

۴۹۔ انٹرنیٹ کا مفید استعمال کریں۔ چیٹنگ نہ کریں۔ بے ہودہ ویب سائیٹس سے دور رہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ بنصرالعزیز فرماتے ہیں:۔

پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آج کل کی بہت بڑی لغو چیز ہے۔اس نے بھی کئی گھروں کو اُجاڑ دیا ہے۔ایک تو یہ رابطے کا بڑا سستا ذریعہ ہے پھر اس کے ذریعہ سے بعض لوگ پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔شروع میں شغل کے طور پر سب کام ہو رہا ہوتا ہے پھر بعد میں یہی شغل عادت بن جاتا ہے اور گلے کا ہار بن جاتا ہے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔تو یہ سب لغو چیزیں ہیں۔

علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں۔یہ نہیں کہ یا اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کے مستقل باتیں کرتے رہیں۔

آج کل چیٹنگ (Chatting) جسے کہتے ہیں بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے اس میں بھی پھر لوگوں پہ الزام تراشیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں،، لوگوں کا مذاق بھی اُڑایا جا رہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک وسیع پیمانے پر مجلس کی ایک شکل بن چکی ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہیے۔

(مشعل راہ جلد ۵ حصہ دوم صفحہ ۸۸،۸۹)

۵۰۔ **و تعاونو علی البر**۔ نیکی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

☆☆☆

حرفِ آخر:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْماً لَّا يَجْزِىْ وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئاً إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ۔ (سورۃ لقمان آیت ۳۴)

اے انسانو! اپنے ربّ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس دن سے ڈرو جس دن نہ باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا، نہ بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آئے گا۔یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔پس تمہیں دُنیا کی زندگی ہرگز دھوکہ میں نہ ڈالے اور تمہیں اللہ کے بارہ میں دھوکہ باز (شیطان) ہرگز دھوکہ نہ دے سکے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام افراد جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اے میری جماعت خُدا تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو وہ قادر کریم آپ لوگوں کو سفر آخرت کے لیے ایسا طیار کرے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے اصحاب طیار کیے گئے تھے۔خوب یاد رکھو کہ دنیا کچھ چیز نہیں ہے۔لعنتی ہے وہ زندگی جو محض دنیا کے لیے ہے اور بدقسمت ہے وہ جس کا تمام ہم وغم دنیا کے لیے ہے ایسا انسان اگر میری جماعت میں ہے تو وہ عبث طور پر میری جماعت میں اپنے تئیں داخل کرتا ہے کیونکہ وہ اس خشک ٹہنی کی طرح ہے جو پھل نہیں لائے گی۔

(تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۳)

اور دور کے اکثر لوگ اگرچہ ہمارے سلسلہ میں داخل تو ہیں مگر بوجہ اس کے کہ ان کو صحبت کم نصیب ہوتی ہے۔۔۔۔اُن کے دِل بکلّی دنیا کے گند سے صاف نہیں ہیں۔امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آخر کار وہ گند سے صاف ہو جائیں گے اور یا خُدا تعالیٰ ان کو اس پاک سلسلہ سے کاٹ دے گا۔اور ایک مردار کی طرح مریں گے۔بڑی غلطی انسان کی دنیا پرستی ہے۔یہ بدبخت اور منحوس دنیا کبھی خوف دلانے سے اور کبھی امید دینے سے اکثر لوگوں کو اپنے دام میں لے لیتی ہے اور یہ اُسی میں مرتے ہیں۔نادان کہتا ہے کہ کیا ہم دنیا کو چھوڑ دیں۔اور یہ غلطی انسان کو نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو بے ایمان کر کے ہلاک

نہ کرے۔اے نادان کون کہتا ہے کہ تو اسباب کی رعائت چھوڑ دے مگر دل کو دنیا اور دنیا کے فریبوں سے الگ کرورنہ تو ہلاک شدہ ہے۔اور جس عیال کے لیے تو حد سے بڑھتا جاتا ہے۔یہاں تک کہ خدا کے فرائض کو بھی چھوڑتا ہے۔اور طرح طرح کی مکاریوں سے ایک شیطان بن جاتا ہے۔اس عیال کے لیے تو بدی کا بیج بوتا ہے اور ان کو تباہ کرتا ہے۔اس لیے کہ خدا تیری پناہ میں نہیں کیونکہ تو پارسا نہیں۔خدا تیرے دل کی جڑھ کو دیکھ رہا ہے۔سو تو بے وقت مرے گا اور عیال کو تباہی میں ڈالے گا۔لیکن وہ جو خدا کی طرف جھکا ہوا ہے اُس کی خوش قسمتی سے اُس کے زن و فرزند کو بھی حصہ ملے گا۔اور اس کے مرنے کے بعد کبھی وہ تباہ نہیں ہوں گے۔ (روحانی خزائن جلد۲۰ تذکرۃ الشہادتین صفحہ۷۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

دیکھو مَیں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سُبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اُس سے بچو۔دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔جو شخص دُعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجُز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص جُھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص دُنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص درحقیقت دین کو دُنیا پر مقدّم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص پُورے طور پر ہر ایک بَدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے، قمار بازی سے، بدنظری سے اور خیانت سے، رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرّف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص پنجگانہ نماز کا اِلتزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص دُعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص بَد رفیق کو نہیں چھوڑتا جو اُس پر بَد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص اپنے ماں باپ کی عزّت نہیں کرتا، اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں اُن کی بات کو نہیں مانتا اور اُن کی تعہّدِ خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص اپنی اہلیہ اور اُس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص اپنے ہمسایہ کو اَدنیٰ اَدنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری

جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ہر ایک مَرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص فی الواقعہ مجھے مسیح موعود مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔اور جو شخص امورِ معروفہ میں میری اطاعت کے لیے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور اُن کی ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مُرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو، جعل ساز اور ان کا ہمنشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تُہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔

یہ سب زہریں ہیں تم اِن زہروں کو کھا کر کِسی طرح بچ نہیں سکتے اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتی۔ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اُس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دِلوں کو مِلتی ہے۔ (ہماری تعلیم صفحہ۱۱،۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اُسے دیکھے گا اور اُس کے منصوبے کو توڑے گا۔تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قُدرتیں ہیں۔اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی دِن ایسا نہ آتا کہ تم دُنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے؟ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دُنیا کے لیے ایسے بے خود کیوں ہوتے ہو؟ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اُس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔تم بغیر اُس کے کچھ بھی نہیں۔اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکُلّی اسباب پر ِگر گئی ہیں اور جیسے سانپ مِٹّی کھاتا ہے اُنہوں نے سِفلی اسباب کی مِٹّی کھائی۔اور جیسے گِدھ اور کُتّے مُردار کھاتے ہیں انہوں نے مُردار پر دانت مارے۔وہ خدا سے بہت دُور جا

پڑے۔اِنسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح اِستعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے اور خُدا سے قوّت نہ مانگنے سے وہ مَر گئے اور آسمانی روح اُن میں سے ایسے نکلی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے۔اُن کے اندر دُنیا پرستی کا جذام ہے جس نے اُن کے تمام اندرونی اعضاء کاٹ دِئے ہیں۔پس تم اِس جذام سے ڈرو۔مَیں تمہیں حدِّ اعتدال تک رعایتِ اسباب سے منع نہیں کرتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں کہ تم غیر قوموں کی طرح نِرے اسباب کے بندے ہو جاؤ اور اُس خدا کو فراموش کر دو جو اسباب کو بھی وہی مہیّا کرتا ہے۔اگر تمہیں آنکھ ہو تو تمہیں نظر آ جائے کہ خدا ہی خدا ہے اور باقی سب ہیچ ہے۔تم نہ ہاتھ لمبا کر سکتے ہو نہ اکٹھا کر سکتے ہو مگر اُس کے اِذن سے ایک مُردہ اِس پر ہنسی کرے گا مگر کاش اگر وہ مَر جاتا تو اِس ہنسی سے اُس کے لیے بہتر تھا۔

خبر دار!!! تم غیر قوموں کو دیکھ کر اُن کی رِیس مت کرو کہ اُنہوں نے دُنیا کے منصُوبوں میں بہت ترقّی کر لی ہے۔آؤ ہم بھی اُنہی کے قدم پر چلیں۔سُنو اور سمجھو کہ وہ اُس خدا سے سخت بیگانہ اور غافل ہیں جو تمہیں اپنی طرف بُلاتا ہے،اُن کا خدا کیا چیز ہے۔صرف ایک عاجز انسان۔اِس لیے وہ غفلت میں چھوڑے گئے۔مَیں تمہیں دُنیا کے کسب اور حرفت سے نہیں روکتا مگر تم اُن لوگوں کے پَیرو مت بنو جنہوں نے سب کچھ دُنیا کو ہی سمجھ رکھا ہے۔ (ہماری تعلیم صفحہ ۱۵ ماخوذ از کشتی نوح)

پھر فرماتے ہیں:۔

اِسی طرح تمہیں چاہیے کہ اِس دُنیا کے فلسفیوں کی پَیروی مت کرو اور اُن کو عزّت کی نگاہ سے مت دیکھو۔یہ سب نادانیاں ہیں۔سچّا فلسفہ وہ ہے جو خدا نے تمہیں اپنے کلام میں سکھلایا ہے۔ہلاک ہو گئے وہ لوگ جو اِس دُنیوی کے عاشق ہیں اور کامیاب ہیں وہ لوگ جنہوں نے سچّے عِلم اور فلسفہ کو خدا کی کتاب میں ڈھونڈا۔نادانی کی راہیں کیوں اختیار کرتے ہو؟ کیا تم خدا کو وہ باتیں سکھلاؤ گے جو اُسے معلوم نہیں؟ کیا تم اندھوں کے پیچھے دوڑتے ہو کہ وہ تمہیں راہ دکھلاویں؟ اے نادانو! وہ جو خود اندھا ہے وہ تمہیں کیا راہ دکھائے گا؟ بلکہ سچّا فلسفہ رُوح القُدس سے حاصل ہوتا ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔تم رُوح القدس کے وسیلے سے ان پاک علوم تک پہنچائے جاؤ گے جن تک غیروں کی رسائی نہیں۔اگر صِدق سے مانگو تو آخر تم اُسے پاؤ گے تب تم سمجھو گے کہ یہی علم ہے جو دِل کو تازگی اور زندگی بخشتا ہے اور

یقین کے مینار تک پہنچا دیتا ہے۔وہ جو خود مُردار خوار ہے وہ کہاں سے تمہارے لیے پاک غذا لائے گا ؟ وہ جو خود اندھا ہے وہ کیونکر تمہیں راہ دکھاوے گا؟ ہر ایک پاک حکمت آسمان سے آتی ہے پس تم زمینی لوگوں سے کیا ڈھونڈتے ہو؟ جن کی رُوحیں آسمان کی طرف جاتی ہیں وہی حِکمت کے وارث ہیں۔جن کو خود تسلّی نہیں وہ کیونکر تمہیں تسلّی دے سکتے ہیں۔مگر پہلے دِلی پاکیزگی ضروری ہے، پہلے صِدق و صفا ضروری ہے پھر بعد اس کے یہ سب کچھ تمہیں ملے گا۔ (ہماری تعلیم صفحہ ۱۷ ماخوذ از کشتی نوح)

آپؑ فرماتے ہیں:۔

پرہیزگار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔حد سے زیادہ عیّاشی میں زندگی بسر کرنا لعنتی زندگی ہے۔حد سے زیادہ بدخُلق اور بے مہر ہونا لعنتی زندگی ہے۔حد سے زیادہ خدا یا اس کے بندوں کی ہمدردی سے لاپرواہ ہونا لعنتی زندگی ہے۔(ہماری تعلیم صفحہ ۲۷ ماخوذ از کشتی نوح)

☆☆☆☆☆☆☆